خُطباتِ ملتان

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں دیے گئے وقیع علمی خطبات کا مجموعہ

مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

www.KitaboSunnat.com

- اسلام اور عدلِ اجتماعی
- امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ؛ ایک تعارف
- علمِ اَسرارِ الدین :فلسفۃ التشریع الإسلامی
- امام دہلویؒ کا نظریۂ معیشت
- امام دہلویؒ کا نظریۂ اِرتفاقات
- سماجی تشکیلِ نو کے اُصول
- پاکستانی معاشرے کا استحکام

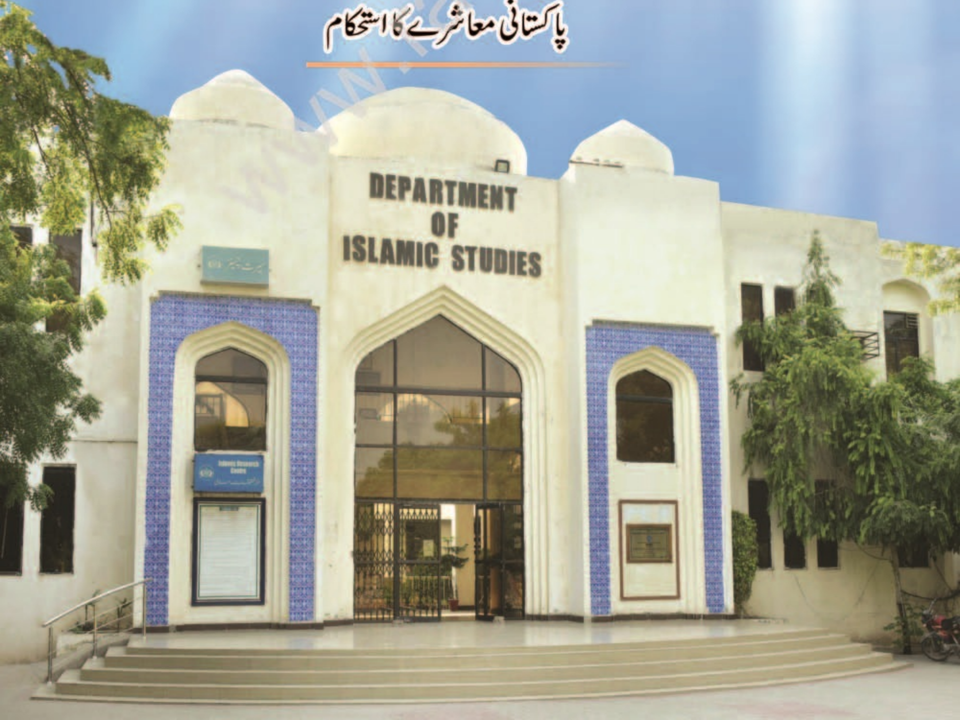

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

خطباتِ ملتان

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں دیے گئے وقیع علمی خطبات کا مجموعہ

- اسلام اور عدلِ اجتماعی (ولی اللّٰہی تعلیمات کی روشنی میں)
- امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی شخصیت اور فکر؛ ایک تعارف
- علمِ اَسرارِالدین: فلسفۃُ التّشریع الإسلامی
- امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نظریۂ معیشت
- امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نظریۂ اِرتفاقات
- سماجی تشکیلِ نو کے اصول اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں
- پاکستانی معاشرے کا استحکام؛ مسائل وتقاضے اور اُسوۂ حسنہ

از

مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

رحیمیہ مطبوعات
رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
00-92-42-36307714, 36369089 www.rahimia.org
info@rahimia.org /rahimiainstitute

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب	—◈—	خطباتِ ملتان؛ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں دیے گئے وقیع علمی خطبات کا مجموعہ
خطبات	—◈—	از مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
سالِ طباعت	—◈—	ستمبر 2021ء
ناشر	—◈—	رحیمیہ مطبوعات، لاہور
ISBN:	—◈—	

رحیمیہ مطبوعات

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
00-92-42-36307714, 36369089 www.rahimia.org
info@rahimia.org /rahimiainstitute

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرضِ ناشر

بہترین اور عمدہ کتابیں سوسائٹی کی تعمیر و ترقی میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ انسانی سماج میں ترقی کے بنیادی اساسی امور کیا ہیں؟ دینِ اسلام کی تعلیمات اس حوالے سے کیا رہنمائی کرتی ہیں؟ اس خطے کے عظیم مفکر امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تعلیمات اور افکار اس سلسلے میں کیا رہنمائی کرتے ہیں؟ عصرِ حاضر میں ان تمام سوالات کا شافی جواب ایک نوجوان کی ذہنی، فکری، علمی اور عملی ترقی کے لیے ضروری ہے۔ عصرِ حاضر کو سمجھنا اور برعظیم پاک و ہند کے مفکرین بالخصوص ولی اللّٰہی سلسلے کے حضرات کے افکار سے آگہی حاصل کرنا آج کے نوجوان طالبِ علم کی بڑی ضرورت ہے۔

اس حوالے سے بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان کے اربابِ حل و عقد بالخصوص پروفیسر ڈاکٹر سعید الرحمٰن (سابق چیئرمین شعبہ علومِ اسلامیہ وسابق مسئول موسیٰ پاک شہید چیئر)، پروفیسر ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب (چیئرمین شعبہ علومِ اسلامیہ) نے یونیورسٹی کی طرف سے عصرِ حاضر کے ان تقاضوں کو سمجھتے ہوئے ولی اللّٰہی علوم و معارف کے ماہر حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کو یونیورسٹی کے طلبا و طالبات اور اصحابِ علم وفکر سے خطابات کی وقتاً فوقتاً دعوت دی۔ اس سلسلے میں مؤرخہ 3/نومبر 2016ء کو یونیورسٹی کے شعبہ علومِ اسلامیہ کے ہال میں حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے پہلا خطبہ درجِ ذیل عنوان پر دیا:

”اسلام اور عدلِ اجتماعی (ولی اللّٰہی تعلیمات کی روشنی میں بنیادی تصورات)“

اس کے بعد مؤرخہ 17/اپریل تا 20/اپریل 2017ء تک چار روزہ سیریز میں درجِ ذیل عنوانات پر حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے خطبات دیے:

1۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی شخصیت اور فکر؛ ایک تعارف

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

2۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نظریۂ اَسرارِ دین
3۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نظریۂ معیشت
4۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نظریۂ ارتفاقات

اس کے بعد بہاء الدین زکریا یونیورسٹی کے لیہ کیمپس کے ''بہادر آڈیٹوریم'' میں سیرت النبیؐ کے حوالے سے مؤرخہ ۲۲/ ربیع الاوّل ۱۴۴۱ھ/ 20/نومبر 2019ء کو درجِ ذیل عنوان پر خطبہ ارشاد فرمایا:

''سماجی تشکیلِ نو کے اصول اسوہ حسنہ کی روشنی میں''

اگلے ہی روز ۲۳/ربیع الاوّل ۱۴۴۱ھ/ 21/نومبر 2019ء کو ''آئی ایم ایس ایگزیکٹو ہال، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان'' میں درجِ ذیل عنوان سے خطبہ ارشاد فرمایا:

''پاکستانی معاشرے کا استحکام: مسائل و تقاضے اور اُسوۂ حسنہ''

اس طرح بہاء الدین زکریا یونیورسٹی میں مجموعی طور پر کل سات خطبات ہوئے۔ ان میں سے چار خطبات ''چار روزہ خطباتِ ملتان'' کے عنوان سے جنوری 2019ء میں موسیٰ پاک شہید چیئر، شعبۂ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے زیرِاہتمام یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے پیغام کے ساتھ شائع کیے گئے تھے۔

یہ تمام خطبات ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور سے جاری سہ ماہی مجلّہ ''شعور و آگہی'' لاہور میں بھی حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ کی طرف سے نظرِ ثانی اور تحقیق و تدوین کے بعد شائع ہو چکے ہیں۔ ولی اللّٰہی فکر کے عصری تقاضوں سے شغف رکھنے والے احباب کا اصرار تھا کہ ان خطبات کو کتاب کی صورت میں یک جا بھی شائع کیا جائے۔ اس طرح یہ کتاب عصری تقاضوں کے حوالے سے ولی اللّٰہی افکار کو سمجھنے کے لیے بہت مدد و معاون ثابت ہوگی۔ رحیمیہ مطبوعات کا اپنے آغاز سے ہی یہ عزم رہا ہے کہ وہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور اس سلسلے کے اکابرین کی کتابیں تحقیق و تدوین کے ساتھ بہترین طریقے پر شائع کرے۔ اسی سلسلے میں اس کتاب کو بھی پوری تزئین و آرائش کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔

ناظم رحیمیہ مطبوعات، لاہور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

انتساب

برعظیم پاک و ہند کے عظیم مفکر اور مجدد انقلابی رہنما

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ

کے نام

جن کے افکار اور علوم و معارف سے

ایک عالَم سیراب ہو رہا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر
عرضِ ناشر	3
انتساب	5
پیغام پروفیسر ڈاکٹر طارق محمود انصاری (وائس چانسلر بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان)	9
حرفِ تعارُف از پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن (سابق صدر شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان)	11
پہلا خطبہ 21-66	
تعارُفی خطاب از پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن	23
خطبہ بعنوان: اسلام اور عدلِ اجتماعی (ولی اللّٰہی تعلیمات کی روشنی میں) وسوالات و جوابات از مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری	27
کلماتِ نظامت از پروفیسر ڈاکٹر الطاف حسین لنگڑیال (شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان)	64
صدارتی کلمات از پروفیسر ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب (صدر شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان)	65
دوسرا خطبہ 67-144	
تعارفی خطاب از پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن	69
خطبہ بعنوان: امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی شخصیت اور فکر؛ ایک تعارف	73

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وسوالات و جوابات از مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

صدارتی کلمات از پروفیسر ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب 140

تیسرا خطبہ 145-248

خطبہ بعنوان: علمِ اَسرارِ الدین: فلسفةُ التّشريع الإسلامي 147

وسوالات و جوابات از مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

صدارتی کلمات از پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالرحیم 245

(چیئرمین شعبہ عربی، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان)

چوتھا خطبہ 249-312

تمہیدی کلمات از پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعیدالرحمٰن 251

خطبہ بعنوان: امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نظریۂ معیشت 257

وسوالات و جوابات از مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

صدارتی کلمات از پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا 310

(سابق چیئرمین شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان)

پانچواں خطبہ 313-376

تمہیدی کلمات از پرفیسر ڈاکٹر مفتی سعیدالرحمٰن 315

خطبہ بعنوان: امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نظریۂ اِرتفاقات 322

وسوالات و جوابات از مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

صدارتی کلمات از پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد چوہدری 375

(قائم مقام وائس چانسلر بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھٹا خطبہ 377-418

تعارُفی کلمات از مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی 379
(صدر ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور)
خطبہ بعنوان: سماجی تشکیلِ نو کے اصول اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں 385
از مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
صدارتی کلمات از پروفیسر ڈاکٹر محمد حسن بُچّہ 415
(ڈائریکٹر بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، بہادر کیمپس، لیّہ)

ساتواں خطبہ 419-482

تعارُفی کلمات از مولانا مفتی محمد مختار حسن 421
ڈائریکٹر (ایڈمن) ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور
خطبہ بعنوان: پاکستانی معاشرے کا استحکام؛ مسائل و تقاضے اور اُسوۂ حسنہ 427
وسوالات و جوابات　از مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
صدارتی کلمات از مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن 477

حواشی و حوالہ جات 483

آیاتِ قرآنیہ 519
احادیثِ نبویہ ﷺ 523
اصطلاحات 525
شخصیات 539
کتابیات 549

☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیغام وائس چانسلر

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

تمام تعریفیں اللہ پاک، بزرگ و برتر کے لیے، جس نے انسان کو قوتِ گویائی بخشی اور اسے اپنی پسندیدہ راہ کا شعور عطا کیا۔ اور بے شمار صلوٰۃ وسلام اس ذاتِ بابرکات پر، جس نے جہانوں کو اپنی رحمت سے منور کیا۔ انسانیت کو ذلت سے نکال کر اس کو اوجِ ثریا کی جانب رہنمائی بخشی اور جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتِ رسالت کی تکمیل کر کے مہر ثبت کر دی۔ نیز ان تمام برگزیدہ شخصیات پر بے پایاں رحمتیں، جنھوں نے ہر دور میں دینِ حق کی بے لوث اور دانائی سے بھرپور خدمت کی اور بارگاہِ الٰہی میں سرخرو ہوئے۔

مجھے یہ جان کر دلی مسرت ہوئی کہ موسیٰ پاک شہید چیئر، شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان کے زیرِ انتظام ان لیکچرز کی اشاعت عمل میں لائی جا رہی ہے، جو چیئر کے زیرِ اہتمام ملک کے نامور عالم دین اور صاحبِ دانش شخصیت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری نے اپریل 2017ء میں پیش کیے تھے۔

جامعات کا مقصد نہ صرف اپنے مقررہ نصابی اہداف کی تکمیل ہوتی ہے، بلکہ طلبا و طالبات میں علم وشعور کو منتقل کر کے معاشرے کے لیے ان کو متحرک رہنما کردار کی ادائیگی کی مطلوبہ اَخلاقی وسماجی تربیت مہیا کرنا بھی ہوتا ہے۔ اس کے لیے جہاں معمول کی علمی سرگرمیاں اہمیت رکھتی ہیں، وہاں وہ توسیعی لیکچرز بھی اپنے اندر غیر معمولی افادیت رکھتے ہیں، جو مختلف شعبوں کے ماہر تجربہ کار اہلِ علم و دانش پیش کرتے ہیں۔

توسیعی لیکچرز، درحقیقت سال ہا سال کے مطالعے اور سکالرز کے تفکرِ مسلسل کا حاصل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں، جن سے نژادِنو کو اپنے شعوری دریچوں کو کم سے کم وقت میں نہایت عمدہ طریقے سے وا کرنے کا موقع ملتا ہے۔ زیرِنظر مجموعۂ خطبات اس کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ فاضل سکالر نے عہدِ حاضر کی نابغۂ روزگار شخصیت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی فکر کے اہم گوشوں کو نہایت عالمانہ انداز میں سامعین تک منتقل کیا ہے۔ انھوں نے شاہ صاحبؒ کی فکر کی عصری معنویت کو اُجاگر کر کے ذہنوں پر کم علمی کی وجہ سے چھا جانے والی مرعوبیت دور کرنے کی عمدہ کوشش کی ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ اس مجموعۂ لیکچرز کو علمی حلقوں میں پذیرائی حاصل ہوگی۔ اس کی اشاعت شعبۂ علومِ اسلامیہ کے لیے باعثِ اعزاز ہے۔

ان لیکچرز کے انعقاد اور ان کی اشاعت پر موسیٰ پاک شہید چیئر کے ڈائریکٹر پروفیسر ڈاکٹر سعید الرحمٰن کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ ان کی کاوشوں سے علومِ اسلامیہ میں دلچسپی رکھنے والے اساتذہ، طلبا و طالبات اور دیگر خواتین و حضرات کو دینِ اسلام کے حوالے سے اور بالخصوص امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے نقطۂ نظر سے بہتر طور پر آگہی کا موقع ملا۔ اور یہ توقع رکھتا ہوں کہ شعبۂ علومِ اسلامیہ میں اس سطح کے علمی لیکچرز کے انعقاد کو ہر تعلیمی سال کے کیلنڈر کا مستقل حصہ بنایا جائے گا۔ اس سے معروف صوفی بزرگ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے نام سے منسوب جنوبی پنجاب کی عظیم درس گاہ کو فروغِ علم و ہنر کے اپنے قومی مشن کو کامیابی سے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی سرگرمیوں کو مزید بامقصد اور مفید تر بنانے میں مدد ملے گی۔

یونیورسٹی انتظامیہ یقین دلاتی ہے کہ وہ ملک کی ترقی و استحکام کے لیے ریاستی و سماجی اداروں کے شانہ بہ شانہ اپنے قومی فرائض کی تکمیل کے لیے جواں عزم اور مسلسل سرگرمِ عمل رہے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو!

پروفیسر ڈاکٹر طارق محمود انصاری
وائس چانسلر
بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حرفِ تعارف

از پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

خطبات کی روایت انسانی تاریخ کی قدیم ترین روایات کا حصہ ہے۔ تاریخ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پہاڑی کا وعظ معروف خطبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات میں سے آپؐ کی دعوتی زندگی کے آغاز میں کوہِ صفا کا خطبہ ایک تاریخی حیثیت کا حامل ہے، جس میں آپؐ نے دعوتِ توحید قبول کرنے کے نتائج کے طور پر فلاح و کامرانی، عرب کی حکمرانی اور عجم کی اطاعت گزاری کا ذکر فرمایا تھا۔ فتح مکہ پر خطبہ کے علاوہ سن ۱۰ ہجری میں خطبہ حجۃ الوداع سماجی اصلاحات اور انسانی حقوق کی ہدایات کا شاہکار مانا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں حج، جمعہ اور عیدین کے مواقع پر خطبوں کی روایت نہایت مستحکم ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں علمی خطبات کی روایت کو انگریز کے نو آبادیاتی دور میں پذیرائی ملی، جن میں ''خطباتِ مدراس'' (از سیّد سلیمان ندوی)، ''خطباتِ اقبال'' (تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ) وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے بیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں اپنے خطبات میں (جو اُن کے مقالات کے ساتھ اشاعت پذیر ہوئے) برعظیم ہند کے حال و مستقبل کے تجزیے کے حوالے سے بنیادی نکات پر روشنی ڈالی۔ پاکستان کی یونیورسٹیز میں بھی توسیعی لیکچرز اور علمی خطبات کی روایت پائی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں ''خطباتِ بہاولپور'' (ڈاکٹر محمد حمیداللہ) کو کافی شہرت حاصل ہوئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیرِ نظر خطبات خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے موجودہ صدر نشین مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے جنوبی پنجاب کی معروف دانش گاہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں پیش کیے تھے۔ صاحبِ خطبات، برصغیر میں اسلامی انقلابی فکر کے محقق منّاد، صاحبِ دانش داعی اور اہم کتب و مقالات کی تالیف، تحقیق و تعلیق کا شغف رکھتے ہیں۔ برِعظیم پاک و بنگلا و ہند میں اس انقلابی فکر کی داغ بیل امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنے شاہکار لٹریچر اور اپنے صاحبِ علم وشعور احباب وتلامذہ کے ذریعے ڈالی۔ ان کے بعد ان کے صاحبِ فکر ذہین وفطین خانوادے نے اپنے علم وبصیرت اور جہد وعمل سے اس روایت کو پروان چڑھایا، جن میں ان کے جلیل القدر صاحبزادگان اور ان سے اگلی نسل کے اصحابِ عزیمت شخصیات شامل ہیں۔

یہ سلسلۂ فکر، حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمود حسن (شیخ الہندؒ) اور مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری (بانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور) سے ہوتا ہوا مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور مولانا سیّد حسین احمد مدنی وغیرہم —رحمہم اللہ— جیسی کئی صاحبِ دانش شخصیات تک دراز ہے۔ پھر ان بزرگوں کی علمی، فکری اور روحانی نسبتوں کے امین مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری —نوّر اللہ مرقدہٗ— ہوئے۔

انھوں نے خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کی اصلاح و اِرشاد کی سرگرمیوں کے ساتھ پاکستان میں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور اُن کے سلسلۂ فکر کے علمائے حق کی فکری کاوشوں کو اجتماعی تربیت کے نظام میں ڈھالا اور جمعیت طلباءِ اسلام (1967ء)، انصار الاسلام (1980ء)، تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی (1987ء) اور ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ لاہور (2001ء) جیسے ادارے قائم کیے اور سینکڑوں نوجوانوں کو اس شاہراہِ فکر وعمل پر گامزن کیا۔

اب ان کے جانشین مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری عزم و ہمت، جاں فشانی اور اپنے جہاں دیدہ احبابِ فکر کے تعاون سے اس فکری وعملی امانت کو نسلِ نو میں منتقل

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی کاوش میں شب و روز مصروفِ عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحت و عافیت کے ساتھ ان کے علم وعمل اور زندگی میں برکت دے۔ آمین!

زیرِنظر خطبات میں اسلامی تعلیمات اور بالخصوص سیرتِ نبویؐ کے تناظر میں اُصولِ عدل پر اُستوار سماجی معاہدہ اور اجتماعی نظام کے قیام کی اہمیت اور عصرِ حاضر میں اس کے مطلوبہ تقاضوں کو اہمیت کے ساتھ موضوعِ سخن بنایا گیا ہے۔ اس ضمن میں خاص طور پر حِلف الفُضُول اور میثاقِ مدینہ کے تناظر میں درپیش حالات پر روشنی ڈالی گئی۔

مستحکم دینی روایت کے مطابق، کائنات میں انسان کی عظیم الشان تخلیق کے ساتھ ہی ایک غیر معمولی میثاق وجود میں آیا تھا، جس میں ربّ کائنات نے تکریم وتفضیل اور احسنِ تقویم کی صفات سے موصوف انسان کو اپنی صفات کی نمائندگی —— خلافت —— پر فائز کیا، جب کہ اس نے اپنے خالق ذات کی ربوبیتِ عامہ کا اعتراف و اقرار کیا۔ اس طرح ربوبیتِ الٰہی اور خلافتِ انسانیت کے مابین سب سے پہلا معاہدہ —— میثاقِ الست —— وجود میں آیا، جو بے پناہ عنایتِ الٰہی کا مظہرِ اتم ہے، جس کے بعد انسانی زندگی کے تمام گوشے اور اس کی تمام جہتیں، معاہدہ اور میثاق کے تصور اور اس کی تشکیل سے وابستہ ہوئیں۔ چناں چہ معاہدے کی بنیادی روح اور اس کے اجتماعی تقاضوں کو جس معاشرے میں پذیرائی بخشی جاتی ہے، وہ ہمہ گیر ترقی کی طرف گامزن ہوتا ہے اور جہاں پر اس کی نفی کی جاتی ہے تو وہی معاشرتی زوال کی منہ بولتی تصویر بن جاتا ہے۔ اعتدال وتوازن پر مبنی سماجی معاہدے کی بنا پر ہی انسانی اجتماع کو صالح تمدن کا عنوان دیا جاتا ہے۔

دنیا میں ابتدا ہی سے دین اسلام کا بنیادی موضوع انسانیت کا فکری اور تمدنی ارتقا رہا ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے انسانی سماج کی صورت گری کی۔ انسانی زندگی کو سہولتیں مہیا کرنے والی مہارتیں اور پیشے متعارف کرائے۔ قدرتی اور اکتسابی وسائل کو بلاتفریق اور بہتر سے بہترین طریقے پر استعمال کرنے کی حکمتِ عملی دی۔ انسانی معاشروں پر مسلط کیے جانے والے نظاموں اور حکمرانوں کی چنگل سے اَقوام کو آزادی دلانے کی جدوجہد کی۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

توحید کی اعلیٰ ترین اساسی قدر کی معرفت وایقان کے ذریعے انھیں کائنات کی تمام اشیا سے استفادے کی راہ سجھائی اور عملی سرگرمیوں کی نتیجہ خیزی کے ہمہ گیر قانون کی کاریگری کی آگہی دی۔ جس کے ذریعے دنیا میں انسانی جدوجہد اپنی حقیقی معنویت سے روشناس ہوئی۔ اور نہ صرف یہ، بلکہ انسانی سماج کے سامنے قیادت و امامت کا ایک لائقِ تقلید عملی نمونہ بھی پیش کیا۔

اسی تناظر میں امامِ انسانیت حضرت ابراہیم —علیہ الصّلوٰۃ و السّلام— کی دعا کی معنویت نمایاں ہوتی ہے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے تعمیرِ بیت اللہ کی قبولیت، اپنے اور اپنے بیٹے اسماعیل علیہما السلام کے اطاعت گزار رہنے، اپنی نسل میں سے ایک جماعت کے مکمل فرماں بردار ہونے، مناسک (عبادات کے طریقوں) سے آگاہ کرنے اور عنایتِ الٰہی کی توجہ کی دعاؤں کے ساتھ ہی مقامِ بیت اللہ کے لیے یہ دعا بھی اہتمام کے ساتھ کی کہ وہ انسانی اجتماعیت کا ایسا مرکز قرار پائے:

1۔ جس کو بَلدِیّت (شہر بننے) کی حیثیت حاصل ہو،

2۔ وہ امن کا گہوارہ ہو،

3۔ معاشی آسودگی سے مالا مال ہو،

4۔ اور اس میں بابصیرت اور جامع صفات رہنما رسول کی بعثت ہو۔

اسی دعا کی قبولیت اور پذیرائی کے نتیجے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور تاریخ کے ایک شان دار اور لائقِ اتباع دور کا آغاز ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقابلِ تبدیل و تنسیخ الٰہی اصولوں یعنی صِدق (حقیقت کی نمائندہ فکر) اور عَدل (انفرادی اور اجتماعی توازن عمل) پر ایک مثالی صحت مند سماج قائم کیا، جس نے ایک ہزار سال سے زائد عرصے تک عالمِ انسانیت کے ایک بڑے حصے کو نہ صرف جغرافیائی وحدت عطا کی، بلکہ انسانوں کے اندازِ فکر اور معیارِ زندگی کو بلاتفریق رنگ، نسل، زبان، عقیدہ اور جغرافیہ نئی ترقیوں سے آشنا کیا۔ یہی سبب ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاریخِ انسانی پر حقیقت پسند نظر رکھنے والے اہلِ دانش موجودہ دور کی ترقی بخش جہات کو مسلم دورِ عروج سے مربوط تصور کرتے ہیں۔

اس تاریخ میں بڑی بڑی شخصیات اور ان کے مکاتب و حلقہ جات نمایاں ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کا اپنے اپنے دور میں نمایاں علمی، فکری، سماجی، سیاسی، قانونی اور تربیتی کردار ہے اور اس پر اگلے دور کی تشکیل کی عمارت کھڑی ہوتی رہی۔ یہ تاریخ کا تسلسل کہلاتا ہے، جس کو سمجھے بغیر سماج اور علوم کے ارتقا سے صحیح طور پر واقفیت نہیں ہوسکتی۔

اٹھارہویں و ما بعد صدی عیسوی' افکار کی دنیا میں کشمکش کی صدی کہلاتی ہے، جس میں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ جیسی عبقری شخصیت منظرِ عام پر آتی ہے اور علم وفکر کو نئے زاویوں سے روشناس کراتی ہے۔ زیرِنظر خطبات میں سے چار خطبات خاص طور پر امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی فکر کی مختلف جہات سے متعلق ہیں۔ امام صاحبؒ کے عہد میں برصغیر سمیت مسلم دنیا کا معاشرہ طبقاتی گراوٹ کا شکار تھا۔ طبقاتی سماج میں طاقت، اختیارات اور دولت وثروت کے بل بوتے پر کمزور، بے اختیار یا کم اختیار اور وسائل زندگی سے تہی دست محنت کش افراد، منہ زور اور ہاتھ چُھٹ طبقے کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں اور ان کی اپنی محنت ومہارت، ان کے اپنے کام آنے کی بجائے دوسروں کی طاقت اور جُوعُ البَقَر میں اضافے کا باعث بنتی رہتی ہے۔ وہ با اختیار عناصر کے لیے آلۂ کار کا کردار ادا کرنے پر قناعت اختیار کر لیتے ہیں اور سرمایہ پرستوں کی ثروت و دولت میں بلا معاوضہ اضافے کے لیے ایندھن بنتے رہتے ہیں۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے تمدن کے ترقی یافتہ ہونے کے لیے صالح معیشت کو ضروری قرار دیا کہ اس کے پیداواری طبقات —— زراعت پیشہ، تجارت پیشہ اور صنعت وحرفت سے وابستہ افراد —— کو ناجائز اور بوجھل ٹیکسوں سے محفوظ رکھا جائے۔ ملکی وسائل کو غیر پیداواری طبقات کی دست بُرد سے محفوظ رکھا جائے اور بہ قدرِ ضرورت انتظامی و حفاظتی اُمور میں اخراجات کیے جائیں۔ یہ وہ بنیادی رہنما اصول ہیں، جن سے انحراف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے آج تیسری دنیا کے ممالک — بہ شمول مسلم ممالک — کو قرضوں کی معیشت میں جکڑ کر ان کی سیاسی و معاشی غلامی کا راستہ ہموار کیا۔ مقامی طور پر وسائل کی لوٹ مار نے غربت، بے روزگاری، بھوک، بیماری اور اَخلاق باختگی کو فروغ دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

غیر پیدواری گروہوں کے تسلط نے پیداواری حکمتِ عملی کے بجائے درآمدات کی معیشت کو فروغ دیا۔ جس کا نتیجہ ہے کہ ملک ضروریاتِ زندگی سے لے کر آسائشات و تعیّشات میں دوسروں کا دستِ نگر بن کر رہ گیا اور اس کے کارپردازان کسی طور ہوش کے ناخن لینے کے لیے تیار نہیں کہ وہ قومی سوچ سے محروم اور آلہ کار سوچ کے غلام ہیں۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کمزور طبقات پر غُرانے والے اور دولتیاں جھاڑنے والے اجارہ دار طبقے کو انسانی تمدن پر ایک ایسا ناروا بوجھ قرار دیتے ہیں، جس سے انسانیت کو نجات دلائے بغیر اس کے مستقبل کی حفاظت نہیں کی جاسکتی۔ چناں چہ تمدن کی ترقی کے لیے طاقت، اختیار اور دولت و سرمائے کے اجارہ دار عناصر کی اجارہ داری کا خاتمہ اجتماعی ترقی کے لیے ازبس لازم ہے۔ اس کے لیے درست ویژن اور راست حکمتِ عملی سے کسی صورت مفر نہیں۔ اس کے لیے روحِ عصر سے آگہی کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔

زیرِ نظر خطبات میں امام ولی اللہ دہلویؒ کے اس ویژن کا عمدہ تعارف کرایا گیا ہے۔ انھوں نے معاشرے کی تشکیلِ نو کے لیے ''شعور و بصیرت'' کی مرکزی معنویت کو اُجاگر کیا ہے کہ اس کے ذریعے اسلامی شریعت کے احکام کو ان کے پسِ منظر میں موجود حکمت ودانش اور مقاصد و مصالح کے تناظر میں جاننا اور سمجھا جانا چاہیے، تاکہ احکامِ شریعت پر عمل سے اس کے مطلوبہ نتائج و مقاصد حاصل ہوسکیں۔ اس بصیرت کے حصول کو امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے نہ صرف اپنے قیمتی اوقات کا سب سے بہتر مَصرَف قرار دیا ہے، بلکہ اس کو فرض عبادات کے بعد آخرت کی کامیابی کا بھی اہم ترین ذریعہ بتایا ہے۔

اس ضمن میں وہ قیامِ عدل کو تمام سماجی معاہدات کی روح اور مقصد کے طور پر متعین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں۔ لہٰذا جس انسانی معاہدے سے عدل کی نفی ہوتی ہو تو وہ متعین رسمیات کی تکمیل کے باوجود اپنی شرعی ساکھ نہیں رکھتا، جیسے جہاد کا بنیادی مقصد' غلبۂ دین اور فتنہ وفساد اور اضطراب وانتشار کا خاتمہ ہے۔ لہٰذا جس جہاد سے معاشرے میں اضطراب وانتشار اور فتنہ وفساد کا پھیلاؤ ہوگا تو وہ اپنے شرعی جواز سے محروم ہی تصور ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے اس امر کو بھی واضح کر دیا کہ اعمال پر متعین جزا وسزا کا تعین اسلامی شریعت کا اپنا دائرۂ اختیار ہے۔ اس کو کسی گروہ کی پسند یا ناپسند کی جولان گاہ نہیں بنایا جا سکتا۔ بالعموم یہی وہ دائرہ ہوتا ہے، جہاں انسانی مداخلت سے گروہیت، فرقہ واریت اور بدعات کی ترویج جنم لیتی ہے۔

ویژن کو بروئے کار لانے کے لیے درست حکمتِ عملی کا تعین بھی بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے لیے سماج اور اس کے کلیدی شعبوں کی صورتِ حال کا حقیقی تناظر میں جائزہ اور امام ولی اللہ دہلویؒ کے الفاظ میں ''تفتیش وتحقیق'' ناگزیر ہے۔ ہمارے مذہبی اور سماجی حلقوں میں تفتیش وتحقیق کو ایک ناروا بدعت یا کم از کم ایک اجنبی تصور خیال کیا جاتا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ تمدن کی اجتماعی خرابیوں کی درست تشخیص نہ ہونے کے سبب ان کا علاج انفرادی اصلاح وتربیت میں تلاش کیا جاتا ہے، یا چند افراد کی نشست و برخاست اور عزل ونصب کو درپیش مسئلے کا حل بتایا جاتا ہے۔ یوں صحیح سمت میں کاوشیں نہ ہونے کی وجہ سے نتائج' مایوسی اور بے یقینی کا باعث بن رہے ہیں۔ پھر بات' ہاتھ پر ہاتھ دھرے اچھے حالات اور بسا اوقات کسی مردِ غیب کے انتظار تک پہنچی ہوئی ہے، یا زوال کی بہتی گنگا سے فائدہ اٹھانے کے لیے حیلہ گری سکۂ رائج الوقت بن گیا ہے۔

زیرِنظر خطبات میں امام صاحبؒ کے حوالے سے قیامِ عدل کی درست حکمتِ عملی کے تعین کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ تمدن میں موجود ظلم واستحصال کی نوعیت اور دائرۂ کار کی درست تشخیص کی جائے۔ کیوں کہ ظلم وعدوان کے انسداد اور اِزالے کی درست حکمتِ عملی اس کے بغیر ترتیب نہیں پاسکتی۔ اسی صورت میں عدل کی نوعیت اور دائرۂ کار کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بغیر کسی کمی بیشی کے تعین کرنا مؤثر حکمتِ عملی قرار پائے گا۔ اس لیے اجتماعی ظلم و عدوان کا علاج' عدلِ اجتماعی کے قیام سے ہی بروئے کار آ سکتا ہے۔ اس کے لیے انفرادی و اصلاحی حکمتِ عملی نہ صرف غیر مؤثر ہوگی، بلکہ اس سے اجتماعی فساد کے بڑھنے کے خدشات وخطرات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اس مقصد کے لیے تمدن کی تشکیلِ نو اور سماجی ارتقا کے نقطۂ نظر سے مطلوبہ اجتماعیت کی تربیت، تنظیم اور تشکیل ایک ناگزیر تقاضا قرار پاتی ہے۔ امام ولی اللہ دہلویؒ نے ''نقیب' کے ادارے کے ضمن میں جن اُمور کی نشان دہی کی ہے، ان سے ان صفات کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، جو عادلانہ سماج کے قیام کے لیے کوشاں مخلص اجتماعیت کے افراد کے لیے ضروری ہیں کہ ان میں:

1۔ عدل کا خُلق موجود ہو، یعنی وہ کسی جانب داری کے بغیر توازن اور اعتدال کے رویے کے حامل ہوں۔

2۔ ان میں نظم و ضبط کی عملی صلاحیت موجود ہو۔

3۔ وہ معاشرے کے اجتماعی مفاد اور اجتماعی نقصان کا اِدراک رکھتے ہوں۔

4۔ وہ اپنی قوم کے سیاسی و معاشرتی حالات، وسائل اور صلاحیتوں سے باخبر ہوں۔

5۔ اور وہ اپنی قوم میں وقوع پذیر ہونے والے مسائل کے پسِ منظر اور پیشِ منظر سے اچھی آگہی اور چھان بین رکھتے ہوں۔

امام ولی اللہ دہلویؒ سماجی تجزیے میں محض کتابی یا سماعی یا تخمینی معلومات پر انحصار نہیں کرتے، بلکہ ان کے ہاں گرد و پیش کا مشاہدہ نہ صرف موجود حالات کو جاننے اور سمجھنے میں کلیدی اہمیت رکھتا ہے، بلکہ وہ اس آئینے سے گزشتہ واقعات کی تفہیم میں بھی مدد حاصل کرتے ہیں۔ چناں چہ درپیش حالات پر اپنے ایک شاہکار تبصرے میں قاری کو یہ کہہ کر شریک کر لیتے ہیں کہ وہ اپنے دور کے بگڑے ہوئے حکمرانوں کے طور طریقوں کے آئینے میں بعثتِ نبویؐ کے پسِ منظر اور مقاصد کو بہ خوبی سمجھ سکتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کسی بھی معاشرے کے لیے اقتصاد و معاش کی اہمیت اور معنویت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس سے عقائد و اَخلاق تک متأثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ معاشرے میں مال داری اور غربت کی دونوں انتہائیں، انسانوں کو اَخلاق باختہ بنا رہی ہیں، جس کی اصلاح کسی وعظ و نصیحت، تعلیم و تلقین اور کسی قانون و ضابطے سے نہیں ہو پاتی، تاوقتیکہ معاشرے کو غیر طبقاتی معاشی نظام پر استوار نہ کیا جائے۔ اسی بنا پر امام صاحب معاشرے کی صالح تشکیل کے لیے انسانی حاجات کے درست تعین کو ضروری قرار دیتے ہیں، جس کے تحت ان کی نوعیت اور حد بندی کی جاتی ہے۔ پھر ان حاجات کی تکمیل کے لیے ان کے ساتھ ہم آہنگ کفایت کی حکمتِ عملی کا رُو بہ عمل لانا ضروری ہے۔

امام صاحبؒ کی رائے میں سماجی تشکیلِ نو میں ''حکمتِ عملی'' کو بھی مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ زیرِ نظر خطبات میں حکمتِ عملی کے ولی اللّٰہی عناصر کی بہ خوبی وضاحت کی گئی ہے کہ اس میں جہاں اعلیٰ انسانی اَخلاق کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، وہیں انسانی تجرباتی علوم سے استفادے کی ناگزیریت بھی واضح ہوتی ہے۔ کیوں کہ تجرباتی علومِ انسان کی اس نوعی خصوصیت کا عملی مظہر ہیں، جو اس کو زندگی بہتر سے سے بہترین بنانے کی طرف مائل رکھتی ہے اور وہ اس کے نتیجے میں نت نئی اشیا کی ایجادات کا شوق رکھتا ہے، ان کے استعمال سے اپنی زندگی کو پُرسہولت بناتا ہے اور دوسروں کو سہولت مہیا کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ انھوں نے زیرِ تشکیل حکمتِ عملی میں اجتماعی مفادات پر مبنی رائے (رائے کلی) کی اساسی حیثیت کو بھی اُجاگر کیا کہ معاشرے کی مجموعی ترقی، ہمہ گیر اجتماعی سوچ سے ہی پھوٹتی ہے، جب کہ معاشرے میں ہر قسم کا فساد، درحقیقت گروہی سوچ اور تقسیم و تفریق کی پالیسی کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔

عام طور پر علمی کانفرنسز اور سیمینارز میں لکھے ہوئے خطبات یا ان کے منتخب ملخّصات پیش کیے جاتے ہیں، لیکن زیرِ نظر خطبات بغیر کسی تحریری مواد اور نکات کے، براہِ راست، فی البدیہہ اور برجستہ پیش کیے گئے اور ریکارڈ کیے گئے۔ بعدازیں ان کو کاغذ پر منتقل کیا گیا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جن کے متن میں کسی بنیادی تبدیلی کیے بغیر، تاہم جزوی ولفظی ترامیم، ترتیب کی تقدیم وتاخیر، نامکمل اقتباسات کی تکمیل یا ابہام و اِجمال کی وضاحت کے ساتھ ان کی نوک پلک سنواری گئی۔ ہر خطبے کے بعد بالمشافہ سوالات و جوابات کا باقاعدہ اہتمام کیا گیا اور طلبا کو اپنی ذہنی تشفی کا بھرپور موقع دیا گیا۔ ان کے سوالات کے جوابات سے بھی حاضرین کے سامنے متعلقہ موضوعات کے مزید کئی گوشے وا ہوئے۔ ان جوابات کو بھی زیرِنظر مجموعے میں شامل کیا گیا ہے۔

عام طور پر خطبات کی اشاعت کے موقع پر پیش کردہ مواد پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے، جب کہ زیرِنظر مجموعے کی یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ اس کے آخر میں خطبات کے علمی مواد کے مآخذ کی بھی تفصیل کے ساتھ نشان دہی کردی گئی۔ مزید برآں خطبات سے وسیع تر استفادے کے لیے آیات و احادیث، شخصیات و اصطلاحات اور کتابیات کی فہارس کو بھی خطبات کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے، جس سے ان خطبات کی علمی وقعت اور تحقیقی اہمیت کہیں بڑھ گئی ہے۔

اُمید ہے کہ یہ علمی خطبات' اہلِ فکر و دانش اور علم وشعور کے سنجیدہ حلقوں میں پذیرائی حاصل کریں گے اور ان کے سامنے تحقیقِ مزید کے در کھلیں گے۔ ع

کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد

ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
سابق صدر شعبہ علومِ اسلامیہ
بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان
مؤرخہ: 7/اگست 2021ء

☆

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

پہلا خطبہ

اسلام اور عدلِ اجتماعی

(ولی اللّٰہی تعلیمات کی روشنی میں بنیادی تصورات)

مؤرخہ

3/نومبر 2016ء بروز جمعرات

بمقام

سیمینار ہال شعبۂ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعارُفی کلمات

پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

مسئول موسیٰ پاک شہید چیئر

شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

صدارت

پروفیسر ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب

چیئرمین شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

نظامت

پروفیسر ڈاکٹر الطاف حسین لنگڑیال

شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعارُفی کلمات

از پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

مسئول موسیٰ پاک شہید چیئر

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسوله الکریم. أمّا بعد!

چیئر مین شعبہ علومِ اسلامیہ اور عزیز طلبا و طالبات!

آج جو ہمارے گیسٹ سپیکر (مہمان مقرر) ہیں، ان کی شخصیت اس حوالے سے ہمارے لیے اہمیت کی حامل ہے کہ اُن کا جو بنیادی موضوعِ اختصاص ہے، جس پر وہ ایک عرصے سے علمی کام بھی کر رہے ہیں اور اس پر ان کی دعوت و تحریک بھی ہے۔ وہ برعظیم کی عبقری اور مایۂ ناز شخصیت —— حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ —— کے حوالے سے ہے۔

اُن کے علوم و اَفکار پر جہاں تک میرا محدود علم ہے، اس کے مطابق مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں اس وقت شاید ہی اُن سے زیادہ ولی اللّٰہی فکر سے شغف رکھنے والا ہو۔

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کے عنوان سے ایک ادارہ لاہور میں قائم ہے۔ اُس کے ناظمِ اعلیٰ (ڈائریکٹر جنرل) کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ اس کا جو نظامِ تعلیم و تربیت ہے، وہ غیر روایتی (non formal) ہے۔ ایک تو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فارمل ایجوکیشن ہے، جیسے آپ لوگ یہاں پر باقاعدہ وقت دے رہے ہیں۔ آپ کی روزانہ کلاسز ہو رہی ہیں۔ ادارہ رحیمیہ کے نظامِ تعلیم و تربیت کے تحت' افراد ٹرینز کے طور پر تیار کیے جاتے ہیں۔ پھر وہ مختلف شہروں میں ہفتہ وار یا اسی طرح پندرہ روزہ اور ماہانہ کلاسز کا انعقاد کرتے ہیں۔

اس تعلیمی نظام میں جو فوکس ہے، وہ اسی چیز پر ہے کہ اسلام کا آج کے دور کے حوالے سے جو تقاضا بنتا ہے اور اُس میں خاص طور پر امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے حوالے سے جو کنٹری بیوشن ہے، اس کو نمایاں کیا جائے۔

اس لیے کہ اُن کی شخصیت ہمارے اُس دور کے سنگم پر ہے کہ جب مسلمانوں کا دورِ عروج ختم ہو رہا تھا اور اُس کے بعد زوال اور اُس کے مابعد اثرات آ رہے تھے۔ شاہ صاحبؒ ایک ویژنری شخصیت ہیں اور مختلف علوم پر اُن کا بیش بہا کام ہے۔ اُن کا تفسیر، حدیث، تصوف، تاریخ اور بہت سے موضوعات پر کام ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے ہاں اُن کا کوئی صحیح تعارف موجود نہیں ہے۔

ہمارے ہاں روایتی تعلیمی اداروں کا جو نظام ہے، دینی تعلیمی اداروں اور مدارس کا بھی، اُس میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا احترام تو موجود ہے، بڑے احترام سے اُن کا نام لیا جاتا ہے، لیکن:

وہ کیا تھے؟

کیا کہتے تھے؟

کیا اُن کا مشن تھا؟

کیا اُن کا نظریہ تھا؟

اس پر شاید ہی وہاں پر کوئی گفتگو ہوتی ہو۔

آج کی ہماری مہمان شخصیت کا علمی و عملی کام' اسی پر ہے۔ چناں چہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی حوالے سے مختلف تعلیمی اداروں اور علمی حلقوں میں تسلسل سے ان کے لیکچرز بھی ہوتے رہتے ہیں۔

ان کا یہ تعارف بھی آپ کو کرا دوں کہ برعظیم کی ایک بڑی خانقاہ ہے — خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور — حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ اس کے بانی تھے۔ اس خانقاہ کا آج تک ایک تاریخی سلسلہ موجود ہے۔ مہمان شخصیت، اس وقت اس خانقاہ کے شیخِ طریقت بھی ہیں۔ اس لحاظ سے سرحد پار برصغیر کے اس حصے میں بھی ان کی آمد و رفت رہتی ہے۔ وہاں پر بھی اس خانقاہ کا ایک پورا حلقہ موجود ہے۔

پچھلے سفرِ ہندوستان میں جامعہ ملیہ اسلامیہ — جو دہلی کی ایک بہت بڑی یونیورسٹی ہے — میں بھی ان کے لیکچرز ہوئے ہیں۔ جی سی یونیورسٹی لاہور اور پنجاب یونیورسٹی لاہور میں بھی اُن کے لیکچرز ہوتے رہتے ہیں۔ سندھ یونیورسٹی میں بھی تشریف لے جاتے ہیں۔

یہ ہمارے لیے ایک بڑی خوش قسمتی تھی کہ وہ یہاں ملتان تشریف لائے ہوئے تھے تو انھوں نے یہاں اس یونیورسٹی میں آنے کی ہماری دعوت قبول کی۔ آج اُن کی اپنی زبان سے اس (ولی اللّٰہی) فکر کے حوالے سے یہ جانیں گے کہ:

اس کی کیا بنیادی خصوصیات ہیں؟

اس کی آج کیا ضرورت ہے؟

اس کی کیا اہمیت ہے؟

ان کا جو اپنا کام ہے، علمی، دعوتی اور اس پر ایک تربیت کا سلسلہ بھی موجود ہے کہ:

تربیت کس کس پہلو سے ہے؟

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کن چیزوں پر ہے؟

وہ یقیناً آپ ان کی گفتگو سے اخذ بھی کریں گے۔

میرے خیال میں تعارف مزید طویل نہیں کرنا چاہتا۔ کیوں کہ وقت کی کمی کا مسئلہ بھی ہے۔ ساڑھے بارہ بجے یہاں لائٹ بھی چلی جاتی ہے۔ اس وجہ سے اسی پر اکتفا کروں گا۔

اس کے بعد سوال و جواب کا موقع دیا جائے گا۔ اس میں مزید کچھ باتیں جو آپ نے پوچھنی ہوں، وہ آپ پوچھ سکتے ہیں۔ بہت شکریہ!

- -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور عدلِ اجتماعی

(ولی اللّٰہی تعلیمات کی روشنی میں بنیادی تصورات)

خطبہ مسنونہ

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسوله الکریم. اما بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشّیطان الرّجیم. بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرحیم.

قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ (1)

و قال تعالیٰ:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (2)

و قال النّبیّ صلّی اللّٰہ علیه و سلّم: ”کانت بنو اسرائیل تسوسهم الأنبیاء، کلما هلک نبی، خلفهٗ نبیّ آخر. ألا! لا نبیّ بعدی، سیکون خلفاء، فیکثرون.“ (3)

و قال النّبیّ ﷺ ”لا تزال طائفة من امّتی قائمین علی الحقّ، لا یضرّهم من خالفهم.“ (4)

صدق اللّٰہ مولانا العظیم، و صدق رسولهٗ النّبیّ الکریم.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کلماتِ تشکر

صاحبِ صدر، معزز اساتذۂ کرام، معزز طلبائے عظام!

سب سے پہلے تو میں شعبۂ اسلامیات کے ذمہ داران کا شکریہ ادا کروں گا کہ ہمیں ایک موضوع پر گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ دین اسلام کی تعلیمات کا فہم وشعور اور اس حوالے سے علمی، فکری اور عملی بنیادوں کو سمجھنا، آج ہمارے طلبا، دانش ور اور سوسائٹی کے سنجیدہ طبقات کا بنیادی تقاضا ہے۔ جو ملک اسلام کے نام پر لیا گیا ہے، اس میں اسلام کی اجتماعی تعلیمات کا سوسائٹی پر کیا اثر ہے۔ سوسائٹی کی تشکیل دین اسلام کے نقطہ نظر سے کیسے ممکن ہے، ان اُمور پر غور وفکر کرنا، رہنمائی حاصل کرنا، بنیادی اہداف و مقاصد طے کرنا، عملی جدوجہد کرنا، نہ صرف ہمارا دینی تقاضا ہے، بلکہ قومی اور ملکی تقاضا بھی ہے۔ سوسائٹی کی ذمہ داری بھی ہے۔

دینی حوالے سے سوسائٹی کے اجتماعی مسائل پر غور وفکر کی اہمیت

دنیا کے دیگر دو نظام ہائے حیات، سرمایہ داری اور سوشلزم سے قطع نظر انبیا علیہم السلام کی تعلیمات، بالخصوص امام الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی روشنی میں ہمیں اپنی سوسائٹی کے اجتماعی مسائل کے حل کرنے کی فکر کرنا، اس پر غور وفکر کر کے ایک متبادل نظام کے طور پر پیش کرنا آج ہماری بنیادی ضرورت ہے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ آج مادیت پرست نظام ہائے حیات ہمارے طلبا اور نوجوان نسل کو یہ باور کراتے ہیں کہ 'دنیا میں انسانیت نے مذہب چھوڑ کر ترقی کی ہے۔ یہ ترقی خدا کا انکار کر کے، مادیت پرستی قبول کرنے اور مذہبی تعلیمات کو پس پشت ڈالنے سے حاصل ہوئی ہے'۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے معاشی نظام کے مطالعے کی اہمیت

سوشلزم ہو یا سرمایہ داری، دونوں میں اس بات پر اتفاق ہے کہ معاشروں کی تشکیل کی اساس مذہب نہیں ہے۔ مذہب کو چھوڑ کر کسی مادی فلسفے پر، خواہ ایڈم سمتھ کا دیا ہوا کیپٹلزم ہو یا اُس کے ردِعمل میں کارل مارکس نے جو سوشلزم یا کمیونزم پیش کیا، اُس کے تناظر میں ہی سوسائٹی تشکیل دی جاسکتی ہے۔ اس چیلنج کی سنگینی اس حوالے سے مزید بڑھ جاتی ہے کہ صنعتی انقلاب کے بعد اور اسی طریقے سے ڈیجیٹل ایج (Digital Age) کے آنے کے بعد یہ سوال اب مسلم دنیا کے سامنے یقینی طور پر پیش کیا جاتا ہے کہ اس دور کے ان جدید وسائلِ پیداوار اور احتیاجات اور ضرورتوں کے تناظر میں دین اسلام کی بنیادی اقدار، اصول و ضابطے اور عملی نظام کیا ہے؟ سرمایہ داری نے سرمائے (Capital) کی اساس پر صنعتی دور کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے ایک سسٹم دیا ہے۔ سوشلزم نے انسانی محنت کی اساس پر اپنے تصورات کے تحت ایک طریقۂ کار اور عملی نظام مرتب کیا ہے۔ اسلام کے ماننے والے بالخصوص وہ ستاون مسلم ممالک — جو اسلام کے نام پر قائم ہیں اور مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل ہیں — اس حوالے سے ان کے سیاسی، معاشی، سماجی اور معاشرتی نظام اس چیلنج کا جواب کس طور پر دیتے ہیں؟ عملی صورتِ حال یہ ہے کہ دنیا کے ان مسلم ممالک میں جو معاشی نظام موجود ہے، وہ سرمایہ داری ہے۔ یا کچھ ملکوں نے کچھ عرصے کے لیے سوشلزم سے متأثر ہوکر چند اقدامات کیے۔ اس تناظر میں سوال اُبھرتا ہے کہ مسلمانوں کا اپنا معاشی نظام کیا ہے؟

اسلام کے سیاسی نظام کے مطالعے کی اہمیت

یہ سوال بھی اُبھرتا ہے کہ اگر مسلم معاشروں کا جائزہ لیا جائے تو سیاسی سسٹم بھی سرمایہ دارانہ اصول پر یا سوشلزم کی اساس پر ہیں۔ اس حوالے سے سیاسی سسٹم قائم کرنے کے لیے دین کی بنیادی تعلیمات کیا ہیں؟ مذہب' حکومت اور سیاست کو کس نظر سے دیکھتا ہے اور دین نے اس مسئلے کے حل کے لیے کیا کردار متعین کیا ہے؟ سماجی شیرازہ بندی پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مشتمل عمرانی مسائل ہوں، معاشرتی مسائل حل کرنے کے لیے سوشیالوجی سے متعلق مسائل ہوں، اسلام کے بنیادی اساسی اصول اور ضابطے کیا ہیں کہ جس کی اساس پر انسانی معاشروں کی تشکیل کی جائے؟

اجتماعی مسائل کے حل کے لیے دورِ حاضر کا چیلنج

یورپ کو محض بُرا بھلا کہنے سے تو مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ محض یہ کہنے سے کہ اُن کا سیاسی نظام بُرا ہے، معاشی نظام بُرا ہے۔ آج کے علمی، فکری اور نظریاتی دور میں جب کہ نظریات کی جنگ اور نظام ہائے حیات کے تضادات موجود ہیں، ایسے موقع پر جب تک دین کا ایک جامع، مکمل نظامِ فکر وعمل نہ پیش کیا جائے تو سوسائٹی کے بنیادی تقاضے پورے نہیں کیے جاسکتے۔ اب اس ضرورت کو پورا کرنے لیے ہمیں غور وفکر کرنا ہے اور ان بنیادی امور کو سامنے رکھنا ہے، جن کی اساس پر ہم اجتماعی مسائل حل کر سکتے ہیں۔

دین کی تعلیمات کا ایک حصہ وہ ہے، جس کا تعلق عبادات یا اَخلاقیات اور عقائد کے ساتھ ہے۔ عبادات اور عقائد میں ہمیں چیلنج درپیش نہیں ہے۔ ہم سے بہتر عقائد اور عبادت کا طریقہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں ہے۔ اسی طریقے سے اَخلاقیات یا اصلاحی نقطۂ نظر سے کچھ اچھے اُمور کی نشان دہی اور اُن کی تلقین کرنے کا بھی چیلنج نہیں ہے۔ دورِ حاضر کا چیلنج اجتماعی نقطۂ نظر سے سوسائٹی کے اجتماعی مسائل سے متعلق ہے۔ جب تک سوسائٹی کے ان اجتماعی تقاضوں کی تکمیل کے لیے ہم بنیادی اُمور طے نہیں کرتے تو ہم دراصل ان دونوں نظام ہائے حیات کے مقابلے پر دین کا ایک مکمل نظام پیش نہیں کر سکتے۔

اجتماعی نقطۂ نظر سے دینی تعلیمات کا جائزہ

سوسائٹی کے اجتماعی نقطۂ نظر کی تشکیل کے حوالے سے دین کی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو جو بنیادی اُمور سامنے آتے ہیں، ان میں اہم ترین عدلِ اجتماعی کی اساس پر امن وامان قائم کرنے والی سیاست وحکومت اور خوش حالی پر مبنی معیشت کا نظام قائم کرنا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس حوالے سے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور اُن کی تربیت یافتہ جماعت کے فکر و عمل کے تناظر میں انھیں سمجھا جانا آج کے دور کی بنیادی ضرورت ہے۔ دین اسلام کی تعلیمات کا مرکز اور منبع خود کتابِ مقدس قرآن حکیم ہے۔ اس کا دوسرا مرکز اور منبع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ ہے۔ اس کا تیسرا بنیادی ماخذ صحابہ کرامؓ کی اولوالعزم جماعت کا اجماع اور اجتہاد ہے۔ نیز جماعتِ صحابہؓ اور اُن کے تربیت یافتگان؛ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ ہیں، جن کے اجتماعی فکر و عمل کے سبب قرنِ اوّل کی سوسائٹی کی صورت گری ہوئی۔ ان حضرات کی تحریک سے سوسائٹی کے مسائل کے حل کرنے کے اصول اور ضابطے اخذ کیے گئے۔ چوتھا اہم ترین ماخذ جس سے ہم رہنمائی لیتے ہیں، وہ ان اولوالعزم مجتہدین کا اجتہادی عمل ہے، جس کے ذریعے سے وہ پیش آمدہ مسائل کے بارے میں رہنمائی دیتے ہیں۔

عدلِ اجتماعی کے حوالے سے قرآنی تعلیمات

اجتماعی نقطۂ نظر سے اگر کتابِ مقدس قرآن حکیم کی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو جو آیتِ مبارکہ ہم نے خطبے میں تلاوت کی ہے، وہ سورت الحدید کی آیت نمبر 25 ہے، اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ ''ہم نے اپنے رسول بھیجے اور ہم نے ان پر کتابیں نازل کیں، اس کا ایک ہی ہدف تھا: لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ تاکہ کل انسانیت عدل وانصاف پر قائم ہوجائے۔ اس آیت میں ''النّاس'' کہا گیا ہے، المسلم یا العرب نہیں کہا گیا۔ یعنی بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب کل انسانیت کو عدل پر قائم کرنا دین کا بنیادی ہدف ہے۔ انبیا علیہم السلام کے دنیا میں آنے اور اُن پر کتابیں نازل ہونے کا یہی ایک مقصد اور ہدف بیان کیا گیا ہے۔

عدلِ اجتماعی کے حوالے سے نبویؐ تعلیمات

اسی طریقے سے نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث جو امام بخاریؒ حضرت ابوہریرہؓ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایت کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لائے ہیں:

”کانت بنو إسرائیل تسوسھم الأنبیاءؑ، کلّما ھلک نبیّ، خلفہ نبیّ آخر، ألا! لانبیّ بعدی. سیکون بعدی خلفاء، فیکثرون.“ (5)

یعنی بنی اسرائیل کی سیاست اُن کے انبیاؑ کرتے تھے۔ یہ اتنا اہم اور عظیم الشان کام تھا کہ اُن کے بعد اُن کے خلیفہ بن کر دوسرے نبیؑ آجاتے۔ حضورِ اقدسؐ نے فرمایا: میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نبوت کا دروازہ بند ہے۔ اگر نبوت کا دروازہ بند ہے تو کیا سیاست کا دروازہ بھی بند ہے؟ حضورؐ نے اس سوال کا جواب دیا کہ: نہیں! میرے بعد میرے خلفا ہوں گے اور وہ بڑی کثرت سے ہوں گے۔ اور وہ وہی کام کریں گے جو انبیائے بنی اسرائیل کرتے رہے۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مشکوٰۃ میں یہ حدیث موجود ہے کہ:

”لا تزال طائفۃ من امّتی قائمین علیٰ الحقّ، لا یضرّھم من خذلھم.“ (6)

(میری اُمت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر ضرور قائم رہے گی۔ انھیں کوئی نقصان پہنچانے والا یا مخالفت کرنے والا نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔)

ایک روایت میں اس جماعت کو ”منصورین“ کہا گیا، یعنی جن کی مدد کی گئی۔ ایک روایت میں اُمّۃ قائمۃ علیٰ الحقّ کہا گیا کہ ”وہ حق قائم کرنے والی جماعت ہوگی۔“ اور فرمایا گیا: آخر تک ایک جماعت رہے گی۔ گویا کہ یہ خلفا کسی مخصوص دورانیے پر جا کر ختم نہیں ہوں گے، بلکہ قیامت تک موجود رہیں گے۔ یہ انبیاؑ کے اُس سیاسی عمل کو یا اجتماعی عمل کو سوسائٹی کے لیے جاری رکھیں گے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

انسانی اجتماع کی اصل حقیقت و نوعیت

یہاں رُک کر ہم ذرا اس پر بحث کر لیتے ہیں کہ خود اجتماع کسے کہتے ہیں؟ ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی اجتماع سماجی معاہدات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ افراد کے درمیان جو ورکنگ ریلیشن شپ ہوتی ہے، ایگریمنٹس ہوتے ہیں، سماجی معاہدات ہوتے ہیں، اس کے مجموعے کا عنوان انسانی اجتماع یا سوسائٹی ہوتا ہے۔ خواہ وہ معاہدہ مرد اور عورت کے معاہدۂ نکاح سے عبارت ہو، یا خریدار اور فروخت کنندہ کے معاہدۂ بیع سے عبارت ہو، یا اس سے بڑھ کر کسی شہری مملکت یا شہری ریاست کی تشکیل کا سماجی معاہدہ ہو۔ اور یوں کسی ریاست میں سوسائٹی کے تمام طبقوں کے درمیان Social Contract وجود میں آیا ہو، یا مختلف ریاستوں کے درمیان بین الاقوامی معاہدات یا بین الاقوامی تعلقات کی نوعیت ہو اور بین الاقوامی انسانی اجتماع وجود میں آئے، یہ تمام سماجی معاہدات ہیں۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ انسانی سوسائٹی اور اجتماع کے چار بنیادی دائرے اور مرحلے ہیں، جس کے لیے انھوں نے ''ارتفاقات'' کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ انسانی سہولتوں کے چار اجتماعی معاہدات، فیملی سسٹم سے لے کر بین الاقوامی معاہدات تک، ان معاہدات کے مجموعے کا نام 'اجتماع' ہے۔ گویا کہ افراد کے درمیان جو معاملات طے پاتے ہیں۔ ان کے جو اجتماعی تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہے، اس سے ایک اجتماع وجود میں آتا ہے اور ہر اجتماع کے پس پشت ایک معاہدہ کارفرما ہوتا ہے۔

سیرتِ نبویؐ کے تناظر میں سماجی معاہدات کی اجتماعی نوعیت

پھر نبی اکرمؐ کی سیرت کا اگر ہم مطالعہ کریں اور خاص طور پر اجتماعی نقطہ نظر سے، امام الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بہت سے پہلو ہیں۔ عبادات کے حوالے سے، خود نبوت کے منصب کے حوالے سے آپؐ کی زندگی کے بہت سے پہلو ہیں، ہمارا آج کا موضوع ''عدلِ اجتماعی'' کے حوالے سے ہے۔ آپؐ کی سیرت کو اگر ہم اجتماع کے تقاضوں کے تناظر میں دیکھیں تو انسانی اجتماعیت کو درست طور پر قائم کرنے کے لیے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اجتماعی زندگی دو اہم ترین معاہدات کی تکمیل میں گزری۔ ہم سب جانتے ہیں کہ تقریباً 570 عیسوی میں حضور اقدس ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور 586 عیسوی میں آپؐ نے ایک معاہدہ کیا ہے، جسے ''حِلفُ الفُضول'' کہا جاتا ہے۔ یہ حقوقِ انسانیت کا معاہدہ ہے۔ اس معاہدے کے بارے میں حضورؐ نے نبوت کے بعد بھی اس حقیقت کو واضح کیا کہ اگر مجھے اس دور کی سب سے بڑی دولت سو سرخ اونٹ بھی دیے جائیں تو میں اس معاہدے سے منحرف نہیں ہوں گا۔ یہ معاہدہ آج بھی قائم ہے۔ اب آپ دیکھئے کہ اس معاہدے کی بنیادی اساس کیا ہے؟ اس معاہدے کا تعلق انسانی اجتماع سے ہے۔

حِلف الفُضول: سیرتِ نبویؐ میں عدلِ اجتماعی کا پہلا اظہار

586 عیسوی میں مکہ کی سوسائٹی میں مکہ کے سنجیدہ لوگوں نے مل کر معاہدۂ حِلف الفُضول کی تصدیق وتوثیق کی۔ ''فُضول'' فضل کی جمع ہے۔ اس لیے کہ جس طرح فضل نام کے بہت سے افراد اس معاہدے میں شریک تھے، اسی طرح ''فضل'' انسانی حق کو بھی کہا جاتا ہے۔ حِلف الفُضول کا مطلب ہوا ''حقوقِ انسانیت کا معاہدہ''۔

آپ ﷺ نے بھی اس معاہدے کی توثیق فرمائی۔ حقوقِ انسانیت کے اس معاہدے میں جو بات بنیادی طور پر طے کی گئی، اور جس کا عہد کیا گیا، وہ یہ سماجی معاہدہ تھا:

''باللّٰه! لنکوننّ یداً واحداً مع المظلوم علیٰ الظّالم.'' (7)

(اللہ کی قسم! ہم سب مل کر ایک ایسی متحدہ قوت ہیں کہ جو ظالم کے خلاف مظلوموں کا ساتھ دے گی۔)

گویا اس معاہدے میں بنیادی طور پر دو طبقات مان لیے گئے: ایک ظالم اور دوسرا مظلوم۔ پھر ظالم کے خلاف ایک مزاحمتی معاہدہ وجود میں آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر 610 عیسوی میں وحی نازل ہوتی ہے۔ اس معاہدے سے لے کر نبوت کے منصب پر فائز ہونے تک — یعنی 586 عیسوی سے 610 عیسوی تک — آپؐ اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگلی چوبیس سالہ زندگی میں یتیموں کے کام آتے ہیں۔ مسکینوں کی ضرورت پوری کرتے ہیں۔ نہ کما سکنے والوں کو کما کر دیتے ہیں۔ بخاری کے پہلے ہی باب ''بدء الوحی'' میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضورؐ کی سیرت کے جو پانچ بنیادی اُمور بیان کیے ہیں، ان کا تعلق انسانی خدمت سے ہے۔ اسی کی بنیاد پر حضرت خدیجہؓ نے کہا تھا کہ:

''و اللّٰهِ! ما يخزيك اللّٰه أبداً.''(8)

(اللہ تعالیٰ کی قسم! کہ اللہ آپ کو کبھی بھی رُسوا نہیں کرے گا۔)

اس لیے کہ:

(۱) آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں۔

(۲) مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔

(۳) جو لوگ کما نہیں سکتے، انھیں کما کر کھلاتے ہیں۔

(۴) مصیبت کے وقت لوگوں کی مدد اور تعاون کرتے ہیں۔

(۵) کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

چوبیس سال کے اس عرصے میں آپؐ نے ہر مظلوم کی مدد کی۔ روایات میں آتا ہے کہ مکے کا سردار ابوجہل آپؐ سے چھپتا پھرتا تھا کہ کہیں حضورؐ کسی مظلوم کا ہاتھ پکڑے ہوئے اس کا دروازہ کھٹکھٹائیں اور معاہدے کے تحت اس کا حق ادا کرنے کا مطالبہ کریں۔

حضور اقدسؐ اس پر مسلسل غور و فکر فرماتے رہے کہ یہ انفرادی عمل کتنے مظلوموں کی مدد کر سکتا تھا؟ مظلوموں پر ظلم کے خاتمے کا کوئی مستقل نظام قائم ہونا ضروری ہے۔ اس حوالے سے آپؐ پریشان ہیں۔ جس کا تذکرہ قرآن نے کیا:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ﴿٧﴾ (9)

(ہم نے آپؐ کو سرگرداں اور پریشان پایا تو ہم نے آپؐ کو راستہ بتلایا۔)

پہلی وحی کی روشنی میں آپؐ کے پروگرام کے بنیادی نکات

چناں چہ وحیٔ الٰہی کے ذریعے سے ہدایت کا راستہ سب سے پہلے نازل ہونے والی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سورت العلق میں واضح کردیا۔ پہلی ہی سورت کی ابتدائی پانچ آیات میں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ (10) سے لے کر پہلی پانچ چھ آیات میں اللہ کا نام پڑھنے اور اُس کا تعارف کرانے کے بعد مظلوموں پر ڈھائے جانے والے اس ظلم کے خاتمے کا ایک مکمل پروگرام بتا دیا گیا۔ اس حوالے سے اس سورت میں تین دفعہ ''کــــلا'' کا لفظ استعمال کیا گیا۔ اس پروگرام کے تین بنیادی نکات ہیں:

1۔ نظامِ ظلم کو قبول کرنے سے انکار

سب سے پہلے ظلم کے نظام کو قبول کرنے سے انکار کر دینا۔ اس طرح ظلم کے خلاف ایک مزاحمتی فکر اور نظریہ دیا گیا۔ سب سے پہلے کہا گیا کہ:

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى (11)

یعنی خبر دار! یہ بات ہرگز قابل قبول نہیں ہے کہ کوئی انسان دوسرے انسانوں پر سرکشی اور ظلم کرے، طاغوتی نظام قائم کرے۔ یہ بعینہٖ وہی جملہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے طور پہاڑ پر کہا گیا کہ:

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (12)

(جاؤ فرعون کی طرف کہ اس نے سرکشی کی ہے۔)

فرعون نے کیا کام کیا تھا؟ قرآن نے دوسری جگہ سورت القصص میں اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے (13):

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ يَسْتَحْىٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ

(فرعون نے زمین میں سرکشی کی ہوئی تھی اور انسانوں کو طبقات میں تقسیم کیا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک جماعت کو کمزور بنا رکھا تھا۔ ان کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا۔ بے شک وہ زمین میں فساد مچانے والوں میں سے تھا۔)

اس طبقاتی نظام کو واضح کرنے کے لیے قرآن حکیم میں جا بہ جا مستضعفین اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مستکبرین کی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔

یہی پس منظر حضور ﷺ کی بعثت کا ہے۔ اسی کو قرآن حکیم نے نازل ہونے والی تیسری سورت المزمّل میں اس طرح بیان کیا ہے کہ:

إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ (14)

(ہم نے تمھاری طرف ایک رسول بھیجا، تم پر وہ ایسا ہی نگران ہے، جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف موسیٰ کو بھیجا تھا۔)

گویا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح مکہ کے ظالم ابوجہل اور یہاں کے ظالم سرداروں کی طرف بھیجا گیا۔

2۔ ظالم طاقت اور قوت سے مقابلہ

سورت العلق میں دوسرے "کلا" کے بعد فرمایا کہ:

كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾ (15)

(اگر یہ باز نہ آئے تو ہم اس کی پیشانی پکڑ کر گھسیٹ لیں گے۔)

گویا کہ مظلوموں سے کہا جا رہا ہے کہ گھبراؤ مت۔ بلال و صہیب اور یاسر سے کہا جا رہا ہے کہ اٹھو مظلومو! غلامو! جو پسے ہوئے طبقے ہیں، اٹھو اور اٹھ کر اس کی پیشانی گھسیٹ لو۔ گھبراؤ نہیں، اس لیے کہ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾ (16) (یہ پیشانی جھوٹی اور مجرم ہے۔) انسانیت کے خلاف اس نے بغاوت کی ہے۔ ڈرو نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿١٧﴾ (17) یہ اپنے دارالندوہ کے جو شریک سردار ہیں، ان کو بلائے گا۔ تو اسے بلانے دو۔ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾ (18) ہم بھی اپنی "زبانیہ" مقابلے پر لائیں گے۔ اب اس کی "نادیہ" اور ہماری "زبانیہ" کا مقابلہ ہوگا۔

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ (م 1920ء) نے "زبانیہ" کا ترجمہ کیا ہے کہ ہم بھی اپنے سیاسی پیادے میدان میں لائیں گے۔ میدانِ جنگ کے نقشے میں پیادوں کا ایک بڑ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابنیادی کردار ہے۔ وہ کون سے ''سیاسی پیادے'' ہیں، جو حضورؐ نے گیارہ بارہ سال کی سیاسی جدوجہد سے تیار کیے؟ اس عرصے میں آپؐ نے تین سو تیرہ کی صحابہ کی اولوالعزم جماعت بنائی۔ جس نے غزوۂ بدر کے موقع پر کردار ادا کیا۔ قرآن اس کا تذکرہ کر رہا ہے۔ یہ انقلابی جماعت ہے۔ جس نے اس ظلم پر مبنی نظم اجتماعی کو زمین بوس کر دیا۔

3۔ ظلم کے نظام کی اطاعت سے انکار

سورت العلق میں تیسری مرتبہ ''کَلَّا ط'' کا لفظ استعمال کرنے کے بعد فرمایا گیا کہ: لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ ۱۹ [19] (اس ظالم سرکش کی اطاعت نہیں کرنی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤ اور اس کا قرب حاصل کرو)۔ گویا کہ کسی بھی حال میں ظالم اور سرکش نظام کی اطاعت اور فرماں برداری نہیں کرنی، بلکہ اُس کی مزاحمت کر کے اُسے راستے سے ہٹانا۔

ان انقلابی نکات پر جماعتِ صحابہؓ کی تیاری اور بدر میں کامیابی

چناں چہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے ساتھ سچے تعلق کے بعد ان تین نکات پر مشتمل ایک تربیت یافتہ انقلابی جماعت صحابہ کرامؓ پر مشتمل بنائی۔ اس جماعت نے پوری اولوالعزمی کے ساتھ ان تینوں نکات کی روشنی میں مکے کے ظالم سرداروں کو شکست دے کر عدلِ اجتماعی کا نظام قائم کر دیا۔ اس انقلابی جماعت کی تعریف اللہ تعالیٰ نے یوں کی کہ:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ ۝۴ [20]

(بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس جماعت سے محبت کرتا ہے، جو اللہ کے راستے میں ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر لڑتے ہیں۔)

اس جماعت نے غزوۂ بدر کے موقع پر انقلابی جدوجہد اور کوشش کی۔ بدر کے مقام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر مقابلے اور مزاحمت سے پہلے عام طور پر جو جنگیں ہوا کرتی تھیں، وہ ہجومی انداز کی ہوتی تھیں؛ ایک ہجوم دوسرے ہجوم پر حملہ آور ہوا کرتا تھا۔ حضورؐ نے اس جنگ میں نیا انقلابی ڈسپلن دیا، ہجوم کے بجائے افراد میں نظم و ضبط قائم کیا، اُن کی صف بندی کی، یوں ایک ڈسپلن کے تحت حضورؐ نے یہ جنگ لڑی۔ روایات کے مطابق میدانِ جنگ کا نقشہ ہمارے سامنے ہے کہ حضورؐ نے تین صفیں بنائیں اور سب سے اوپر آپؐ نے اپنا ہیڈکوارٹر بنایا۔ آپؐ نے وہاں سے جو ہدایات دیں، اس کے مطابق پوری صف بندی کے ذریعے سے دشمن کا مقابلہ کیا گیا۔ گویا کہ تنظیمی طاقت اور قوت کے ذریعے سے اس ظلم کے نظام کو ختم کر دیا۔ اس موقع پر ستر بڑے بڑے ظالم سردار قتل کر دیے اور ستر بڑے بڑے ظالم سرداروں کو گرفتار کر لیا گیا۔ گویا کہ ظلم پر مبنی اُس پورے نظم اجتماعی کی کمر توڑ کر رکھ دی۔

اس طرح حضورؐ کی سیرت کے پہلے سماجی معاہدے ''حِلف الفُضول'' کی غزوۂ بدر پر تکمیل ہو جاتی ہے۔ آپؐ کی سیرت کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کے بعد بھی حضور اقدسؐ نے اس معاہدے کی اساس پر قرآن کی تعلیمات کی روشنی میں اپنی تیرہ سالہ مکی زندگی اور پھر مدینہ منورہ میں پہنچ کر غزوۂ بدر تک وہ تمام کام کیے جو پہلی سورت العلق میں بہ طورِ ہدف کے بیان کر دیے گئے تھے کہ کسی انسان کی سرکشی اور ظلم قابلِ قبول نہیں۔

سیرتِ نبویؐ میں عدلِ اجتماعی کا دوسرا اظہار؛ میثاقِ مدینہ

اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کی ریاست کی تشکیل کی کہ اب مکہ پر مسلط نظامِ ظلم سے نکل آئے اور اس کی جگہ پر ریاست کی تشکیل کے لیے ایک نئے Social Contract کی ضرورت ہے۔ آپؐ کی اجتماعی زندگی میں دوسرا اہم ترین سماجی معاہدہ وہ ہے، جسے ''میثاقِ مدینہ'' کہا جاتا ہے۔ یہ معاہدہ باوَن دفعات پر مشتمل ہے، جو بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب تمام انسانوں کے انسانی اور قومی حقوق کے تحفظ کے لیے کیا گیا۔ اس موقع پر مدینے کی آبادی دس ہزار ہے، جس میں سے مرد عورت اور بچے ملا کر کل پانچ سو مسلمان ہیں۔ ساڑھے نو ہزار غیر مسلم ہیں۔ یہودیوں کے بارہ سے زیادہ قبائل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں، ہر قبیلے سے حضوؐر ایک معاہدہ کرتے ہیں۔ مثلاً میثاقِ مدینہ میں یہودیوں سے کیے گئے معاہدے کے الفاظ یہ ہیں:

"إنّ يهود بني عوف أُمّةً مع المؤمنين." [21]

(بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک اُمت ہیں۔)

ظاہر ہے یہ ''اُمت'' اسلام کے نقطہ نظر یا یہ عقیدے کی بنیاد پر نہیں ہے۔ یہ اجتماعی نقطہ نظر سے، سیاسی اور معاشی حوالے سے قائم اجتماعیت پر مبنی ہے۔ اس طرح مدینہ منورہ میں بلاتفریق رنگ، نسل مذہب عدلِ اجتماعی کی اساس پر ریاست کی تشکیل کی گئی۔ اس معاہدے کی بنیاد پر قائم ریاست کی قومی تکمیل کا عمل فتح مکہ کے موقع پر ہو جاتا ہے۔ مکہ پر مسلط ظالم حکمرانوں کا ریاستی نظام ٹوٹ جاتا ہے اور میثاقِ مدینہ کی اساس پر عدلِ اجتماعی پر مبنی ریاستی نظام پورے جزیرۃ العرب پر غالب آ جاتا ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر عدلِ اجتماعی کے امور کا تعین

حضوؐر کی سیرتِ اجتماعی ان دو معاہدات کی صورت میں تکمیل پذیر ہوتی ہے۔ اس کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدسؐ کا خطبہ عدلِ اجتماعی کے بنیادی امور کی نشان دہی کرتا ہے۔ اس موقع پر حضوؐر فرماتے ہیں:

"ألا! إنّ دمائكم و أموالكم حرام كحرمة يومكم هٰذا، في بلدكم هٰذا، في شهركم هٰذا." [22]

(خبردار! آج کے بعد تمھارے خون اور تمھارے مال اسی طرح محترم ہیں، جیسے خانہ کعبہ محترم ہے، جیسے یہ دن محترم ہے، جیسے یہ جگہ محترم ہے، جیسے یہ مہینہ محترم ہے۔)

اس طرح حضوؐر کی سیرت کا اجتماعی نقطۂ نظر سے مطالعہ اس حقیقت کی نشان دہی کرتا ہے کہ انسانی سماج کی اجتماعی تشکیل انسانی جان کی حفاظت اور انسانی محنت سے کمائے گئے مال کی حفاظت پر مبنی ہونی چاہیے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بنیادی پہلو ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوسائٹی کی اجتماعی تشکیل کے دو بنیادی مقاصد

سوسائٹی کی اجتماعی تشکیل کے یہی دو مقاصد ہوتے ہیں۔ آج ہمارے سامنے اجتماعیات، سوشیالوجی کا بنیادی علم انھیں دو حقیقتوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ پولیٹکل سائنس اور اکنامکس کے بنیادی اہداف یہی ہیں کہ:

1۔ سوسائٹی میں امن و امان کو یقینی بنانا، Law & Order قائم کرنا اور سوسائٹی میں دہشت اور خوف کی حالت کو ختم کرنا۔ یعنی انسانی جان، مال، عزت آبرو کا تحفظ، حکومت کا پہلا اور بنیادی فریضہ ہے۔ اپنے جیسے انسانوں کی اپنے اوپر حکومت صرف اسی لیے قبول کی جاتی ہے کہ وہ ہمیں داخلی دشمنوں، چوروں، قاتلوں، ڈاکوؤں اور لٹیروں سے بچائے۔ اور خارجی طور پر ملک سے باہر کی کوئی حملہ آور قوت ہو تو اُس کے مقابلے میں ہماری سیکیورٹی فورسز ہمارے ملک اور ہماری ریاست کا دفاع کریں۔ اس کے علاوہ تو حکومت کے قیام کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔

2۔ خوش حالی پر مبنی منصفانہ معاشی نظام قائم کرنا۔ جب معاشی سسٹم بنایا جاتا ہے تو اس کا مطلب معاشی نقطہ نظر سے چار چیزوں کو واضح کرنا ہے: یعنی

(۱) دولت کی وافر مقدار میں پیدائش (Production of Wealth)

(۲) دولت کی منصفانہ تقسیم (Distribution of Wealth)

(۳) دولت کے تبادلے (Exchange of Wealth)

(۴) اُس پیدا شدہ اور تبادلہ شدہ دولت کے صَرف (Consumption of Wealth) کے اصول اور ضابطے متعین کیے جائیں، یعنی انسانی احتیاجات کی تسکین کے لیے وسائل کی پیدائش، اس کی تقسیم، اس کے تبادلے اور اس کے استعمالات کے سسٹم کیا ہوں گے؟ اس کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟ مال کی تقسیم منصفانہ طور پر تبھی ہوسکتی ہے کہ جب یہ چاروں پہلو ایک ترتیب کے ساتھ سوسائٹی میں فروغ پذیر ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآنی نقطۂ نظر سے مثالی معاشرے کی دو خصوصیات

اسی کو قرآن حکیم نے مثالی معاشرہ کہا ہے۔ چناں چہ ارشادِ ربانی ہے:

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ (23)

(اللہ تعالیٰ ایک بستی کی مثال بیان کرتا ہے کہ جو امن والی تھی اور اس میں ایسا اطمینان تھا کہ اس کا رزق ہر جگہ سے وافر مقدار میں آتا تھا۔)

قرآنی نقطۂ نظر سے مثالی سوسائٹی وہ ہے جس میں امن ہو۔ یعنی ایسا مستحکم سیاسی نظام ہو، جو تمام انسانوں کو امن دے۔ اور دوسری بات کہی گئی کہ ایسی مطمئن زندگی بسر کرے کہ اُس کے معاشی وسائل ہر پہلو سے وافر مقدار میں اُس سوسائٹی میں آ جائیں۔ گویا کہ اس میں ہر طرح معاشی خوش حالی ہو۔

عدلِ اجتماعی کے ان دو اصولوں کی اہمیت

عدلِ اجتماعی کے یہ بنیادی اُمور سیرتِ نبویہؐ سے واضح ہوتے ہیں۔ جب تک مسلمانوں نے سیرت کے یہ اصول اور قرآن حکیم کی یہ تعلیم پیشِ نظر رکھی، دنیا میں غالب رہے، اُن کا نظام قائم رہا۔ انھوں نے اجتماعیت میں اپنا ایک کردار ادا کیا۔ بین الاقوامی سیاست اور قومی سیاست میں اُن کی شناخت قائم رہی۔ اُن کے معاشی سسٹم نے انسانی مسائل حل کیے۔ لیکن جب سے یہ بنیادی اصول ہماری نظروں سے اوجھل ہوئے۔ ہم نے انسانی نظریے پر سوسائٹی کی اجتماعی تشکیل کو پس پشت ڈال دیا۔ ہم نے فرقہ وارانہ گروہیت کی بنیاد پر سوسائٹی کے اجتماعی تقاضوں کی تکمیل کو چھوڑ دیا۔ تب سے زوال کی حالت میں ہیں۔

اسلام میں ایک ہے عبادات اور عقائد کا معاملہ۔ عقائد اور عبادات کی تو دعوت ہے۔ اس پر کوئی جبر یا زبردستی کا عمل نہیں ہے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (24) اُس کا تعلق تو ہر فرد کی اپنی ذاتی رضا اور خوشی سے ہے۔ عقیدہ قبول کرنے اور اعمال کرنے سے ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا دوسرا پہلو سوسائٹی کا نظمِ اجتماعی ہے۔ اس کے قیام کے لیے تو بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب کوئی مسلمان ہو، یہودی ہو، عیسائی ہو، ہندو ہو، کوئی بھی ہو، اُس کے اجتماعی تقاضوں کی تکمیل کو پیشِ نظر رکھنا ہے۔ یہی وَجہ ہے کہ یہودی بھی اپنا فیصلہ کرانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں۔ اس زمانے کے ایک واقعے میں منافق مسلمان یہودی سے کہتا ہے کہ تمھارے سردار کعب بن اشرف سے فیصلہ کرایا جائے۔ جب کہ وہ یہودی کہتا ہے کہ نہیں! ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ مطلوب ہے۔[25] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام کی تعلیمات میں عدل بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب ہے۔

دینی تعلیمات کی روشنی میں سوسائٹی کی تشکیل کے بنیادی امور

سوسائٹی کی اجتماعی تشکیل کے لیے درجِ ذیل تین بنیادی اُمور ہیں:

1۔ پہلی بنیادی چیز ایسا نظریہ اور فکر و عمل رکھنا، جو بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب تمام انسانوں کے اجتماعی حقوق کی ادائیگی پر مشتمل ہو۔ کسی مخصوص فرقے، مخصوص گروہ، نسلی، مذہبی، ثقافتی، لسانی بنیادوں پر کسی مخصوص طبقے کے لیے اجتماعی نظام کا کوئی تصور اسلام کی تعلیمات میں نہیں ہے۔

2۔ دوسری بنیادی چیز کہ اُس نظریے کی اساس پر ایسا سیاسی اور مستحکم نظام قائم کرنا، جو سوسائٹی میں تمام انسانوں کی جان، مال اور عزت آبرو کے تحفظ کو یقینی بنائے۔ کوئی کالا، کوئی گورا، کوئی مشرقی، کوئی مغربی، کسی نسل، کسی مذہب، کسی ثقافتی شناخت سے تعلق رکھتا ہے، اُس کو امن مہیا کرنا دین اسلام کی تعلیمات کے نظمِ اجتماعی اور سیاسی سسٹم کی بنیاد ہے۔

3۔ سوسائٹی کی تیسری بنیادی چیز ایسا منصفانہ معاشی نظام قائم کرنا کہ جو بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب تمام انسانوں کے معاشی حقوق کی ادائیگی پر مشتمل ہو۔ دولت کی پیدائش میں بھی پوری سوسائٹی اجتماعی طور پر شریک ہو۔ دولت کی تقسیم بھی منصفانہ ہو۔ دولت کے تبادلے کے عمل میں بھی کسی خطے یا نسل یا کسی خاص طبقے کا لحاظ نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھا جائے۔ اور اُس کے استعمالات بھی سوسائٹی کے قومی اور ملّی تقاضوں کے مطابق سوسائٹی کے لیے یکساں طور پر ہوں۔

معاشروں کے زوال کی وجوہات اور انقلاب کی اہمیت

اسی پس منظر میں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک جب انسانی معاشرے وجود میں آئے اور جیسے جیسے اجتماعات نے ترقی کی ہے، "**الرّأیُ الکُلّی**" یعنی اجتماعی مفاد کے مطابق یہ تین بنیادی اَقدار ہر سوسائٹی کے بنیادی لوازمات میں سے رہی ہیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ جب کسی معاشرے پر وہ لوگ جو (بہ قول امام شاہ ولی اللہؒ) "**الـرّأی الـجُـزئـی**" یعنی انفرادیت پر مبنی سوچ، ذاتی خواہشات اور انفرادی رائے رکھنے والے طبقے حکمران بن جائیں تو ایسی سوسائٹی میں یہ لوگ حکومتی اداروں اور حکومتی اتھارٹی کو ذاتی، طبقاتی اور گروہی مفادات کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ "**حـجة الـلّٰـه الـبـالـغـه**" کا ایک مبحث "**الارتفاقات**" کے عنوان سے ہے، اس کے آخری باب "**بـاب الـرّسوم السّائرة فی النّاس**" میں شاہ صاحبؒ نے واضح طور پر یہ بات کہی کہ سوسائٹی کے ان اجتماعی تقاضوں کو پورا کرنا "**بمنزلة القلب من جسد الانسان**" یعنی "ایسا ہی ہے جیسا کہ انسانی جسم میں دل ہوتا ہے"، جس کے بغیر سوسائٹی اجتماعی طور پر ترقی نہیں کر سکتی۔ کسی سوسائٹی پر اگر خواہش پرست، انفرادیت پسند لوگ مسلط ہو جائیں تو دراصل سوسائٹی میں فساد واقع ہو جاتا ہے۔

ایسے حالات میں اجتماعی سوچ رکھنے والوں کی ذمہ داریاں بیان کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

> "جو مفادِ عامہ کی سوچ رکھنے والے اور اجتماعی تقاضوں کو سمجھنے والے لوگ ہیں، ان پر حق کی اشاعت اور اس کے پھیلاؤ کی جدوجہد کرنا واجب اور فرض ہے۔ ان کے لیے لازم ہے کہ وہ ایسے انفرادیت پسند یا باطل سوچ رکھنے والے لوگوں کو راستے سے ہٹائیں۔ بسا اوقات یہ اُس وقت تک ممکن نہیں ہوتا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جب تک کہ مزاحمتی نقطہ نظر سے جدوجہد اور کوشش نہ کرے اور ایک مرحلہ ایسا آئے کہ آپ کو اُن سے لڑائی لڑنا پڑے۔ ان حالات میں ایسا کرنا اُس دور کی نیکیوں میں سب سے بہترین نیکی ہے"۔ (26)

سوسائٹی کی ایسی نیکی جس کا تعلق عدلِ اجتماعی کے قیام سے ہے، یہ دین اسلام کی تعلیمات کا بنیادی پیغام ہے۔

زرعی اور تجارتی دور میں عدلِ اجتماعی پر مبنی نظام

اب آپ دیکھیئے کہ اس عدلِ اجتماعی کی روشنی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتماعی نظام ایسے زمانے میں درست کیا جسے زرعی دور کہا جاتا ہے۔ تاریخ کا زرعی دور وہ ہے کہ جس میں پیداواری عمل زیادہ تر زراعت کے ذریعے سے ہوتا تھا۔ دست کاری یا صنعت کاری کا حصہ بہت ہی معمولی تھا۔ اس کے بعد عدلِ اجتماعی کی اساس پر تجارت کا نظام قائم کیا۔ چناں چہ خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں ان اصولوں کی روشنی میں تجارتی دور کے پیداواری رشتوں کو استوار اور مدوّن کیا گیا۔ پھر جیسے جیسے تجارتی عمل آگے بڑھا اور مسلمانوں کے بحری بیڑے اور اُن کے تجارتی قافلے دنیا بھر میں گھومے پھرے۔ ایسے دور میں انھوں نے تجارتی نظم ونسق قائم کرتے ہوئے تجارتی دور کے پیداواری رشتے اور اُن کے باہمی تعلقات کو ان بنیادی اساسی اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے دور کا بہترین معاشی نظام تشکیل دیا۔

صنعتی دور کے پیدا شدہ مسائل اور حالات

اٹھارہویں صدی عیسوی میں صنعتی حوالے سے پیدائشِ دولت کا نیا دور شروع ہوتا ہے کہ جب دنیا کی سوسائٹی زرعی دور اور تجارتی دور کی بگڑی ہوئی صورتوں یعنی فیوڈلزم (Feudalism) اور مرکنٹائلزم (Mercantilism) سے نکل کر صنعتی دور میں داخل ہوتی ہے، صنعت (Industry) کی اساس پر پیداواری عمل آگے بڑھتا ہے۔ اس کے نتیجے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سرمایہ (Capital) وجود میں آتا ہے۔ ایسے میں سرمائے کی تخلیق ہوتی ہے یا یوں کہیے کہ سرمائے کا جن اور دیو باہر نکل آتا ہے، جس سے سرمایہ داری نظام (Capitalism) وجود میں آتا ہے۔

مرکنٹائلزم اور کیپٹلزم کے سنگم پر ایڈم سمتھ نے 1776ء میں اپنی کتاب ''دولتِ اقوام'' لکھی۔ اُس نے اس پیدا شدہ ''قدرِ زائد'' یا پیداواری عمل کے ذریعے سے وجود میں آنے والے کیپٹل کی ترقی اور مزید بڑھوتری کے اصول اور ضابطے متعین کیے۔ معاشی حوالے سے پیدائش دولت، تقسیم دولت، تبادلہ دولت، اور صرفِ دولت کے چار مراحل میں سرمایہ دارانہ نظریات متعین کیے۔ جیسے جیسے سرمائے نے ترقی کی، یورپ میں زائد پیداواری عمل نے سرمایہ داری کی میتھاڈولوجی (Methodology) سوسائٹی پر مسلط کر دی۔ جب اُس کے خوف ناک اثرات یورپ پر مرتب ہوئے تو اس کا ایک ردِّعمل پیدا ہوا۔ اُس ردِّعمل کے نتیجے میں کارل مارکس نے ''داس کیپٹل'' لکھ کر کیپٹل کی تخلیق کے بنیادی اصول وضوابط کو چیلنج کیا۔ اس نے کیپٹل اِزم کو کنٹرول کرنے کے لیے اس کے مقابلے پر متبادل ایک مکمل فلاسفی کمیونزم (Communism) اور سوشلزم (Socialism) کی صورت میں پیش کی۔ اپنے ایک ساتھی اینگلز کے ساتھ مل کر کمیونسٹ مینی فیسٹو (Communist Manifesto) لکھا۔

اس دور میں مسلمانوں کی حالتِ زار

سوال یہ ہے کہ اسی زمانے میں عالمِ اسلام شکست کھا رہا ہے۔ اس کا تجارتی اور صنعتی ڈھانچہ ٹوٹ رہا ہے۔ صنعتی دور نے آ کر زرعی اور تجارتی دور کے بیمار معاشروں پر تسلط حاصل کیا۔ مسلمان معاشرے صنعتی دور (Industrial Age) میں ایسی حالت میں داخل ہوئے کہ وہ غلام بن چکے تھے۔ اپنے معاشروں کے حتمی فیصلے کرنے کا اختیار اُن کے پاس نہیں تھا۔ خاص طور پر برعظیم پاک و ہند پر 1757ء میں سراج الدولہ کی شکست کے بعد انگریز سامراج نے یہاں کی سوسائٹی پر اپنا تسلط قائم کیا۔ اس دوران صنعتی انقلاب کی آمد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ سیاسی فیصلہ سازی کا عمل دین اسلام کی تعلیمات کے ماننے والوں کے پاس نہیں رہا، بلکہ یہاں پر ایسٹ انڈیا کمپنی نے تسلط حاصل کرنے کے بعد سرمایہ دارانہ اصولوں کو اپلائی کیا۔ پھر 1858ء میں برٹش شہنشاہیت کا براہِ راست اس خطے پر تسلط قائم ہوا۔

اس زمانے میں سرمایہ دارانہ اصولوں پر غدار سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے تحفظ کے لیے باقاعدہ ایک پورا سسٹم؛ عدالتی نظام، سیاسی نظام، معاشی نظام سوسائٹی پر مسلط کیا گیا، یہاں تک کہ جنگِ عظیم اوّل میں خلافتِ عثمانیہ کا بستر لپیٹ کر انسانیت کو غلامی کے ایک نئے دور میں داخل کر دیا گیا۔ جنگِ عظیم اوّل میں دنیا کی دو سپر پاورز فرانس اور برطانیہ وجود میں آتی ہیں۔ انھوں نے مسلمانوں کی وحدت پر مبنی خلافتِ عثمانیہ اور مسلمانوں کی حکومت اور طاقت توڑ دی۔ ان کے علاقوں کی بندر بانٹ کی۔ بہ ظاہر اسلام کے نام پر تقسیم در تقسیم کر کے کئی نئے ملک بنا دیے گئے۔ عرب قومیت کے عنوان سے عربوں کو ترکوں سے لڑا دیا گیا۔ اس طرح مسلمان خطوں میں تقسیم در تقسیم کا عمل ہوا۔

زوال کے اس دور میں ہماری ذمہ داریاں

ایسے حالات میں جب مسلمانوں کا بین الاقوامی ڈھانچہ ٹوٹ چکا، ان کا قومی نظام اپنے علاقوں میں ٹوٹ چکا۔ اب دنیا بھر میں اس وقت جتنی بھی سیاسی اور معاشی تقسیم ہے، وہ دراصل اُن قوتوں کے قبضے کی وَجہ سے ہے، جو اس وقت سیاسی طور پر بالادست ہیں۔ بین الاقوامی سیاسی طاقتوں میں اس وقت پانچ ویٹو پاور رکھنے والی قوتیں ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی مسلم ملک شامل نہیں ہے۔ ایسے حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مکمل یکسوئی کے ساتھ ایک ایسے فکر و عمل کو اختیار کریں، جو تاریخ اسلام میں بارہ سو سالہ دور میں اجتماعی تشکیل کے بنیادی اساسی اصول اور فکر و عمل پر مبنی رہا ہے۔ ہمارے سامنے یہ نصب العین رہے کہ قرآنی تعلیمات کے مطابق عدل، امن اور معاشی خوش حالی کے اصولوں کی روشنی میں بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب انسانیت کی اجتماعی تشکیل کرنا ہے۔ یقیناً آپ اس گزرے ہوئے دو سو سالہ دور میں برپا ہونے والے صنعتی دور یا آگے چل کر وجود میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آنے والے ڈیجیٹل دور کو ریورس تو نہیں کر سکتے۔ آپ پیچھے نہیں جا سکتے کہ جاگیرداری کی اساس پر زرعی ماحول میں داخل ہو جائیں۔

ہمارے یہاں دو طرح کے تصورات پائے جاتے ہیں: ایک تو یہ کہ ہمیں جدیدیت کو اس کے تمام تر افکار سے مرعوب ہو کر انھیں مِن وعَن قبول کرنا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ ہم اسلام کے نام پر کوئی ایسا تعارف یا تشریح پیش کریں جو آج سے ہزار سال پہلے یا پانچ سو سال پہلے کے زرعی یا تجارتی دور کے تقاضوں کے تحت متعین کی گئی تھی۔ جس پیراڈائم میں وہ بات کہی گئی، یا قانون سازی کی گئی، یا ضمنی قوانین (Bylaws) بنائے گئے تھے، اُن تصورات کے تحت ہم اسلام کی تفہیم کریں۔ یہ دونوں طرح کے تصورات درست نہیں ہیں۔ اس طرح کے تصورات کے جو نتائج پیدا ہوئے، وہ یہ کہ جو دو ڈھائی سو سالہ مغلوبیت کا دور ہے اور اس میں نئے چیلنجز سامنے آئے ہیں۔ صنعتی دور کے نئے تقاضے سامنے آئے ہیں۔ اس کے مطابق ہم نے گفتگو اور بات چیت کا عمل آگے نہیں بڑھایا۔ پھر ایسے حالات میں ہم نے عقائد اور عبادات کے ذیلی اور ضمنی جھگڑے بھی کھڑے کر لیے۔ اس طرح مذہب سوسائٹی کے مسائل کے حل کرنے کے بجائے مذہبی لڑائی جھگڑے اور افتراق و انتشار اور تقسیم در تقسیم کا ذریعہ بن کر رہ گیا۔

اس دور کے حوالے سے ولی اللّٰہی سیاسی اور معاشی افکار

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ دین اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں سوسائٹی کے اجتماعی مسائل کے حل کرنے کے حوالے سے کوئی بات چیت کی جاتی۔ عدلِ اجتماعی کے اساسی اصول کی روشنی میں بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب آج کے اس صنعتی اور ڈیجیٹل دور کے پیداواری رشتوں کو نئے خطوط پر استوار کرنے کے حوالے سے غور وفکر کیا جاتا۔ اس پر توجہ دی جاتی کہ پیدائشِ دولت کے جو اصول دینِ اسلام کی تعلیمات نے دیے ہیں، انھیں ان صنعتی پیداواری عمل میں کیسے اپلائی کیا جائے؟ اسی طریقے سے تقسیمِ دولت، تبادلہ دولت اور صَرفِ دولت کے مراحل میں عدلِ اجتماعی کے اسلامی اصولوں کا اطلاق کیسے ہوگا؟ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امور پر غور وفکر کیا جاتا۔

حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے معاشی حوالے سے عدلِ اجتماعی کے تصور کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

”مِن فقه الرّجل أن ینظر إلیٰ حاجته، فلیختر کسباً یکفی لها.“ (27)

(آدمی کی سمجھ داری کی ایک بات یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنی معاشی ضرورتوں اور حاجات کو سامنے رکھے اور پھر ایسی معاشی سرگرمی اختیار کرے کہ جس سے اُس کی حاجات پوری ہوجائیں۔)

ہر ملک، ہر قوم، ہر فرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی سوسائٹی میں جو انسانی احتیاجات ہیں، ان کا تعین کرے اور اُن احتیاجات کی تکمیل کے لیے ایک معاشی سسٹم بنائے۔ ایسے پیشے وجود میں لائے جائیں، جس سے سوسائٹی میں دولت کی منصفانہ تقسیم کا اجتماعی عمل وجود میں آئے۔

اسی طریقے سے اس دور میں سیاسی نظام میں ایک نیا عنصر داخل ہوا۔ شخصی حکومتوں کا دور بدل کر جمہوری حکومتوں کا دور شروع ہوتا ہے۔ قومیت کی بنیاد پر اجتماعی نظم ونسق کا عمل شروع ہوتا ہے تو عدلِ اجتماعی کی اساس پر اس سیاسی عمل کے تقاضے کیسے پورے کیے جائیں۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے سیاسی تشکیل کے حوالے سے اپنے زمانے میں یہ بات کہی کہ اب اگلا دور اجتماعیت کا آرہا ہے، اس لیے سوسائٹی کی تشکیل کے لیے ضروری ہے کہ اس کا نظامِ حکومت اجتماعیت پر مبنی ہو۔ شاہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ:

”اجتماع عقلاء القوم و مبرزیهم.“ (28)

(قوم کے عقل مند اور منتخب لوگوں کا اجتماع ملکی نظم ونسق چلائے۔)

اس طرح شاہ صاحبؒ نے بہت پہلے اس طرف توجہ دلائی کہ سوسائٹی کے اجتماعی مسائل کے حل کرنے کے لیے سوسائٹی کے عقل مند اور منتخب لوگوں کا اجتماع یا پارلیمنٹ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فیصلہ سازی کرے۔ آپ دیکھئے کہ آنے والے دور میں جمہوریت کا ایک چیلنج سامنے کھڑا ہے۔ اس کو حل کرنے کے لیے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اس طرف توجہ دلا رہے ہیں۔

آپ دیکھئے کہ شاہ ولی اللہ کے فکر میں وہ بنیادی اُمور ہیں، جو اس صنعتی دور کے ان سوالات کا جواب دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ پھر شاہ صاحب نے سیاسی اور معاشی حوالے سے یہ اعلیٰ افکار ہی پیش نہیں کیے، بلکہ انھوں نے ان افکار کے پیچھے کارفرما دین اسلام کی مکمل فلاسفی کو مرتب اور مدوّن کیا۔ چناں چہ انھوں نے اپنی شاہکار کتاب "**حُجّةُ اللّٰہ البالغہ**" کے ابتدائی سات مباحث میں ایسے قواعدِ کلیہ منضبط کیے، جو دین اسلام کے مکمل نظامِ فکر و عمل کی وضاحت کرتے ہیں۔ انھوں نے اس کا پورا ایک فلسفہ فکر بنایا اور اُس کی روشنی میں مسائل کے حل کرنے کے لیے بات کی۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فکر و فلسفے کی اہمیت

ہم یہاں دیکھتے ہیں کہ اس زوال کے زمانے میں اس خطے میں بہت سے مفکرین آئے۔ انھوں نے اپنی اپنی تھیوریز بنائیں، لیکن وہ تمام تر نظریاتی سکیمیں یورپ سے متأثر ہوکر بنائی گئیں۔ وہ دینِ اسلام کی اوریجنل تعلیمات کے تناظر میں نہیں ہیں۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ چوں کہ یورپ کی غلامی کے اس دور سے پہلے کے آدمی ہیں اور وہ بہ یک وقت محدث بھی ہیں، مفسر بھی ہیں، فقیہ بھی ہیں، ایک صوفی بھی ہیں، انسانی روح کے امراض کو سمجھ کر ان کے علاج کرنے کی اہلیت اور صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ شریعت، طریقت اور سیاست تینوں شعبوں کے جامع ہیں اور یورپ کی مرعوبیت کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ انھوں نے اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں جو نظامِ فکر و عمل اور فلسفۂ سیاست و معیشت متعین کیا اور اس کا ایک مکمل اور مربوط طریقۂ فکر و شعور دیا ہے، آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمیں اُسے علمی اور فکری بنیادوں پر سمجھنا ہے۔ ٹھیک ہے کہ شاہ صاحبؒ کی فلاسفی کے بہت سے پہلو ایسے ہیں، جنھیں عام لوگوں کے لیے سمجھنا خاصا مشکل ہے۔ اس کی تفہیم کے لیے دماغ پر زور پڑتا ہے، لیکن شاہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ کے مقدمے میں کہا ہے کہ آخر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مشکلات کو حل کرنے سے ہی مسائل حل ہوتے ہیں۔ مشکلات کو نظر انداز کر دینے یا چیلنج کو قبول کرنے سے پیچھے ہٹنے سے تو مسائل حل نہیں ہوتے۔

آج کے اس دور میں ہماری ذمہ داریاں

آج ہمیں دین اسلام کی تعلیمات کے تناظر میں اُس فلسفہ فکر کو سامنے رکھ کر عدلِ اجتماعی کے ان تقاضوں کو پورا کرنا ہے، جس کے ذریعے سے سوسائٹی کو مجموعی طور پر دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل ہو۔ اپنے فکر و عمل سے اس کا ایک مکمل نمونہ پیش کرتا ہے۔ مسلمانوں پر یہ قرض بھی ہے اور ان کا اسلامی فرض بھی ہے۔ ان کا یہ انسانی فرض بھی ہے اور دینی تقاضا بھی ہے۔ قومی اور ملّی تقاضا بھی ہے کہ ہم نے یہ ریاست پاکستان اسلام کے نام پر لی ہے۔ ایسے میں ضروری ہو جاتا ہے کہ اسلام کی تعلیمات کے تناظر میں ایک مکمل سسٹم پیش کریں، جس کے نتیجے میں سوسائٹی دنیا میں بھی ترقی کرے اور آخرت کی کامیابی بھی ہمیں ملے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ان امور پر غور و فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دنیا اور آخرت میں سرخرو فرمائے۔ آمین!

آخر میں مَیں ایک بار پھر شعبۂ علومِ اسلامیہ بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی ملتان کے کارپردازان کا شکریہ ادا کروں گا کہ انھوں نے یہاں گفتگو کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اور اساتذہ اور طلبا کا بھی شکریہ کہ انھوں نے دل جمعی کے ساتھ گفتگو کو سنا۔

و آخر دعوانا أن الحمد للّٰہ ربّ العالمین.

- -

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

سوالات و جوابات

(نوٹ: لیکچر کے اختتام پر ناظمِ اجلاس نے صدرِ مجلس کی اجازت سے سوال و جواب کے سیشن کا آغاز کیا۔ چناں چہ اساتذہ اور طلبا نے سوالات کیے۔حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے ان کے جوابات دیے۔

اس موقع پر طلبا اور اہلِ علم کی طرف سے کیے گئے سوالات و جوابات یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔)

سوال: آپ نے عدلِ اجتماعی کے حوالے سے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے افکار کی اہمیت بیان کی ہے، لیکن کچھ علما نے حضرت شاہ صاحبؒ کے افکار پر اعتراضات کیے ہیں، جن میں علامہ زاہدالکوثریؒ بھی ہیں انھوں نے ''**حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه**'' میں معجزۂ شق القمر کے انکار کے حوالے سے شاہ صاحبؒ کی رائے پر تنقید کی ہے۔اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: دیکھیے! بنیادی چیز سمجھنے کی یہ ہے کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی فلاسفی ایک مکمل نظامِ فکر و عمل واضح کرتی ہے۔ اب معاملہ یہ ہے کہ جب تک اس پورے فلسفے کو نہ سمجھا جائے تو وہ سوالات پیدا ہوتے ہیں، جو علامہ زاہدالکوثریؒ نے کیے ہیں۔ اُن کا حنفیت پر بہت ہی زیادہ تصلّب اور پختگی رہی ہے۔اُن کی کتاب ''**حُسنُ التّقاضی**'' اور اُن کی دیگر کتابیں اس کی گواہ ہیں۔

حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اسلام کی جامع تعلیمات کے حوالے سے جو کچھ بیان فرما رہے ہیں، وہ اسلام کے ایک مجموعی علمی اور فکری نظام کے حوالے سے ہے۔ شاہ صاحب نے چاروں فقہی مذاہب؛ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کے درمیان تطبیق پیدا کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طریقے سے انھوں نے صوفیا کے چاروں سلسلوں؛ سہروردی، نقشبندی، قادری اور چشتی کے درمیان تطبیق پیدا کی۔ نیز انھوں نے تاریخی حوالے سے خلافتوں کے چار ادوار — خلافتِ راشدہ، بنواُمیہ، بنوعباس اور بنوعثمان — میں عدلِ اجتماعی کے حوالے سے سیاسی، معاشی، سماجی کردار کو سمجھنے کے بنیادی اصولوں کو مربوط طور پر پیش کیا۔ پھر اسی کے ساتھ دینِ اسلام کی ایک مکمل فلاسفی یعنی "علمِ اسرار الدین" قرآن حکیم اور احادیثِ نبویہ ﷺ کی تعلیمات کے تناظر میں پیش کی ہے۔

ہمارے ہاں عام طور پر جب امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو اس پورے وسیع دائرے میں گفتگو کرنے کے بجائے ہم کسی ایک پہلو کو لے لیتے ہیں۔ جب کسی ایک پہلو کو انفرادی طور پر سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اُن کا مکمل نظامِ فکر و عمل ہمارے سامنے نہیں ہوتا، تو پھر سوالات اُبھرتے ہیں۔ اس حوالے سے علما کا اپنا جو ذہنی پس منظر ہوتا ہے، اُس سے ہٹ کر جو بات ہوتی ہے، وہ اُسے "تفرُّد" کہہ کر اعتراض کر دیتے ہیں۔ اب علامہ زاہد الکوثریؒ فلسفے کے آدمی نہیں ہیں۔ فلاسفی پر اُن کا کوئی کام ہمارے سامنے نہیں ہے۔ وہ صرف ایک فقیہ ہیں اور فقیہ بھی صرف حنفیت کے ہیں۔ باقی تین مذاہب یا فقہی مکاتب سے انھیں ہمیشہ شدید اختلاف رہا ہے۔ وہ بڑے کٹر حنفی ہیں۔ اب اگر حنفیت کے دائرے سے تھوڑا سا بھی کوئی اِدھر اُدھر ہو تو اُس پر اعتراض کر دیتے ہیں۔

جہاں تک آپ نے معجزۂ شق القمر کی بات کی ہے تو اس حوالے سے علامہ زاہد الکوثریؒ کو بہت بڑی غلط فہمی ہوئی ہے۔ شاہ صاحبؒ نے یہ بات اس تناظر میں بیان نہیں کی ہے، جس طرح سے کوثری صاحبؒ نے شاہ صاحبؒ پر الزام لگایا ہے۔ یہ بحث شاہ صاحبؒ نے اپنی کتاب "**تأويل الأحاديث**" میں کی ہے۔ "**تأويل الأحاديث**" میں حضورؐ کی خصوصیات کے تناظر میں گفتگو کرتے ہوئے اسے معجزات میں سے شمار کیا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے اس موقع پر معجزۂ شق القمر کی نوعیت پر بحث کرتے ہوئے "**بعض من لهٗ معرفة بعلم الأثر و حكمة الطبيعية**" اور علامہ ابن ماجشونؒ کے اقوال نقل کیے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان اقوال کے مطابق یہ معجزہ علاماتِ قیامت میں سے ہے اور یہ اُسی طرح ظہور پذیر ہوا، جس طرح کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آیت ”يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ“ کی تشریح مشرکینِ مکہ کی آنکھوں کے سامنے قحط کی وجہ سے پیدا ہونے والے دُھوئیں سے کی ہے، جیسا کہ امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔ (30) جب کہ شاہ صاحبؒ نے اپنی رائے بیان کرتے ہوئے ”تأويل الأحاديث“ میں لکھا ہے کہ: ”میں کہتا ہوں: میں نے یہ قول محض امکان اور احتمال کے طور پر ذکر کیا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہر طرح وسیع ہے۔“ (31) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً علامہ زاہد الکوثریؒ نے شاہ صاحبؒ کی کتابیں براہِ راست نہیں پڑھی ہیں۔ عالمِ عرب کے ایک سلفی عالم نے حضرت امام ابو یوسفؒ اور حنفیت کے حوالے سے ایک کتاب تحریر کی، اُس میں حضرت شاہ صاحبؒ کی کچھ عبارتیں اپنی تائید میں بیان کیں۔ اس سلفی عالم کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے علامہ زاہد الکوثریؒ نے یہ گفتگو کی ہے۔

(29) کی تشریح

اسی طرح انھوں نے عالمِ مثال کے حوالے سے بھی شاہ صاحبؒ پر تنقید کی ہے، یہ اعتراض بھی دراصل شاہ صاحبؒ کے مجموعی فکر و عمل کو نہ سمجھنے سے پیدا ہوا ہے۔ یہ بہت ضروری ہے کہ ہر شعبے کے علمی ماہرین کا جن امور پر اتفاق رہا ہو، انھیں اسی تناظر میں سمجھا جائے۔ صوفیائے کرامؒ کا عالمِ مثال پر اجماع رہا ہے۔ علمِ تصوف ایک مستقل شعبۂ دین ہے، وہ ایک مستقل فن ہے۔ فقہ ایک مستقل علم و فن ہے۔ ایسے ہی سیاسیات و خلافت سے متعلق علم بھی ایک مستقل فن ہے۔ پھر سیاست اور معیشت الگ الگ علوم ہیں، تو ان علوم کو اگر انفرادی طور پر دیکھیں گے تو سوالات اُبھریں گے۔ عالمِ مثال پر شاہ صاحبؒ نے ”حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه“ میں مستقل ایک باب باندھا ہے اور اس سلسلے میں ستر احادیث پیش کی ہیں۔ کہ اگر آپ عالمِ مثال نہیں مانتے تو ان ستر احادیث کی بغیر کسی تاویل کے صحیح تشریح نہیں ہوسکتی۔ حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ نے اپنی وقیع کتاب ”عبقات“ میں لکھا ہے کہ:

”حق بات یہ ہے کہ عالمِ مثال کا انکار کرنے والا اہلِ سنت میں سے نہیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ہے، بلکہ اُس میں معتزلہ کے خیالات کی جھلک پائی جاتی ہے۔ اس لیے کہ اُسے ایک ہزار بلکہ اُس سے بھی زائد نصوصِ شرعیہ کی تاویلِ بعید کرنی پڑے گی۔" (32)

سوال: حضرت! بات یہ ہے کہ شاہ صاحبؒ کے جو ابھی آپ نے افکار بیان کیے ہیں، یہ اُس دور میں تھے کہ جب ابھی برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت تھی۔ اس دور میں اگرچہ استعماری قوتیں اس حکومت کو کمزور کر رہی تھیں، لیکن ابھی تک ان قوتوں کا غلبہ نہیں قائم ہوا تھا۔ اب جب کہ ہم مکمل طور پر مغلوب قوم کی حیثیت میں ہیں، اور دوسروں کی ہر چیز پر نظر رکھے ہوئے ہیں، تو پھر ہم اس شکنجے سے کیسے نکلیں؟ اور شاہ صاحبؒ کے اس فلسفے کو جو عدلِ اجتماعی پر مبنی ہے، کیسے ہم اپنی سوسائٹی میں نافذ کر پائیں گے؟ ایک نظام وہ ہے، جو ویسٹرن ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی عوام کے اندر خیر و فلاح لے کر آئے ہیں۔ دوسرا رشین ہیں، وہ بھی ہمیں نظر آتا ہے کہ اس خطے کے اندر اس نے کچھ نہ کچھ اپنے عوام کے لیے کام کیے ہیں، لیکن ہم ہر جگہ بدحالی کا شکار ہیں۔ جن ممالک کے پاس وسائل ہیں، وہاں بھی ہمیں کچھ ایسا نظر نہیں آتا ہے کہ وہ اپنے دائرے سے نکل کر ان وسائل کو دیگر مسلمانوں تک پہنچانے کی کوئی سوچ یا حکمتِ عملی رکھتے ہوں۔ تو کیوں کر یہ نظام ہم لاگو کر پائیں گے؟

جواب: دیکھیے! میں آپ کی گفتگو میں مزید اضافہ کروں گا کہ مسلمان ممالک اپنے وسائل اپنے ملک کے لوگوں پر خرچ کرنے کی اہلیت بھی نہیں رکھتے۔ دیگر ملکوں کو تو وہ بعد میں دیں گے۔ پہلے تو انھیں اپنے ملک کے عوام یا اُن کے مسائل کے حل کرنے کے لیے بھی ان وسائل کو خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اسی سے ہماری آزادی کی حیثیت معلوم ہو جاتی ہے۔

دیکھیے! پہلے ایک بنیادی بات ہمیں جاننی ہے کہ ہم شکست خوردہ ہو چکے ہیں۔ ہمارا پرانا نظام ٹوٹ چکا ہے۔ بین الاقوامی غلبہ سامراجی ظالم طاقتوں کا ہے۔ اپنے ملکوں کے لیے انھوں نے کتنے ہی اچھے کام کیے ہوں، لیکن مسلمان معاشروں میں یا دنیا کے مظلوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خطوں پر اُن کا تسلط ظالمانہ اور غاصبانہ ہے۔ اب ایسی حالت میں دو ردّ عمل ہیں: ایک یہ ہے کہ ہم اشتعال میں آئیں، ہتھیار اٹھائیں، تشدد کا راستہ اپنائیں، خود اپنے آپ کو بھی ماریں، دوسروں کو بھی ماریں۔ جب کہ دوسرا ردّ عمل یہ ہے کہ ہم مکمل طور پر اُن کے سامنے سپردگی اختیار کرلیں کہ آپ جو ہمارے ساتھ غلامی کا سلوک حکمران کی حیثیت سے کریں، ہمیں تسلیم ہے۔

ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ دونوں انتہا پسندانہ پہلو ہیں۔ اپنے آپ کو مکمل سرنڈر کردینا اور کسی بھی قسم کی فکر و عمل کی تحریک پیدا نہ کرنا' یہ پہلو خطرناک ہے، قومی تباہی و بربادی کا سبب ہے، دینِ اسلام کی تعلیمات سے قطعی متصادم ہے۔ دوسرا راستہ کہ بغیر سوچے سمجھے تشدد، قتل و غارت گری یا جہاد کے نام پر گردنیں اُڑانے، لڑائی، دنگا فساد پیدا کرنے کا کام شروع کردیا جائے۔ اس کے لیے نہ کوئی تیاری ہو، نہ کوئی بیک گراؤنڈ ہو، نہ کوئی عمل ہو۔ متوازن سوچ یہ ہے کہ اس پورے ماحول اور معاشرے کے حقائق کو سامنے رکھ کر آگے بڑھنے کا راستہ تلاش کیا جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ دین کی جو اوریجنل تعلیمات ہم تک پہنچی ہیں، انھیں پیش نظر رکھا جائے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اس دور کے صاحبِ زمان ہیں۔ انھوں نے دین کی جامع تعلیمات پیش کی ہیں۔ ان کی روشنی میں ایک شعوری تحریک آگے بڑھے۔ فکر و عمل اور سوچ کا صحیح زاویۂ نظر آگے بڑھائیں۔ آج یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جو علمی بنیادیں یہ یورپین سسٹم ہمارے سامنے رکھ رہا ہے، اس کے متبادل ہماری علمی بنیادیں کیا ہیں؟ ہم کیا نظریاتی بنیاد رکھتے ہیں؟ کیا ہمارے پاس کوئی مستقل سیاسی نظام، ایک معاشی سسٹم، ایک سماجی سسٹم موجود ہے، جو علمی، فکری، دعوتی نقطہ نظر سے ہم انسانیت کے سامنے رکھیں؟

دوسری بات یہ کہ خود یورپ نے جنگِ عظیم دوم کے بعد سے اقوامِ متحدہ بنا کر کچھ بنیادی اساسی اصول پوری انسانیت کے نقطہ نظر سے تسلیم کیے ہوئے ہیں، خواہ دکھاوے کے لیے ہی کیوں نہ ہوں۔ انھوں نے تسلیم کیا ہے کہ یہ بنیادی انسانی حقوق ہیں اور اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

روشنی میں قومی ریاستیں قائم ہوئی ہیں۔ اس لیے ہر قوم کو اپنا ریاستی اور قومی نظام بنانے کا حق ہے کہ وہ اپنا سیاسی، معاشی، سماجی نظام، اپنی قومی اُمنگوں اور ملّی تقاضوں کے مطابق قائم کریں۔ تو جیسے رشین نسل کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے نظریے پر اپنا قومی نظام بنائے۔ امریکی نسل کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی فکر پر اپنا نظام بنائے۔ ایسے ہی مسلم ممالک کے عوام کا بھی قانونی اور آئینی حق ہے کہ وہ جس مذہب سے وابستہ ہیں، اس کے مطابق اپنا سیاسی، معاشی اور سماجی نظام قائم کریں۔ اس نظام کی علمی بنیادیں ہوں گی تو ہم یہ کام کر پائیں گے۔ اور اگر علمی بنیادیں نہیں ہوں گی تو ہمارے افکار منتشر رہیں گے۔ مثلاً سیاست کا معاملہ آتا ہے تو سیاست میں ہم ابھی تک یہی بحث کر رہے ہیں کہ آیا اسلام میں جمہوریت ہے یا خلافت؟ اور خلافت کی تشریح کیا ہے؟ اس پر بھی کوئی اتفاق نہیں ہے کہ شخصی حکومت یا بادشاہت یا سلطنت ہونی چاہیے، کوئی ''سماحة الشّیخ'' ہم پر مسلط ہو؟ یا کوئی پرائم منسٹر اور صدر ہمارا حکمران ہو؟ اس کے بارے میں ہم ابھی تک یکسو نہیں ہوئے۔ اسی طریقے سے معاشی نظام کی بات آتی ہے تو اس میں مختلف افکار ونظریات یا تضادات موجود ہیں۔ بات یہ ہے کہ کم از کم ہمارے ملک کے علمی حلقے جو شعوری اور عقلی بنیادوں پر چیزوں پر غور وفکر کرتے ہیں، ہمارے تعلیمی ادارے ہیں، ہمارے اہلِ علم ہیں، ہمارا پڑھا لکھا طبقہ ہے، وہ یہ غور وفکر کرے کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تعلیمات یا بہ الفاظِ دیگر دین کی تعلیمات کی روشنی میں ہماری بنیادی اقدار کیا ہیں؟ ہمارا بنیادی فکر کیا ہے؟ ہمارا بنیادی نظریہ کیا ہے؟ اور اس کو عمل میں لانے کا طریقۂ کار اور سسٹم کیا ہے؟ دین نے اس کے حوالے سے ہماری کیا رہنمائی کی ہے؟ اس پر غور وفکر کرنا، مکالمہ کرنا، شعوری تحریک چلانا، یہ ہمارا آئینی حق بھی ہے، قانونی حق بھی ہے اور بین الاقوامی قوانین کے تحت بھی اور ملک کے آئین کے تحت بھی مسلمہ ہے۔

بات یہ ہے کہ یہ تحریک جب آگے بڑھتی ہے تو سب سے پہلے شعوری عمل ہوتا ہے۔ اگر شعوری اور نظریاتی وفکری بنیاد نہ ہو اور صرف شور شرابا مچائیں، امریکا یا روس اور ان ملکوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے نظاموں کو بُرا بھلا کہنے سے تو مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ علمی بنیادیں فراہم کرنا اس دور کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں چاہے وقتی طور پر کامیابی نہ بھی ہو، لیکن یہ علم کی شمع، یہ روشنی، یہ عقل وخرد کی تعلیم دینِ اسلام کی تعلیمات کی اساس پر ہے، اس کو فروغ دینا، اس کو آگے بڑھانا' وقت کی ضرورت اور تقاضا بھی ہے۔ جیسے جیسے یہ تحریک آگے بڑھے گی، نظریہ پھیلے گا، ہماری بنیادیں مستحکم ہوں گی، علمی طور پر ہم اپنی بات منوائیں گے تو نتیجتاً اگلے مرحلے میں اگلے عمل بھی وجود میں آئیں گے۔ لیکن سرنڈر ہوکر بیٹھ جائیں، جو کچھ یورپ نے کہا ہے، اسی کی جگالی کرنے لگیں۔ ہماری یونیورسٹیز پولیٹکل سائنس میں یورپ کی سیاست پڑھائیں، سوشیالوجی میں امریکا اور برطانیہ کی سوسائٹی پڑھائیں تو یہ ٹھیک نہیں ہے۔

ابھی میں سوات گیا تھا۔ وہاں سوات یونیورسٹی کے سوشیالوجی ڈیپارٹمنٹ کے طلبا سے مَیں نے پوچھا کہ آپ کو کیا پڑھا رہے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ جی امریکا، برطانیہ، فرانس کی سوسائٹی کی ترقیات پڑھا رہے ہیں۔ میں نے کہا: آپ کے سوات کی تہذیب دو ڈھائی تین ہزار سال کی ہے، یہاں بھی تو کوئی سوسائٹی رہی ہے۔ کم ازکم بہ طور ہسٹری کے اپنی سوسائٹی کے بارے میں تمھیں کچھ معلومات ہیں؟ کہتے نہیں جی، جو ہمارے پروفیسر ڈاکٹر ہیں، وہ امریکا سے پی ایچ ڈی کرکے آئے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہاں کی تو کوئی تہذیب ہی نہیں تھی۔ یہاں کا تو کوئی سماج ہی نہیں تھا۔ میں نے کہا کہ: پھر تم لوگ سوچو کہ اس دھرتی پر بسنے والے لوگوں کی تم اولاد نہیں ہو؟ صدیوں سے آپ کے آباؤ اجداد اس دھرتی پر بستے چلے آرہے ہیں۔ کیا انھوں نے کوئی سماجی ڈھانچہ قائم نہیں کیا تھا؟ کیا مسلم دور سے پہلے ایک ہزار سال تک یہاں اشوکِ اعظم جیسے لوگوں نے یہاں کی سوسائٹی کی صورت گری نہیں کی تھی؟ مسلم دور کے ہزار سالہ دور میں محمد بن قاسم سے لے کر اورنگزیب عالمگیر تک یہاں کوئی سماج نہیں تھا؟

ہمیں اپنی قومی تاریخ اور اپنی دھرتی سے کاٹ کر صرف امریکا برطانیہ کی ترقیات پڑھانے سے تو سوشیالوجی نہیں آئے گی۔ سوسائٹی اور دھرتی کے تقاضوں کو سمجھے بغیر ہم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کیسے آگے بڑھ پائیں گے؟ ایسے ہی جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں تو ہم اسلام کا وہ تناظر پیش کرتے ہیں، جو اس دھرتی سے کٹ کر، یہاں سے الگ ہوکر ہے۔ جب تصوراتی اور رومانوی بنیادوں پر کسی چیز کو پڑھایا جاتا ہے تو اس کے اثرات عملی طور پر نظر نہیں آتے۔ آج ہمیں ان حقائق کو تسلیم کرکے، قومی اور ملّی تقاضوں کے شعور کے تناظر میں ان امور پر بحث کرنے کی اور گفتگو اور مکالمے کی ضرورت ہے۔

سوال: شاہ صاحب کے جو معاشی افکار ہیں، یہ کمیونزم والے ہیں یا کمیونزم والوں نے شاہ صاحب سے لیے ہیں؟

جواب: شاہ صاحبؒ تو سوشلزم اور کمیونزم سے بہت پہلے کے آدمی ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے 1746ء میں "**حُجّةُ اللّٰه البالِغه**" لکھی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کے بانی ایڈم سمتھ کی کتاب دولتِ اقوام 1776ء میں چھپی اور 1799ء میں اُس پر سرمایہ داری نظام قائم ہوا ہے۔ اسی طرح کارل مارکس نے 1857ء کے بعد "داس کیپٹل" لکھی ہے اور اس کا کیمونسٹ مینی فیسٹو 1866ء میں چھپا ہے۔ ایسی صورت میں شاہ صاحبؒ کے معاشی افکار کا کمیونزم سے اخذ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سوال: شاہ صاحبؒ کے فکر کی بنیادی خصوصیت کیا ہے، جسے آج کے صنعتی دور کے پیراڈائم میں بھی پیش نظر رکھا جاسکے؟ شاہ صاحبؒ کے فکر کو تین چار سو سال گزر چکے ہیں، اس دور میں وہ کیسے قابلِ عمل ہوسکتا ہے؟

جواب: شاہ صاحبؒ کے فکر کا کمال یہ ہے کہ اُنھوں نے قرآن و حدیث اور خلفائے راشدینؓ کی جدوجہد سے وہ آفاقی اصول اخذ کیے ہیں، جن کی روشنی میں کسی تجارتی یا زرعی یا صنعتی دور کا عملی سسٹم بنایا جاتا ہے۔ یعنی انھوں نے تجریدی عمل کرکے بنیادی قانون اور اُس کی عملی شکل کے درمیان فرق و امتیاز واضح کیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ کسی سماج میں ایک بنیادی آئین اور دستور ہوتا ہے، پھر اس پر بائی لاز بنا کر ایک عملی سسٹم وجود میں لایا جاتا ہے۔ بنیادی اصولوں پر قوانین اور پالیسیز بنتی ہیں، اس کے پروسیجرز بنتے ہیں۔ اب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوا یہ کہ جب زرعی دور تھا، اس دور کے تقاضوں کے مطابق دین کی آفاقی تعلیمات کا عملی نظام بنایا گیا۔ اب جیسے ہی اگلا دور شروع ہوتو اگر آپ زرعی دور کے اُن بائی لاز کو بھی اٹھا کر اگلے دور میں لے آئیں تو تضادات پیدا ہوں گے نا۔

ظاہر ہے کہ جب ایک نیا زمانہ آتا ہے تو اس کے نئے تقاضے ہوتے ہیں۔ مجدد آ کر یہ کام کرتا ہے کہ دین کی تعلیمات کے جو آفاقی اصول ہیں، انھیں سامنے رکھ کر صاف شفاف طور پر واضح کرتا ہے۔ پھر اُن کی روشنی میں اپنے دور کے جو نئے سیاسی، سماجی، معاشی تقاضے وجود میں آتے ہیں، ان کے سسٹم بنائے جاتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ کے فکر میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ انھوں نے دین کی اساس پر انسانی معاشروں کی اجتماعی تشکیل کے بنیادی آفاقی اصول متعین کر دیے۔ اب جو اُس دور میں اگر تجارتی دور تھا تو اس کے عملی نظام بنائے گئے تھے۔ اب اگر آج آپ نئے صنعتی دور میں داخل ہوئے ہیں، بلکہ اب تو ڈیجیٹل ایج (دور) آ گیا ہے، اس کے اگلے دور میں کوئی نئے پیداواری رشتے اور نیا کوئی زمانہ آ جائے تو اب انھی آفاقی اصولوں کی روشنی میں عملی نظام کے نئے تقاضوں کو سامنے رکھا جائے گا تا کہ عدلِ اجتماعی کا بہتر نظام قائم کیا جا سکے۔

سوال: شاہ صاحبؒ پر تنقید کرنے والوں کی طرف سے عمومی طور پر ایک سوال کیا جاتا ہے کہ شاہ صاحبؒ نے احمد شاہ ابدالی کو یہاں پر بلایا ہے، اور اس کے بعد احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان کے ساتھ کیا کیا ہے، ہندوستان کے اجتماع اور معاشرے کو سمجھنے میں شاہ صاحبؒ کو تسامح ہوا ہے کہ وہ اگر اس چیز کو جانتے کہ احمد شاہ ابدالی یہ کرے گا یا افغان جو آئے ہیں، انھوں نے اس خطے کے لیے کیا کیا ہے ماضی میں، تو شاید شاہ صاحبؒ اس طرح کے خطوط نہ لکھتے۔ اس حوالے سے آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب: دیکھیے! بنیادی بات یہ ہے کہ یہ اعتراض کرنے والے دو پہلوؤں سے یہ بات کرتے ہیں: ایک تو یہاں کے قوم پرست اعتراض کرتے ہیں کہ شاہ صاحبؒ نے ہندوستان پر ایک باہر کی قوم کے آدمی کو دعوت دی کہ یہاں پر حملہ کرے اور کابل سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آئے اور یہاں کی قومیتوں کو نقصان پہنچائے۔ یہ پہلو تو سرے سے غلط اس لیے ہے کہ کابل ہمیشہ سے ہندوستان کا ایک صوبہ رہا ہے۔ اورنگزیب کے زمانے میں بھی کابل ہندوستان کا صوبہ تھا، جیسے بنگال ایک صوبہ تھا۔ تو کسی ایک صوبے دار کو مرکز کے اندر بلانا یا اُس کو دعوت دینا، اس کو قومیت کے دائرے سے باہر سمجھنا درست نہیں۔ ہندوستان کے اس وقت کی جو جغرافیائی حدود تھی، یا اس کے صوبہ جات کی جو تقسیم تھی، اس تناظر میں اس کو غیر ملکی حملہ آور قرار دینا اور اُسے انگریزوں کے مشابہ قرار دینا قطعی طور پر غلط ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ احمد شاہ ابدالی کا ایک کام مرہٹوں کے اقتدار اور اُن کی طاقت کو توڑنا ہے۔ مرہٹے کون تھے؟ یا مرہٹوں کا کیا کردار تھا؟ تاریخ نے اس کو محفوظ رکھا ہوا ہے کہ مرہٹہ خود ہندوؤں کے لیے بھی مصیبت کا باعث تھے۔ انھوں نے ہندو عورتوں کے ساتھ بھی جو سلوک کیا، وہ بہت بُرا تھا۔ انھوں نے سوسائٹی میں انارکی پیدا کی، سسٹم کو توڑا اور انسانیت پر مظالم ڈھائے، اب اُس کے علاج معالجے کی شکل کیا تھی؟ شاہ صاحبؒ نے اسی حوالے سے احمد شاہ ابدالی کو دعوت دی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اُس نے مرہٹہ طاقت کو توڑا ہے۔ اور مرہٹہ طاقت کو توڑنے کے بعد اگر وہ دہلی میں داخل ہوتا ہے اور مرہٹوں کے جو اثرات وہاں پر ہیں، اس کے خاتمے کے لیے جب ایسا کوئی سیاسی عمل یا لڑائی کا عمل ہوتا ہے تو یقیناً اونچ نیچ ہوتی ہے، مسائل ہوتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں نا کہ گیہوں پیسا جاتا ہے تو گھن بھی ساتھ ہی پس جاتا ہے۔ تو ضرور زیادتیاں اور کوتاہیاں ہوئی ہیں، لیکن بہ حیثیتِ مجموعی تاریخ پر نظر دوڑائیں کہ اگر مرہٹہ طاقت غالب آجاتی تو اس وقت ہندوستان کا منظر نامہ کیا ہوتا؟ اُن کی اجتماعیت سے عاری انفرادیت کی سوچ، سوسائٹی کے بنیادی تقاضوں سے ناآشنا، خود اپنی ہندو نسل کے لیے بھی اُن کا انسانیت دشمنی کا کردار اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اُن کی طاقت کو توڑا جائے۔ احمد شاہ ابدالی کی وجہ سے ایسی منفی سوچ رکھنے والوں کے خاتمے سے ہندوستان کو کیا فوائد حاصل ہوئے؟ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: لوگ کہتے ہیں کہ مرہٹوں کی طاقت توڑنے کے نتیجے میں انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کرلیا۔ پھر شاہ صاحبؒ ایک طرف "**فَکُّ کُلِّ نِظَام**" کی بنیاد پر ایک نئے نظامِ فکر وعمل کی دعوت دے رہے ہیں اور دوسری طرف اسی نظام سے وابستہ افراد کے ذریعے سے دہلی کو بچانے کے لیے خطوط لکھ رہے ہیں۔ اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

جواب: اس بات کا تعین کرنا بڑا ضروری ہے کہ کیا مرہٹہ انگریزوں کا مقابلہ کرنے والی طاقت تھی یا مرہٹہ طاقت انگریزوں کے لیے استعمال ہوتی رہی۔ تاریخ کا بہت بڑا دورانیہ ہے، جس میں خود مرہٹہ طاقت کی انگریزوں کے ساتھ صلح ہے، اُن کے معاملات طے پائے ہیں۔ سیاسی گیم میں مسلمانوں کے بھی اور مرہٹوں کے بھی کچھ طبقے کبھی اِدھر رہے اور کبھی اُدھر ہوتے رہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دہلی کے مرکز اور ہندوستان کے وفاق کو بچانا تھا۔ شاہ صاحبؒ کا احمد شاہ ابدالی کے نام جو خط ہے، اس کو اگر آپ پڑھیں تو اس میں تفصیل سے شاہ صاحبؒ نے ہندوستان کے تمام صوبوں کے ریونیو کا ذکر کیا ہے کہ کس صوبے سے کتنا ریونیو آتا تھا۔ ان انگریزوں اور مرہٹوں کی وَجہ سے کس کس صوبے سے ریونیو آنے میں کتنی کمی ہوئی۔ خالصہ کی رقم میں کس قدر کمی ہوئی۔ اس خط میں شاہ صاحبؒ نے اس دور کے مالیاتی اور سیاسی ڈھانچے پر بحث کی ہے۔ شاہ صاحبؒ اس خط میں دو پہلو ہمارے سامنے لائے ہیں: ایک سیاسی اور دوسرا معاشی۔ انھوں نے اعداد وشمار سے ثابت کیا ہے کہ انگریزوں اور مرہٹوں کی آپس کی لڑائی یا باہمی اتحاد یا خود مسلمان راجاؤں اور نوابوں کے باہمی جھگڑوں اور طوائف الملوکی کے نتیجے میں کون کون سے مسائل پیدا ہوئے۔ معاشی طور پر ریونیو کی صورتِ حال کیا تھی۔ وفاق کا کنٹرول کمزور پڑ گیا۔ اسی طریقے سے سیاسی طاقت کے حوالے سے گفتگو کی ہے۔ اور اس میں نواب نجیب الدولہ کو اور احمد شاہ ابدالی کو اس وفاق کو مضبوط کرنے کے نقطہ نظر سے ہی دعوت دی گئی۔

دیکھیں! معروضی حالات کے تناظر میں ہی رائے قائم کی جاتی ہے۔ جب کوئی آدمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میدانِ عمل میں ہوتا ہے، وہاں اس وقت دستیاب حالات میں جو بھی ممکنہ طور پر بہتری کی شکل ہوتی ہے، اسی کو تجویز کیا جاتا ہے۔ اس دور کے تمام صوبہ جات کے گورنروں کی حالت کیا تھی؟ سیاسی طاقت کیا تھی؟ معاشی قوت کیا تھی؟ مجموعی طور پر وہ کیا کردار ادا کرنے کے قابل تھے؟ شاہ صاحبؒ نے اسی خط میں لکھا ہے کہ بنگال جہاں سے سب سے بڑا ریونیو آتا تھا، اس کا گورنر ایک سولہ سترہ سال کا نوجوان (سراج الدولہ) لگا دیا ہے، جس کو نہ کوئی سیاسی عقل ہے، نہ جنگ لڑنے کی کوئی بات ہے۔ افراد کو سمجھنے کی بھی اس میں اہلیت نہیں ہے۔ اور خطرہ یہ ہے کہ اگر اس کی نوابی یا اس کی گورنری برقرار رہی تو اس کے نتیجے میں بنگال مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائے گا اور وہی ہوا۔ تو دستیاب صورتِ حال میں احمد شاہ ابدالی کو بلانے کا اقدام کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی آپشن ہی نہیں تھا۔

اسی طرح یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ شاہ صاحبؒ کے کام کی دو نوعیتیں تھیں: ایک تو انھوں نے مستقبل میں ایک مثالی نظام کے بنیادی امور، نظریات، افکار، تعلیمات پیش کیں۔ یہ تو لانگ ٹرم حکمتِ عملی تھی۔ اور ایک شارٹ ٹرم حکمتِ عملی کہ اس وقت جو زوال ہے، اس کو روکنے کے لیے کیا اقدام کیا جائے۔ اور اس وقت جو ممکنہ طور پر سیاسی، اقتصادی اور معاشی طاقت رکھنے والے لوگ ہیں، اُن میں ممکنہ طور پر ایک بہتر صورتِ حال پیدا کرنے کے لیے کیا اقدام کیا جائے۔

پھر یہ بھی دیکھئے کہ احمد شاہ ابدالی کب آیا اور انگریزوں کا دہلی پر تسلط کب ہوا؟ اس میں بیس تیس سال کا فرق ہے۔ 1761ء میں پانی پت کی جنگ ہوئی اور مرہٹوں کو شکست ہوئی۔ انگریزوں نے 1803ء میں دہلی فتح کیا ہے۔ ان دونوں کے درمیان چالیس سال کا دورانیہ ہے۔ یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ کون سی طاقتیں تھیں، جنھوں نے انگریزوں کے خلاف مزاحمت کی؟ تاریخی حقائق کے تناظر میں بات ہونی چاہیے۔ احمد شاہ ابدالی کے نام شاہ صاحبؒ کا پورا خط پڑھنا چاہیے۔ ''شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات'' میں ان خطوط کا فارسی متن اور اردو ترجمہ دونوں چھپے ہوئے ہیں۔

- -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کلماتِ نظامت

از پروفیسر ڈاکٹر الطاف حسین لنگڑیال

شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

بہت شکریہ مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری، معزز طلبا و طالبات اور اساتذہ۔ جیسے آپ نے اسلام کے اندر اجتماعیت کے حوالے سے جو کہا ہے، اور آپ نے اسلامی تاریخ کو چند لمحات میں کنگھال کر رکھ دیا ہے۔ اور سیرت النبی ﷺ کو لے کر آج کے پیراڈائم میں خوب صورت گفتگو کی۔ آپ نے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ جو اپنے بعد کے کئی زمانوں کے امام ہیں، امام شاہ ولی اللہ جو ابھی بہت تھوڑے تھوڑے دائروں میں کھل سکے ہیں، امام صاحب آئندہ آنے والی نسلوں اور آئندہ آنے والے زمانوں کے امام ہیں۔

عدلِ اجتماعی کو بیان کرتے ہوئے جدید سماجیات اور معاشیات اور اس کی تحریکات کے حوالے سے مفتی صاحب نے بہت خوب صورت انداز میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

یاد رکھیے! شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ارتفاقات اور اقترابات کے نظریے کی روشنی میں مستقبل کی جس ملت قصویٰ کا ذکر کرتے ہیں، اور جس خلافتِ کبریٰ کی نوید دیتے ہیں، وہ ارتفاقِ چہارم کی صورت میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلافتِ راشدہ کے منہاج پر جدید تقاضوں کے عین مطابق قائم ہونی ہے۔

اس کی بنیادوں میں مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری ایسے ماہرین، دل کی دنیا کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگ، نظریات و عقائد کی دنیا کے لوگ، فکر و عمل کے لوگ، وہ انشاء اللہ العزیز نئی بستیاں آباد کریں گے۔ میں تہہ دل سے، دل کی گہرائیوں سے جناب مفتی صاحب آپ کی آمد کا، آپ کے خیالات کے اظہار کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور باقاعدہ شکریہ ادا کرنے کے لیے میں صدرِ شعبہ جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب صاحب سے ملتمس ہوں کہ وہ یہاں تشریف لائیں اور ہمارے مہمانِ معظم کا اور ہمارے دیگر مہمانوں کا، طلبا و طالبات کا شکریہ ادا کریں۔

- -

صدارتی کلمات

از پروفیسر ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب

چیئرمین شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

معزز طلبا و طالبات اور اساتذۂ کرام!

مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری صاحب کا شکرگزار ہوں کہ وہ ہمارے شعبے میں تشریف لائے۔ انھوں نے اسلام میں عدلِ اجتماعیت کے حوالے سے گفتگو کی ہے۔

عدلِ اجتماعی کو بیان کرتے ہوئے جدید سماجیات اور معاشیات اور اس دور میں برپا ہونے والے مختلف فکری تحریکات کے حوالے سے مفتی صاحب نے بہت خوب صورت انداز میں گفتگو کی ہے۔ اس حوالے سے انھوں نے امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فکر کی اہمیت کو خوبی سے واضح کیا ہے۔ شعبۂ علومِ اسلامیہ کے اساتذہ اور طلبا و طالبات امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی شخصیت سے بہ خوبی واقف ہیں۔ ان کی کتاب ''الفوز الکبیر فی أصول التّفسیر'' ہمارے شعبۂ علومِ اسلامیہ کے نصابِ تعلیم کا حصہ ہے۔

یاد رکھیے! شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ارتفاقات اور اقترابات کے نظریے کو اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مختلف کتابوں میں بڑی خوبی سے واضح کرتے ہیں۔ انھوں نے ارتفاقِ ثالث اور ارتفاقِ چہارم کی صورت میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلافتِ راشدہ کا منہاج واضح کیا ہے۔

اس فکر کی بنیادوں پر مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری ایسے ماہرین، دل کی دنیا کے لوگ، نظریات وعقائد کی دنیا کے لوگ، فکر و عمل کے لوگ، ان شاء اللہ العزیز نئی بستیاں آباد کریں گے۔

میں مہمانِ محترم سے درخواست کروں گا کہ وہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے افکار پر لیکچرز سیریز کے حوالے سے ہمارے شعبۂ علومِ اسلامیہ کو وقت عنایت کریں، تاکہ یونیورسٹی کے طلبا و طالبات آپ کے خیالات سے مستفید ہوسکیں۔

میں آخر میں دل کی گہرائیوں سے جناب مفتی صاحب کی آمد کا، آپ کے خیالات کے اظہار کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ دیگر مہمانوں اور طلبا و طالبات کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرا خطبہ

چار روزہ خطبات سیریز کا
پہلا لیکچر

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ
کی شخصیت اور فکر؛ ایک تعارف

مؤرخہ

17/اپریل 2017ء بروز سوموار

مقام

سیمینار ہال شعبۂ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعارفی کلمات

ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

مسئول موسیٰ پاک شہید چیئر

شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

صدارت

پروفیسر ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب

چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

نظامت

پروفیسر ڈاکٹر فریدہ یوسف

شعبہ علومِ اسلامیہ، زکریا یونیورسٹی، ملتان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعارفی خطاب

از ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

مسئول موسیٰ پاک شہید چیئر

نحمدهٗ و نصلّی علیٰ رسوله الكريم. أمّا بعد!

جناب محترم صدرِ مجلس ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب صاحب اور آج کے مہمانِ خصوصی محترم حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری صاحب، معزز اساتذۂ کرام اور عزیز طلبا و طالبات!

چند مختصر باتیں عرض کروں گا، تاکہ اس کے بعد باقاعدہ لیکچر کا آغاز ہو سکے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس لیکچر سیریز کا اہتمام موسیٰ پاک شہید چیئر کے تحت ہو رہا ہے۔ حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ سولھویں صدی عیسوی کی شخصیت ہیں۔ خانوادہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ان کا تعلق ہے۔ ان کا اس خطے میں ایک بہت بڑا کنٹری بیوشن ہے۔ جہاں تصوف میں ان کا کام ہے، اسی طرح وہ معاشرتی اور سماجی زندگی سے بھی وابستہ رہے ہیں۔ اکبر کا دور تھا اور اس دور میں باقاعدہ حکومت سے ان کا تعلق رہا ہے۔ اس طور پر نہیں کہ اس حکومت کے محض آلہ کار تھے، یقیناً اُن کے پاس سرکاری منصب (پنج ہزاری) تھا، لیکن کبھی بھی کسی شرعی مسئلے پر انھوں نے کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ہمیں ان کی زندگی میں ایک بڑی متوازن شخصیت ملتی ہے۔

آج سے تقریباً چھ سات سال پہلے یونیورسٹی میں اس چیئر کا باقاعدہ اعلان ہوا تھا۔ جب اس وقت پاکستان کے وزیراعظم یوسف رضا گیلانی تھے۔ اس چیئر کے تحت ابھی تک موسیٰ پاک شہیدؒ کے حالاتِ زندگی پر ایک کتاب مرتب ہوکر شائع ہوچکی ہے۔ ان کے تذکرے کے حوالے سے چند مذاکرے ہوئے ہیں اوراسی طرح اَور بھی کچھ کام ابھی زیرِترتیب ہیں۔

آج کی یہ نشست اس حوالے سے ہے کہ موسیٰ پاک شہیدؒ سے علمی طور پر حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا بھی تعلق ہے۔ علمی سلسلہ اس طرح بنتا ہے کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ (1762ء) کے والد شاہ عبدالرحیم دہلویؒ (1719ء)، اُن کا سلسلۂ شیخ ابورضا محمد دہلویؒ (1690ء) اور ان کا سلسلۂ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (1642ء) اور پھر موسیٰ پاک شہیدؒ (1602ء)۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ہماری تاریخ کا بہت بڑا نام ہے۔ اُن کی بہت سی تصانیف ہیں۔ علمی طور پر اُن کا بہت بڑا مقام ہے۔ وہ چار سال تک ملتان میں اپنے شیخ حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ کے پاس رہے۔ جس سے ہمیں ان کے تعلق کا اندازہ ہوتا ہے کہ جو اُن کا اپنے شیخ کے ساتھ تھا۔ اس چیئر کے تحت آج یہ پروگرام جس شخصیت یعنی حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ پر ہو رہا ہے، ان کا نام تو آپ نے کافی سنا ہے۔ تقریباً ہمارے جتنے بھی مضامین (subject) ہیں، تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، سب میں ان کا تذکرہ اور اِن کی خدمات کا ذکر ہے۔

اس لیکچر سیریز کا مقصد بنیادی طور پر یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی اُس فکر سے آگہی حاصل کی جائے، جس کا تعلق سماج کی تشکیل سے ہے کہ انھوں نے سوسائٹی کی نئی تشکیل کے لیے افکار پیش کیے۔ کیوں کہ اُن کے دور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں سماج ٹوٹ رہا تھا۔ ایسے میں ایک نئے سماج کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ اس نئے سماج کے لیے انھوں نے کیا بنیادی رہنما اصول دیے؟ موضوع خاصا وسیع ہے اور یقیناً اس سیریز سے اس کا پورا حق تو ادا نہیں ہوگا، لیکن سرِدست یہی ممکن تھا کہ چار موضوعات پر سیریز کا انعقاد کیا جائے۔ انشاء اللہ ممکن ہوا تو دیگر موضوعات پر بھی کسی اَور موقع پر اس کا اہتمام ہوگا۔

اس مقصد کے لیے جس شخصیت کو آج ہم نے مدعو کیا ہے، میرے علم کے مطابق اس وقت پاکستان میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی فکر پر اور ان کی تصانیف پر ان سے زیادہ گہری نظر کسی کی نہیں ہے۔ حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب اُن کی کتابوں کا نہ صرف خود ادراک رکھتے ہیں، بلکہ باقاعدہ ان کتابوں کی تدریس بھی کرتے رہتے ہیں۔ ان کتابوں پر براہِ راست ان کی بڑی گہری نظر ہے۔ اور محض کتابی نظر نہیں، بلکہ آج کے حالات کے اعتبار سے اس فکر کا اطلاق (application)، کیا ہے؟ اس پر بھی ان کی نظر ہے۔ شاہ صاحبؒ کا پس منظر، پیش منظر دونوں چیزیں ان کے سامنے بہت واضح ہیں۔ اِن شاء اللہ جب آپ ان کے لیکچرز سنیں گے تو یقیناً آپ کو بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملے گا۔

وہ اس وقت ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ اس ادارے کے تحت ان کی کئی تصانیف منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ کئی ایک کتابوں کے تراجم وہ کرچکے ہیں۔ صاحبِ تصنیف و تالیف ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ طریقت بزرگ بھی ہیں۔ خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور ایک بہت معروف علمی، روحانی خانقاہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا سماجیات و سیاسیات سے بھی بڑا گہرا تعلق رہا ہے۔ اگر آپ تحریکِ ریشمی رومال کی تاریخ کو پڑھیں گے تو اس میں بھی اس خانقاہ کا ذکر ملتا ہے۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ محض ایک روایتی خانقاہ نہیں ہے، بلکہ اس کے اندر جہاں ذکر ہے، وہاں فکر بھی ہے۔علم بھی، عقیدت بھی ہے اور شریعت کی گفتگو بھی ہے۔ طریقت کے موضوعات پر بھی بات چیت ہے۔ جو علمی سیاست ہے، اس پر گفتگو بھی ہے۔

آج کی سب سے بڑی ضرورت — جس کی آج ہمیں سوسائٹی میں کمی محسوس ہوتی ہے — وہ فکر اور بصیرت کی ہے۔ اسلام کے حوالے سے ہمارے ہاں تحریکی مزاج تو بہت ہے، اس پر بہت سا کام ہوا، بہت سے لوگ اس پر کام کر بھی رہے ہیں، لیکن جس چیز کی بہت بڑی کمی ہے، وہ فکر اور بصیرت کی ہے۔اور جب تک فکر و بصیرت نہ ہو تو اس کے بغیر تحریکیں جذبات کا شکار ہوتی ہیں، حالات کا شکار ہوتی ہیں۔ جمود کا شکار ہوتی ہیں۔ ردّعمل کا شکار ہوتی ہیں۔اور آج ہم سوسائٹی میں انھیں چیزوں کو دیکھ رہے ہیں۔

انشاء اللہ اس لیکچر سیریز سے آپ کو بہت کچھ سننے کا، سمجھنے کا اور غور وفکر کرنے کا موقع ملے گا۔ اب میں بغیر کسی تاخیر کے درخواست کروں گا حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری سے کہ وہ تشریف لائیں اور آج کے موضوع یعنی ''حضرت شاہ ولی اللہؒ کی شخصیت اور فکر: ایک تعارُف'' پر گفتگو فرمائیں اور سامعین کو اس موضوع کے حوالے سے مستفید فرمائیں۔

- -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہلا لیکچر

حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ
کی شخصیت اور فکر؛ ایک تعارف

نحمدهٗ و نصلّی علیٰ رسولهٖ الکریم. أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰه من الشّیطان الرّجیم. بسم اللّٰه الرّحمٰن الرّحیم.

قال اللّٰه تبارک و تعالیٰ:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ (33)

و قال النّبیّ ﷺ: ”کانت بنو إسرائیل تسوسهم الأنبیاء، کلّما هلک نبیّ خلفهٗ نبیّ آخر. ألا! لا نبیّ بعدی، سیکون بعدی خلفاء فیکثرون.“ (34)

و قال النّبیّ ﷺ: ”لا تزال طائفة من اُمّتی قائمین علیٰ الحقّ، لا یضرّهم من خالفهم.“ (35)

و قال النّبیّ ﷺ: ”إنّ اللّٰه یبعث لهٰذه الاُمّة علیٰ رأس کلّ مائة سنة من یجدّد لها دینها.“ (36)

صدق اللّٰه العظیم و صدق رسولهٗ النّبیّ الکریم.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کلماتِ تشکر

محترم حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب (مسئول موسیٰ پاک شہید چیئر)

محترم جناب ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب صاحب (صدر شعبہ علومِ اسلامیہ)

معزز اساتذۂ کرام، علمائے کرام، طلبائے عظام اور معزز بہنوں اور بھائیو!

سب سے پہلے تو میں اپنی تمام تر کم علمی اور کوتاہی کے باوجود آپ حضرات کا شکریہ ادا کروں گا کہ اہلِ علم کی اس محفل میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی شخصیت، افکار و تعلیمات اور عصرِ حاضر میں اس کی ضرورت پر گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ علم وفکر کے مراکز میں علمی گفتگو، علمائے ربانیین کے تذکرے اور ان کے افکار و تعلیمات سے آگہی یقیناً علم کی شمع کو فروزاں کرنے کا باعث بنتی ہے۔ انسانی سوسائٹی کی ترقی علوم ہی کے سبب سے ہوتی ہے۔ جتنے اونچے درجے کا علم اور نالج (knowledge) ہوتا ہے، اتنا ہی معاشرے ترقی کرتے ہیں۔ جہاں علمی پستی اور فکری افلاس پایا جاتا ہے اور جہالت کے اندھیرے ہوتے ہیں، ایسے معاشرے زوال کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ہر دور میں مجددین کی ضرورت

دین اسلام علم کی شمع روشن کرتا ہے۔ علومِ نبوت اس کی اساس ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہر علم وفکر میں حیلہ جو طبیعتیں بہت سی ایسی چیزیں داخل کر دیتی ہیں، جس سے علم کا اصل چہرہ سامنے نہیں رہتا۔ اسی لیے علوم کو اپنی اصل شکل میں واضح کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ زمانے کا تغیر ایک ایسی بدیہی حقیقت ہے کہ جس کا انکار ممکن نہیں لحظہ لحظہ بدلتے زمانے کا تقاضا ہوتا ہے کہ سماجی زندگی کے دائرے میں جو جدید مسائل پیدا ہو چکے ہیں ان کا حل تلاش کیا جائے، چناں چہ دینی فکر بھی دَور کے اس تقاضے سے باہر نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہر دور کے بدلتے تقاضوں کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ألا! لا نبیّ بعدی، سیکون بعدی خلفاء فیکثرون." (37)

(خبردار! میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ میرے بعد خلفا ہوں گے اور وہ بہت کثرت سے ہوں گے۔)

ایک دوسری حدیث میں ان خلفائے مجددین کا تذکرہ کرتے ہوئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إنّ اللّٰہ یبعث لھٰذہ الاُمّۃ علیٰ رأس کُلِّ مائۃ من یجدّد لھا دینھا." (38)

(بے شک اللہ تعالیٰ اس اُمت کے لیے ہر سو سال کے شروع میں ایسے لوگ بھیجے گا، جو اس (اُمت) کے لیے دین کو نیا اور تازہ کرتے رہیں گے۔)

اس ارشادِ نبویؐ سے واضح ہوا کہ ہر دور کے لیے مجدد کا ہونا ضروری ہے، تاکہ مرورِ زمانہ سے دین کے عملی نفاذ کی راہ میں جو رُکاوٹیں پیدا ہوجاتی ہیں انھیں دور کیا جائے۔ اور دینی فکر اپنی تمام تر تازگیوں اور لطافتوں کے ساتھ نکھر کر سامنے آجائے۔ اور یوں اس کی سحر انگیز نکہتوں سے پوری انسانیت معطر ہوجائے، اور اس کے فطری ارتقا کا سفر بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہے۔

منصبِ مجدّدیّت کی حقیقت اور ذمہ داریاں

مجدد کا کام یہ ہے کہ زمانے کے بدلتے ہوئے دور میں وہ ایمانیات کے تقاضوں کی تشریح کرتا ہے۔ علومِ نبوت کی روشنی میں اس دور کے فرائض و واجبات اور مَنہیات (جن چیزوں سے روکا جانا ضروری ہے) کی نشان دہی کرتا ہے۔ شریعتِ مقدسہ کو ہر قسم کی رسمی جکڑ بندیوں، فرقہ پرستیوں سے پاک کر کے خالص علومِ نبوت اور ان کے تقاضوں کی وضاحت کرتا ہے۔

اس حدیثِ مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے منصبِ مجدّدیّت کی حقیقت اور ذمہ داریاں واضح کی ہیں اور یہ بتلایا ہے کہ مجدد کون ہوتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اس کی ذمہ داریاں اور تقاضے کیا ہیں۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''ایمانی دور کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم عہدہ مجددیت کا منصب ہے۔ ... مجدد ایسے آدمی کو کہتے ہیں کہ جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے علومِ قرآن اور علمِ حدیث کا بڑا وافر حصہ عطا کیا ہو۔ پھر اس کو اطمینان وسکینت کا لباس پہنایا ہو۔ پھر وہ (علومِ نبوت کی روشنی میں) حرام، واجب، مکروہ، مستحب اور مباح کو صحیح طور پر متعین کرتا ہے۔ وہ شریعت کو موضوع احادیث سے الگ کر کے صاف طور پر بیان کرتا ہے۔ اسی طرح قیاس کرنے والوں کے ہر طرح کے خیالات اور افراط وتفریط سے اُسے پاک کرتا ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں۔ چناں چہ وہ اس سے علومِ نبوت حاصل کرتے ہیں۔ ... ہمارے نزدیک حدیث میں مجدد کی آمد سے متعلق جو سو سال کا تذکرہ آیا ہے وہ اندازاً ہے۔ سو کا عدد کوئی متعین شدہ نہیں ہے۔ اور اس کا آغاز حضور اکرم ﷺ کی وفات سے ہوتا ہے''۔ (39)

اس سے معلوم ہوا کہ تقریباً ہر سو سال بعد ایک مجدد ضرور آئے گا، یا مجددین کی ایک جماعت ضرور آئے گی، جو علمی اور فکری بنیادوں پر ذہنوں میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات، اختلاف وانتشار یا فطری اضمحلال کو ختم کر کے **علم الجمع بین المختلفات** (اختلافی مسائل میں جمع وتطبیق کا علم) کے حوالے سے علمی کام کرتے ہیں۔ اس طرح دین کے اصل علم وفکر اور شعور وبصیرت کو انسانیت کے سامنے نکھارتے ہیں۔

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ؛ اس دور کے ایک عظیم مجدد

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اپنے دور کے ایک عظیم مجدد ہیں، جنھوں نے تجدیدِ دین کا کام کیا ہے۔ اس پر اٹھارہویں صدی سے لے کر اب تک مسلمانوں کے تقریباً تمام فرقے متفق ہیں۔ بلکہ غیر مسلموں کے ہاں بھی علمی اور فکری طور پر دین اسلام کی تعلیمات کے حوالے سے گفتگو ہوتی ہے تو شاہ صاحبؒ کے فکر کی اس مجددانہ اہمیت کو تسلیم کیا جاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ خود حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے مجددیت کا منصب عطا کیا ہے۔ مجھے **علم الجمع بين المختلفات** میں کمال دیا ہے، یعنی: علمی آرا کے حوالے سے موجود اختلافات کو دینِ اسلام کی اصل تعلیمات اور واقعی حقائق کے تناظر میں سمجھنا، اور ان میں جو ممکنہ ابہامات اور مخمصے پیدا ہو چکے ہیں، انھیں دور کرنا ہے۔ شاہ صاحبؒ "**التّفهيمات الإلٰهيه**" میں فرماتے ہیں کہ:

> "جب میرے لیے حکمت کا دور اور مرتبہ مکمل ہو گیا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے مجھے مجددیت کی خلعت (اعزازی لباس) سے نوازا۔ پس میں نے مختلف آرا کے درمیان جمع و تطبیق کا علم جان لیا اور میں نے جان لیا کہ شریعت میں ذاتی رائے سے گفتگو کرنا ایک طرح کی تحریف ہے، جب کہ (شریعت کی روشنی میں) پیش آمدہ مسائل کے بارے میں فیصلہ کن رائے دینا بڑے اعزاز کی بات ہے"۔ (40)

بلاشبہ شاہ صاحبؒ نے ایسا مجددانہ علمی اور فکری کام کیا ہے جس نے تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف کے شعبوں میں علما کی مختلف اور متضاد آرا کو چھان پھٹک کر بنیادی علومِ نبوت کی وضاحت کی ہے۔ انھوں نے شریعتِ مقدسہ کو انفرادی آرا پر مبنی خیالات و تصورات سے نکال کر دینِ اسلام کے مجموعی نظام کے تحت مرتب اور منظّم کر دیا ہے۔ یہی نہیں، بلکہ اس کے عملی سماجی تقاضوں کی نشان دہی کی ہے۔ شاہ صاحبؒ کے اس علمی اور عملی کام نے ہندوستان میں بسنے والے انسانوں کی فکری، سیاسی اور معاشی زندگی پر بڑے گہرے اَثرات مرتب کیے ہیں۔

شاہ صاحبؒ کے علوم کا جامعیت پر مبنی مطالعہ اسی حقیقت کی نشان دہی کرتا ہے۔ نہ صرف شاہ صاحب، بلکہ اُن کے بعد اُن کے جانشین حضرت الامام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، پھر شاہ محمد اسحاق دہلویؒ، حضرت سیّد احمد شہیدؒ، شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ اور پھر ان کے سلسلے سے وابستہ بعد میں آنے والے ولی اللّٰہی بزرگوں نے یہی علمی اور عملی جامعیت پائی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حقیقت میں علما وہی ہیں کہ جو مختلف اور منتشر چیزوں کو ایک مربوط اور جامع فلسفہ وفکر کے تحت میں سمجھنے سمجھانے کی اہلیت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

اس خطے کے لوگوں پر شاہ صاحبؒ کا بہت بڑا احسان ہے، جس کا انکار ممکن نہیں۔ آج ہماری زندگی میں دین متین جس شکل میں محفوظ ہے، وہ دراصل ولی اللّٰہی جماعت کے اسی مجددانہ کام کی بدولت ہی ہے۔ چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ برعظیم (پاک و ہند اور بنگلا دیش) اور اس کے اَطراف واَکناف میں جتنے لوگ بھی صحیح دینی مزاج رکھنے والے ہیں، ان کے علم وفکر اور سیرت وکردار کا سلسلۂ سند امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے ہی جا ملتا ہے۔

انبیاؑ کے وارث علما کی ذمہ داریاں

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مجدد کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اپنے مکتوبات میں اس حدیثِ نبویؐ:

"العلماء ورثة الأنبياء" (41) (علما انبیاؑ کے وارث ہیں)

کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

"نبی اکرمؐ کے علوم کی وراثت دو پہلوؤں سے ہے۔ باقی علوم تو نبی کی ذات کے ساتھ خاص ہیں۔ اس میں تو وحی یا نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ انبیاؑ کے جاری رہنے والے دو علوم ہیں: (۱) **علم الاحکام** اور (۲) **علم الاسرار**"۔ (42)

علم الاحکام سے انسانی سوسائٹی کی تشکیل کے بنیادی قوانین اور ضابطے معلوم ہوتے ہیں۔ اس علم میں شریعت کی تعلیمات کی بنیاد پر ان سوالات کے جوابات پنہاں ہوتے ہیں کہ سوسائٹی کو کس رُخ پر آگے بڑھنا ہے؟ اس کا نظم وضبط اور ڈسپلن، اس میں احکامات اور قوانین، ضابطے اور قواعد کس نہج پر مرتب ہونے چاہئیں؟ جب کہ دوسرا علم "علم اسرار دین" ہے، جس میں علم الاحکام کی حکمتیں اور اَسرار یعنی اس کا مربوط فلسفہ وفکر بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت مجدد صاحب نے لکھا ہے کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''جو علما صرف علم الاحکام کے ماہر اور صرف شرعی مسائل بتلا سکتے ہوں اور علم الاسرار نہ جانتے ہوں، وہ حضورؐ کے علوم کے پورے وارث نہیں ہیں۔ جو لوگ صرف علم الاسرار پر واقفیت رکھتے ہوں، اور شریعت کے احکامات سے آگاہ نہ ہوں، تو وہ بھی دراصل انبیاؑ کے وارث نہیں ہیں۔ علم الاحکام اور علم الاسرار دونوں علوم کے جامع اہل علم انبیاؑ کے وارث ہیں۔'' (43)

بلاشبہ مجدد الف ثانیؒ نے جو تجدیدی کام شروع کیا، اس کی تکمیل حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فرمائی۔

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی شخصیت کا مختصر تعارُف

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اٹھارہویں صدی کی عظیم ترین شخصیت ہیں۔ آپؒ ۴/شوال ۱۱۱۴ھ/ 21/فروری 1703ء بروز بدھ کو بہ وقت طلوعِ آفتاب قصبہ پُھلت (ضلع مظفرنگر، یو۔پی) میں پیدا ہوئے۔ (44) آپؒ کا انتقال ۳۰/محرم ۱۱۷۶ھ/ 21/اگست 1762ء بروز ہفتہ کو صبح کے وقت ہوا۔ (45) آپؒ کی زندگی کا دورانیہ قمری حوالے سے اکسٹھ سال چار مہینے اور شمسی حوالے سے ساٹھ سال سے بھی سات ماہ کم ہے۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی زندگی کے اس ساٹھ سالہ تاریخی دورانیے کا تجزیہ کرنا ضروری ہے، تاکہ ان کی شخصیت اور تجدیدی کام کی اہمیت واضح ہوجائے۔ یہ دور وہ ہے کہ جس میں 1707ء میں اورنگزیب عالمگیرؒ کا انتقال ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی حکومت کا وہ پچاس سالہ (1658ء تا 1707ء) سنہرا دور اختتام پذیر ہوتا ہے، جس کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا زوال شروع ہوجاتا ہے۔

شاہ صاحبؒ کی اپنے والدِ گرامی سے تعلیم و تربیت

شاہ صاحبؒ شوال ۱۱۱۹ھ/فروری 1708ء میں پانچ سال کی عمر میں مکتب میں تعلیم کے لیے بٹھائے گئے۔ سات سال کی عمر میں آپؒ نے قرآن حکیم ختم کیا اور دہلی میں مروّجہ نصابِ تعلیم کے مطابق علوم و فنون اور تفسیر و احادیث کی کتابوں کی تعلیم میں مشغول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوگئے۔ دس برس کی عمر میں تھے کہ از خود مطالعے سے کتابوں کو حل کرنے کی استعداد پیدا ہوگئی۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے 15 سال کی عمر میں اپنے دور کے تمام علوم وفنون پر عبور حاصل کرلیا تھا۔ چناں چہ خود ''**الجزء اللّطیف**'' میں لکھتے ہیں:

''میں نے پندرہ سال کی عمر میں تمام علوم وفنون پڑھ لیے تھے، ... اللہ تبارک وتعالیٰ کے عظیم احسانات میں سے مجھ پر ایک احسان یہ ہے کہ چند مرتبہ والد بزرگوار کی خدمت میں رہ کر قرآن عظیم کا درس کچھ اس طرح لیا کہ اُس کے معانی میں غور و تدبر اور اس کے شانِ نزول اور کتبِ تفسیر کی طرف رجوع کرتے ہوئے پڑھا۔ اس طرح کلامِ قدسی میں تدبر حاصل کرنے کا موقع ملا، جو میرے لیے ایک عظیم فتح تھی اور اس پر خدائے قدوس کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔'' (46)

اس طرح انھوں نے دس سال تک اپنے والدِ گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ سے تمام علوم پڑھے۔ کوئی علم نہیں چھوڑا۔ اس طرح حضرت شاہ صاحبؒ پر علومِ قرآنیہ کا دروازہ کھل گیا۔ انھیں قرآن حکیم اور سنتِ رسول اللہ کا پورا فیضان نصیب ہوا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے والدِ گرامیؒ سے خاص طور پر حکمتِ عملی کے آداب اور طریقۂ کار سیکھے۔ اس حوالے سے شاہ صاحبؒ ''انفاس العارفین'' میں لکھتے ہیں:

''ایں فقیر را در مجلسِ صحبتِ حکمتِ عملی و آدابِ معاملہ بسیار مے آموختند۔'' (47)

(انھوں نے اس فقیر کو اپنی مجلسِ صحبت میں بہت سے حکمتِ عملی اور معاملات کے آداب سکھلائے۔)

شاہ صاحبؒ نے اس دور کی اصلاح اور درستگی میں حکمتِ عملی کی اہمیت کو سمجھا اور کتاب وسنت کے دلائل سے اسے سمجھایا۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

''وحکمتِ عملی کہ صلاحِ ایں دورہ دراں است، بہ وسعتِ تمام افادہ نمودند، وتوفیق تشییدِ آں بہ کتاب وسنت و آثارِ صحابہ دادند۔'' (48)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(اس دور کی اصلاح اور درستگی کا دار و مدار حکمتِ عملی پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام تر وسعت کے ساتھ اس کے فوائد مجھ پر ظاہر کیے۔ مجھے توفیق دی ہے کہ کتاب وسنت اور صحابہؓ کے آثار کے دلائل سے اسے مضبوط بناؤں۔)

ظاہری علوم کے حصول کے زمانے میں آپؒ کے ذہنِ رسا میں ہر علم وفن کے کئی قیمتی اور اہم نکات پیدا ہوتے رہے، جس سے مزید غور وفکر کی کئی اَور راہیں کھلتی چلی گئیں۔ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''دریں میان سخنانِ بلند در ہر فن بہ خاطر مے رسیدند، واز کوشش زیادہ تر کشادِ کار بہ نظر مے آمد۔''(49)

(علوم کے حصول کے دوران ہر فن میں بلند ترین خیالات میرے دل میں آتے رہے اور اپنی کوشش سے ان علوم کی وسعت اور کشادگی میری نظر میں آتی رہی۔)

۱۱۲۹ھ/1717ء میں ظاہری تعلیم مکمل ہوئی اور اس کے بعد تربیتِ باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس سلسلے میں آپؒ کے مشائخ میں سرِفہرست آپؒ کے والدِ گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ ہیں، جن سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ قادریہ چشتیہ اور سہروردیہ حاصل کیا۔ دوسرے شیخ حضرت شیخ ابوطاہر کردی مدنیؒ ہیں، جن سے ان تمام سلاسلِ عالیہ کی اجازت آپؒ کو حاصل ہے۔

شاہ صاحب خود تحریر فرماتے ہیں:

''پندرہ برس کی عمر میں والد بزرگوار سے بیعت کر کے اشغالِ صوفیا، خصوصاً مشائخ نقشبندیہ کے اشغال میں مصروف ہوگیا اور ان کی توجہ اور تلقین سے بہرہ ور ہوتے ہوئے ان سے آدابِ طریقت کی تعلیم اور خرقۂ صوفیا حاصل کر کے اپنے روحانی سلسلے کو درست کرلیا۔''(50)

اور پھر تمام ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد تقریباً سال ڈیڑھ سال انھوں نے اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

والدِ گرامیؒ سے سلسلۂ تصوف و ارشاد سیکھا، جس میں نقشبندی، قادری، سہروردی، چشتی چاروں سلاسل کی تعلیم و تربیت حاصل کی اور روحانی مقامات طے کیے۔

اپنے والدِ گرامیؒ کی مسندِ درس پر

جب حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو شاہ ولی اللہ دہلویؒ سترہ سال کی عمر میں اُن کے جانشین بنے۔ علومِ ظاہری اور باطنی کی تکمیل کی۔ پھر خود شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

''اس فقیر کی عمر جب سترہ سال تھی تو حضرت والد صاحب مریض ہو گئے اور اسی مرض میں حق تعالیٰ کی رحمت میں پیوست ہو گئے۔ فقیر کو مرض الموت میں بیعت اور ارشاد کی اجازت عطا فرمائی اور بار بار یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ: ''اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے''۔ (51)

اس کے بعد شاہ صاحبؒ نے بارہ سال تک تمام دینی اور عقلی کتابیں بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھائیں۔ چناں چہ خود فرماتے ہیں:

''بعد از وفات حضرتِ ایشاں دوازدہ سال کم و بیش تدریس کتبِ دینیہ و عقلیہ مواظبت نمود، و در ہر علم خوض واقع شد۔'' (52) (حضرت والد صاحبؒ کی وفات کے بعد میں نے تمام علومِ دینیہ و عقلیہ کم و بیش بارہ سال تک مسلسل پڑھائے اور ہر علم میں بڑی دِقتِ نظر کے ساتھ غور و خوض کیا۔)

ہر علم سے متعلق جتنی بھی کتابیں دستیاب تھیں، اُن کے مطالعے کے ساتھ محققانہ نقطہ نظر سے شاہ صاحبؒ نے تعلیم و تدریس کا سلسلہ بارہ سال تک جاری رکھا۔ اس دوران ہر علم پر غور و فکر کر کے اُس کے بنیادی اصول، ضابطے اور قاعدے، اُن کی تلخیصات آپؒ کے ذہن نے متعین کیں۔ علم کا ہر شعبہ مرکزی علم کی شاخ ہے۔ اور پھر علوم کی مختلف شاخوں کے درمیان جو وحدت پائی جاتی تھی، اُن کو مربوط طور پر سمجھنے کا امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کو موقع ملا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بارہ سال کی اس تحقیق اور تدریس کے نتیجے میں شاہ صاحبؒ کے دل میں علم کا ایک بہت بڑا وسیع سمندر سما گیا۔ چناں چہ انھوں نے اُسی زمانے میں علوم کی تلخیصات اور علوم کی تہذیب و تدوین شروع کردی۔ تقریباً دس سال کی تدریس کے بعد ترجمہ قرآن حکیم (فتح الرّحمٰن بترجمة القرآن) اسی بارہ سالہ دور کے آخری سالوں میں (۱۱۴۰ھ/ 1728ء) شروع کیا تھا۔ اُسی وقت شاہ صاحبؒ نے غالباً اپنی سب سے پہلی تصنیف "المقدّمہ فی قوانین التّرجمہ" لکھنا شروع کی، جس میں شاہ صاحبؒ نے ترجمہ نگاری کے مختلف اسالیب اور تراجم ہائے قرآن حکیم کا جائزہ لے کر ترجمہ نگاری کے اصول و قوانین مرتب کرنا شروع کیے۔ سورتِ بقرہ اور آلِ عمران پر مشتمل "زھراوین" کے عنوان سے ایک تفسیر بھی اُسی زمانے میں لکھی۔

پھر بیت اللہ الحرام کی کشش اور علوم کی طلب شاہ صاحبؒ کو حرمین شریفین لے گئی۔ بارہ سال کی اس تحقیقی تدریس و تعلیم کے بعد امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ تقریباً دو سال (۸/ ربیع الثانی ۱۱۴۳ھ/ 21/ اکتوبر 1730ء تا ۱۴/ رجب ۱۱۴۵ھ/ یکم/ جنوری 1733ء) تک حرمین شریفین میں قیام پذیر رہے۔ اس عرصے میں انھوں نے خانۂ کعبہ کے فیوض و برکات حاصل کیے۔ دو دفعہ حج کیا اور درمیان میں مدینہ منورہ میں نبی اکرمؐ کی ذاتِ گرامی سے فیوضات و برکات حاصل کیے۔

حرمین شریفین کے قیام میں حضرت شاہ صاحبؒ کے دوسرے عظیم ترین استاذ شیخ ابوطاہر کردی مدنیؒ اور دیگر مشائخ حرمین ہیں۔ آپؒ نے ان سے علوم الحدیث اور دیگر علوم کی اجازت حاصل کی۔ اُن کے فیوضات و برکات حاصل کیے۔ اس طرح حرمین شریفین کی فیوضات و برکات سے مستقبل کے تمام امور کا ایک مربوط اور مکمل خاکہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ذہن میں آ گیا۔ جس کا اظہار شاہ صاحبؒ نے اپنی کتاب "فیوض الحرمین" میں کیا ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے حرمین شریفین کے فیوض و برکات کے نتیجے میں کن کن علوم کا فیضان ہوا ہے، اس کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے لکھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ''الکعبۃ الحسناء'' کے فیوض و برکات نے علم کا دروازہ کھول دیا۔ انھیں علوم پر پوری طرح شرح صدر ہوگیا۔ ان کا سینہ علوم کے لیے کھل گیا۔ نبی اکرمؐ کے فیوضات و برکات سے علومِ نبوت کا فیضان فوجاً فوجاً (مجموعہ بہ مجموعہ) اُن کے قلب اور دل و دماغ پر نازل ہونے لگا۔

یہ تمام علوم سمیٹ کر ۱۴/رجب ۱۱۴۵ھ/ 2/جنوری 1733ء کو امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ہندوستان واپس دہلی تشریف لاتے ہیں۔ اس کے بعد تقریباً تیس سال (۱۱۴۵ھ/ 1733ء تا ۱۱۷۶ھ/ 1762ء) آپؒ کا مرکزِ علم وفکر دہلی رہا ہے۔ ودیعت کردہ علوم وفنون پر کتابیں لکھیں۔ اس وقت دستیاب کتابیں کوئی پچاس ساٹھ کے قریب ہیں۔ اُن کتابوں میں جتنی بھی علمی اور فکری بحث امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے کی ہے، ان کے اجمالی اشارے اور ان علوم کے اکثر بنیادی نکات ''فیوض الحرمین'' میں موجود ہیں۔ گویا کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اگلے دور کی تجدید کا اجمالی خاکہ حرمین شریفین میں ہی مرتب کرلیا تھا۔ اس حوالے سے شاہ صاحبؒ نے اپنی خودنوشت میں آٹھ بنیادی علوم کا تذکرہ کیا ہے۔

شاہ صاحبؒ نے حرمین سے واپس آ کر تقریباً تیس سال تک یہاں دہلی اور گرد و نواح میں اپنے فیوضات و برکات پھیلائے ہیں۔ اس دوران آخری سالوں میں نادر شاہ کے دہلی پر حملے کے سبب امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ دہلی سے ہجرت فرما کر اپنے آبائی وطن پُھلت میں تشریف لے گئے تھے۔ تقریباً دو ڈھائی سال (شعبان ۱۱۷۳ھ/ 1759ء تا ۸/ ذوالحجہ ۱۱۷۵ھ/ 1762ء) حضرت شاہ صاحبؒ کا پُھلت میں قیام رہا۔ انتقال سے تقریباً دو ماہ پہلے حضرت شاہ صاحبؒ دہلی تشریف لائے اور ۳۰/محرم ۱۱۷۶ھ/ 21/ اگست 1762ء کو آپؒ کا انتقال ہوگیا۔ (53)

یہ شاہ صاحبؒ کی سیرت کے حوالے سے ایک مختصر خاکہ ہے۔

شاہ صاحبؒ کے دور کے سیاسی، معاشی اور فکری حالات

اس دوران میں ہندوستان کی سیاسی، سماجی اور فکری حالت دیگر معاصر تذکروں اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

خود شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تحریرات سے جو واضح ہوتی ہے، وہ یہ کہ اس دور کی سوسائٹی علمی اور فکری انتشار سے دوچار تھی۔ فکری اضمحلال اور انتشار سوسائٹی میں موجود تھا۔ سیاسی عدمِ استحکام تھا۔ معاشی بدحالی اور طبقاتی نظام قائم تھا۔

کسی سماج کی تشکیل میں یہی تین بنیادی چیزیں ہوتی ہیں:

1۔ ایک یہ کہ کسی بھی معاشرے کے تجزیے کے لیے سب سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس میں علمی، فکری حوالے سے فلسفہ وفکر کی حالت کیا ہے؟ سوسائٹی میں وحدتِ فکری ہے یا انتشار ہے؟ سوسائٹی تبھی ترقی کرتی ہے کہ جب تمام لوگ ایک فکر پر متحد ہوں۔ ذہنی طور پر وہ بنیادی اساسی اصولوں پر متفق ہوں کہ کس طرح پورے معاشرے کو نئے خطوط پر آگے بڑھانا ہے۔

2۔ دوسرے یہ کہ اس طے شدہ فکر کی اساس پر ایک مربوط اور مستحکم سیاسی نظام قائم کیا جائے، جو امن و امان کو یقینی بنائے۔ ہر انسان کی جان، مال، عزت آبرو کا تحفظ کرے۔ ایسا ہونا اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ اگر بدامنی اور خوف کی حالت ہو تو معاشرے ترقی نہیں کرتے۔

3۔ تیسرے یہ کہ سوسائٹی کا معاشی نظام کیسا ہے؟ وہاں کے بسنے والے تمام انسانوں کی احتیاجات کی تسکین کا عدل و انصاف پر مبنی نظام قائم ہونا ضروری ہے۔ سوسائٹی میں معاشی خوش حالی ہوگی تو وہ ترقی کرے گی، ورنہ بھوک و افلاس کی حالت میں معاشرے ناکام ہوجاتے ہیں۔

قرآن حکیم میں مثالی معاشرے کی سیاسی اور معاشی خصوصیات بیان کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿١١٢﴾ (54)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(اللہ ایک بستی کی مثال بیان کرتا ہے کہ جو امن والی تھی اور ایسی مطمئن حالت میں تھی کہ اس کا رزق وافر مقدار میں ہر طرف سے آ رہا تھا۔ انھوں نے اللہ کے نعمتوں کی ناشکری کی تو ان کی بداعمالیوں کے سبب اللہ نے انھیں بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا۔)

اس آیت اور اس کے ماقبل آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مثالی سوسائٹی وہ ہے:

(الف) جو امن والی ہو۔ مستحکم سیاسی نظام اور مضبوط حکومت کے سبب ہی سوسائٹی میں امن و امان قائم ہوتا ہے۔

(ب) اسی طرح مثالی معاشرے کی دوسری خصوصیت قرآن نے یہ بیان کی کہ وہ ایسا مطمئن معاشرہ ہو کہ اس کا رزق وافر مقدار میں اسے مہیا ہو۔ یعنی معاشی خوش حالی ہو۔ ہر فرد کی معاشی احتیاجات کی تسکین ہوتی ہو۔

(ج) اس آیت سے دو رکوع پہلے اللہ پاک نے عدل و انصاف کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ اس سے معاشروں کے بنیادی فکر اور نظریے کی وضاحت ہوتی ہے۔[55]

سماجی زندگی کے ان تین بنیادی اساسی اصولوں کی روشنی میں معاصر مؤرخین اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تحریرات یہی بتلاتی ہیں کہ اس زمانے کا ہندوستانی معاشرہ علمی اور فکری حوالے سے عدل و انصاف کے بجائے انتشارِ فکر سے دوچار تھا۔ سیاسی عدمِ استحکام تھا۔ معاشی ناانصافی تھی۔

1۔ علمی اور فکری انتشار کی حالت

یہ بات بڑی واضح ہے کہ سوسائٹی اسی وقت ترقی کرتی ہے کہ جب اس میں سوسائٹی کے سلگتے ہوئے مسائل کے حل کے لیے ایک مربوط قانونی اور فقہی نظام موجود ہو اور دوسرے یہ کہ ایسا قانونی نظام ایک جاندار اور مربوط فلسفہ وفکر پر استوار ہو۔ معاشرے ان دونوں کی ہم آہنگی کی اساس پر ترقی کرتے ہیں۔

اس وقت کے ہندوستانی معاشرے کے فکری انتشار کی حالت کا اختصار کے ساتھ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف فلسفے کے حوالے سے مختلف مکتبہ ہائے فکر منتشر افکار و خیالات پیش کر رہے تھے، جب کہ فقہی اور قانونی نظام کے حوالے سے مختلف فرقوں میں منتشر ذیلی فقہی جزئیات اور تخریجات اختیار کر کے مذہبی انتشار پیدا کیا ہوا تھا۔

(الف) فکر و فلسفے کے حوالے سے سوسائٹی کا انتشار

فلسفے کے حوالے سے ہندوستان کا یہ معاشرہ فلسفۂ یونان کے زیر اثر تھا۔ اہلِ علم جانتے ہیں اس فلسفے کے ماننے والے دو گروہوں میں تقسیم ہیں؛ ایک مشّائین، یعنی مادہ پرست: ان کے بہت سے لایعنی مزعومہ عقلی تخیلات معاشرے میں پھیلے ہوئے تھے۔ فلسفے کا دوسرا اسکول اشراقیین کا تھا، جو سوسائٹی میں اشراقی اور کشفی نقطہ نظر سے مسخ شدہ تصورات کا شکار تھا۔ انھیں کے زیر اثر رہبان، مجذوب، غیر علمی افراد، سوسائٹی میں جمود اور تنگ نظری پیدا کرنے والے موجود تھے۔ اس طرح جہاں فلسفۂ یونان کے ماننے والے مشّائین مادی فلسفے کی اساس پر ایک دوسرے سے دست بہ گریبان تھے۔ اسی طرح اشراقیین کے زیر اثر کشف و کرامات کے حوالے سے انتہا پسندانہ تشریحات نے ایک انتشارِ فکر پیدا کیا ہوا تھا۔ یوں دونوں طرف کے انتہا پسند طبقات لڑ رہے تھے۔

فلسفے کے یہ دونوں سکول، خواہ وہ کشف و کرامات کے حوالے سے ہوں یا مادیت پرستی یا عقل پرستی کی بنیاد پر ہوں، دونوں کئی ہزار سال پُرانے فلسفیوں کے خیالات کے اسیر تھے۔ ان کی حالت بہ قول امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ؛ قدیم یونانیوں کی بیان کردہ عقلیات کی پُرانی ہڈیوں کو سونگھنے اور چاٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھی۔ شاہ صاحبؒ نے ان کے بارے میں بڑے سخت الفاظ کہے ہیں:

’’تابعانِ فلاسفہ نزدیکِ من سگاں اند، بلکہ کم تر از سگاں، سگ استخوانِ کہنہ را بُو مے کند، و ایں ناکساں استخوانہا دو ہزار سال مے بویند و مے لیسند۔‘‘ (56)

(فلسفہ یونان کی اتباع کرنے والے میرے نزدیک کتے ہیں، بلکہ کتوں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

سے بھی کم تر ہیں۔ کتا پُرانی ہڈیوں کو نہیں سونگھتا، لیکن یہ ایسے لوگ ہیں کہ (فلسفے کی) دو ہزار سال پُرانی ہڈیوں کو سونگھتے ہیں اور چاٹتے ہیں۔)

(ب) جاہل صوفیا کا گمراہ کن کردار

شاہ صاحبؒ کے زمانے میں یہی حال جاہل صوفیا کا تھا۔ ایسے جاہل صوفیا علم دشمنی اور مذہب فروشی کا کردار ادا کر رہے تھے۔ انھوں نے روحانیت کے نام پر لوگوں کو بے وقوف بنایا ہوا تھا۔ ایسے جاہل صوفیوں کا دینِ اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا، بلکہ وہ گمراہی پھیلانے کا سبب بن رہے تھے۔ ان کے بارے میں شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

> ''ہمارے اس زمانے کے یہ خودساختہ حاملین تصوف خود بھی گمراہ ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ میں ان پر اللہ کی قسم اٹھا کر' اللہ کے لیے گواہی دیتا ہوں کہ یہ اسلام میں ایک ایسا نیا پیدا شدہ فرقہ ہے کہ جس کی دین اسلام میں کوئی اصل نہیں''۔ (57)

پھر اس پر ستم یہ کہ محققین صوفیا کی اصطلاحات ''وحدت الوجوذ'' اور ''وحدت الشہوذ'' کی اصل حقیقت سمجھے بغیر ان کی انتہا پسندانہ تشریحات نے تصوف اور روحانیت کے نام پر لڑائی جھگڑے کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

(ج) فقہی جھگڑے اور علمِ شریعت سے انحراف

قانون اور اصولِ قانون کی تعلیم و تربیت سے انسانی معاشرہ ترقی کرتا ہے، جسے فقہ اور اصولِ فقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عالمگیرؒ کے عہد میں فقہی اور قانونی تعلیم کے لیے درسِ نظامی پر مبنی تعلیمی نظام مُلّا نظام الدین سہالوی (م 1748ء) نے فرنگی محل لکھنؤ میں قائم کیا تھا۔ ان کے پیش نظر اس دور کی مسلمان ریاست کے قانونی اور عدالتی نظام کے لیے رجالِ کار تیار کرنا تھا، لیکن شاہ صاحبؒ کے زمانے میں ہی اس درسِ نظامی کی حالت یہ ہو چکی تھی کہ اسے پڑھنے والے فقہی موشگافیوں اور حیلہ جوئیوں میں اُلجھ کر رہ گئے۔ جس کو شاہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحبؒ ''استخراجی فقہ'' سے تعبیر کرتے تھے۔ وہ محض فتویٰ بازی، جمود اور تنگ نظری کا علم بن کر رہ گیا۔ حنفی شافعی اختلاف تو اپنی جگہ پر تھے ہی، لیکن خود حنفیوں میں بھی مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے الفاظ میں کچھ ''ورّاقین'' یعنی ورق گردانی کرنے والوں نے انتشارِ فکر پیدا کیا ہوا تھا۔ اس سے دینی قانون، علم وفکر اور معاشرے کی یک جہتی ختم ہوکر رہ گئی تھی۔ یہ علم بھی محض ایک رسم بن کر رہ گیا تھا۔ اس کا مقصد سوائے باہمی مناظرہ بازی اور ایک حکومت قائم رکھنے یا دوسری حکومت کا آلہ کار رہنے کے اور کچھ نہیں تھا۔ خواہ وہ حکومت کیسی ہی نااہل اور ظالم کیوں نہ ہو۔

ان کے بارے میں شاہ صاحبؒ نے ''التّفهيمات الإلٰهيه'' میں لکھا ہے کہ:

''اے بے وقوف اور نادان لوگو! تم نے اپنا نام ''علماء'' رکھ لیا ہے۔ تم یونانی علوم، صرف ونحو (عربی کی گرائمر) اور علم معانی (فصاحت و بلاغت کے علم) میں مشغول ہو، اور سمجھتے ہو کہ بس یہی علم ہے۔ حقیقت میں علم، اللہ تعالیٰ کی کتاب کی محکم آیات کا نام ہے،.. یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ سنت کا نام ہے،.. یا عدل وانصاف کے قائم کرنے کا فریضہ ہے کہ تم اس کی تعلیم حاصل کرو''۔ (58)

شاہ صاحبؒ کے مطابق ''علماء'' تو ہیں، لیکن وہ علم کو غلبہ دین کے مقاصد کے لیے یا شعائرِ دین کے غلبے کے لیے استعمال کرنے کے بجائے محض علم فروشی کا کام کرتے ہیں۔ اس حوالے سے شاہ صاحبؒ نے ''التّفهيمات الإلٰهيه'' میں لکھا ہے کہ:

''کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ علاقوں کے علاقے علما سے خالی ہوگئے ہیں اور اگر کہیں علما ہیں بھی تو وہ دینی شعائر کے غلبے کی جدوجہد سے دور رہتے ہیں''۔ (59)

آپ دیکھئے کہ شاہ صاحبؒ نے یہ علمی اور فکری جائزہ لے کر فکری انتشار کے ذمہ دار جو مختلف مکاتب ہائے فکر ہیں، ان پر کڑی تنقید خود بھی کی۔ اس زمانے کے تمام مؤرخین

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بھی اس حقیقت کی نشان دہی کرتے ہیں۔ "**البدور البازغہ**" کا پورا مقدمہ فلاسفہ یونان کے غلط مزعومات کی تردید میں ہے۔ اسی طریقے سے "**حُجّةُ اللّٰہِ البالِغہ**" کے مقدمے میں علما کے جو کم علمی پر مبنی مختلف تصورات ہیں، ان پر گفتگو ہے۔ "**التّفہیمات الإلٰھیہ**" کی جلد اوّل تفہیم نمبر 69 میں شاہ صاحبؒ نے پوری تفصیل کے ساتھ علما، صوفیا، مشائخ، فوجیوں، حکمرانوں، امرا، تجار، صنعت کار، مزدوروں، کسانوں سے خطاب کرتے ہوئے اُن کی کمزوریاں واضح کی ہیں اور بتلایا ہے کہ کون کون سی خامیاں ان لوگوں کے اندر پیدا ہوچکی ہیں۔

2۔ سیاسی عدمِ استحکام کی حالت

شاہ صاحبؒ کے زمانے میں ایک طرف تو فکری اور دینی بحران کی یہ حالت ہے۔ کتاب وسنت ایک طرف رہ گیا۔ اور استخراجی فقہ اوراس کی اصولی مباحث میں پچھلے ہزار سال کی حیلہ جوئیوں کے استعمالات سے اس کی قانونی روح ختم ہوکر رہ گئی تھی۔ فقہی قوانین جس مقصد کے لیے بنائے گئے تھے، وہ ختم ہوکر رہ گیا۔ شاہ صاحبؒ نے ان امور کی نشان دہی کی۔

ایک تو یہ فکری انتشار موجود تھا۔ دوسرے سیاسی عدمِ استحکام تھا۔ اس دور میں ہندوستان کی سیاسی حالت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ خود شاہ صاحبؒ کے اس ساٹھ سالہ دورانیے میں کوئی دس سے زیادہ حکمران یکے بعد دیگرے بدل چکے تھے۔ جب کہ دنیا بھر میں جہاں بھی مستحکم حکومتیں قائم ہوتی ہیں، اُن کی پالیسیوں میں ایک تسلسل ہوتا ہے۔ اس پالیسی کے تسلسل کے تحت وہ فیصلہ سازی کرتی ہیں اور ملک ترقی کرتا ہے۔ پچاس سال اورنگزیب عالمگیر کی حکمرانی، اور اس سے قبل شاہ جہان، جہانگیر اور اکبر کی حکمرانی کا بھی تقریباً چالیس چالیس پچاس پچاس سال کا دورانیہ ہے۔ اس طرح ہندستان میں کوئی دوسو سال تک ایک مستحکم سیاسی نظام مسلسل قائم رہا، لیکن شاہ صاحبؒ کے پچاس سال کے دورانیے میں دس حکمران یکے بعد دیگرے آتے رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیاسی نظام کی خرابی کا اندازہ اس طرح لگایئے کہ حکمران طبقات ذاتی عیش وعشرت میں مبتلا ہو کر قومی و اجتماعی معاملات میں قوت فیصلہ جیسی اہم طاقت سے محروم ہو گئے تھے۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اما تا حال صبح مشورتے مے کنند، وشام آں را مے شکنند۔''(60)

(حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ (حکمران) صبح کو ایک مشورہ طے کرتے ہیں اور شام کو اسے توڑ دیتے ہیں۔)

اس دور کے سیاسی حکمرانوں کی قوتِ فیصلہ نہ ہونے اور اس سیاسی کمزوری کا نتیجہ شاہ صاحبؒ کے الفاظ میں یہ نکلا کہ:

''واز سلطنت بہ جُز نامے باقی نہ ماند۔''(61)

(نام کے سوا حکومت وسلطنت کا اَور کچھ باقی نہیں رہا۔)

غرض کہ شاہ صاحبؒ کے زمانے میں ہندوستانی سماج، سیاسی طور پر تباہ و برباد ہو چکا تھا، اور شاہ صاحبؒ کو بڑی دل گرفتگی کے ساتھ یہ کہنا پڑا:

''سلطنتِ دہلی منزلہ لُعبہ ٔصبیان گشت۔''(62)

(دہلی کی حکومت اور سلطنت بچوں کا کھیل بن کر رہ گئی ہے۔)

سیاسی عدمِ استحکام کے نتیجے میں بدامنی اور خوف پیدا ہوتا ہے۔ معاشرہ ٹوٹ پھوٹ اور انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہی زمانہ ہے جس میں مختلف اطراف سے دہلی پر حملے ہوتے ہیں۔ نادر شاہ کا حملہ (1739ء) ہے۔ دوسرے لوگوں نے داخلی اختلاف و انتشار کی حالت میں قتل و غارت گری کی ہوئی ہے۔ مرہٹوں کی بڑھتی ہوئی طاقت ہے۔ مرکزی حکومت کا کمزور ہو جانا ہے۔ شاہ صاحبؒ اپنے ایک خط میں سیاسی حالات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ پورے ہندوستان کے تمام صوبوں کا ریونیو کم ہو گیا ہے۔ مرکزی حکومت کے پاس وسائل نہیں ہیں اور ان وسائل کے نہ ہونے کی وجہ سے مستحکم نظام قائم کرنے سے عاجز ہے۔ غیر مستحکم نظام کا ایک مکمل نقشہ پیش کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ لکھتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں:

''ہندوستان کا ریونیو سات آٹھ کروڑ سے کم نہیں ہے، لیکن یہ تب ہے کہ جب مستحکم اور مضبوط حکومت ہو۔ ورنہ تو ایک درہم بھی ہاتھ نہیں آتا، جیسا کہ اس وقت دیکھا جارہا ہے''۔ (63)

3۔عیاش حکمران اور معاشی عدمِ استحکام کی حالت

شاہ صاحبؒ کے زمانے میں حکمران عیاش ہو چکے تھے۔ ملکی خزانے پر بوجھ بن کر معاشیات کے بنیادی اساسی اصولوں کی خلاف ورزی کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ یہ عیاشی ان کے دل و دماغ میں راسخ ہو کر ایک مزمن مرض (chronic disease) کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ اس دور کے حکمران قیصر و کسریٰ سے کم نہیں تھے۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ قیصر و کسریٰ کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے زمانے کے حکمرانوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

''عصر حاضر کے ملوک وسلاطین اور والیانِ ریاست کی عیاشیوں کو دیکھ کر تم ان (قیصر و کسریٰ) کی عیاشیوں اور زندگی کی لذات میں حد سے بڑھنے کا اندازہ لگا سکتے ہو، سرمایہ پرستی کے یہ تمام امراض ان کے اصولِ معاشیات میں داخل ہو چکے تھے۔ لوٹ کھسوٹ کا یہ طریقہ ان کے رَگ و پے میں سرایت کر چکا تھا۔ جس کی وَجہ سے پورے تمدن اور معاشرے میں موجود تمام جماعتوں میں ایک لا علاج رَوگ پیدا ہو گیا تھا''۔ (64)

اس طرح شاہ صاحبؒ نے واضح کیا کہ آج کے زمانے کے ان حکمرانوں کو تم دیکھو تو قیصر و کسریٰ کو تم بھول جاؤ۔ وہی حالت ان کی ہے۔ ان میں سے ایک ایک امیر آدمی اپنی کمر کے گرد ایک پڑکا بھی باندھتا ہے تو وہ بھی کئی کئی لاکھ روپے کا ہے۔ اور اگر کسی عیاشی کی مجلس میں جاتے ہیں تو وہاں ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں کہ میرے پاس کتنا قیمتی جبہ ہے، میرے پاس کتنا قیمتی پڑکا ہے، کتنی قیمتی بڑی کلاہ لگا رکھی ہے۔ اس پر مقابلے ہوتے ہیں، مناظرے ہوتے ہیں۔ اور پھر اس پر جھگڑتے ہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

(الف) اقتصادی بدحالی کا سبب

شاہ صاحبؒ نے اپنے دور کی اقتصادی بدحالی کا بھی جائزہ لیا۔ حکمرانوں کے قومی خزانے پر ٹوٹ پڑنے سے عوام کی اقتصادی حالت بُری ہو رہی تھی۔ اس کے دو اسباب بیان کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ "**حُجّة اللّٰه البالغه**" میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس زمانے میں ملکوں کی خرابی کے دو بنیادی اسباب ہیں:

ایک بڑا سبب یہ ہے کہ لوگوں نے قومی خزانے کو مختلف حیلوں بہانوں کے ذریعے لوٹنا شروع کر دیا ہے، اور اس ذاتی مفاد پرستی پر مبنی لوٹ کھسوٹ کو ہی اپنی کمائی کا دھندہ بنالیا ہے۔ کچھ لوگ ہیں جو غازی اور مجاہد بن کر اسے لوٹ رہے ہیں۔ بعض علما ہیں جو اپنے علم کی وَجہ سے اپنے آپ کو قومی خزانے کا مستحق سمجھتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو حکمران طبقات سے بخشش اور انعام و اِکرام کے طلب گار رہتے ہیں، جیسے نام نہاد صوفی، شاعر اور ادیب لوگ ہیں۔ اور باقی لوگ بھی لوٹ کھسوٹ کے مختلف حیلوں بہانوں سے قومی خزانے کو حاصل کرنے کے لیے سرگرداں رہتے ہیں۔ ان میں ذاتی مفادات اتنے غالب آچکے ہیں کہ انھوں نے اسی لوٹ کھسوٹ کو اپنی کمائی کا پیشہ بنایا ہوا ہے۔ اور وہ اسے بہت اچھا کام سمجھتے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ قومی اور اجتماعی مصلحتیں پوری ہوتی ہیں یا نہیں؟ ذاتی مفاد پرستی کا عالم یہ ہو گیا ہے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ پر حملہ آور ہوتا ہے اور پھر وہ ایک دوسرے کے لیے تنگی کا باعث بنتے ہیں۔ یہ تمام لوگ سوسائٹی اور ملک پر بوجھ بن چکے ہیں"۔ (65)

شاہ صاحب نے واضح کیا کہ بیت المال پر تمام لوگوں کا جھپٹنا، اس کے وسائل کو لوٹنا اور اس لوٹ کھسوٹ میں تمام تر افراد کا شامل ہونا معاشی عدمِ استحکام کا سبب بن گیا۔ شاہ صاحبؒ نے لکھا کہ جو فوجی اور اُمرا ہیں، وہ تقاضا کرتے ہیں کہ ہم نے ملک کی خدمت سرانجام دی ہے، اس لیے ہمیں زیادہ سے زیادہ پیسے ملنے چاہئیں۔ علما ہیں تو وہ کہتے ہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ ہم لوگوں کو علم دے رہے ہیں، اس لیے ہمیں زیادہ سے زیادہ بیت المال سے پیسے ملنے چاہئیں۔ شعرا اور اُدبا ہیں، وہ اس بیت المال پر جھپٹنا چاہتے ہیں۔ ان کی نظریں اس پر ہیں۔ واعظین ہیں تو وہ اپنے وعظ کا وظیفہ بھی خلیفہ اور حکومت سے لینا چاہتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے کہا کہ اور تو اَور وہ فقرا اور زُہاد یا صوفیا جو زہد وتقویٰ کی زندگی بسر کرتے ہیں، وہ بھی چاہتے ہیں کہ اس کا معاوضہ ہمیں حکومت سے ملے۔ شاہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ بیت المال ہے، جو قومی نظام چلانے کے لیے، ملکی نظم ونسق کی عمومی اسلامی مصلحت کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے یا یہ کہ خزانہ اُجاڑنے کے لیے ہے کہ ہر آدمی اُس پر بوجھ ہے۔

شاہ صاحبؒ نے آخر میں ایک جملہ ارشاد فرمایا ہے کہ: ''و یصیرون کلًّا علیٰ المدینة.'' (یہ سب اس سوسائٹی پر بوجھ بن چکے ہیں۔) اور پھر اس چھینا جھپٹی میں ہر ہر طبقے کا جہاں داؤ لگتا ہے، وہاں داؤ لگاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں آپس میں لڑتے ہیں۔ ایک دوسرے پر فتوے لگاتے ہیں۔ کافر بناتے ہیں۔ مال و دولت کی لڑائی جھگڑے کے سبب ایک دوسرے کی عزتیں اُچھالتے ہیں۔ یہاں تک کہ سارے ہی لوگ حکومت کے خزانے کے سامنے دریوزہ گر اور بھیک مانگنے والے بن گئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے ایک اَور جملے پر غور کیا جائے کہ:

''و یکون العمدة عندهم هو التّکسّب، دون القیام بالمصلحة.''

ان کے نزدیک عمدہ ترین بات یہ ہے کہ کسی نہ کسی طریقے سے حکومت سے مال لوٹا جائے۔ ملک کی اصلاح اور سوسائٹی کی ترقی کا قائم کرنا ان کا مقصد اور ہدف نہیں ہے۔ یہی ان کا پیشہ ہے۔ اس طرح اس زمانے میں دو طبقات پیدا ہوگئے۔ معاشرے میں طبقاتی نظام وجود میں آ گیا۔ جن کا ہاتھ پڑتا ہے اور طاقت ور ہیں وہ تو اس بیت المال یا حکومت کے خزانے یا قومی وسائل کی لوٹ کھسوٹ پر سب سے آگے ہیں۔ اور اس طرح

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

امیر سے امیر تر بنتے جا رہے ہیں۔ جس بے چارے کا ہاتھ نہیں پڑتا، وہ غریب اور غریب سے غریب تر ہوتا چلا گیا۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اس طبقاتی نظام میں دونوں طبقے دو مختلف حالتوں میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ ایک طبقہ قیصر روم اور کسریٰ کی طرح عیاشیوں کے سبب بے راہ روی کا شکار تھا۔

(ب) اقتصادی بدحالی کا دوسرا سبب: ظالمانہ ٹیکس

شاہ صاحبؒ نے کہا کہ کسی قوم میں اگر سبھی لوگ وسائل کو لوٹنے لگ جائیں تو اتنے وسائل کہاں سے آئیں گے؟ اس کے نتیجے میں ایک دوسری خرابی یہ ہوتی ہے کہ غریبوں؛ کاشت کاروں، دست کاروں اور تاجروں یعنی کام کرنے والے محنت کشوں پر ظالمانہ ٹیکس لگائے جارہے ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے بیان کیا کہ اصولِ مکاسب (بنیادی پیشے)؛ زراعت، تجارت اور صنعت ہیں۔ معاشیات کے ان تین بنیادی شعبوں میں کام کرنے والے جب یہ ظالمانہ ٹیکس ادا نہیں کر سکتے تو وہ مجبور ہو کر دو میں سے کوئی ایک راستہ اپناتے ہیں: ایک یہ کہ وہ ردّ عمل میں تشدد پسند بنیں اور حکمران طبقہ اُن کے قتل کے درپے ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ مجبوراً وہ ظالمانہ ٹیکس دیتے رہیں تو اُن کی کارکردگی پر فرق پڑتا ہے اور وہ غریب سے غریب تر بنتے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح قومی ریونیو مسلسل کم ہوتا جائے گا۔ شاہ صاحبؒ نے اپنی کتابوں میں کئی مقامات پر اس کا واضح نقشہ کھینچا ہے۔ ایک جگہ شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

> ”اس لیے کہ عیاشانہ زندگی بسر کرنے کے لیے جس ساز و سامان کی ضرورت تھی، اس کا حصول بہت سی دولت خرچ کیے بغیر ناممکن تھا۔ اس لیے ان ملوک و سلاطین نے محنت کش طبقات یعنی کسانوں اور تاجروں وغیرہ پر بھاری ٹیکس لگا دیے۔ اگر وہ ٹیکس دینے سے انکار کرتے تو ان کو مارا پیٹا جاتا اور سخت عذاب دیا جاتا۔ اس طرح ان کے سامنے دوسرا راستہ ہی رہ گیا کہ وہ سلاطین اور سرمایہ داروں کی اطاعت سے منہ نہ موڑیں۔ چوپایوں اور گدھوں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کی سی ذلیل زندگی بسر کریں۔ جن سے ان کی مرضی کے بغیر ہل چلانے اور کنویں سے پانی نکالنے کا کام لیا جاتا ہے۔ اور جن کی تھوڑی بہت پرورش یا غور و پرداخت صرف اس لیے کی جاتی ہے کہ مالکوں کی اپنی اغراض ان کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں"۔ (66)

(معیشت کے حوالے سے مزید گفتگو "شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نظریۂ معیشت" کے عنوان سے ہونے والے لیکچر میں ہوگی۔)

معاشی بدحالی کی وجہ سے دین سے دوری

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس کا لازمی اثر یہ ہوتا ہے کہ جو عیاش طبقہ مال و دولت اکٹھا کرتا ہے اور امیر سے امیر تر ہوتا چلا جاتا ہے، یوں وہ دین سے دور ہو جاتا ہے۔ دین پر عمل کرے گا تو اسے ساری لوٹ کھسوٹ، جھوٹ اور بددیانتی کا ارتکاب چھوڑنا پڑے گا۔ اُن کی عیاشیوں میں فرق آئے گا۔ اس طرح وہ دین کا انکار کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے ہی جاری کردہ طریقۂ کار کو اصل سمجھتے ہیں۔ یہ طبقہ اُسی کو دین کے نام سے مسلط کرتا ہے۔ اب جس عالم نے لوٹ کھسوٹ کرنی ہے، جس شاعر اور ادیب نے یہ کام کرنا ہے، جس حاکم وقت یا فوجی حکمران نے یہ ظلم و ستم کا کام کرنا ہے، وہ بھلا دین کے اساسی اصولوں اور اس کی اَخلاقیات پر عمل کیوں کرے گا؟ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

"فلما كثُرت هٰذهِ الأشغال تشبّح في نفوس النّاس هيآت خسيسة، و أعرضوا عن الأخلاق الصّالحة." (67)

(جب کسی معاشرے میں اس طرح کے کام کثرت سے ہونے لگیں تو پھر انسانوں میں ذلیل خصلتیں جڑ پکڑ جاتی ہیں۔ اور وہ اعلیٰ اور عمدہ اخلاق کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔)

آگے چل کر عیاش حکمران طبقوں کے بارے میں مزید لکھتے ہیں:

"خاضوا في لذّة الدّنيا، و نسوا الدّار الآخرة، و استحوذ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علیھم الشّیطان، و تعمّقوا فی مرافق المعیشۃ و تبا ھوا بھا۔" (68)

(یہ مقتدر طبقات و سرمایہ پرست لوگ دنیا کی لذتوں میں ڈوب گئے۔ اور آخرت کو بھول گئے۔ شیطان نے ان پر اپنا تسلط جمالیا۔ یہ لوگ اپنی دنیوی زندگی کی عیاشیوں میں غرق ہوگئے۔ اور اس پر فخر کرنے لگے۔)

اسی طریقے سے شاہ صاحبؒ نے دوسرے مظلوم طبقے کے لوگوں کی مثال دی ہے کہ جو جانوروں کی سطح پر رہ کر، گدھوں اور بیلوں کی طرح کام کرنے میں جُتے رہتے ہیں۔ ایسے مزدور، کاشت کار یا ایسے ہی پیشوں سے وابستہ لوگ کہ جو سارا سارا دن کام کرنے کے باوجود بھی اُن کی معاشی حالت درست نہیں ہوتی، انھیں ٹیکس دینے کے لیے مجبوراً کام کرنا پڑتا ہے، تو وہ جانوروں کی طرح ہونے کی وَجہ سے سعادتِ اُخروی اور دینی اصولوں پر عمل کرنے کے قابل نہیں رہتے۔ شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

"ثمّ لا تترک ساعۃ من العناء حتّیٰ صاروا لا یرفعون رؤسھم إلیٰ السّعادۃ الاُخرویۃ أصلاً، و لا یستطیعون ذٰلک۔" (69)

(پھر اُن کو محنت اور مشقت سے ایک گھڑی بھی آرام کا موقع نہیں دیا جاتا، یہاں تک کہ یہ لوگ سعادتِ اُخرویہ کی طرف بالکل توجہ نہیں دے پاتے اور نہ ہی یہ اس قابل رہتے ہیں۔)

شاہ صاحبؒ نے عملی بات کی کہ جب کسی مزدور اور محنت کش کے سامنے آپ بات کریں کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو، حج کرو، عبادات کرو، آخرت کا فکر کرو، لیکن چوبیس گھنٹے میں اس کے پاس ایسا وقت ہی نہیں بچتا کہ جس میں وہ یہ کام کرسکے۔ تو وہ کیسے عبادات کی طرف متوجہ ہوگا؟

ایسی صورتِ حال میں شاہ صاحبؒ نے کہا کہ یہ دونوں طبقے دین سے عاری ہوجاتے ہیں۔ ایک مجبوری سے اور ایک عیاشی کی وَجہ سے دین سے دور ہوجاتا ہے۔ طبقاتی تقسیم کے اس ظالمانہ کردار کی وَجہ سے معاشرے کا ہر فرد، دین سے دور ہوجاتا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور یوں پورا معاشرہ دین بیزاری کی لعنت میں گرفتار ہوجاتا ہے، اورنوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ شاہ صاحب کے الفاظ میں:

”و رُبما کان إقلیم واسع لیس فیهم أحد یهمُّه دینه.“ (70)

(بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک بڑے ملک میں ایک بھی آدمی ایسا نہیں ہوتا کہ جو اپنے دین کی فکر کرے۔)

غیر ملکی دشمن طاقتوں کے تسلط پر شاہ صاحبؒ کی نظر

شاہ صاحبؒ نے ایک اَور حقیقت واضح کی کہ نہ صرف یہ کہ اُس سوسائٹی میں افتراق و انتشار اور مختلف فرقے اور گروہ بن گئے تھے، بلکہ اسی کے ساتھ مرہٹوں کی طاقت الگ اُبھر رہی ہے، جو سوسائٹی میں مار دھاڑ اور لوٹ کھسوٹ انسانیت دشمنی کا کام کر رہی تھی۔ خود انسانیت کے علم بردار مسلمان اگر اس لوٹ کھسوٹ میں شریک ہوگئے تو جو باقی مذاہب، جن میں انسانی اقدار کا کوئی تصور نہیں ہے، تو وہ لوٹ کھسوٹ میں ان سے بھی آگے بڑھے۔ مرہٹوں کی ظالمانہ کارروائیاں تاریخ کے صفحات پر محفوظ ہیں کہ انھوں نے خود ہندوؤں کی لوٹ کھسوٹ کے لیے بھی کیسا ظالمانہ کردار ادا کیا۔

اسی طرح شاہ صاحبؒ کی نظر غیر ملکی دشمن طاقتوں کے تسلط پر بھی ہے۔ انھیں صاف طور پر یہ معلوم ہو رہا تھا کہ ایک طرف ملک کا فکری، سیاسی، معاشی اور سماجی نظام دگرگوں حالت میں ہے تو دوسری طرف غیر ملکی سامراج، آہستہ آہستہ پورے ملک کو اپنے ظالمانہ شکنجے میں جکڑ رہا ہے۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ مکہ مکرمہ سے لکھے گئے اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

”احوالِ مردم ہند، بر ما مخفی نیست کہ خود مولد و منشاء فقیر است۔ بلادِ عرب نیز دیدم۔ و احوالِ مردم ولایتِ افرنگ از ثقات ایں جا شنیدم۔“ (71)

(ہندوستان کا حال ہم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ فقیر (شاہ صاحبؒ) کا وطن ہے۔ عرب ممالک کو بھی دیکھا ہے اور انگلستان کے لوگوں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے حالات بھی، ثقہ آدمیوں سے اس جگہ (مکہ مکرمہ) سنے ہیں۔)

اس سے شاہ صاحبؒ کی دور بین نگاہ کا بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ملک کے داخلی اور خارجی حالات پر آپؒ کی گہری نظر تھی۔ اس طرح انگریزوں کی اُبھرتی ہوئی طاقت ایسٹ انڈیا کمپنی کی صورت میں بنگال پر حملہ آور ہو رہی تھی، شاہ صاحبؒ کی نظر میں وہ بھی ہے۔ اسی لیے شاہ صاحبؒ نے اپنے ایک خط میں لکھا کہ بنگال جیسے مال دار سرحدی صوبے — جس کا ریونیو مغل دورِ حکومت میں بہت زیادہ تھا — پر حکمرانی کی اہلیت نہ رکھنے والے ایک کم عقل نوجوان سراج الدولہ کو مقرر کر دیا گیا ہے۔ وہ ان تمام سازشوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

> ''عہدِ محمد شاہ میں بنگال سے ہر سال ایک کروڑ کا ریونیو آتا تھا۔ اور وہاں کا صوبے دار ہمیشہ بروقت اسے بھیجتا رہتا تھا۔ اتنی رقم کی ادائیگی کے باوجود بنگال کا صوبے دار ہندوستان کے امرا میں انتہائی مال دار اور امیر تھا۔ چناں چہ اس وقت جب کہ بنگال میں بدنظمی ہے، وہاں ایک کم عقل ناواقفِ کار نوجوان یعنی قدیم ناظم (نواب علی وردی خاں) کا نواسہ مسلط ہے۔ وہ نوجوان بے شمار خزانوں کا مالک ہے''۔ (72)

شاہ صاحبؒ کی بات تاریخ نے ثابت کردی کہ شاہ صاحبؒ کی زندگی میں ہی 1757ء میں سراج الدولہ کی کم عقلی اور حکمرانی امور سے ناواقفیت کے سبب اس کو شکست ہوتی ہے اور بنگال انگریزوں کی جھولی میں جا گرتا ہے۔

شاہ صاحبؒ کے زمانے میں ہندوستان میں داخلی انتشار جس میں فکری، سیاسی اور معاشی حالت کی خرابی ہی کیا کم مصیبت تھی کہ باہر سے حملہ آور انگریزوں نے ہندوستان کا اہم ترین مالیاتی ترقی یافتہ صوبہ بھی چھین کر اپنے قبضے میں لے لیا۔ جب شاہ صاحبؒ کا 1762ء میں وصال ہوتا ہے تو بنگال، بہار اور اُڑیسہ تین صوبوں کی دیوانی اور مالیاتی نظام ایسٹ انڈیا کمپنی کے پاس چلا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شاہ صاحب کے اس ساٹھ سالہ عہد کا یہ وہ منظر نامہ ہے، ایسے حالات میں شاہ صاحبؒ نے اپنے فکر وعمل کو مرتب کیا۔ شاہ صاحبؒ کے فکر وعمل کی ترتیب میں، اس منظر نامے کا بڑا دخل ہے۔ اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

علمی تحقیق وتجدید کا ولی اللّٰہی منہج

کسی سوسائٹی میں فکری انتشار اور علمی اختلافات معاشرے کے سیاسی استحکام اور معاشی اضمحلال کا باعث بن رہے ہوں تو سب سے پہلی ضرورت یہ ہوتی ہے کہ علم وشعور کے محققانہ انداز و اُسلوب کو پیش نظر رکھا جائے۔ اس لیے کہ کسی بھی سوسائٹی کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ جہاں سے فکر وعمل کے سرچشمے پھوٹ رہے ہیں، انھیں مہذب اور مرتب بنایا جائے، تاکہ اہلِ علم کا نظریہ وفکر اور علم وشعور درست ہو۔ اس لیے سب سے پہلے شاہ صاحبؒ نے علمی طور پر دین کا ایک مستحکم علمی مربوط نظام مرتب کیا۔ انھوں نے بارہ سال تک تمام علوم کی بڑی تحقیق اور غور وخوض کے ساتھ تدریس کی تھی۔ حرمین شریفین کے علما سے علومِ نبوت کا فیضان حاصل کیا تھا۔ خاص طور پر مدینہ منورہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوضات و برکات سے مستفیض ہوئے تھے۔ اس کی روشنی میں انھوں نے اپنا علمی منہج اور فکری اُسلوب متعین کیا۔

تحقیق وتجدید کے لیے علم تطبیق الآرا کی دریافت

اس کے لیے شاہ صاحبؒ نے ''**علم تطبیق الآرا**'' دریافت کیا اور اُسے تمام علوم و افکار اور اعمال و اَخلاق کی تفہیم کے لیے علمی اور فنی طور پر استعمال کیا۔ اس علم کی حقیقت و ماہیت یہ ہے کہ سب سے پہلے مختلف علوم وفنون اور اعمال و اَخلاق کے بنیادی حقائق اور امورِ واقعیہ کا تعین کیا جائے اور پھر اُس شعبۂ علم سے متعلق موجود ''امرِ واقعی'' کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف علمی آرا کا تحقیق وتجزیہ کیا جائے۔ جو رائے ''امرِ واقعی'' کے عین مطابق یا اُس کے قریب تر ہو، اُسے قبول کیا جائے اور جو رائے اُس کے عین مخالف یا بعید تر ہو، اس کی اس قرار واقعی حیثیت کا تعین کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شاہ صاحبؒ کے نزدیک علم کے تین ذرائع؛ عقل، نقل اور کشف ہیں۔ انھیں تینوں ذرائع کو بروئے کار لا کر ہر شعبۂ علم سے متعلق ''امرِ واقعی'' کا تعین کیا جانا ضروری ہے۔ اور پھر پیش آمدہ آرا کے اختلاف کو اسی تناظر میں حل کیا جائے۔ علم تطبیق الآرا کے حوالے سے خود امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''اے میرے بھائیو! — اللہ تم پر رحم کرے — یہ بات جان لو کہ بے شک ہر زمانے اور ہر صدی کا ایک علم ہوتا ہے، جو اللہ عز وجل کی رحمت سے لوگوں تک پہنچتا ہے۔ اگر تم اس اُمتِ محمدؐیہ — اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے — کے شروع زمانے کے حالات پر غور و فکر کرو، جب کہ ابھی شرعی علوم اور ادبی فنون مدوّن نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی ان سے متعلق بہت زیادہ بحث اور تحقیق و تفتیش ہوتی تھی۔ اس وقت ہر دور کی حکمت کے مطابق علما کے سینوں میں حق تبارک و تعالیٰ کی جانب سے ہمیشہ ایک علم کے بعد دوسرے علم کا الہام ہوتا رہا ہے۔ تو تم پر یہ بات مخفی نہیں رہے گی۔

اس دور میں اللہ کی رحمت سے تقسیم ہونے والے علوم کے حوالے سے ہمارا حصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے سینے میں اس اُمت کے علما کے تمام علوم، خواہ وہ معقول ہوں یا منقول اور مکشوف، جمع کر دیے ہیں۔ ان علوم کے ذریعے حاصل شدہ معلومات کو ایک دوسرے پر منطبق کرنے، ان کے باہمی اختلاف کو حل کرنے اور ہر ایک قول کو اپنے اصل مقام پر رکھنے کا علم عنایت کیا ہے۔ یہ وہ بنیادی اصول ہے جسے تمام علمی فنون؛ علمِ فقہ، علمِ کلام، علمِ تصوف وغیرہ میں جاری کرنے کی بحمد اللہ توفیق ہوئی ہے''۔ (73)

شاہ صاحبؒ نے اس علمِ تطبیق الآرا کی روشنی میں عقل، نقل اور کشف کے تناظر میں حکمتِ عملیہ کو بروئے کار لاتے ہوئے ہر شعبۂ علم کے بنیادی حقائق اور واقعی امور کا تعین کیا اور پھر اُس کی روشنی میں ایک مربوط علمی اور فکری مؤقف اختیار کیا۔ شاہ صاحبؒ نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس علمِ تطبیق الآرا کے ذریعے سے متعین کردہ اصول کی روشنی میں علوم القرآن، علومِ حدیث، علومِ فقہ، علومِ تصوف، علومِ تاریخ، علمِ فلسفہ، علمِ کلام وغیرہ سے متعلق علما کے اختلافِ فکر وعمل کو حل کرنے اور وحدتِ فکر وعمل پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا۔ شاہ صاحبؒ کی کتابوں میں بیان کردہ تمام علوم وفنون میں اس علم تطبیق الآرا کو بروئے کار لایا گیا ہے۔ اس علم کے نتیجے میں شاہ صاحبؒ نے درجِ ذیل دو بنیادی طریقہ ہائے علم وفکر متعین کیے ہیں۔

شاہ صاحبؒ کے تجدیدی کام کے دو دائرے

اس طرح شاہ صاحبؒ کے تجدیدی کام کے دو بنیادی دائرے بنتے ہیں:

1۔ **الجادۃ القویمۃ المحمّدیۃ:** شریعتِ محمدیہ کے حوالے سے وجود میں آنے والے فرقوں اور گروہوں کی اختلافی آرا کو حل کرنے کے لیے شریعتِ محمدیہ کے اصل اور قرار واقعی جادۂ قویمہ کا تعین کرنا۔

2۔ **علم اَسرارِ دین:** دینِ اسلام اور دیگر تمام مذاہبِ عالم کے درمیان انسانی سماج کی تشکیل سے متعلق ہونے والے اختلافی امور کے حل کے لیے علم اَسرارِ دین کی اساس پر مسلمہ قواعد وضوابط کا تعین کرنا۔

1۔ شریعتِ محمدیہ کی تفہیم کا سیدھا اور درست راستہ

شاہ صاحبؒ نے علم تطبیق الآرا کے اصولوں کا استعمال کرتے ہوئے پہلا کام یہ کیا کہ شریعتِ محمدیہ کے امورِ واقعی کا تعین کرتے ہوئے ”**الجادّۃ القویمۃ من الشّریعۃ المحمّدیۃ**“ (محمدی شریعت کی درست شاہراہِ فکر وعمل) کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ اس اصطلاح کو شاہ صاحبؒ نے بار بار اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ کہیں مختصر ”**الجادّۃ القویمۃ**“ لفظ استعمال کیا ہے اور کہیں اس کے ساتھ ”**من الشّریعۃ المحمّدیہ**“ یا ”**المصطفویہ**“ وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ یہ اصطلاح سب سے پہلے ان کی کتاب ”**فیوض الحرمین**“ میں نظر آتی ہے۔ پھر ”**التّفہیمات الإلٰہیہ**“ میں شاہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

صاحبؒ نے اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔علم تطبیق الآرا کی روشنی میں جادۂ قویمہ کا تعین ولی اللہی تحقیق و تجدید میں بڑی بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس طرح شاہ صاحبؒ نے شریعتِ اسلامیہ کی تفہیم کے لیے علمی اور فکری بنیادیں مضبوط بنائیں اور اس حوالے سے باقاعدہ قرآن وحدیث، فقہ اور تصوف کی تفہیم کے بنیادی اساسی علوم کی تلخیص کی اور انھیں مرتب اور مدوّن کیا۔ محض نظریات وافکار بیان کرنا کافی نہیں ہے۔ علمی طور پر اور سائنٹفک طور پر علوم کو مرتب اور مدوّن کر کے اصلِ علم اور اس کی تفہیم کا صحیح طریقہ اور فلسفہ مرتب کرنا بھی بنیادی کام ہے جو امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے کیا ہے۔

2۔علم اَسرارِ دین کی اساس پر فلسفہ مذاہبِ عالم کا تعین

شاہ صاحب کا دوسرا بنیادی کام یہ ہے کہ انھوں نے علم تطبیق الآرا کی روشنی میں قرآن حکیم کے نزول کے وقت انسانیت کے تمام مذاہب اور فلسفہ ہائے فکر کے مسلمہ قواعد وضوابط مرتب اور مدوّن کیے۔ یوں انسانی سماج کی درست تشکیل کے لیے ایک مکمل فلسفۂ فکر مرتب کیا، جس کو انھوں نے ''علم اسرارِ دین'' کا عنوان دیا۔ اسے آپ ''فلسفة التّشريع الإسلامي'' بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس علم میں انھوں نے ایک مکمل فلسفۂ فکر و عمل مرتب اور مدوّن کیا، جس میں سوسائٹی کی تشکیل کے بنیادی فکر اور علمی نظریے سے متعلق مسلمہ قواعد بھی بیان کیے اور سیاسی اصول اور معاشی اصول اور ضابطے بھی مرتب کیے۔ اس طرح انھوں نے سماج کی تشکیل اور ارتقا کا پورا عمرانی ڈھانچہ بیان کیا، جسے شاہ صاحبؒ انسانیت کے بنیادی ''اَخلاقِ اربعہ'' اور ''ارتفاقاتِ اربعہ'' کا عنوان دیتے ہیں۔

اب ہم شاہ صاحبؒ کے تجدیدی کام کے ان دونوں دائروں سے متعلق مرحلہ وار گفتگو کریں گے۔ ہمیں اگر علم کی اساس پر وحدتِ فکر پیدا کرنا ہے تو اس کے لیے ہمیں ایک واضح راستہ اختیار کرنا ہے۔ اس راستے کے بنیادی اساسی اصول ہیں۔ دینی علوم کی ترتیب و تدوین کے حوالے سے شاہ صاحبؒ نے جو علمی طریقۂ کار اور منہج اختیار کیا ہے، اسے سمجھنا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”الجادّة القويمة من الشّريعة المحمّديه“

(شریعتِ محمدیہ کی صحیح شاہراہِ فکر وعمل)

دیکھئے! منبعِ علم ذاتِ نبوت ہے۔ اور ذاتِ نبوت حضور اقدس ﷺ پر اللہ کا جو قانون اور ضابطہ آیا ہے، اس کے ہمارے پاس علمی طور پر پہنچنے کے چار بنیادی منابع ترتیب وار ہیں، جن کے ذریعے سے علومِ نبوت اخذ کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ علم کا اگر دعویٰ کیا جائے تو وہ دین کا علم نہیں ہے، وہ کسی کی ذاتی اور شاذ رائے ہوسکتی ہے۔

شاہ صاحبؒ نے دینِ اسلام کے جادۂ قویمہ کا تعین کرتے ہوئے:

1۔ پہلے کتابِ مقدس قرآن حکیم کی نصوص سے حاصل شدہ علم کو امرِ واقعی قرار دیا۔

2۔ اس کے بعد احادیثِ مستفیضہ صحیحہ یعنی صحیح اور مشہور احادیث کو قرار دیا۔

3۔ تیسرے درجے پر کبار صحابہؓ اور تابعین کے مذاہبِ فقہیہ جو مدینہ منورہ اور کوفہ کے فقہا کے تعامل کو قرار دیا۔

4۔ چوتھا درجہ اُن احادیثِ مبارکہ کا ہے، جو فقہا محدثین کے نزدیک صحیح یا حسن ہیں۔

ان چار امورِ واقعیہ سے ثابت شدہ دین ’ظاہر شریعتِ محمدیہ‘ ہے۔

شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

”شریعتِ مطہرہ کا ایک ظاہر ہے اور ایک شاذ ہے اور شریعتِ مصطفویہ کے ظاہر کے چند مراتب ہیں:

1۔ ان میں سب سے مضبوط قرآن حکیم کی ایسی نص ہے کہ کلام اسی معنی اور مطلب کے لیے چلائی گئی ہو۔ اہلِ زبان کے لیے اُس کی مراد اور مفہوم مخفی نہ ہو۔

2۔ اس کے بعد وہ علم ہے جو صحیح اور مستفیض احادیث سے معلوم ہوا ہو۔

3۔ اس کے بعد ان کبار صحابہؓ اور تابعینؒ کا مذہب ہے، جسے امام مالکؒ نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مؤطا میں بیان کیا ہے اور اس پر اہل مدینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر امام مالکؒ کے زمانے تک عمل کرتے رہے۔ اور اسی کے حکم میں وہ ہے جسے (کوفہ میں) مثلاً امام سفیان ثوریؒ وغیرہ نے صحابہؓ کے علم کے طور پر روایت کیا ہے۔

4۔ اس کے بعد:

(الف) وہ علم ہے، جو کتبِ مشہورہ میں روایت شدہ صحیح یا حسن حدیث سے ثابت ہے۔ ایسی حدیث کہ جس کی بنیاد پر حجت قائم کی جاسکے۔ اس حدیث کو فقہا کی ایک جماعت نے لیا ہے۔

(ب) یا وہ علم ہے کہ جو صحیح اور مضبوط استنباط کے ذریعے سے حاصل کیا گیا ہے۔ اور اس کے صحیح ہونے پر ایک جماعت گواہی دے۔

ان چار مراتب سے ثابت شدہ علم نبی اکرمؐ کی شریعت کا ظاہر ہے۔ یہی آپؐ سے ثابت شدہ طریقۂ کار کا جادۂ قویمہ ہے، جس کا ہدایت پر ہونا بالکل واضح ہے۔ اور اس کی قدر وعظمت کا ہونا ظاہر و باہر ہے''۔ (74)

شاہ صاحبؒ نے اس طریقے سے سمجھایا کہ علما جانتے ہیں کہ جب فقہ حنفی پر بحث کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ فقہ حنفی کی کچھ ظاهر الرّواية ہے اور کچھ نادر الرّواية ہے۔ یہ فقہ شافعی کی ظاهر الرّواية ہے اور یہ نادر الرّواية ہے۔ چناں چہ حنفیوں کی ظاهر الرّواية میں کہا جاتا ہے کہ امام محمد کی چھ کتابیں (الجامع الصغير، الجامع الكبير، السِّيَر الصّغير، السِّيَر الكبير، المبسوط (الأصل) اور الزيادات) ہیں، جو اصولِ ستہ کہلاتی ہیں۔ امام شافعیؒ کی ظاہر الروایت وہ اقوال ہیں، جس پر امام رافعیؒ اور امام نوویؒ متفق ہیں، وہ ظاهر الرّواية کہلائیں گی۔ ایسے ہی امام مالک کی ظاهر الرّواية وہ جو ''المدوّنه'' میں مرتب ہو چکی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ شاہ صاحبؒ نے اسی تناظر میں سمجھایا کہ شریعتِ محمدیہ کا بھی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ایک ظاہر ہے اور ایک نادر ہے۔ ظاهر الرّواية جو ہوگی، وہ ان چار امورِ واقعیہ کے ذریعے سے سامنے آئے گی۔ اس کے علاوہ جو بھی ہے، وہ نادر الرّواية ہے۔

اس جادۂ قویمہ کی روشنی میں ضروری ہے کہ منطوقِ قرآن سے متعلق علوم، مشہور اور مستفیض احادیث کا علم، فقہائے اُمت کے تعامل کا صحیح فہم اور اخبارِ احاد پر مشتمل احادیثِ نبویہ سے متعلق علوم کے معیارات متعین کیے جائیں۔ اس کے لیے شاہ صاحبؒ نے علوم القرآن سے متعلق "الفوز الكبير"، "تاويل الأحاديث"، "فتح الرّحمٰن" وغیرہ کتابیں لکھیں۔ احادیث کے علم کی محققانہ تفہیم کے لیے کتبِ حدیث کے طبقات متعین کیے۔ اہلِ مدینہ اور اہلِ کوفہ کے تعامل اور فقہائے اُمت کی فقہی آرا کے تناظر میں شریعتِ محمدیہ کے تعین کے لیے "المسوّٰی" لکھی۔ پھر "حجّة اللّٰه البالغه" کے "القسم الثّانی" میں "الجادّة القويمه" کی روشنی میں شریعتِ محمدیہ کی عملی تفصیلات اور اُن کے اسرار و رموز بیان کیے۔ خلافتِ راشدہ کی روشنی میں علم السیاست والخلافت کے قرار واقعی اصول اور قواعد سمجھنے کے لیے "ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء" لکھی۔ معاشی امور سے متعلق بنیادی اصول اور قواعد "حجّة اللّٰه البالغه" کے ابواب "من أبواب ابتغاء الرّزق" اور "من ابواب المعيشة" میں بیان کیے۔

شریعتِ محمدیہ سے متعلق یہ تمام علوم شریعت کے ظاہر کی حقیقت واضح کرتے ہیں۔ شریعت کے باطن کو سمجھنے کے لیے علم سلوک واحسان کے قرار واقعی امور اور بنیادی اصول "حجّة اللّٰه البالغه" کے ایک مستقل باب "من ابواب الإحسان" میں بیان کیے۔ اس سلسلے میں شاہ صاحبؒ نے "علمِ سلوک و احسان" کو "علمِ حقائقِ کائنات" سے بالکل الگ کر کے بیان کیا۔ دوسرے علم کا تعلق حقائقِ کائنات کے اسرار و رموز سے ہے، جو دراصل علمِ اَسرارِ دین کے زمرے میں شامل ہے۔

جادۂ قویمہ کی روشنی میں فہم علومِ قرآنیہ کا صحیح منہج

جادۂ قویمہ کی روشنی میں حضرت شاہ صاحبؒ نے فہم منطوقِ قرآنی کے لیے علومِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر اور فہم منطوقِ احادیث سے متعلق علوم الحدیث اور فہم مذاہب کبارِ صحابہؓ کے لیے علوم الفقہ مرتب اور مدوّن کی ہے۔ شریعتِ مطہرہ کا سب سے پہلا منبع اور اخذِ علم کا بنیادی مرکز قرآن حکیم کی نص اور اس کا منطوقِ کلام ہے۔ قرآن حکیم کے نصوص کو سمجھے بغیر فہم علم کا راستہ نہیں کھل سکتا۔ یہ راستہ سب سے زیادہ قوی اور عمدہ ترین ہے۔ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

"فأقواها: ما وُجد فی نصّ القرآن العظیم منطوقاً بہٖ بحیث لا یخفیٰ المراد منہٗ علیٰ العارف باللّسان." (75)

(ان میں سب سے مضبوط قرآن حکیم کی ایسی نص ہے کہ کلام اسی معنی اور مطلب کے لیے لایا گیا ہو۔ اہلِ زبان کے لیے اُس کی مراد اور مفہوم مخفی نہ ہو۔)

علومِ قرآنی کی تفہیم میں شاہ صاحبؒ کا تجدیدی کام

حضرت شاہ صاحبؒ نے منطوقِ قرآنی کے فہم کے لیے اصولِ تفسیر سے متعلق علوم مرتب اور مدوّن کیے۔ چناں چہ اُن کی کتاب "**الفوز الکبیر فی اُصول التّفسیر**" اس حوالے سے بنیادی حیثیت رکھتی ہے، جس کے پہلے باب میں انھوں نے منصوص و منطوقِ قرآنی پر مبنی پانچ علومِ قرآنی کو بیان کیا۔ پھر دوسرے باب میں نظمِ قرآن کے معانی سمجھنے کی رُکاوٹوں پر مبنی امور کی نشان دہی کی اور اُن کا حل پیش کیا۔ مثلاً شرحِ غریب القرآن، ناسخ و منسوخ کی بحث، اسبابِ نزول کی معرفت اور الفاظِ قرآنی اور معنیٔ قرآنی سے متعلق بعض بنیادی امور کو سمجھنے کا مربوط نظام پیش کیا۔ پھر تیسرے باب میں اسلوبِ قرآن کی نُدرت کو بڑے منفرد انداز میں واضح کیا۔ پھر چوتھے باب میں مختلف تفسیری اسالیب اور ان کے تحلیل و تجزیے پر مشتمل بڑی جامع گفتگو کی۔ پھر اپنے جامع اسلوبِ تفسیر کی وضاحت کرتے ہوئے وہبی طور پر حاصل کیے ہوئے علم تفسیر سے متعلق پانچ علوم کی نشان دہی کی۔ اپنا جامع اسلوبِ تفسیر متعین کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ نے علومِ قرآنیہ کے سلسلے میں نئے اور مفید علوم کے اضافے بھی کیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علم تفسیر میں شاہ صاحبؒ کے دریافت کردہ علوم

شاہ صاحبؒ ''الفوز الکبیر'' میں لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے وہبی طور پر علم تفسیر میں مجھے یہ علوم عطا فرمائے ہیں:

1۔ قصصِ انبیاؑ کی حقیقت و ماہیت کی تاویل وتشریح۔...

2۔ قرآن حکیم میں بیان کردہ پانچ علومِ قرآنیہ کی توضیح۔...

3۔ فارسی میں ایسا ترجمۂ قرآن، جو کہ عربی الفاظ کے عین مطابق ہے۔...

4۔ علومِ خواص القرآن: قرآنی آیات کے خواص واثرات۔...

5۔ ''مقطّعاتِ قرآنیہ'' کے معانی اوران کے مفہوم کا حل''۔ (76)

[ا] علمِ تاویل قصص الأنبیاءؑ

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے مجھ پر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اقدس ﷺ تک قرآن حکیم میں جتنے قصص قرآنی اور انبیا کے واقعات بیان کیے گئے ہیں، ان کے صریح فہم اوران کی تاویل وتفہیم کا دروازہ کھولا گیا۔ شاہ صاحبؒ نے اس پر ''تاویل الأحادیث'' کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اقدسؐ تک انسانی معاشرے کے ارتقا کے کون کون سے مراحل ہیں اور ہر مرحلے میں کس نبی کا کام کس نوعیت کا ہے۔ تمام انبیا کے بنیادی اساسی اصول تو ایک تھے۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

''إعلم أن أصل الدّین واحد، اتّفق علیه الأنبیاء و إنّما الاختلاف فی الشّرائع و المناهج''. (77)

(جاننا چاہیے کہ دین کے بنیادی اصول ایک ہیں۔ اس پر تمام انبیا متفق ہیں۔ ان کے درمیان شریعت اور منہج میں اختلاف پایا جاتا ہے۔)

شاہ صاحبؒ نے اس کو علمی طور پر مرتب اور مدوّن کردیا۔

اس کتاب ''تاویل الأحادیث'' کے ساتھ ''البدور البازغه'' کا تیسرا مقالہ ملا کر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پڑھا جائے، جس میں اقوام اور ملل پر گفتگو کی ہے۔ قومیں کیسے تشکیل پذیر ہوتی ہیں؟ ملتیں کیسے وجود میں آتی ہیں؟ اس طرح حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اقدسؐ اور ملت ِابراہیمیہ حنیفیہ تک ملتوں کی اس بحث کو اس کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو قرآن حکیم میں بیان کردہ انبیا کی پوری تاریخ کا ایک مربوط خاکہ ذہن میں آجاتا ہے۔ انبیائے کرامؑ کے علمی اور عملی طریقۂ کار کی پوری نوعیت واضح ہوجاتی ہے۔ پھر اسی تناظر میں حضور اقدسؐ کی ارتفاقِ رابع یعنی بین الاقوامی نظام قائم کرنے تک کے کام کی نوعیت خوب روشن ہوکر سامنے آجاتی ہے۔ سیرتِ نبویؐ پر یوں تو بہت سے لوگوں نے کام کیا ہے، لیکن "تاویل الأحادیث" کے آخر میں جو نبی اکرمؐ پر جامع اور پُر مغز گفتگو امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے کی ہے، وہ لائق مطالعہ ہے۔ اس مختصر سے وقت میں ہم اس پر تفصیلی گفتگو نہیں کرسکتے۔ اس طرح ماضی کی تاریخ کے تجزیے پر مشتمل قصص قرآنی کی ایسی تشریح وتعبیر کی کہ جس سے ہر شعبۂ زندگی میں انعام یافتہ حضرات (انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین) کے فکر وعمل کی حقانیت اور مغضوب علیہم اور ضالین کے فکر وعمل کی گمراہی بڑی خوبی سے واضح ہوجاتی ہے۔ اس کی روشنی میں قرآنی علم الاحکام کی حقانیت کا پورا اثبات ہوجاتا ہے۔

[۲] قرآنی علومِ خمسہ کی بنیادی حقیقت اور ان کا صحیح فہم

منطوقِ قرآن کے فہم کے لیے دوسرا اہم ترین علم؛ علومِ خمسہ کے عنوان سے ہے۔ اس حوالے سے شاہ صاحبؒ نے "الفوز الکبیر" کے پہلے باب میں منطوقِ قرآن سے متعلق پانچ علوم؛ (۱) **علم الأحکام**، (۲) **علم المخاصمه**، (۳) **علم التّذکیر بأیّام اللّٰه**، (۴) **علم التّذکیر بالآلاء اللّٰه**، (۵) **علم التّذکیر بالموت و ما بعدهٗ** بیان کیے ہیں۔ ان علوم کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے۔ عام طور پر ہمارے ہاں ان پانچ علوم کے الفاظ رٹا دیے جاتے ہیں، لیکن ان پانچ علوم کی صحیح تفہیم اور منطقی توجیہ واضح نہیں کی جاتی۔ شاہ صاحبؒ نے "**حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه**" میں ان علوم کے نزول کے اسباب بھی بیان کیے ہیں۔ بلکہ وہاں تو سات علوم کا ذکر کیا ہے۔ لیکن یہاں "**الفوز الکبیر**" میں ان کا خلاصہ پانچ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی صورت میں مرتب کر دیا ہے۔

(الف) علمُ الأحکام کی حقیقی نوعیت

ان پانچ علوم کو مربوط طور پر کچھ اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ کسی بھی انسانی معاشرے کی تشکیل کے لیے احکامات پر مبنی قانون اور شریعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا کا ہر مذہب و ملت اپنی سوسائٹی کی تشکیل کے لیے قوانین بناتا ہے۔ احکامات جاری کرتا ہے۔ اس طرح انسانی معاشرے کی ترقی کا بنیادی قانون اور ضابطہ دین اسلام میں منطوقِ قرآن کا بیان کردہ ''علم الاحکام'' ہے۔ اس علم الاحکام میں عبادات بھی ہیں۔ ارتفاقات کی درستگی کا علم بھی ہے۔ انسانی کامیابی کے دُنیوی اور اُخروی اصول یعنی اَخلاقِ اربعہ کا علم بھی ہے۔ اس لیے شاہ صاحبؒ نے الفوز الکبیر میں علم الاحکام کی تفصیل بیان نہیں کی۔ دوسری کتابوں میں یعنی ''حجۃ اللّٰہ البالغہ'' میں شاہ صاحبؒ نے علم الاحکام پر تفصیلی گفتگو کر دی ہے۔ اس کا مطالعہ کیا جائے تو کسی بھی انسانی معاشرے کی تشکیل کے لیے صحیح علم اور عمل پر مبنی احکامات کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

شاہ صاحبؒ نے ''حجّۃ اللّٰہ البالغہ'' میں ''علم الأحکام'' کے ذیل میں تین مزید علوم کا تذکرہ کیا ہے:

1۔ **علم التّوحید و الصِّفات**: اس علم میں عام انسانی عقل کے مطابق اللہ کی ذات و صفات سمجھائی گئی ہیں۔

2۔ **علم العِبادات**: اس علم میں قربِ بارگاہِ الٰہی کے حصول کے طریقہ ہائے عبادت بتلائے گئے ہیں۔

3۔ **علم الارتفاقات**: اس علم میں انسانی اجتماعیت کے لیے سہولتوں پر مبنی چار مراحل کی تفہیم کی جاتی ہے۔(78)

امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ جہاں علم صحیح ہو اور عمل صحیح ہو، یعنی اس کام کو سرانجام دینے کا ٹھیک ٹھیک (perfect) عملی ڈھانچہ آپ بتلائیں اور اس کا صحیح

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

علمی فکر اور نقطہ نظر دوٹوک انداز میں بتلائیں تو وہ علم صحیح ہوتا ہے اور عمل صحیح ہوتا ہے۔ علم صحیح سے جہالت دور ہوتی ہے اور عمل صحیح سے ظلم ختم ہو کر عدل و انصاف قائم ہوتا ہے۔

چناں چہ قرآن حکیم نے اپنے نزول کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝ (79)

(ہم نے دکھلائی امانت آسمانوں کو اور زمین کو اور پہاڑوں کو، پھر کسی نے قبول نہ کیا کہ اس کو اٹھائیں اور اس سے ڈر گئے، اور اٹھا لیا اس کو انسان نے، یہ ہے بڑا بے ترس نادان۔)

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ انسان میں جہالت اور ظلمت موجود تھی۔ اس کی ظلمت اور ناانصافی عدل و انصاف کے معیار کے مطابق عمل کرنے سے دور ہوتی ہے اور اس کی جہالت علم سے دور ہوتی ہے۔ تو ظلوم وجہول کی ضد علم وعدل ہے۔ تو علم وعدل کی بنیاد پر جو فکر وعمل وجود میں آتا ہے اور اس کی اساس پر کوئی حکم جاری ہوتا ہے تو سوسائٹی ترقی کرتی ہے۔ اس طرح **علم الأحکام** کی روشنی میں انھوں نے یہ واضح کیا کہ صحیح علم وعمل پر مشتمل احکامِ شریعت جو منصوص ومنطوق قرآن سے ثابت ہیں، وہی حق ہیں۔ انھیں کے ذریعے سے انسانی سماج ترقی کرسکتا ہے۔

(ب) علمُ المخاصمہ (علم مباحثہ ومکالمہ) کا صحیح فہم

علم المخاصمہ کی صحیح حیثیت اس طرح سمجھی جاسکتی ہے کہ صحیح علم اور صحیح عمل پر مبنی قرآنی علم الاحکام سے متصادم فکر وعمل کے ممکنہ چار پہلو ہوسکتے ہیں:

(ا) ایک یہ کہ علم تو ہو، لیکن اس پر مادی مفادات کی وجہ سے عمل نہ کیا جائے۔ جیسے یہودیت کے پاس تورات تھی، لیکن وہ اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ قرآن کہتا ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ [80] ایسے لوگ ''مغضوب علیہم'' ہیں۔

(۲) عیسائیت کے پاس علم ندارد، لیکن رہبانیت اختیار کر کے علم صحیح کے بغیر عمل کرتے جا رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ بھی ''ضالّین'' یعنی گم کردۂ راہ کی صورت میں ناکام ہیں۔ عیسائیت کا تذکرہ۔

(۳) اسی طریقے سے وہ لوگ جو صحیح علم اور صحیح عمل دونوں کے منکر ہیں وہ مشرک ہیں۔

(۴) اور جو علم صحیح اور عمل صحیح یعنی اسلام کے احکامات کو بہ ظاہر قبول کرتے ہیں، لیکن عمل نہیں کرتے، منافقین ہیں۔

قرآنی علم الاحکام سے متصادم ممکنہ شکلیں چار ہیں۔ قرآن نے ان چاروں گروہوں کے ساتھ مباحثہ کیا ہے۔ **علم المخاصمہ** کی روشنی میں ناقص علم اور ناقص عمل پر مشتمل چار مختلف فرقوں: یہودیت، عیسائیت، مشرکین اور منافقین کے فکر و عمل کی فکری اور عملی خرابیاں واضح کیں۔ اس طرح علم الاحکام سے متضاد جتنے بھی چار مکتبہ ہائے فکر یا سکول آف تھاٹ تھے، قرآن نے ان سے مکالمہ کیا اور ان کے شکوک و شبہات دور کر کے قرآنی علم الاحکام کو مستحکم اور مضبوط بنایا۔

(ج) علم التّذکیرات

پھر شاہ صاحبؒ نے **علم التّذکیرات** کی روشنی میں ماضی کی تاریخ، حال کے انعاماتِ الٰہیہ اور موت کے بعد کے حالات سے سبق سیکھنے اور موعظت حاصل کرنے کی حقیقت واضح کی۔ **علم الأحکام** درست طور پر سوسائٹی میں تبھی واضح ہوتا ہے کہ جب لوگوں کو یہ بتلایا جائے کہ جو حکم دیا گیا ہے وہ صحیح علم اور عمل پر مبنی ہے۔ یہ ماضی میں بھی درست تھا، حال پر غور و فکر سے بھی اسے سمجھا جا سکتا ہے۔ اور مرنے کے بعد بھی اس کے درست نتائج آئیں گے۔ اس کے لیے تین تذکیرات ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(ج-۱)علم تذکیر بأیّام اللّٰہ

علم تذکیر بایام اللہ یہ ہے کہ دین حق پر جب حضرت ابراہیمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داوٗدؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے عمل کیا تو اس انعام یافتہ جماعت کے حق میں بہتر نتیجہ نکلا۔ اور ان احکامات کو نہ ماننے والے نمرود، شداد، فرعون، قارون اور ہامان نے عمل نہیں کیا تو کیسا بُرا نتیجہ نکلا۔ اس تذکیر سے ماضی میں الٰہی علم الاحکام کی حقانیت واضح ہوتی ہے۔ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ تذکیر کوئی وعظ و نصیحت ہے بس۔ اس کا علم الاحکام کے فہم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہ تصور صحیح نہیں ہے۔ یہ تذکیرات دراصل علم الاحکام کی حقانیت کو واضح کرتی ہیں۔ علم تاویل الاحادیث پڑھا ہوا ہو تو یہ سمجھنا مزید آسان ہو جاتا ہے۔

(ج-۲)علم تذکیر بآلاء اللّٰہ

اسی طریقے سے تذکیر بآلاء اللہ کی تفہیم ہے۔ انسان کے گرد و پیش میں جو ایک مربوط نظام سورج، چاند، ستاروں اور زمین پر معدنیات، نباتات اور حیوانات کی صورت میں انعاماتِ الٰہیہ موجود ہیں، ان کی روشنی میں قرآن حکیم نے اپنے احکامات کی حقانیت ثابت کی ہے کہ جب یہ کائنات ایک سسٹم کے تحت چل رہی ہے تو انسانی سوسائٹی کو ایک مضبوط سسٹم اور حکم کے تحت کیوں نہیں چلایا جانا چاہیے؟

(ج-۳)علم التّذکیر بالموت و ما بعدہٗ

پھر قرآنی علم الاحکام پر عمل درآمد یا ان کے انکار کے اثرات و نتائج موت کے بعد ظاہر ہوں گے۔ گزشتہ واقعات کے تناظر میں اور موت کے بعد کے جو اعمال کے نتائج ہیں، اس کی گفتگو کے تناظر میں قرآن نے واضح کیا کہ جنھوں نے صحیح عمل کیا، اس کی یہ حالت انعام ہے اور جنھوں نے غلط عمل کیا، ان کی یہ حالتِ سزا ہے۔

یہ علومِ خمسہ کی ایسی جامع تشریح اور منطقی توجیہ ہے کہ جس سے قرآنی علم الاحکام مربوط اور مستحکم طور پر ہر انسان کو سمجھانا آسان ہوگیا۔ علومِ خمسہ پر علمی اور تحقیقی بحث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی دیگر کتابوں **حجة اللّٰه البالغه، سطعات اور البدور البازغه** وغیرہ میں انتہائی محققانہ انداز میں بیان کی ہیں۔

[۳] ترجمہ قرآن حکیم کا جامع علمی اسلوب

شاہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ مجھے ایک تیسرا علم ''**علم ترجمة القرآن**'' دیا گیا۔قرآن حکیم کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کا علم۔اس کے لیے شاہ صاحبؒ نے سب سے پہلے اس علم کے بنیادی اصول وضوابط بیان کرنے کے لیے ''**المقدمه فی قوانین الترجمه**'' کے عنوان سے ایک مستقل رسالہ لکھا۔پھر اس کی روشنی میں ''**فتح الرّحمٰن بترجمة القُرآن**'' کے نام سے ایک معیاری ترجمہ قرآن پاک کیا۔ترجمہ تحریر کرنے کے بعد اس کے مزید اصول بیان کرنے کے لیے ایک مقدمہ ''**مقدمه فتح الرّحمٰن**''لکھا ہے۔ یہ تین کتابیں ہمارے پیش نظر رہیں تو شاہ صاحبؒ کا **علم ترجمة القرآن** ہمارے سامنے آجاتا ہے۔شاہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے پہلے جن لوگوں نے بھی لفظی یا معنوی ترجمے کیے ہیں، ان ترجموں میں چار خرابیاں ہیں۔شاہ صاحبؒ نے واضح کیا کہ قرآن حکیم کا ترجمہ اتنے ہی الفاظ اور اُسی جامعیت کے ساتھ ہونا چاہیے، جس طرح کہ اصل قرآنی الفاظ اور اس کے عربی نظم کے ہیں۔ترجمہ نہ اس سے زائد ہو اور نہ کم۔اور آیت کا مفہوم بھی پورا پورا ادا ہو۔یہ تیسرا علم شاہ صاحب کہتے ہیں منطوقِ قرآن کے فہم کے لیے ضروری ہے۔عربوں کے لیے تو عربی ٹھیک ہے، لیکن غیر عربوں کو اگر منطوقِ قرآن سمجھانا ہے تو جامع اسلوب میں اس کی ترجمانی ہونی چاہیے۔تبھی قرآن حکیم کا منطوق صحیح طور پر سمجھ میں آئے گا۔ ورنہ تو ادھورا اور ناقص مفہوم سمجھیں گے۔اس طرح شاہ صاحبؒ نے ترجمہ نگاری کے ناقص اور ادھورے اسالیب کا تحلیل و تجزیہ کرتے ہوئے ترجمے کے صحیح اصول اور ضابطے اور قوانین واضح کیے۔

[۴] علومِ خواص القرآن

شاہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ مجھے چوتھا علم ''**علم خواص القرآن**'' دیا گیا ہے۔اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

علم میں انسانی روح کو ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق قائم کرنے کے لیے اسماء الحسنیٰ اور قرآنی آیات کے خواص اور تاثیرات بیان کی گئی ہیں۔ قرآن حکیم کے فہم وشعور اور اس کی تلاوت کے ساتھ انسانی روح اور قلب کو جوڑنے سے جو فیضانِ قرآنی کا دروازہ کھلتا ہے، اس کی حقیقت شاہ صاحبؒ نے بیان کی ہے۔ قرآن حکیم کے خواص سے متعلق علوم کی وضاحت کے لیے حضرت شاہ صاحبؒ نے ''**الخير الكثير**'' تحریر فرمائی۔

تصوف کے حصول کا صحیح راستہ قرآن کے فیض کے ذریعے سے سلوک الی اللہ کی منزلوں کو طے کرنا ہے۔ اگر قرآن کے فیض سے ہٹ کر محض شخصیات کی قیودات میں یا تقییدات میں رہا جائے تو یہ شخصیات کے رجعت پسندانہ تصور کو ہی روح پر مسلط کر دیتا ہے۔ اس سے آزادیٔ روح ختم ہوجاتی ہے۔ اس پر شاہ صاحبؒ نے اپنی کتاب ''**التّفهيمات الإلٰهيه**'' کی چند **تفہیمات** میں بحث کی ہے۔ یہ وہ علم نہیں جو علم الاعداد کی بنیاد پر تعویذات اور گنڈوں کے حوالے سے کاروبار بن چکا ہے۔ یہ وہ علم خواص القرآن ہے، جو روح اور سلوک اور اخلاص اور تزکیے کے لیے بنیاد بنتا ہے۔

یہ علم اس تناظر میں بڑا اہمیت رکھتا ہے کہ رسم پرست جاہل صوفیا نے انسانی تزکیے اور تربیت کے نام پر ایسے خودساختہ وظائف اور رسومات اختیار کرلی تھیں، جو قرآن حکیم کی تعلیمات سے متصادم تھیں۔ اس لیے شاہ صاحبؒ نے علومِ خواص القرآن کے ذیل میں تربیت اور تزکیے کا ایک مکمل علمی نظام واضح کیا۔ ان علوم کی اَبحاث حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی دیگر کتابوں؛ ''**سطعات**''، ''**لمحات**'' اور ''**الطاف القدس**'' میں بھی بیان کی ہیں۔

[۵] حروف مقطّعاتِ قرآنیہ کا علمی حل

پانچواں علم جس کے بارے میں شاہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ مجھ پر اللہ پاک نے اس کا دروازہ بھی کھولا، وہ قرآنی سورتوں کے آغاز میں آنے والے حروفِ مقطعات کے معانی اور مفاہیم کا علم ہے۔ یاد رہے کہ یہ علم قطعی نہیں ہے، بلکہ ظنی ہے۔ اس علم کی حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم جس عربی زبان میں نازل ہوا ہے، اس کا ہر ہر حرفِ تہجی اپنا ایک معنی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مفہوم رکھتا ہے۔عربی زبان دنیا کی واحد زبان ہے کہ جس کا ہر ہر حرف اپنی ایک معنویت رکھتا ہے۔ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ''براہینِ قاسمیہ'' میں لکھا ہے کہ:

> ''دنیا کی دیگر زبانوں کے حروفِ تہجی اس وقت تک کوئی معنی نہیں دیتے، جب تک وہ باقی حروف کے ساتھ مل کر اسم یا فعل نہ بنیں۔لیکن عربی واحد زبان ہے کہ جس کی **فقہ اللُّغة** اس حقیقت کی نشان دہی کرتی ہے کہ اس کے ہر مادے یعنی **فَعَلَ** کا **فا**، **عین** اور **لام** کلمے کا ہر ہر حرف اپنی حرفی حیثیت میں بھی ایک معنویت رکھتا ہے۔اور جب وہ کسی فعل یا اسم کی حیثیت میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے **فا**، **عین** اور **لام** کلمے میں موجودگی کے باعث اس اسم اور فعل کی معنویت میں بھی تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے۔''(81)

قرآنی سورتوں کے شروع میں آنے والے حروفِ مقطعات کی تحقیق اور عملی تشریح کے لیے شاہ صاحبؒ نے ''**الفوز الکبیر**'' کے پانچویں باب کی ایک مستقل فصل میں بڑی عمدہ بحث کی ہے۔جس میں شاہ صاحبؒ نے عربی زبان کے حروفِ تہجی کی ترتیب و تدوین اور اُن کے معنوی اثرات ونتائج پر بحث کرتے ہوئے **فقہ اللُّغہ** کی روشنی میں حروفِ مقطعات کے مفاہیم متعین کیے ہیں۔اس سلسلے سے متعلق ہر حرفِ تہجی کی معنویت واضح کرنے کے لیے ''**الخیر الکثیر**'' میں بھی بہت عمدہ بحث کی ہے۔شاہ صاحبؒ کے اس علم کی صحیح او رمحققانہ عقلی توجیہ اور ترتیب حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ''**براھینِ قاسمیہ**'' میں بھی کی ہے۔

یہ پانچ علومِ قرآنیہ ایسے ہیں کہ قرآن حکیم کے تقریباً تمام پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔انسانی سوسائٹی کی تشکیل کے لیے جن بنیادی اساسی امور کی ضرورت ہے، وہ ان پانچ علوم میں بیان ہوجاتے ہیں۔ان علوم کی پوری حقیقت کا فہم رکھتے ہوئے قرآن حکیم کا مطالعہ کیا جائے تو انسانی معاشرے کی تشکیل میں شریعت، طریقت اور سیاست پر مبنی تمام دینی پہلوؤں کا احاطہ ہوجاتا ہے۔جن علمائے ربانیین نے ان علومِ قرآنیہ کا فہم وشعور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حاصل کیا، وہ قرآنی تعلیمات کے پھیلاؤ کے لیے کام کرنے والے مجددین علمائے ربانیین کا حصہ بنے۔ اور انھوں نے ان کے فیوض و برکات سے بہت استفادہ کیا۔

جادۂ قویمہ کی روشنی میں علوم الحدیث کی تفہیم

جادۂ قویمہ کا دوسرا شعبہ تھا احادیثِ مستفیضہ۔ شاہ صاحبؒ نے اس کے لیے بھی بڑی اہم بنیادی بات کہی۔ شاہ صاحبؒ نے کہا کہ اس زمانے میں ہر طبقۂ حدیث پر بحث کر کے حدیثِ مستفیض یا مشہور احادیث اور اخبارِ اُحاد کے بارے میں تحقیق و تجزیہ کرنا ممکن نہیں۔ اس زمانے میں تو جو کتبِ حدیث مدوّن شدہ ہیں، اس کے طبقات متعین کیے جائیں۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ نے "**حجّة اللّٰه البالغه**" میں "**باب طبقاتِ کتب الحدیث**" مرتب کر کے چار طبقاتِ کتبِ حدیث بیان کیے۔ شاہ صاحبؒ نے بتلایا کہ احادیثِ مستفیضہ وہ ہیں جو **مؤطا، بخاری** اور **مسلم** میں ہوں اور جن پر یہ تینوں متفق ہیں اور جن پر صحابہ کرامؓ نے یا امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ قرآن حکیم کے بعد ایسی احادیثِ مستفیضہ کا درجہ ہے۔ اور پھر ان کے لیے بھی شاہ صاحب نے چار پانچ شرائط بیان کی ہیں۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ نے کتبِ حدیث کے چار طبقات متعین کیے ہیں۔

شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:

> "جاننا چاہیے کہ ہمارے لیے نبی اکرم ﷺ کی احادیث معلوم کیے بغیر شریعتوں اور احکامات کو جاننے کا کوئی اَور راستہ نہیں ہے۔ اس کے برخلاف انسانی سوسائٹی کی مصلحتوں کو تجربات اور صحیح فکر و نظر اور اندازے سے بھی معلوم کیا جا سکتا ہے۔
>
> حضور ﷺ کی احادیث کی معرفت اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک کہ حضورؐ سے مروی روایات کی صحیح سند معلوم نہ ہو جائے۔ ہمارے اس زمانے میں ان روایات کو معلوم کرنے کا اس کے علاوہ اَور کوئی راستہ نہیں کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علم حدیث میں مدوّن کی گئی کتابوں سے رہنمائی لی جائے۔ اس لیے کہ آج اس زمانے میں کوئی ایسی معتمد روایت موجود نہیں ہے، جو علم حدیث کی مدوّن کتابوں میں موجود نہ ہو۔ جب کہ علم حدیث کی کتابیں چند مختلف طبقات پر مشتمل ہیں اور مختلف مقام و مرتبہ رکھتی ہیں۔ اس لیے ضروری ہوا کہ کتبِ حدیث کے طبقات معلوم کرنے پر توجہ دی جائے۔

چناں چہ ہم کہتے ہیں کہ صحت اور شہرت کے اعتبار سے کتبِ حدیث کے چار طبقے ہیں:

(۱) پہلا طبقہ تین کتابوں میں منحصر ہے: **مؤطا**، **صحیح بخاری** اور **صحیح مسلم**۔

(۲) دوسرا طبقہ ایسی کتابوں پر مشتمل ہے، جو **مؤطا** اور **صحیحین** کے مرتبے کو نہیں پہنچتیں۔ ان کا درجہ ان تین کتابوں کے بعد ہے۔ یہ کتابیں **سنن ابوداؤد**، **جامع ترمذی** اور **مجتبیٰ نسائی** ہیں اور **مسند احمد** بھی تقریباً اسی طبقے میں شامل ہو۔

(۳) تیسرا طبقہ ایسی مسانید، جوامع اور مصنفات پر مشتمل ہے، جو امام بخاری اور امام مسلم سے پہلے اور بعد لکھی گئیں۔ اور ان میں ہر طرح کی حدیث جمع کی گئی، جیسے **مسند ابویعلیٰ**، **مصنّف عبدالرّزّاق**، **بیهقی**، **طحاوی** اور **طبرانی** کی کتابیں ہیں۔

(۴) چوتھا طبقہ ایسی کتابوں کا ہے کہ جن کے مصنّفین نے ایک لمبے زمانے کے بعد ایسی روایات کو جمع کیا، جو پہلے دو طبقوں کی کتابوں میں موجود نہیں تھیں۔ ایسی کتابوں میں ابن حبان کی **کتاب الضعفاء** اور ابن عدی کی **الکامل** وغیرہ ہیں۔ اس طبقے کی سب سے بہترین حدیث وہ ہے جو ضعیف ہو اور اس میں صحیح ہونے کا احتمال ہو۔ اس طبقے کی بدترین حدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ ہے، جو خودساختہ ہو۔ یہی وہ طبقہ ہے، جس کو بنیاد بنا کر علامہ ابن جوزی نے "کتاب الموضوعات" لکھی ہے"۔ (82)

ان کے تعین کے لیے شاہ صاحبؒ نے "**حجّة اللّٰه البالغه**" میں کتبِ حدیث کے طبقات کا تعین کیا ہے۔ اس سلسلے میں طبقہ اولیٰ کی تین کتابوں؛ **صحیح بخاری**، **صحیح مسلم** اور **مؤطا امام مالک** میں موجود احادیثِ مستفیضہ سے چند شرائط کے ساتھ اخذ و استنباط کو ضروری قرار دیا۔ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

"اس کے بعد وہ علم ہے جو صحیح اور مستفیض احادیث سے معلوم ہوا ہو۔ ایسی احادیث جو امام ابوعبداللہ بخاریؒ اور امام مسلم نیشاپوریؒ کی **صحیحین** اور **مؤطا امام مالک** میں ہوں اور اُن احادیث میں تعارض بھی نہ ہو اور روایات کے الفاظ میں کوئی بڑا اختلاف بھی نہ پایا جاتا ہو۔ اس سے میری مراد درجِ ذیل چار شرائط کا پایا جانا ہے:

1۔ وہ حدیث اپنے معنی اور مفہوم میں ایسی واضح اور صریح ہو کہ عربی زبان جاننے والوں پر اس کا معنی اور مراد مخفی نہ ہو۔

2۔ وہ حدیث مستفیض ہو، یعنی اسے کم از کم تین صحابہؓ یا زیادہ نے روایت کیا ہو۔ پھر بعد کے ہر طبقے میں اُس کے راوی مسلسل بڑھتے رہیں۔ یہاں تک کہ حفاظِ حدیث اور فقہا مجتہدین کے طبقے کے لوگ اس حدیث کو قبول کرلیں اور اس کے مطابق اپنی رائے اختیار کرلیں۔

3۔ وہ حدیث (طبقہ اولیٰ کی) ان تینوں کتابوں (**مؤطا، بخاری اور مسلم**) میں مروی ہو۔ اس لیے کہ:

(الف) ان کتابوں کی اسلام میں ایسی شان ہے جو کسی اَور کتاب کو حاصل نہیں ہے۔

(ب) حدیث اور فقہ کے علما نے ان تینوں کتابوں کو اس طرح قبول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے کہ کسی اَور کتاب کو یہ رُتبہ حاصل نہیں ہے۔

(ج) علما نے ان کتابوں کی صحت کی گواہی کچھ اس طرح سے دی ہے کہ کسی اَور کتاب کے لیے ایسی گواہی موجود نہیں ہے۔

(د) ان تینوں کتابوں کو حدیث اور فقہ کے علما میں خوب شہرت حاصل ہے، وہ علما مشرق میں رہنے والے ہوں یا مغرب کے۔ حجاز میں رہنے والے ہوں یا شام اور عراق میں۔ ان کتابوں کے علاوہ کسی دوسری کتاب کو اہل علم میں اس طرح شہرت حاصل نہیں ہوئی۔

(ہ) علما نے ان کتابوں کے پڑھنے پڑھانے میں ایسی مشغولیت اختیار کی ہے کہ انھوں نے ان کے غریب الفاظ کی شرح لکھی۔ اس کے مشکل الفاظ کو منضبط کیا۔ ان کی فقہ کی تخریج کی۔ ان کے راویوں پر پوری بحث کی۔ ان تین کتابوں کے علاوہ کسی اَور کتاب میں اس طرح علما نے مشغولیت اختیار نہیں کی۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو کسی پر مخفی نہیں، سوائے اُس کے جو علما کے علوم سے بالکل اجنبی ہو۔

4۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ نبی اکرمؐ سے مروی احادیث میں کوئی تعارض نہ ہو۔ خاص طور پر ان کتابوں میں موجود کسی حدیث کی کوئی اَور حدیث معارض نہ ہو"۔ (83)

اکابر صحابہؓ اور تابعینؒ کے مذاہب اور تعامل کی تفہیم

جادۂ قویمہ کی تیسری بنیادی چیز کبارِ صحابہؓ کے مذاہب کا تعین ہے۔ شاہ صاحبؒ کے نزدیک احادیثِ مستفیضہ کے بعد اکابر صحابہؓ اور تابعینؒ کے اختیار کردہ مذاہب کی اہمیت ہے۔ اس حوالے سے تعاملِ اہلِ مدینہ اور اور تعاملِ اہلِ کوفہ کی تفہیم بھی ضروری ہے۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حوالے سے حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

''اس کے بعد کبار صحابہؓ کے اُن اقوال کا درجہ ہے کہ جنھیں امام مالکؒ نے مؤطا میں بیان کرتے ہوئے یہ وضاحت کی ہے کہ: ''یہ کبار صحابہؓ اور تابعینؒ کا مذہب ہے اور جس پر زمانۂ نبوت سے لے کر اب تک اہلِ مدینہ کا عمل جاری ہے۔'' پھر امام مالکؒ کے نقل کیے ہوئے اس قول کو امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام بخاریؒ جیسے فقہ اور حدیث کے جامع افراد نے روایت کیا اور اس پر کوئی گرفت نہ کی ہو، بلکہ انھوں نے وہ اس سے راضی ہوں اور اسے انھوں نے اپنا مذہب قرار دیا ہو اور اس کی مضبوطی کے لیے دیگر صحیح یا حسن احادیث کے ذریعے یا خبرِ واحد کی دلالت النص یا اشارت النص کے ذریعے دلائل دیے ہوں۔ اور اس کی تائید میں صحابہؓ اور تابعینؒ کے جم غفیر کے آثار اور واضح قیاس اور مضبوط استنباطات پیش کیے ہوں۔

تعاملِ اہلِ مدینہ سے متعلق امام مالکؒ کے نقل کردہ اقوال ہی کی طرح تعاملِ اہلِ کوفہ کی اُن روایات اور اقوال کی حیثیت ہے، جو امام سفیان ثوریؒ وغیرہ نے نقل کیے ہیں، لیکن امام مالکؒ کے نقل کردہ اقوال زیادہ تعداد میں ہیں اور زیادہ قابلِ بھروسہ ہیں اور دوسرے افراد کی روایات کی مقدار بہت تھوڑی ہے''۔(84)

اس کے لیے شاہ صاحبؒ نے **مؤطا** کو مرکز اور محور بنایا ہے اور ''**المُسوّٰی من أحادیث المؤطّا**'' مؤطا کی ایک نئی ترتیب قائم کی ہے۔ اس کتاب میں مؤطا سے احادیث پر کبار صحابہؓ کے مذاہب لے کر فقہ حنفی اور فقہ شافعی کے اختیار کردہ فقہی اقوال کی نئی ترتیب قائم کی۔ اکابر صحابہؓ کا تعین کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ نے ''**حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه**'' میں لکھا ہے کہ:

''حضورؐ کے اقوال و افعال کو نقل کرنے والے کبار صحابہؓ میں چار حضرات بنیادی حیثیت رکھتے ہیں: حضرت عمر فاروق، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

علی بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم،لیکن حضرت عمرؓ کا طریقۂ کار یہ تھا کہ وہ دیگر صحابہؓ سے مشاورت اور مباحثہ کرتے تھے، یہاں تک کہ مسئلہ نکھر کر سامنے آجائے اور دل ٹھنڈا ہوجائے۔ اسی لیے اُن کے جاری کردہ اکثر فیصلوں اور فتوؤں کی کرۂ ارض کے تمام مشرقی اور مغربی علاقوں میں اتباع کی گئی ہے۔ اور حضرت علیؓ عام طور پر مشورہ نہیں کرتے تھے۔ ان کے زیادہ تر فیصلے کوفہ میں ہوئے اور اُن سے روایت کرنے والے صرف چند افراد ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ میں تھے۔ اُن سے روایت کرنے والے زیادہ تر لوگ اُسی علاقے کے رہنے والے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے پہلے لوگوں کے بعد اجتہادات کیے''۔ (85)

شاہ صاحبؒ نے ان چاروں کبار صحابہؓ اور مدینہ، مکہ، کوفہ، بصرہ میں موجود فقہائے سبعہ کے اقوال کی روشنی میں حنفی اور شافعی دونوں فقہی مذاہب کا تحلیل و تجزیہ کرتے ہوئے ''المسوی'' میں ان کے تمام اقوال جمع کردیے ہیں۔

پھر ان حضرات کے مذاہب پر شاہ صاحبؒ نے اپنی کتاب ''**عِقد الجید فی الاجتہاد و التّقلید**'' میں اور اسی طریقے سے ''**الإنصاف فی بیان سبب الاختلاف**'' میں اور ''**حُجّۃ اللّٰہِ البالِغہ**'' میں گفتگو کی ہے، ان کتابوں میں اس حوالے سے شاہ صاحبؒ نے جو کچھ لکھا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہؓ کے تعامل پر مبنی دو ہی مراکز ہیں: ایک تعاملِ اہلِ مدینہ ہے، جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ، عمر فاروقؓ وغیرہ وغیرہ سے ہوتا ہوا حضرت امام مالکؒ تک آتا ہے، جس کو امام مالکؒ نے ''**مؤطّا**'' میں مدوّن کردیا۔ اور دوسرا تعامل اہل کوفہ ہے۔ ۱۷ ہجری میں کوفہ شہر حضرت عمر فاروقؓ نے بسایا اور اسے بین الاقوامی مرکز بنا دیا۔ دنیا بھر سے لوگ یہاں آتے تھے۔ یہ ایک فوجی چھاؤنی بھی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کوفہ والوں کی تعلیم و تربیت کے لیے اپنے قریب ترین رفیق، فقیہ اور مجتہد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو سب سے پہلے یہاں بھیجا۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے انتقال کے بعد امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰؓ کا کوفہ اور بصرہ میں قیام رہا۔ کوفہ اور بصرہ میں جو صحابہؓ گئے، اُن کے تعامل کو ''تعاملِ اہلِ کوفہ'' کہا جاتا ہے۔

شاہ صاحبؒ نے کہا کہ ایک تعامل کی نمائندگی امام مالک، اور امام مالک کے اس تعامل پر جو تنقید مکہ سے امام شافعیؒ نے کی، یہ بھی تعامل اہل مدینہ کا ہی مکتبِ فکر ہے۔ اور پھر اس کے مقابلے پر جو اہل کوفہ تھے، جن میں امام ابراہیم نخعیؒ اور امام سفیانِ ثوریؒ ہیں، ان سب حضراتؒ کے فقہی مسلک کو امامِ اعظم امام ابوحنیفہؒ نے مرتب کیا۔ اس کے بعد امام محمد بن حسن شیبانیؒ نے ''کتاب الحجه علیٰ أهل المدینه'' لکھی۔ جس میں اہل مدینہ کے تعامل پر، تعامل کوفہ کے تناظر میں گفتگو کی۔ اس تناظر میں شاہ صاحبؒ نے ان دونوں تعامل کو سامنے رکھا ہے۔ اور اس کے لیے مسویٰ میں فقہ شافعی، فقہ مالکی اور فقہ حنفی، ان کی مستند کتابوں سے جو اجماعِ صحابہؓ سے متعلق اقوال ہیں، وہ جمع کرکے، تجزیہ کرکے ایک رائے قائم کی۔

یہ کبارِ صحابہؓ کا متفق علیہ رائے کا عمل ہے۔ اور اس میں اگر کہیں اختلاف پایا گیا ہے تو اس کے لیے شاہ صاحبؒ نے ایک اَور علم دریافت کیا ہے، علم تطبیق الآراء۔ جس کے ذریعے سے شاہ صاحبؒ نے ان تینوں مکاتب ہائے فکر کے درمیان تطبیق پیدا کرنے کا کام کیا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے کہا ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں فقہ شافعی اور فقہ حنفی اور ایک مخصوص خطے میں فقہ مالکی ہے، انھیں کا تجزیہ کرنے سے جامع دین سامنے آجاتا ہے۔ اس طرح ''المُسوّٰی'' مکمل ہوئی۔

حدیثِ صحیح اور حسن کی تفہیم کے معیارات

شاہ صاحبؒ نے جادۂ قویمہ کا چوتھا نقطہ متعین کرتے ہوئے حدیثِ صحیح یا حسن احادیث کی دریافت کے لیے طبقہ دوم کی تین کتابوں؛ الترّمذی، ابوداؤد اور النّسائی کو پیش نظر رکھا ہے۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''کبار صحابہؓ کے اجماع کے بعد وہ روایات ہیں، جو مشہور کتابوں میں صحیح

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حدیث یا حسن حدیث کی صورت میں روایت کی گئی ہیں اور ایسی روایات سے حجت قائم کی جاسکتی ہو۔ اور اُن روایات کو فقہا کی ایک جماعت نے اپنا مسلک بنایا ہو، یا ایسی احادیث ہوں، جن سے صحیح اور قوی اخذ و استنباط کیا ہو اور اس کے صحیح ہونے پر ایک جماعت نے گواہی دی ہو۔ یہ تمام نبی اکرمؐ کی شریعت کا ظاہر ہے اور حضورؐ کی سنت کا قائم کردہ سیدھا راستہ ہے، جس کی ہدایت بالکل واضح ہے اور جس کی قدر و منزلت روزِ روشن کی طرح واضح ہے"۔ (86)

اس طرح شاہ صاحبؒ نے قرآن و سنت سے اخذِ علم کے بنیادی اصول اور ضابطے پوری تحقیق سے مرتب کیے۔

علم السّیاسیة و الخلافة کی ترتیب و تدوین

اسی طرح شاہ صاحبؒ نے ان تمام علوم کی سمجھ کے لیے "علم السّیاسة و الخلافة" بھی مرتب اور مدوّن کیا۔ اس کے لیے شاہ صاحبؒ نے "إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء" لکھی۔ جس میں خلفائے راشدینؓ؛ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت کی روشنی میں سیاست اور خلافت کے امور متعین کیے۔ ان حضرات میں بھی وہ مرکزی شخصیت جن کے زمانے میں سسٹم اور ادارے بنے، وہ حضرت عمر فاروقؓ ہیں۔ اس لیے شاہ صاحبؒ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کو مرکزی شخصیت قرار دے کر "ازالة الخفاء" کی دو جلدوں میں گفتگو کی۔ اس حوالے سے حضرت عمر فاروقؓ کے دین اسلام کے تین بنیادی دائروں؛ شریعت، طریقت اور سیاست سے متعلق کیے ہوئے فیصلوں اور اقوال کو مستقل رسائل میں جمع کیا ہے۔

ا۔ رسالہ فقہ عمرؓ

شاہ صاحبؒ نے فقہ عمر پر ایک مستقل رسالہ "تدوین مذهب الخلیفة الأوّاب النّاطق بالصّدق و الصّواب أمیر المؤمنین عمرؓ بن الخطّاب" کے عنوان سے مرتب اور مدوّن کیا۔ اس میں شاہ صاحبؒ نے بتلایا کہ دراصل حضرت عمر فاروقؓ مجتہدِ مطلق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مستقل ہیں، جب کہ چاروں فقہا؛ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ گویا کہ فقہ عمرؓ کے مجتهدینِ منتسبین ہیں۔ان چاروں میں وہاں اختلاف ہوتا ہے، جہاں صحابہؓ کا اختلاف ہوتا ہے۔ اور جہاں صحابہؓ کا اتفاق ہوتا ہے، یہ چاروں اُس پر متفق ہوتے ہیں۔ تو اجتماعیت کے نقطہ نظر سے شاہ صاحبؒ نے پوری فقہ مرتب اور مدوّن کر دی۔

۲۔ رسالہ تصوفِ فاروقِ اعظمؓ

اسی طریقے سے شاہ صاحبؒ نے ایک رسالہ ''تصوفِ فاروقِ اعظمؓ'' لکھا، جس میں بہ قول شاہ صاحب: ''نشرِ مقامات و اشاعتِ کرامات و بیانِ حِکم و إفادات خلیفہ ٔاوّاب النّاطق بالحقّ و الصّواب أمیر المؤمنین عمرؓ بن الخطاب'' کا بیان ہے۔ اس رسالے میں بہت ہی نئی اور اہم باتیں کہی ہیں، جو طریقت کے حوالے سے شاہ صاحبؒ سے پہلے کسی صوفی نے نہیں کہیں۔شاہ صاحبؒ نے اس میں یہ بات بھی واضح کی کہ سلسلۂ تصوف کے بانی بھی دراصل حضرت عمر فاروقؓ ہیں۔تصوف کی جو بنیاد سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ نے بتلائی، وہ یقین کی کیفیت کا پیدا ہونا ہے۔نفس اور قلب کی طبیعت کو مہذب بنا کر یقین تک پہنچنے کے لیے شیخ ابوطالب مکیؒ نے ''قوت القلوب'' میں دس بنیادی مقامات بیان کیے ہیں، جن میں توبہ، زہد، صبر، شکر، رجاء، خوف، توکل، رضا، فقر اور محبت شامل ہیں۔شاہ صاحبؒ نے واضح کیا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ان دس مقامات اور یقین کی کیفیات کو منطوقِ قرآن حکیم، احادیثِ نبویہ سے کیسے اخذ کیا اور اس کے مطابق اُن کی سیرت اور کردار کیا رہا۔اس طرح تصوفِ عمرؓ کو انھوں نے مرتب اور مدوّن کر دیا۔ شاہ صاحبؒ کا کہنا ہے کہ اس سلسلے میں حضرت عمر فاروقؓ کے نائب حضرت عثمان غنیؓ، پھر علی المرتضیٰؓ ہیں۔اور کوفہ میں ان کے نائب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔ان کے بعد ان کے نائب حضرت یزید بن اسود نخعیؒ اور حضرت علقمہ بن قیسؒ ہیں۔ پھر اُن کے نائبین حضرت ابراہیم نخعیؒ اور حضرت فضیل بن عیاضؒ وغیرہ ہیں۔ پھر حضرت علیؓ سے آگے جو اُن کے خلفا یا شاگرد ہیں، ان کے واسطے سے سلسلہ بیان کیا ہے۔حضرت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حسن بصریؒ کو انھوں نے حضرت انس بن مالکؓ کا تربیت یافتہ قرار دیا ہے۔ اور پھر اس واسطے سے حضرت جنید بغدادیؒ تک پورا سلسلہ بیان کیا ہے۔

(یہاں پر ہم اختصار سے کام لیتے ہیں۔ چوں کہ علم تصوف ایک مستقل علم ہے، کسی موقع پر اِن شاء اللہ تفصیلی گفتگو کریں گے کہ شاہ صاحبؒ نے "ازالۃ الخفاء" میں سلوکِ عمر کا ایک نیا پہلو علمی بنیادوں پر واضح کیا ہے۔)

۳۔ رسالہ سیاستِ عمرؓ

شاہ صاحبؒ نے "إزالة الخفاء" میں ایک تیسرا رسالہ سیاستِ عمرؓ پر لکھا ہے، جس کے شروع میں لکھتے ہیں کہ:

"فهٰذهٖ كلمات أمير المؤمنين عمر بن الخطّاب رضى اللّٰه تعالىٰ عنهُ فى سياسة الملك و تدبير المنازل و معرفة الأخلاق." (87)

شاہ صاحبؒ نے اس رسالے میں حضرت عمر فاروقؓ کے سیاسی اقوال اور سیاسی حکمت سے متعلق امور بیان کیے ہیں، سیاسی اور معاشی حوالے سے اُن کی آرا کو جمع کیا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے بتلایا کہ معاشی نقطہ نظر سے کون کون سے قوانین حضرت عمر فاروقؓ نے متعارف کرائے اور سیاسی نقطہ نظر سے کون کون سی حکمت آمیز باتیں بیان کی ہیں، وہ تمام اقوالِ عمرؓ ایک جگہ پر جمع کر دیے ہیں۔

اس طرح شاہ صاحبؒ نے "ازالة الخفاء" میں علم دین کا ایک مستقل ڈھانچہ کھڑا کیا۔ اور پھر اسے "خلافتِ راشدہ علیٰ منهاج النبوۃ" یا "خلافتِ خاصہ" قرار دیا۔ اس کے بعد خلافتِ عامہ کا ایک تصور دیا، جو خلافتِ بنواُمیہ سے شروع ہوکر خلافتِ بنوعباس اور خلافتِ بنوعثمان تک دین اسلام کی حکمرانی کا پورا خاکہ شاہ صاحبؒ نے بیان کیا ہے۔ اس وقت اس پر گفتگو کریں تو بہت سا وقت اس پر لگ جائے گا۔ یہ بھی ایک مستقل موضوع کا طالب ہے، جس پر گفتگو کی جاسکتی ہے کہ خلافت اور حکومت کیا ہے؟ خاص طور پر آج اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دور میں ''خلافت وملوکیت'' کے نام سے بھی اور ''خلافت بہ مقابلہ جمہوریت'' کے نام سے بھی کچھ غیر منطقی اور غیر علمی باتیں اسلام کے نام سے کہی جارہی ہیں۔ اس حوالے سے شاہ صاحبؒ کا نقطہ نظر بہت جامع، دوٹوک، قطعی اور منطقی (Logical) ہے۔

علمِ اَسرارِ دین کی تدوین وترتیب

شاہ صاحبؒ کے تجدیدی کام میں ''الجادة القويمة المحمدية'' کے بعد ''علمِ اَسرار دین'' کی اہمیت ہے۔ یہ ایک مستقل علم ہے۔ اس علمِ اَسرارِ دین میں شاہ صاحبؒ نے دین اسلام اور دیگر جتنے مکتبہ ہائے فلسفہ وفکر ہیں، ان کی روشنی میں بھی انسانی ترقی کے قواعدِ کلیہ کا تعین کیا ہے، اور پھر ان قواعدِ کلیۂ مسلمہ سے جو ذیلی اور ضمنی قوانین وجود میں آتے ہیں اور اس کے نتیجے میں جو سیاسی، معاشی، سماجی سسٹم بنتا ہے، اس پورے مجموعے کا نام علم اسرارِ دین ہے۔

ہم انشاء اللہ کل کے موضوع میں تفصیل سے گفتگو کریں گے کہ خود علم اسرارِ دین کیا ہے، اس میں شاہ صاحبؒ نے بتلایا کہ کائنات کیا ہے؟ اس سے متعلق بنیادی حقائق کیا ہیں؟ اس کائنات میں انسان کیا ہے؟ انسان کی حقیقی اور ذاتی حقیقت کیا ہے؟ اس انسان سے پھوٹنے والے اعمال کیا ہیں؟ ان اعمال کے خواص و اثرات کیا ہیں؟ ان خواص و اثرات کے تناظر میں کون سا حکم اور قانون ہونا ضروری ہے؟ اور کون سا حکم اور قانون انسان کے عمل یا انسانیت کے لیے نقصان دہ ہے۔ اس کا ایک منطقی اور مربوط ڈھانچہ علم اسرارِ دین کی شکل میں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے انسانوں کے سامنے رکھا ہے۔

علم تطبیق الآرا کی ترتیب وتدوین

شاہ صاحب پہلے فرد ہیں، جنھوں نے یہ علم تطبیق الآرا دریافت کیا۔ انھوں نے چوں کہ ان تمام علوم — علوم القرآن، علوم الحدیث، علوم الفقہ، علوم التصوف اور علم الحقائق — میں جمع وتطبیق کے لیے اس علم کو بنیاد بنایا، اس لیے اس علم کے قاعدے اور ضابطے مرتب اور مدوّن کرنے کی ضرورت تھی۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ کے صاحبزادے امام

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

شاہ رفیع الدین دہلویؒ نے اس علم کے قواعد وضوابط اپنی کتاب **"تکمیل الاذھان"** میں بیان کیے۔ اس کتاب کے چوتھے باب **"الباب الرابع فی تطبیق الارا"** میں اس فن کی تعریف، موضوع، غرض و غایت، اس کے قاعدے اور ضابطے مرتب اور مدوّن کیے ہیں۔ اسی کے متعلق ایک بحث مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ نے **"العبقات"** میں کی ہے۔ عبقات بھی تصوف کے اہم مسائل پر اسی علم تطبیق الآرا سے متعلق ہے، جس میں تطبیق کے ایک اہم ترین پہلو "تجلّی" پر بڑی تفصیلی گفتگو حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے حقائق کائنات کے تناظر میں کی ہے۔

وقت کی کمی کے باعث علم تطبیق الآرا کے حوالے سے بنیادی اور مختصر سی بات عرض کروں گا۔ حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ نے اس حوالے سے بڑی بنیادی سی بات یہ کہی ہے کہ تطبیق سے یہ مراد قطعی طور پر نہیں ہے کہ کسی بھی معاملے میں مختلف دو آرا آئی ہوں تو تطبیق دیتے وقت ان میں سے کسی ایک رائے کو بالکل غلط قرار دیا جائے، یا کسی ایک رائے پر مبنی دعویٰ کی نفی کر دی جائے، اسی طرح دونوں آرا کو ایک ہی اصول سے پھوٹنے والی دو شاخیں قرار دینا بھی تطبیق کا مقصد نہیں ہے۔ یہ بھی تطبیق کا مقصد اور مراد نہیں کہ ایک کا قول دوسرے پر منطبق کیا جائے اور دوسرے کا قول پہلے پر منطبق کیا جائے اور ان کی اصل رائے کو مسخ کر دیا جائے۔ تطبیق کا مفہوم شاہ صاحبؒ نے یہ واضح کیا ہے کہ کائنات کے حقائق، انسانیت کے حقائق اور گرد و پیش کی سوسائٹی کے حقائق "واقع" کے مطابق معلوم کیے جائیں۔ ان کا تعین **بالعَیان أو البُرھان**، یعنی عقلی طور پر اور مشاہدے کے بعد کیا جائے۔ اور متعلقہ معاملے کے حقائق کا تعین کرنے کے بعد اختلافی آرا میں سے کسی رائے کے بارے میں یہ دیکھا جائے کہ وہ متعین کردہ حقائق کے کس قدر قریب واقع ہوئی ہے اور کس قدر حقائق سے انحراف کیے ہوئے ہے۔ یعنی اصل حقائق سے وہ رائے کس قدر دور ہے یا قریب ہے۔ یعنی پہلے اصل "واقع" کا تعین کرنا اور پھر اس واقع کے تعین کے بعد مختلف آرا کا تحلیل و تجزیہ کر کے اس رائے کا کون سا پہلو درست ہے اور کون سا غلط ہے؟ اس کا تعین کرنا اس حوالے سے بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت شاہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رفیع الدین دہلویؒ کی اصل عبارت اس طرح سے ہے:

> ''علمِ تطبیق سے مراد یہ نہیں ہے کہ کسی ایک فریق کے دوسرے فریق کی مخالفت میں کیے گئے دعوے کا سِرے سے انکار کرنا ہے، اور نہ ہی ایک فریق کی گفتگو کو دوسرے فریق کی مراد پر محمول کرنا ہے، اور نہ ہی ہر مذہب کے اصول وفروع کے واقع کے مطابق ہونے کے دعوے کو قبول کرنا ہے۔ بلکہ اس سے مراد (اس علم کے) امرِ واقعی (متعین کرتے ہوئے، اس) کے ساتھ ہر مذہب کی مطابقت رکھنے والی مقدار کی معرفت حاصل کرنا۔ یہ کام کچھ اس طرح کرنا کہ جو اُس کے اپنے کلام اور اُس کے اصول وفروع سے سمجھ میں آتا ہو، یہاں تک کہ دل مطمئن ہو جائے اور شک دور ہو جائے''۔ (88)

شاہ صاحبؒ نے یہ علم مرتب کر کے فلاسفہ یونان کے فلسفیانہ افکار کی اصل حقائق اور واقع سے انحراف کی حالت کو واضح کیا ہے۔ ان میں کوئی پہلو درست یا صحیح ہے تو اس کا تعین بھی کیا ہے۔ اسی طرح دیگر تمام شعبوں جن میں تصوف کا شعبہ ہے، علم الحقائق کا شعبہ ہے، فلسفے کا شعبہ ہے، فقہی اختلافات ہیں، احادیث سے متعلق اختلافات ہیں، تفسیری اختلافات ہیں، ان تمام شعبوں کی ایک ایک دو دو مثالیں شاہ رفیع الدین دہلویؒ نے اپنے اس رسالے میں بیان کی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک وسیع ترین علم ہے۔ اس سے ''**علم الجمع بین المختلفات**'' کا ایک حقیقی خاکہ سامنے آتا ہے۔ یہ تطبیق الآرا کا علم ہو تو اس سے بات کو درست تناظر میں سمجھنے کی کیفیت اور حالت پیدا ہوتی ہے۔

عصرِ حاضر میں فکرِ ولی اللّٰہی کی ضرورت کیوں؟

یہ شاہ صاحب کی شخصیت اور اُن کے علوم وافکار کا ایک اجمالی سا خاکہ ہے۔ اب ہم تھوڑی سی گفتگو اس پر کر لیں کہ آج اس دور میں یعنی عصرِ حاضر میں اس ولی اللّٰہی فکر کی ضرورت کیوں ہے؟ شاہ صاحبؒ کے فکر کی ضرورت اس لیے ہے کہ آج ہمارے ہاں فکری انتشار کی تقریباً وہی حالت ہے، جو حالت شاہ صاحبؒ کے زمانے میں تھی۔ آج ہمارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زمانے میں بھی گزشتہ دو ڈھائی سو سال سے جاری سیاسی عدمِ استحکام اور غلامی کی وہی حالت ہے، جو شاہ صاحبؒ کے زمانے میں تھی۔

معاشی نقطہ نظر سے ویسا ہی طبقاتی نظام اور ویسا ہی لوٹ کھسوٹ کا عمل جاری ہے، بلکہ وہ لوٹ کھسوٹ کا عمل انگریزوں کے زمانے میں زیادہ سائنٹفک طریقے سے شروع ہوگیا تھا کہ جب ہندوستان — جو سونے کی چڑیا تھی — کی دولت لوٹ کر دریائے ٹیم (River Team) کے کنارے برطانیہ پہنچا دی گئی۔ ہندوستان میں انگریز آئے تو یہ خوش حال ترین ملک تھا اور جب انگریز گئے تو برعظیم پاک و ہند کے دونوں ملک مقروض ترین ملک بن گئے۔

اس کے بعد کے ستر سالوں میں آج ہماری جو فکری، سیاسی اور معاشی حالت ہو چکی ہے، اس کا تجزیہ کریں تو ہمارے ہاں فکری انتشار ہے، سیاسی عدمِ استحکام ہے، معاشی و اقتصادی تباہی و بربادی ہے۔ سماجی حالات کی خرابی ہے۔ علم و فکر کی حالت یہ ہے کہ آج ہم اہلِ علم فرقوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے کو کافر بنانے، سوسائٹی کو انتشار میں مبتلا کرنے، جاہلانہ حرکتیں کرنے، ایک دوسرے کی گردن مارنے اور مذہب فروشی کے کام کر رہے ہیں۔ جب کہ دنیا کی ظالم قومیں اس بات کا بہ بانگِ دُہل اعلان کر رہی ہیں کہ: ''ہم نے مذہب کو چھوڑ کر ترقی کی ہے۔ مذہب جہاں بھی ہوگا، وہ انتشار کا باعث بنے گا۔ تباہی و بربادی لائے گا۔'' سرمایہ داری نظام والے کہتے ہیں کہ ہم نے مذہب کو چھوڑ کر ترقی کی ہے ۔ سوشلسٹ بھی یہی کہتے ہیں۔ اب آپ بتلائیے کہ ایسے ماحول میں جہاں خود ہمارے اپنے عمل و کردار نے اور غیروں کی یلغار نے ہمارے دین اور مذہب کو تنقید کا نشانہ بنایا ہوا ہے، وہاں دین اور مذہب کی وہ علمی جامع تعلیم اور مکمل فکر و فلسفہ جو سوسائٹی میں وحدت پیدا کرنے، سوسائٹی کی سیاسی، معاشی اور سماجی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ایک بنیادی کردار ادا کرنے والا جامع فکر ہے، ہم متلاشیانِ علم کو تو ضرور اسے سیکھنا چاہیے۔ یہ بات اپنی جگہ ہے کہ عوام اہلِ علم کی علمی باتیں نہیں سمجھ سکتے، لیکن ہم اہلِ علم و فکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی تو یہ فلسفہ وفکر ضرورت ہے۔ اگر ہم اپنی دین کے ساتھ وابستگی کا اعلان کرتے ہیں، دین کے نام پر اس ملک کے بنانے کے دعوے کیے گئے ہیں تو ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ دین کا ایک مربوط علمی بیانیہ کیا ہے؟ اس کا ایک مکمل علمی فکر کیا ہے؟ آج تو ہمارے ملک میں یہ مخمصہ پیدا کر دیا گیا کہ دین کا اصل بیانیہ کیا ہے؟ اور پھر اپنے خود ساختہ بیانیے کے نام پر انتشار پیدا کرنا، انفرادی رائے قائم کرنا اور ایک دوسرے کے خلاف فتوے بازی کا ماحول بنانا سوسائٹی کی بہت بڑی تباہی اور بربادی کا راستہ ہے۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا فکر؛ دین کا ایک صحیح، جامع اور مکمل بیانیہ واضح کرتا ہے۔ یہ نہ صرف بیانیہ ہے، بلکہ اس کا علمی تجزیہ، فکر وفلسفہ، عملی نظام اور ایک مربوط ڈھانچہ ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے اس جامع فکر وعمل کو سمجھنے اور اس کے مطابق اپنے معاشرے کی تشکیل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

و آخر دعوانا أن الحمد للّٰہ ربّ العالمین!

- -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سوالات و جوابات

(نوٹ: لیکچر کے اختتام پر ناظمِ اجلاس نے صدرِ مجلس کی اجازت سے سوال و جواب کے سیشن کا آغاز کیا۔ چناں چہ اساتذہ اور طلبا نے سوالات کیے۔ حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے ان کے جوابات دیے۔

اس موقع پر طلبا اور اہلِ علم کی طرف سے کیے گئے سوالات و جوابات یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔)

سوال: حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے دیگر مکاتبِ فکر کے حوالے سے، دیگر فقہا کے حوالے سے اتنا عمدہ کام کیا ہے، لیکن ہمیں اس کا ظاہری اطلاق (Implementation) نظر نہیں آ رہا۔ ان کی فکر کو اس طرح سے پذیرائی نہیں ملی۔ یا لوگوں نے اس کو اس طرح سے قبول (Accept) نہیں کیا تو اس کی کیا وَجہ ہے؟

جواب: مختصر جواب اس کا یہ ہے کہ اس کی وجہ باہر سے آنے والی طاقت کی غلامی کا دور شروع ہو جانا ہے۔ جب قوم غلام ہو جاتی ہے تو اپنے فیصلے خود کرنے کی اہلیت سے محروم ہو جاتی ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے یہ کام جس زمانے میں کیا کہ اس وقت غلامی کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ ان کی تحریک پر اگر عمل ہوتا اور مسلمان اس وقت جاگ جاتے اور اپنی آزادی برقرار رکھتے اور ہندوستان غلام نہ ہوتا تو ضرور نتائج مختلف ہوتے، لیکن جب غلامی شروع ہو گئی۔ اپنے فیصلوں پر آپ کو اختیار نہیں رہا۔ یہ اختیار دوسروں کے پاس چلا گیا۔ تو پھر شاہ صاحبؒ سے پہلے کے علم کے پُرانے اور فرسودہ طریقے آگے آ گئے۔ اس سے شاہ صاحبؒ کا علمی و فکری مکتبِ فکر دب گیا۔ اس کی وَجہ (reason) آگے بیان ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہی ہے۔

آپ دیکھئے کہ جب 1762ء میں بنگال اور اُڑیسہ کی دیوانی ایسٹ انڈیا کمپنی کے پاس گئی۔ مغل حکمران شاہ عالم کے ساتھ معاہدہ ہوا۔ اس معاہدے میں ایک شِق لکھی گئی کہ عدالتی اور قانونی نظام دینِ اسلام ہی کا رہے گا، منصبِ عدالت پر علما اور قضاۃ برقرار رہیں گے۔ جب انگریزوں نے ان صوبوں کی مالیاتی اور دیوانی وصولیات اپنے قبضے میں لے لیں تو اب صوبوں میں عدالتی نظام قائم کرنے کے لیے علما کو بھرتی کرنے کا معیار بنانا پڑا۔ اس پر انھوں نے طے کیا کہ علما وہ ہوں گے، جو فرنگی محل لکھنؤ کے مدرسۂ فکر کے پُرانے طریقے کے مطابق درسِ نظامی پڑھے ہوئے ہوں۔ وہ قاضی، مفتی اور جج بنیں گے۔

جب کہ شاہ صاحبؒ نے سو سال بعد اس پورے نصاب میں تبدیلی کی تھی۔ مدرسہ رحیمیہ کا نیا نصاب، تعلیم و تدریس کا اندازِ فکر اور نظام بنایا تھا۔ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور اُن کے شاگردوں سے یہ علوم آگے پھیلے، لیکن حکومت میں جانے کا راستہ اس نصاب سے تو نہیں تھا۔ ملا نظام الدین سہالوی کے بنائے ہوئے فرنگی محلی مدرسۂ فکر کے نصاب میں صحاحِ ستہ نہیں تھیں تو اس میں احادیثِ مستفیضہ کا وہ ''جادۂ قویمہ'' کہاں سے ہوتا؟ جسے شاہ صاحبؒ نے متعین کیا تھا۔ وہاں تو صرف فقہ اور اصولِ فقہ اور حدیث میں تبرک کے لیے محض ''مشارق الانوار'' یا ''مشکوٰۃ شریف'' پڑھائی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ تو حدیث پر بحث ہی کوئی نہیں تھی۔ قرآن حکیم کے حوالے سے ''تفسیرِ بیضاوی'' پڑھائی جاتی تھی، جس میں قرآن حکیم کا کوئی تفصیلی تعارف تو درکنار بلکہ تفسیر کے نام پر پہلے پارہ کے ایک پاؤ کے اندر ہی سارا سال گزار دیتے ہیں۔ ہمارے مدرسوں کا نصاب آج بھی وہی چل رہا ہے۔

1857ء میں جب انگریزوں نے یہاں مکمل قبضہ کرلیا تو انھوں نے آتے ہی وہ سب ختم کردیا کہ جی اب کسی مولوی اور عالم کو عدلیہ میں بھرتی نہیں کیا جائے گا۔ 1835ء میں لارڈ میکالے نے جو نیا نظامِ تعلیم بنایا، اُس میں اُس نے کہا کہ جو عربی اور فارسی پڑھے ہوئے ہیں، وہ تو عالم ہی نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کو کسی منصبِ قضا اور عدالت پر نہیں بٹھایا جاسکتا۔ اور جو پُرانے چلے آرہے تھے، تو ان کو 1857ء میں قتل کردیا گیا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اب آپ دیکھئے کہ اس طرح ولی اللّٰہی مدرسۂ فکر پورے سو سال آگے نہیں بڑھ سکا۔ کیوں کہ سرکار کی مداخلت اور ملازمت کا حصول تعلیمی نظام کا مقصد رہا۔ 1857ء کے بعد وہ رہی سہی کسر بھی ختم ہوگئی۔ حدیث کا بھی وہی طریقہ جو پُرانا تھا، وہی چلتا رہا۔ تاہم جب دارالعلوم دیوبند کا آغاز ہوا تو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ درسِ نظامی کے ساتھ ساتھ ولی اللّٰہی فکر پر مدرسہ رحیمیہ دہلی کا نصاب یہاں لائے۔ یہ نصاب ابتدائی پچاس سال تک وہاں رہا۔ اس کے نتیجے میں کچھ علما تیار ہوئے؛ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، مولانا سیّد حسین احمد مدنی یا مفتی کفایت اللہ، مولانا عبیداللہ سندھیؒ تک، جنھوں نے اس علم کو بھی پڑھا اور اُس درسِ نظامی کی قیل و قال بھی پڑھی، تاکہ مروّجہ طریقے کے مطابق بھی وہ عالم ہوں اور ولی اللّٰہی مدرسۂ فکر بھی ان کے سامنے رہے۔

اور اب صورتِ حال یہ ہے کہ پاکستان بننے کے بعد ہم نے ہر آدمی کو اجازت دے دی کہ وہ جیسا چاہے مدرسہ بنائے اور اُس کے اوپر ''جامعہ'' کا بورڈ لگا لے، چاہے اس میں حفظ کی کلاس ہی کیوں نہ ہو رہی ہو۔ اسے بھی یونیورسٹی قرار دے دیا۔ جب کہ عصری یونیورسٹیوں میں ہمارا علمی ماحول یہ ہے کہ وہاں بس علومِ اسلامیہ کے کچھ خلاصے تو بیان کیے جاتے ہیں، لیکن پورا علمی اور فکری مربوط جو نظام تھا، یا اس کی تحقیق و تدوین کا جو عمل ہے، وہ پسِ پشت چلا گیا۔ درست تعلیم کے پھیلنے کے لیے تو باقاعدہ مستحکم نظام اور آزادی و حریتِ فکر کی رائے کی ضرورت ہوتی ہے۔

سوال: آپ نے فرمایا کہ افکار میں ایک انتشار کی حالت ہے۔ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اور یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ ہماری فکر متحد ہوجائے۔ اور پھر اس وقت بڑے بڑے لوگ جو ''خلافت بمقابلہ جمہوریت'' کے لیے نعرہ زن ہوں تو کیسے ایک پلیٹ فارم پر متحد ہوسکتے ہیں؟ شاہ صاحبؒ کے جو افکار آپ نے بیان کیے ہیں، ان پر ہم علمی طور پر کیسے جمع ہوسکتے ہیں؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ اہلِ علم اس کی ضرورت محسوس کریں کہ ہمیں واقعتاً اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سوسائٹی کی تشکیل کے لیے بنیادی اساسی امور پر متفق ہونا چاہیے۔ اور اس اتفاق کے لیے ہمیں ان ولی اللّٰہی علوم کو اس تناظر میں پڑھنے کی ضرورت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب ہم وحدت یا اتحادِ اُمت کی بات کرتے ہیں تو ہمارے ذہنوں میں یہ آتا ہے کہ اس اتحاد اور وحدتِ فکر میں تمام لوگوں کی جزوی یا انفرادی آرا ختم ہو جانی چاہئیں؟ سب کے سب ایک ہی رائے اور ایک بات پر اکٹھے ہوں تو پھر تو اتحادِ اُمت ہے، ورنہ نہیں۔ دیکھیں! اتحادِ اُمت کا یہ تصور بھی غلط ہے۔ بنیادی اساسی امور میں اتفاق ہوتا ہے۔ ان میں کسی فرقے کا عموماً کوئی اختلاف نہیں۔ کیا عبادات میں ہمارا کوئی اختلاف ہے؟ پانچ اوقات کی نمازوں، روزے، حج اور زکوٰۃ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اب زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ ایک نے ایک صحابی (حضرت ابن عمرؓ) کی روایت پر عمل کر کے رفع یدین کو ضروری قرار دے دیا اور ایک نے کسی دوسرے صحابی (حضرت ابن مسعودؓ) کی روایت کی بنیاد پر کہا کہ رفع یدین نہیں ہونا چاہیے۔ تو یہ اختلاف بُرا نہیں ہے۔ شاہ صاحبؒ نے کہا ہے کہ ''یہ اختلاف جادۂ قویمہ کے خلاف نہیں۔'' وقت کی کمی کی وجہ سے یہاں اس کی مثالیں نہیں دی جا سکیں، لیکن شاہ صاحبؒ نے ''التّفھیمات الإلٰھیہ'' میں اس کی کئی مثالیں دی ہیں کہ جادۂ قویمہ کے اندر رہتے ہوئے صحابہؓ کے اختلافات ٹھیک ہیں، لیکن جادۂ قویمہ کے دائرے سے باہر جو اختلافات ہیں، اسی سے دراصل انتشارِ فکر پیدا ہوتا ہے۔

اسی طریقے سے مثلاً سیاست ہے۔ کیا سیاست میں امن اور عدل پر ہمارا کوئی اختلاف ہے؟ کسی بھی سمجھ دار انسان کا کوئی اختلاف نہیں۔ عمل درآمد کے حوالے سے مختلف جزوی آرا ہو سکتی ہیں اور وہ ہونی بھی چاہئیں کہ اُسی سے چیزیں آگے بڑھتی ہیں۔ ایسے ہی معاشی حوالے سے بھی کچھ بنیادی امور پر ہمارا اتفاق ضروری ہے۔ جب کہ ہمارا معاملہ یہ ہے کہ کچھ علمی معاملات تو ہمارے پیشِ نظر ہوتے ہیں، لیکن سیاست، معیشت اور سماجیات، جیسے شعبے ایسے ہیں کہ بدقسمتی سے ہم اہلِ علم نے اس پر پورے طور پر مکالمہ نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیا۔ اور ان کو موضوع بنا کر ان پر گفتگو نہیں کی۔ ہر آدمی نے انفرادی طور پر جو کچھ اس کا مطالعہ ہوا، اس مطالعے کے زور پر ایک کتاب لکھ دی اور ایک نیا مکتبہ فکر وجود میں آ گیا۔

اس پر ہمیں گفتگو کرنی چاہیے کہ جو جادۂ قویمہ ہے، یعنی منطوقِ قرآن، احادیثِ مستفیضہ، کبار صحابہ کا اجماعی عمل، اور احادیثِ حسن اور صحیح کے تناظر میں ہمارا سیاسی مؤقف کیا ہونا چاہیے۔ اس کی عملی شکل کیا ہو؟ عملی شکلوں میں اختلافِ رائے ہوسکتا ہے۔ اسی طرح معاشی حوالے سے صورتِ حال ہے۔ ایسی علمی باتیں ہم شروع کریں گے تو بات آگے بڑھے گی۔ اس وقت اگر ہم یہ کہیں کہ ولی اللّٰہی فکر پر مبنی یہ علوم پڑھے بغیر سارے لوگوں کو متحد کرلیں تو اس وقت میرا خیال ہے کہ ایسا ہونا ممکن نہیں۔

سوال: میں نے کوشش کی درسِ نظامی پڑھنے کی، تین چار مدارس ہمارے ہاں درسِ نظامی پڑھا رہے ہیں۔ میں نے سبھی میں اپنا داخلہ لیا۔ انھوں نے کہا کہ تم کلین شیو (clean shaved) ہو۔تم مذہب کے معیار پر پورے نہیں اُترتے ہو۔ تمھیں ہم یہ داخلہ نہیں دے سکتے۔ تم پہلے یہ داڑھی بڑھاؤ، پھر تعلیم حاصل کرنے کے لیے آنا۔ ورنہ (othervwise) تم اس قابل نہیں ہو۔ میرے پاس ان کا جواب بھی لکھا ہوا پڑا ہے۔ ہم جو سکول و کالج میں پڑھنے والے لوگ ہیں، تو ہم دین کے لحاظ سے جاہل ہوتے ہیں۔ جو ہمارے مدرسوں کے پڑھنے والے لوگ ہوتے ہیں، انھیں انگریزی اور جو دوسرے عصری علوم ہیں، وہ نہیں آتے۔ وہ اپنے طرزِ عمل پر قائم ہیں۔تو ہم کوشش کر کے ان دونوں کو اگر ایک کر کے کوئی ایک ایسا نظام کیوں نہیں بنا پائے یا کیوں نہیں بنا سکتے کہ جس میں اگر میں گریجویشن کر کے نکلوں تو میں اپنے دینی معاملات کو بھی ہینڈل کرسکوں اور عصری معاملات میں بھی میں اپنے آپ کو آگے لے جاسکوں۔

جواب: ہم بھی آپ کے ساتھ متفق ہیں کہ یہ ہمارے معاشرے کی خرابیاں ہیں، جس میں ابھی تک ہمیں اہلِ علم ہونے کے باوجود علم اور جہل کا نہیں پتہ چلا۔ اس سلسلے میں ہم کسی بھی شعبے کے عالم ہونے کے باوجود اس دوئی کے نظام سے نہیں نکلے۔ مسلمانوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے غلبے کے زمانے میں اور پھر شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے زمانے تک بھی ایسا رہا ہے کہ علم کا ایک ہی مرکز ہوتا تھا۔ اس علم کے مرکز سے علما بھی نکلتے تھے، صوفیا بھی نکلتے تھے، انجینئرز بھی نکلتے تھے، حکمران بھی پیدا ہوتے تھے۔ اور فزکس، کیمسٹری اور طبیعات کے ماہرین اور سوشیالوجی کے ماہرین بھی نکلتے تھے۔ یہ جو عصری اور دینی حوالے سے تقسیم ہے اور اسے برقرار رکھنے کے لیے تعلیم کے حصول اور دیگر شعبوں کے حوالے سے جو خودساختہ معیارات بنا لیے ہیں، یہ بھی ہماری غلامی کے زمانے کے ہیں۔ جب یہاں ہم دو سو سال تک انگریزوں کے غلام رہے تو لارڈ میکالے نے آ کر یہاں کا نظامِ تعلیم نئے خطوط پر استوار کیا، اس کے بعد سے اُس نے یہ عصری اور دینی تعلیم کی تقسیم کھڑی کی۔ اور پھر اس کی بنیاد پر ہی یہ سکولوں، کالجوں اور مدرسوں اور مسجدوں کا ایک خودساختہ نظام بنا۔ جس کی وَجہ سے آج غلامی کے ستر سال گزرنے کے باوجود بھی ہم اس تقسیم سے دوچار ہیں۔

ہمارے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کا تو بنیادی پیغام ہی یہ ہے کہ مدرسے اور کالج کی یہ تقسیم ہمارے اندر سے ختم ہونی چاہیے۔ دارالعلوم دیوبند کے سب سے بڑے فاضل شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ — جو دیوبند کے پہلے طالبِ علم بھی تھے — وہ سب سے پہلے خود علی گڑھ یونی ورسٹی چل کر آئے، حال آں کہ وہ یونی ورسٹی انگریزوں کی بنائی ہوئی تھی اور اُن کے زیرِاثر تھی۔ سرسیّد صاحب نے سیاسی طور پر انگریزوں کی حمایت کا اعلان بھی کیا تھا۔ دیوبند اور علی گڑھ کے درمیان تضاد بھی تھا، 1919ء میں خود شیخ الہندؒ وہاں پہنچے اور حضرتؒ نے فرمایا کہ:

> ”اے نونہالانِ وطن! جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غم خوار — جس سے میری ہڈیاں پگھلی جا رہی ہیں — مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور سکولوں اور کالجوں میں زیادہ ہیں تو مَیں نے اور میرے چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ (کالج) کی طرف بڑھایا اور اس طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقاموں — مدرسۂ دیوبند اور علی گڑھ کالج — کا رشتہ جوڑا۔“(89)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس طرح حضرت شیخ الہندؒ نے ان دونوں کے درمیان ہونے والی تفریق کو ختم کیا۔

اسی طرح ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ فرماتے تھے کہ:

> ''یہ مسلمان نوجوان ہمارا اثاثہ ہے۔ سکول میں گیا ہے یا کالج میں گیا ہے، یا مدرسے میں ہے، اس کو دینی علم کا بنیادی شعور ہونا چاہیے۔ وہ کسی بھی شعبے میں کام کرے۔''

ظاہر ہے یہ تو نہیں ہوسکتا کہ ایک ڈاکٹر بیک وقت انجینئر بھی ہو اور بیک وقت مکمل عالم بھی ہو۔ یا جیسے کسی ایک عالم سے یہ تقاضا کرنا کہ وہ ایک وقت ڈاکٹر اور انجینئر بھی ہو، تو یہ غیر منطقی بات ہے، لیکن کم از کم جو بنیادی سماجی علوم ہیں، ان پر تو انسانی بنیادوں پر سب متفق ہوں۔ یہ ضرور ہونا چاہیے اور اس کے لیے کوشش کرنی چاہیے کہ ہم اس دورُخے نظامِ تعلیم سے ہٹ کر علم کی اساس پر اپنے نظامِ تعلیم کو پرکھیں۔ اور انسانیت کی بلا تفریق رنگ، نسل، مذہب خدمت کرنے کی اہلیت سے بہرہ ور ہوں۔

سوال: آپ نے بتایا کہ دارالعلوم دیوبند کے پہلے پچاس سال تک شاہ صاحبؒ کے نصاب کے مطابق تعلیم دی گئی۔ شاہ صاحبؒ کے نصاب میں اور آج کل کے نصاب میں کیا فرق ہے؟

جواب: اس کے لیے بس آپ ایک کام کریں کہ ''تاریخ دارالعلوم دیوبند'' — جو حضرت قاری محمد طیب قاسمیؒ نے لکھوائی ہے، سیّد محبوب رضوی کی لکھی ہوئی ہے — میں وہ قدیم نصاب بھی موجود ہے اور جو آج کل آپ پڑھ رہے ہیں، آپ کے پاس بھی وہ نصاب موجود ہے، دونوں کا موازنہ کرلیں کہ دونوں کے درمیان کیا فرق ہے۔

سوال: برصغیر کی ایک خصوصیت اس اعتبار سے بھی ہے کہ یہاں پر بہت سے مذاہب کے ماننے والے ہیں۔ ان کو آپس میں قریب لانا یا ان کے درمیان اتحاد پیدا کرنے کی کاوشیں ہوتی رہی ہیں، جیسا کہ ہمارے ہاں اکبر بادشاہ نے بھی ان کو قریب لانے کی کوشش کی تھی۔ اس حوالے سے شاہ صاحبؒ کا کیا طریقۂ کار ہے؟

جواب: شاہ صاحبؒ نے جب اپنے فلسفۂ فکر پر بحث کی ہے، اس کے لیے ایک

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کتاب ”البدور البازغہ“ لکھی ہے۔ ایک تو علما اور مسلمان اہل علم کو علم اسرارِ دین بات سمجھانے کے لیے ”حجّة اللّٰہ البالغہ“ لکھی۔ دوسری کتاب جو اسی علم وفکر کو انسانی اصولوں پر سمجھانے کے لیے لکھی ہے، وہ ”البدور البازغہ“ ہے۔ اس کتاب میں ویدانت فلاسفی، وحدت الوجود فلاسفی یا وحدت الشہود کے ماننے والے یا فلسفہ یونان سے شغف رکھنے والے لوگوں کو یہی علم اَسرارِ دین انسانی اصولوں پر سمجھایا ہے۔ اس کتاب کے تین مقالے ہیں۔ اس کا مقدمہ اس حوالے سے بڑی بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس میں انھوں نے جو مذاہبِ عالم ہیں، ان کے بنیادی تصورات اور ان کے مسلمات کی اصل حقیقت بیان کرتے ہوئے انھیں سمجھایا ہے۔

سوال: آپ نے فرمایا کہ درسِ نظامی کا نصاب پہلے رائج تھا، بعد میں وہ نہیں رہا۔ اب مدارس میں بھی اور کالجوں میں بھی نئے نصاب لانے کے حوالے سے دوبارہ بات ہو رہی ہے۔ اگر نیا نصاب بنایا جائے تو اس میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا کیا حصہ ہوگا۔

جواب: ہم نے تو آپ کے سامنے اس ولی اللّٰہی فکر کے نصاب کی پوری جامعیت اور اس کا ایک مربوط خاکہ رکھا ہے۔ فیصلہ سازی کرنے والے تو ظاہر ہے آپ کے مدارس کے وفاقات یا تنظیمات والے لوگ ہیں۔ یا حکومتی ادارے ہیں، جنھوں نے تعلیمی پالیسی بنانی ہے۔ وہ کس طرح اس کو قبول کرتے ہیں، یا قبول نہیں کرتے، اگر اُن کے اپنے کوئی تحفظات علمی طور پر ہوں تو بات کریں۔ اس پر تو ہم بات کرنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن انتظامی حکم نامہ تو ظاہر ہے جن کے قبضے میں انتظامات ہیں، انھوں نے کرنے ہیں۔

سوال: تو ہم درخواست کریں گے کہ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کے منتظمین سے کہ وہ کوئی ایسا نظام بنائیں اور ہم جیسے گریجویٹس کو موقع دیں کہ دینی تعلیم و تربیت کا یہ نصاب ہم پڑھ سکیں۔

جواب: جی ہم تو یہ کام کر رہے ہیں اور انشاء اللہ ہمارے تو دروازے کھلے ہیں۔

- -

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

صدارتی کلمات

از پروفیسر ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب

صدر شعبۂ علومِ اسلامیہ و ڈائریکٹر اسلامک ریسرچ سنٹر
بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

الحمد للّٰہ ربّ العالمین، و الّصلوٰۃ و السّلام علیٰ رسولہ النّبیّ الکریم، خاتم الأنبیاء و المرسلین. و علیٰ آلہٖ و أصحابہٖ و أھل بیتہٖ و ازواجہٖ أجمعین.

انتہائی قابل احترام جناب پروفیسر ڈاکٹر سعیدالرحمٰن صاحب، جنابِ مہمان مقرر مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب مدظلہٗ العالی اور انتہائی قابل احترام اساتذۂ کرام، طلبا و طالبات!

پہلی بات یہ ہے کہ اتنے جامع خطبے کے بعد اس پر اظہارِ خیال تو نہیں ہوسکتا۔ میں تو سب سے پہلے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جناب مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے گزشتہ دنوں (3/نومبر 2016ء کو) یہاں جب ہمیں ایک لیکچر دیا تھا، اس میں وعدہ کیا تھا کہ ''میں آئندہ بھی لیکچر دینے آؤں گا۔'' انھوں نے اپنے وعدے کو پورا کیا۔ میں شعبہ علومِ اسلامیہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی کی طرف سے تہہ دل سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

دوسری بات یہ کہ یہ جو لیکچر سیریز ہے، حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فکر اور عصرِ حاضر میں اُن کے اطلاق پر یہ چار روزہ لیکچر ہیں۔ شعبہ علومِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلامیہ سے جو طلبا و طالبات یہاں بیٹھے ہیں، ان کے لیے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی فکر کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ کچھ دوست احباب باہر سے بھی آئے ہیں، وہ بھی جانتے ہیں اور سننے کے لیے یہاں آئے ہیں۔ میں اس جامع تفصیلی خطبے کے بعد اس پر دو جملوں میں بات کر کے ختم کرتا ہوں کہ آج کے حالات جو 1762ء میں حضرت شاہ ولی اللہ جہاں چھوڑ گئے تھے، آج پھر وہیں کھڑے ہیں۔ ان حالات میں اس فکر کو سمجھنا اور جو علم وفکر کی بات آزاد صاحب نے کی، اس کو جامع طور پر آپس میں ملانا کہ علم بھی ہو اور فکر بھی ہو اور اس کے ساتھ پھر عمل بھی ہو۔ تو جب یہ تینوں اجزا (components) علمی طور پر ہم لے آئیں تو ہمارے معاشرے کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

یہ نصاب میں آئیں، یہ کسی ادارے میں آئیں، یہ فکر وسوچ کے اندر آئیں تو پھر معاشرے کے اندر تبدیلی آئے گی۔ جو باتیں آزاد صاحب نے آج اپنے خطبے میں کہی ہیں، آپ اس کی عملی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ نے بھی اسی طرح، آزاد صاحب کا انداز بھی وہی تھا جو حضرت شاہ صاحب کا میں نے پڑھا۔ آپ نے بھی خود پڑھا ہوگا جو طلبا و طالبات یہاں بیٹھے ہیں، الفوز الکبیر تو پڑھی ہے نا سب نے۔ شاہ صاحبؒ کیا کہتے ہیں، جب کوئی مثال دیتے ہیں کہ آج اس کی تصویر آپ اپنے معاشرے میں دیکھ سکتے ہیں۔ آج فلاں طبقے کے اندر، میں نام نہیں لیتا، علمائے کرام بیٹھے ہیں، ناراض نہ ہو جائیں، تو آج فلاں طبقے کی تصویر یہاں دیکھ سکتے ہیں۔ معاشیات کے حوالے سے، آج کے صنعت کار اور تاجر اور جو آج کے امرا طبقہ ہے، اس کے حالات آپ دیکھ سکتے ہیں۔

یعنی شاہ صاحبؒ نے جو فلسفہ علم دیا ہے، اس کو آپ کے سامنے رکھنے کی کوشش کی گئی ہے ان چار دنوں کے اندر۔ تو آپ لوگ خود بھی تشریف لائیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَوروں کو بھی لائیں، تو اس پر میں آپ سے یہ کہوں گا کہ جو طلبا و طالبات یہاں آئیں، وہ غور و فکر سے بیٹھیں۔ توجہ سے سنیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے جو علم اور فکر ہمیں دی، اور آج بھی ہمارا معاشرہ ستر سال پاکستان بنے ہو گئے ہیں اور اس سے پہلے جیسے مفتی صاحب نے ابھی بتایا کہ ان سارے حالات کے اندر آج ہم وہیں کھڑے ہوئے ہیں، جہاں پر ہم پہلے تھے، شاہ صاحبؒ کی زندگی میں تھے۔ اور شاہ صاحبؒ نے تبدیلی کے لیے وہ نصاب، وہ فکر، وہ سوچ، وہ علم ہمیں دیا، آج ہم اس علم سے فائدہ حاصل کریں۔

آج بھی وہی انتشار ہے معاشرتی سطح پر، سیاسی سطح پر، سماجی سطح پر، معاشی سطح پر آپ دیکھ چکے ہیں جو آپ کے سامنے ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ معاشرے میں اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ سماجی سطح پر ہر بچہ و بچی جانتا ہے کہ میرے معاشرے میں میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ علمی سطح پر ہمارا علم کتنا محدود ہے، یہ کلاس اور نوٹس کی حد تک ہے۔ تو پھر تبدیلی کیسے آئے گی؟ انتشار کا خاتمہ کیسے ہوگا؟ اور انتشار، مفتی صاحب ابھی کھل کر بات کر رہے تھے کہ ہم علم کو بھی بیچتے ہیں، علم فروشی بھی کرتے ہیں، مذہب فروشی بھی کرتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ والے سارے کام آج ہم کر رہے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ ہماری حالت بدل جائے۔ ہم ایک اُمت بن جائیں۔ ہمیں غلبہ دین حاصل ہو جائے۔ یہ خواب تو کسی دیوانے کا ہو سکتا ہے، کسی عقل مند آدمی کا نہیں ہو سکتا۔

مفتی صاحب نے علم اور عمل کی جو بات کی ہے، اور ماشاء اللہ اتنی تفصیلی باتیں کی ہیں، تو کل بھی لیکچر ہوگا، پرسوں بھی لیکچر ہوگا، اس کے بعد بھی ہوگا۔ تو آپ سے میری درخواست ہے کہ آپ جب چار دن بعد اس ہال سے اٹھ کر جائیں تو کم از کم آپ میں تبدیلی آنی چاہیے۔ علمی اور فکری طور پر آپ کی سمت درست ہونی چاہیے۔ آپ کے اندر انتشار کم ہونا چاہیے۔ آپ اس معاشی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سماجی معاشرے کے اندر رہتے ہوئے اپنا کردار ادا کرنے کے لیے تیار ہوکر جائیں۔ ذہنی طور پر تیار ہوجائیں۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم یہاں پر داخلہ لیتے ہیں، پڑھتے ہیں، ڈگریاں لیتے ہیں، لیکن وہیں کھڑے ہوتے ہیں، جہاں تھے۔

میرے عزیز طلبا و طالبات! آپ سے درخواست ہے، علمائے کرام اور اساتذۂ کرام سے بھی درخواست کرتا ہوتا ہوں کہ آپ اس معاشرے کی اساس ہیں۔ آپ اس کا ورثہ ہیں۔ اس کی بنیادیں ہیں۔ اور اسی پر عمارت تعمیر ہونی ہے۔ تو آپ تبدیلی کے لیے اپنے آپ کو تیار کرلیں۔ اور فکرِ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ آج آپ کے سارے مسائل کا حل دیتا ہے۔ اگر آپ تھوڑا سا غور وفکر کرنا شروع کردیں۔ اور اعتدال کے ساتھ اپنے معاشرے میں زندگی بسر کرنا شروع کردیں۔ تو یہ جو انتشار ہے اور اس انتشار کی جو صورتِ حال ہے، عالمی طور پر بھی، قومی اور بین الاقوامی طور پر بھی، وہ دونوں ہمارے سامنے ہیں کہ آج اسلام کو کیا چیلنجز درکار ہیں۔ آپ کے سامنے ہیں کہ آج انتشار بھی ہے، لیکن مذہبِ اسلام کو اس طرح سے بدنام کیا جا رہا ہے۔

ہم مل کر ان چار روزہ لیکچر سیریز کے اندر حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فکر اور عمل کا جو علم ہے، اسے بھی حاصل کریں اور اس کے بعد بھی اس سے اپنا تعلق قائم رکھیں۔ تاکہ ہمارے معاشرے کے اندر انتشار کم ہوسکے اور ہم اسلام کی صحیح تصویر پیش کرسکیں۔ ایسے سوالات جو آج معاشرے کے اندر ہو رہے ہیں، قومی طور پر بھی اور بین الاقوامی طور پر بھی، ان کا صحیح معنوں میں جواب دے سکیں۔

اس کے ساتھ میں جناب ڈاکٹر سعید الرحمٰن کا، موسیٰ پاک شہید چیئر کا بھی اور مفتی صاحب کا بھی، جو تمام لوگ باہر سے آئے ہیں، آپ سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ شعبہ علومِ اسلامیہ کا یہ سٹیج، یہ ہال علم اور عمل کے لیے حاضر ہے۔ انشاء ایسے لیکچر اس کے بعد بھی ہوتے رہیں گے۔ بہت شکریہ!

- -

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تیسرا خطبہ

چار روزہ خطبات سیریز کا
دوسرا لیکچر

علمِ اَسرارِ الدین: فلسفةُ التّشریع الإسلامی

حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے
علوم وافکار کا اَساسی علم اور فلسفہ

مؤرخہ

18/اپریل 2017ء بروز منگل

مقام

سیمینار ہال شعبۂ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صدارت

پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالرحیم

چیئرمین شعبہ عربی، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

نظامت

پروفیسر ڈاکٹر جمیل احمد نتکانی

شعبہ علومِ اسلامیہ، زکریا یونیورسٹی، ملتان

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

علمِ اَسرارِالدین: فلسفةُ التّشریع الإسلامی

حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے
علوم و افکار کا اَساسی علم اور فلسفہ

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم. اما بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشّیطان الرّجیم. بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم.

قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ:

مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ أُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ؕ وَ مَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾ (90)

و قال النّبیّ ﷺ: ”من یّرد اللّٰہ بہٖ خیراً یُّفقّھہ فی الدّین.“ (91)

صدق اللّٰہ العظیم و صدق رسولہٗ النّبیّ الکریم.

گزشتہ روز کے لیکچر کا خلاصہ

صاحبِ صدر اور معزز حاضرین!

کل سے ہم حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے علوم و افکار کے حوالے سے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ کل حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی شخصیت کے تعارف اور اُن کے علوم کے اجمالی تذکرے کے اختتام پر جو بنیادی باتیں ہمارے سامنے آئیں،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وہ یہ تھیں کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنے دور کے حالات کا تجزیہ کرنے کے بعد فکری انتشار کو دور کرنے، سیاسی عدمِ استحکام اور معاشی طبقاتی نظام کے خاتمے کے لیے با قاعدہ ایک جامع دینی نظامِ فکر و عمل مرتب اور مدوّن کیا ہے۔کل کی گفتگو میں اس کے دو بنیادی پہلو ذکر کیے گئے تھے:

1۔ ایک تو یہ کہ شاہ صاحبؒ نے ایسے علوم مرتب کیے، جن کے ذریعے سے انسانی سماج میں وحدتِ فکر وعمل پیدا کی جاسکتی ہے۔اس سلسلے میں شاہ صاحبؒ نے علوم القرآن کے حوالے سے پانچ نئے علوم متعارف کرائے۔علوم الحدیث سے اخذ و استفادہ کا ایک واضح طریقۂ کار متعین کیا۔صحابہ کرامؓ کی آرا اور اُن کے اجماع سے متعلق تحقیقی غور وفکر کا صحیح طریقۂ کار اور منہج واضح کیا۔گویا کہ علومِ قرآنیہ سے استفادے کے لیے ایک واضح ”الجادّة القويمة“ یعنی شاہراہِ فکر وعمل متعین کی۔

2۔شاہ صاحبؒ نے دوسرا بنیادی کام یہ کیا کہ ایک مکمل اور جامع فلسفہ مرتب اور مدوّن کیا۔کوئی بھی سوسائٹی اس وقت تک ترقی نہیں کرتی، جب تک کہ وہاں بسنے والے لوگ جن علمی اور فکری بنیادوں پر اپنا سیاسی، معاشی اور سماجی نظام قائم کرنا چاہتے ہیں، اس کا ایک مربوط فلسفہ پیشِ نظر نہ رکھیں۔معاشروں کی تشکیل میں فکر و فلسفہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔اسی فلسفے کی اساس پر افکار و نظریات مرتب ہوتے ہیں۔پھر ان افکار کی روشنی میں سیاسی، معاشی اور سماجی نظام بنائے جاتے ہیں۔شاہ صاحبؒ نے جہاں علومِ قرآنیہ کے ذریعے قرآن حکیم اور دین کے فہم کا راستہ کھولا، وہاں دین کا بنیادی فلسفہ بھی مرتب اور مدوّن کیا، جسے خود شاہ صاحب نے ”علم اسرار الدین“ کا عنوان دیا ہے۔بعد میں آنے والوں نے اسی کو ”فلسفة التّشريع الإسلامي“ کا نام دیا ہے۔اس علم میں شاہ صاحبؒ نے تمام شرائع بالخصوص دینِ اسلام کے تشریعی پہلوؤں کی بنیادی فلاسفی بیان کی ہے۔

کل کی گفتگو میں ایک اَور بات بھی عرض کی گئی تھی کہ شاہ صاحبؒ نے ایک علم ”علم الجمع بين المختلفات“ یعنی ”علم تطبيق الآراء“ بھی مرتب اور مدوّن کیا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اس ضمن میں یہ بات بھی عرض کی گئی تھی کہ تطبیق کا مطلب محض دو آرا کے درمیان کھینچ تان کر ہم آہنگی پیدا کرنا نہیں، بلکہ اس مسئلے سے متعلق حقیقی اور واقعی صورتِ حال کا تعین کرنا اور پھر ان آرا کا اس دریافت شدہ واقعی حقیقت سے مقابلہ کر کے تجزیہ کرنا ہے کہ وہ رائے کس حد تک اس واقعی حقیقت کے مطابق ہے یا اس سے منحرف ہے؟ اور انحراف کس درجے میں ہے؟ ہم سب جانتے ہیں کہ جب کوئی خبر بیان کی جاتی ہے، اگر وہ واقع کے مطابق ہو تو اسے سچ کہا جاتا ہے اور اگر واقع کے مطابق نہ ہو تو وہی جھوٹ کہلاتی ہے۔ اس کے لیے پہلے حقیقتِ واقع کا تعین ہونا ضروری ہے۔

یہ بھی عرض کیا گیا تھا کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بعد اُن کے صاحبزادے امام شاہ رفیع الدین دہلویؒ نے ''علم تطبیق الآراء'' پر اپنی کتاب ''**تکمیل الأذهان**'' میں ایک مستقل باب قائم کر کے اس کے فنی امور مرتب اور مدوّن کیے ہیں۔ انھوں نے تطبیق کی حقیقت و ماہیت واضح کرتے ہوئے چند بنیادی نکات بیان کیے ہیں۔ انھیں سمجھنا انتہائی ضروری ہے، تاکہ حکمت اور فلسفے کے بنیادی و اساسی امور واضح ہو سکیں۔

فلسفے کے تعین کی ضرورت

فلسفے کے تعین کی ضرورت یوں بھی پیش آئی کہ شاہ صاحبؒ سے پہلے فلسفے کے بہت سے مکاتبِ فکر موجود تھے۔ فلسفہ اور فکر کے حوالے سے درجِ ذیل مکاتبِ فکر موجود رہے ہیں:

1۔ فلاسفۂ یونان میں ''مشّائین'' یعنی مادی نقطہ نظر سے کائنات کا مطالعہ کرنے والوں نے اپنا فلسفہ مرتب اور مدوّن کیا، اہلِ علم جانتے ہیں کہ ''ہیولیٰ''، ''صورتِ جسمیہ'' اور ''عقولِ عشرہ'' کی بنیاد پر اُن کا اپنا ایک فلسفہ ہے۔

2۔ فلاسفۂ یونان میں ایک اَور مکتبِ فکر کشف و اشراق کی بنیاد پر رہا ہے، جنھیں ''إشراقیین'' کہا جاتا ہے۔

3۔ فلسفۂ مشّائین کے حوالے سے مسلمانوں میں علم الکلام کے محققین کو ''مُتکلّمین'' کہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔

4۔ فلسفۂ اِشراقیّین سے متأثر ''متأخرینِ صوفیا'' کا ''فلسفۂ تصوف'' چوتھا فلسفیانہ سکول ہے۔

5۔ محدثین، فقہا اور مجتہدین کے مذاہب و مسالک پر مشتمل فقہی مسالک اور آرا کا اختلافی فلسفہ بھی ہے۔

شاہ صاحبؒ کے فلسفے کی تشریح میں شاہ رفیع الدین دہلویؒ نے کئی کتابیں لکھی ہیں، جن میں ''دَمْغُ الباطِل'' بڑی ضخیم کتاب ہے۔ان کی ایک کتاب ''تکمیلُ الأذهان'' لاجواب ہے۔''أسرارُ المَحبّة'' ان کی تیسری کتاب ہے،جس میں انھوں نے اس حوالے سے بہت سے بنیادی امور واضح کیے ہیں۔ ان کے بعد حضرت شاہ محمداسماعیل شہیدؒ نے ''عبقات'' لکھی،جس میں شاہ صاحبؒ کے فلسفے کے بہت سے امورکوعقلی بنیادوں پر واضح کیا۔امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کےعلوم کےان دو بڑےشارحین نے ان تمام مکاتبِ فکر کاتحلیل و تجزیہ کیا ہےاورشاہ صاحبؒ کےفکر و فلسفے سےان کا موازنہ کیا ہے۔

علم کےحصول کے تین بنیادی ذرائع

ان دونوں حضرات کا اس بات پر اتفاق ہےاور دلائل سےانھوں نے یہ بات ثابت کی ہے کہ علم کے حصول کے تین ذرائع ؛عقل،نقل اور کشف و وِجدان ہیں۔ چناں چہ حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ ''تکمیل الأذهان'' میں لکھتے ہیں:

''طرق اقتناس العلم: عقل، و نقل، و كشف. والحِسّ شرط للكلّ، و وسيلة إليه.'' (92)

(علم حاصل کرنے کے تین طریقے ہیں: (۱) عقل اور (۲) نقل اور (۳) کشف۔ان تینوں کے لیےحس کا ہونا ضروری شرط ہےاور وہ ان کے حصول کا ذریعہ ہے۔)

اسی طرح حضرت شاہ محمداسماعیل شہیدؒ ''عبقات'' میں لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”أسباب العلم المعتد به ثلاثة:

العقل: وهو الانتقال من المعلوم إلى المجهول. و النّقل، و الكشف.“ (93)

(حقیقتِ واقعی کے حوالے سے علم کے تین بنیادی اسباب ہیں:

(۱) عقل: جس کے ذریعے سے انسان معلوم سے مجہول کا علم حاصل کرتا ہے۔ (۲) نقل اور (۳) کشف۔)

اس سے معلوم ہوا کہ علم کے حصول کے بنیادی ذرائع تین ہوتے ہیں:

پہلا ذریعۂ علم عقل ہے کہ جس کے ذریعے سے تجربات اور مشاہدات کیے جاتے ہیں اور اس سے جو نتائج سامنے آتے ہیں، وہ عقلی نتائجِ فکر کہلاتے ہیں۔ تجرباتی اور مشاہداتی نتائجِ فکر سے جو علم وجود میں آتا ہے، وہ عقلی علم کہلاتا ہے۔

دوسرا ذریعۂ علم نقل ہے۔ کسی نبی سے یا کسی حکیم سے کوئی بات نقل در نقل راویوں اور کتابوں کے ذریعے سے آپ تک پہنچی ہے۔ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی کے حاملین انبیاؑ ہوں یا وہ حکما اور عقلا ہوں، جن کو کسی بھی ذریعے سے علم حاصل ہوتا ہے۔ اور یقیناً وہ ذریعہ اُن کی اپنی دماغی کاوشوں کا نتیجہ ہوتا ہے، انھیں کی روشنی میں ان حکما پر بھی کچھ چیزیں وارد ہوتی ہیں، جو بعد میں نقل در نقل اور روایت در روایت چلی آتی ہیں۔ انسان ان سے استفادہ کرتا ہے۔

تیسرا اور اہم ترین ذریعۂ علم کشف و وِجدان ہے۔ انسان پر وِجدانی طور پر کسی علم کا انکشاف ہوتا ہے۔ جب کوئی علمی ماہر کسی خاص شعبے پر مخصوص توجہ دیتا ہے، اس کے علوم و افکار، قاعدوں ضابطوں اور علمی تقاضوں پر یکسو ہوکر غور وفکر کرتا ہے، بہ ظاہر اس کا دماغ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ رہا ہوتا ہے۔ پھر اچانک اس غور وفکر کے دوران اس پر ایک کشف کی حالت طاری ہوتی ہے، خواہ کوئی شعبہ بھی ہو۔ اچانک پیش آمدہ مسئلے کے حل کے حوالے سے اس کے دماغ میں ایک خیال کا کوندا لپکتا ہے اور جو عقدۂ لاینحل اور مشکل درپیش ہوتی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ہے، وہ فوراً حل ہوجاتی ہے۔ اب چاہے صوفیا یا اولیا کا کشف ہو یا محققین حکما کا کشف ہو۔

اس کشف کی شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی کتاب "**سطعات**" میں چھ اقسام بیان کی ہیں۔ (94) اس کی ایک شکل خواب ہے کہ انسان خواب میں بعض ایسی چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے، جو کچھ عرصے بعد اس کے سامنے حقیقت بن کر آجاتی ہیں۔ اس طرح سچے خواب سے مستقبل کا کوئی معاملہ اس کے سامنے منکشف ہوجاتا ہے۔ اس طرح کشف و وِجدان کی کئی اقسام ہیں۔ کشف کی جامع ترین قسم وحیٔ الٰہی ہے، جیسے غارِ حرا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر براہِ راست فرشتے کی آمد کے ذریعے سے دوٹوک اور قطعی انداز میں پہنچی تو یہ وحی الٰہی کشف کی اعلیٰ ترین شکل ہے۔ اس طرح علم کے حصول کے تین بنیادی ذرائع ہیں۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی علمی جامعیت

ان تینوں ذرائع علم کے حوالے سے مختلف مکاتبِ فکر کا تجزیہ کرتے ہوئے حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ لکھتے ہیں کہ جہاں تک "عقل" کا معاملہ ہے، اس ذریعۂ علم کو صرف ایک طبقے، یعنی "حکمائے مشائین" نے اختیار کیا ہے۔ جہاں تک "نقل" کا معاملہ ہے، اسے صرف "محدثین" نے پیش نظر رکھا ہے۔ جہاں تک "کشف" کا معاملہ ہے، اسے "متأخرین صوفیا" یعنی بعد میں آنے والے صوفیا نے اختیار کیا ہے۔ انھوں نے کشف کو ہی واحد ذریعۂ علم بنا لیا اور باقی دو کو پیش نظر نہیں رکھا۔ "متکلمین" نے "عقل اور نقل" دونوں کو پیش نظر رکھا اور "کشف" کو سِرے سے چھوڑ دیا۔ "حکمائے اشراقّین" نے "کشف اور عقل" دونوں کو ملایا، مگر "نقل" یعنی شریعت کو چھوڑ دیا۔

گویا کہ جتنے بھی فلاسفہ کے طبقات ہیں، انھوں نے تینوں ذرائع علم میں سے کسی ایک یا دو کو اختیار کیا۔ اس طرح یہ فلسفی خواہ وہ مشائین ہوں، یا اشراقین، متأخرین صوفیا ہوں یا متکلمین، یا صرف روایات جمع کرنے والے محدثین ہوں، انھوں نے کسی ایک ذریعۂ علم کو سامنے رکھتے ہوئے آرا قائم کی ہیں۔

شاہ رفیع الدین دہلویؒ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو ان تینوں ذرائع علم کے جامع ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہ انسانی تاریخ میں بہت کم رہے ہیں۔ [95] ان میں اس دور کا سب سے بڑا نمایاں نام ''افضل المحقّقین حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ'' [96] کا ہے۔

حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ نے ایک اَور حقیقت بھی واضح فرمائی کہ:

> ''یہ تینوں ذرائع علم جب صحیح شرائط کے ساتھ کسی جگہ جمع ہوجائیں تو ان سے ثابت شدہ چیز واقع کے مطابق ہوتی ہے۔ان تینوں ذرائع کا کسی حقیقتِ واقعی کے بارے میں مختلف ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ دو متضاد چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں''۔ [97]

یہ تینوں ذرائع علم کسی واقع کے تعین میں متفق ہونے چاہئیں کہ حقیقتِ واقعہ یہی ہے، کیوں کہ جب کائنات ایک ہے تو حقیقتِ واقعہ بھی ایک ہے۔ چناں چہ علم کے ان تینوں ذرائع کا متفق ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی مسئلے میں تینوں ذرائع علم کے نتائج ایک دوسرے سے مختلف ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان ذرائع علم میں سے کسی نہ کسی ذریعۂ علم میں نقص ہے۔ اس علم کے حامل نے ٹھیک طریقے سے اس شئے کا مطالعہ نہیں کیا۔ جب کائنات کی چیزیں ایک ہیں تو کشف صحیح، عقل صحیح اور نقل صحیح کے نتائج متفق ہونے چاہئیں۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور علمِ اسرارِ دین

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے علمِ اسرارِ دین کی ترتیب و تدوین میں ان تینوں ذرائع علم سے علمی حقائق متعین کیے ہیں۔ یہ بڑا بنیادی کام ہے۔ اس لیے شاہ صاحبؒ نے یہ دعویٰ بالکل بجا طور پر کیا ہے کہ یہ علم جو میں نے مرتب اور مدوّن کیا ہے، پچھلے ہزار سال میں کسی نے اس جامعیت کے ساتھ مرتب نہیں کیا۔ یقیناً جزئیات یا فروعات رہی ہیں اور کچھ لوگوں نے احکامِ شرعیہ کے کچھ فائدے اور اسرار و رموز بھی ضرور بیان کیے ہیں، جیسے علامہ خطابی نے ''سنن ابو داؤد'' کی شرح ''معالم السُّنن'' لکھی۔ شیخ عزالدین ابن عبدالسلامؒ نے ''قواعد الأحکام فی مصالح الأنام'' لکھی ہے۔

شاہ صاحبؒ نے اپنی خودنوشت سوانح ''الجُزءُ اللّطیف'' میں لکھا ہے:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''ارشادِ خداوندی ہے کہ: ''جو تجھے اپنے ربّ کی نعمت ملی ہے، اُسے بیان کر۔'' اس ضعیف بندے پر اللہ کی جو عظیم نعمتیں ہوئی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اُس نے اس دور کا دروازہ کھولنے کی خلعت مجھے عطا فرمائی ہے کہ میرے ہاتھ سے اس آخری دور کا دروازہ کھولا گیا ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے کہ فقہ میں اُن کی مرضی یہ ہے کہ فقہِ حدیث کو اصل بنیاد سے جمع کیا جائے۔ حدیث کے اسرار و رموز، احکامِ شرعی کی مصلحتیں اور اُس کی ترغیبات اور خدائے تعالیٰ سے جو کچھ حضرت پیغمبر ﷺ لے کر آئے ہیں، اس کی تعلیم دی جائے۔

یہ ایک ایسا فن ہے کہ اس فقیر سے پہلے اس طرح کی مضبوط گفتگو کسی اَور نے نہیں کی۔ حال آں کہ یہ فن بہت اونچے مرتبے کا حامل ہے۔ اگر کسی کو اس بات میں شبہ ہو تو وہ شیخ عزالدین (عبدالعزیز بن عبدالسلام دمشقیؒ) کی کتاب ''قواعدِ کُبریٰ'' (قواعد الأحکام فی إصلاح الأنام) دیکھے کہ جس میں انھوں نے احکام کے اسرار و رموز بیان کرنے کی بہت کوشش کی ہے، لیکن وہ اس فن کے متعلق میری گفتگو کے دسویں حصے کے برابر بھی نہیں ہے''۔ (99)

ایک اَور بات بھی شاہ صاحب نے فرمائی ہے کہ:

''ہر ایک زمانے کا ایک علم ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جس زمانے میں جس علم کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے لیے افراد پر وہ علوم نازل کرتا ہے۔ میرا یہ زمانہ ان تینوں ذرائع علم کی جامعیت کا زمانہ ہے۔ خاص طور پر حکمتِ عملی کے تناظر میں عقل، نقل اور کشف کی جامعیت کا زمانہ ہے کہ اللہ نے اس کام کے لیے مجھے منتخب کرلیا۔'' (100)

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کو خاص طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکمتِ عملیہ عطا فرمائی۔ چناں چہ ''التّفهيمات الإلٰهيه'' میں خود تحریر فرماتے ہیں:

''علّمنی ربّی الحکمة العملية، بها صلاح هٰذهٖ الدّورة بغاية

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

التّفصيل، و وفّقني لتشييدها بالكتاب، و السّنّة، و آثار الصّحابة رضی الله عنهم." (101)

(اللہ پاک نے مجھے انتہائی تفصیل کے ساتھ ایسی حکمتِ عملیہ (سماجی سائنس) سکھلائی کہ جس سے اس دور کی اصلاح وابستہ ہے۔ اور مجھے اس بات کی توفیق دی کہ مَیں حکمتِ عملی کے ان اصولوں کو کتاب وسنت اور صحابہؓ کے آثار کی روشنی میں مزید مضبوط بنادوں۔)

اس سے معلوم ہوا کہ اس دور کی درستگی اسی حکمتِ عملیہ پر مبنی ہے۔ اس دور میں کامیابی اس حکمتِ عملی کو اختیار کیے بغیر نہیں ہوسکتی۔ اور پھر اگلی بات بھی ارشاد فرمائی کہ مجھے اللہ نے توفیق دی ہے کہ میں اس حکمتِ عملی کو کتاب وسنت اور آثارِ صحابہؓ کی روشنی میں مضبوط اور مستحکم عقلی بنیادوں پر اس کا ایک مربوط فلسفہ بنا دوں۔

جیسا کہ کل کے موضوع (امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی شخصیت اور فکر: ایک تعارف) میں بھی ذکر کیا گیا تھا کہ مجدد کی حیثیت سے "علم الجمع بين المختلفات"، یعنی مختلف پہلوؤں یا مختلف علوم کے درمیان جمع کرنے کی اہلیت وصلاحیت اس دور کے مجدد حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی بنیادی خصوصیت ہے۔ تمام علوم میں جمع بین المختلفات کے تناظر میں واقعاتِ حقیقیہ کا تعین کرنا ہی مشکل امر ہے۔ اس کو متعین کیے بغیر علمی اختلاف اور فکری انتشار کی کیفیت ختم نہیں ہوسکتی۔ اس کے بغیر وحدتِ فکری بھی پیدا نہیں ہوسکتی۔ اس کے لیے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے کتاب "حُجّةُ اللّٰه البالِغه" لکھی۔ اس کتاب میں بیان کردہ بنیادی علم "علمِ أسرارِ الدّين" ہے۔

علمِ اسرارِ دین کی تعریف

علمِ اسرارِ دین پر گفتگو کرتے ہوئے سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ ہم علمِ اسرارِ دین کی تعریف سمجھیں۔ جب تک کسی علم کی تعریف، اس کا موضوع، اس کی غرض وغایت اور اس کی افادیت واہمیت سامنے نہ ہو تو دراصل اس علم کی اصل حقیقت سامنے نہیں آتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ''حُجّةُ اللّٰہ البالِغه'' کے مقدمے میں علمِ اسرارِ دین کی تعریف یوں کی ہے کہ:

''ھو علم أسرار الدّين الباحث عن حِكم الأحكام و لمّياتها، و أسرار خواص الأعمال و نكاتها.'' (102)

(علم اسرارالدین وہ علم ہے کہ جس میں:

(الف) احکام کی حکمتوں اور اُن کے اسباب وعلل اور دلائل

(ب) اور انسانی اعمال کے خواص اور اُس کے بنیادی نکات پر غور وفکر کے حوالے سے بحث کی جاتی ہے۔)

اس علم میں دو دائروں سے بحث کی جاتی ہے۔ پہلا دائرہ ''حِکمُ الأحکام و لِمّیاتھا'' ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ ایک ایسا علم ہے، جس میں انسانی سوسائٹی میں جاری شدہ قوانین اور احکامات کی حکمت جاننا اور ان کے دلائل سمجھنا ہے۔ یعنی احکامات میں سے یہ حکم کس مصلحت کے تحت جاری کیا گیا؟ اور اس حکم سے کس مفسدے اور خرابی کو دور کرنا مقصود ہے؟ چوں کہ معاشرہ قانون کی پابندی سے ترقی کرتا ہے۔ ہر قانون کچھ کاموں کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور کچھ کاموں سے روکتا ہے۔ اس لیے کہ کوئی معاشرہ — کسی بھی ملت و مذہب اور کسی بھی سکول آف تھاٹ پر قائم ہو — کچھ باتوں کے کرنے کا ''اَمَــر'' یعنی حکم دیتا ہے اور کچھ چیزوں سے وہ ''نھـــی'' یعنی روکتا ہے۔ یعنی سوسائٹی کی تشکیل کے لیے کوئی نہ کوئی حکم، قانونی نظام یا آرڈر پاس کیا جاتا ہے۔ خواہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے انبیا علیہم السلام احکاماتِ شرعیہ جاری کریں یا اُن کی روشنی میں کوئی حکمران اور قاضی یا کسی ملک کی پارلیمنٹ اور وزیراعظم جاری کرے۔ اس حکم کی حکمت کیا ہے؟ اس کی مصلحت کیا ہے؟ اور اسی کے ساتھ ساتھ اس حکم کے پیچھے دلائل کیا ہیں؟ یہ حکم سوسائٹی پر کیوں نافذ کیا گیا ہے؟ ''حِکم الأحکام و لِمّیاتھا'' کا یہی مطلب ہے۔

علمِ اسرارِ دین کا دوسرا دائرۂ بحث ''أسرار خواص الأعمال و نِکاتھا'' ہے۔ کسی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

معاشرے میں جاری احکامات (اوامر و نہی) کی حکمتیں اس وقت تک معلوم نہیں ہوسکتیں اور اس پراسیس (process) کو اس وقت تک نہیں سمجھا جا سکتا، جب تک کہ انسانی اعمال کی خصوصیات اور اُن اعمال کے بنیادی امور اور نکات کا صحیح علم نہ ہو۔ انسان صبح سے شام تک عمل کرتا ہے۔ اس کے ہاتھ پاؤں، اس کا جسم، اس کے اعضا حرکت میں رہتے اور ان سے اعمال صادر ہوتے رہتے ہیں۔ انسانی اعمال کیسے وجود میں آتے ہیں؟ انسانی نفس میں اس عمل کے محفوظ رہنے کا کیا طریقۂ کار ہے؟ ان کے خواص، اثرات اور تاثیرات کیا ہیں؟ کسی عمل کا اس دنیا میں یا موت کے بعد کیا اثر اور نتیجہ نکلے گا؟ ہم اعمال کی تہذیب و ترتیب کے لیے قوانین کیوں بناتے ہیں؟ اس طرح ان اعمال کے خواص اور اَسرار و رموز اور ان سے متعلق بنیادی نکات سے اس علم میں بحث کی جاتی ہے۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے بڑے دلائل کے ساتھ یہ بات واضح کی ہے کہ کائنات میں جتنی بھی چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں، تخلیق کے وقت ان میں سے ہر ایک چیز میں ایک خاص خاصیت رکھی ہے۔ وہ خاصیت اس میں قیامت تک رہے گی۔ آگ جلانے کا کام کرتی ہے، قیامت تک جلائے گی۔ پانی بہاؤ رکھتا ہے، یہ اس کی خاصیت ہے۔ آکسیجن، ہائیڈروجن وغیرہ وغیرہ جتنے بھی عناصر ہیں، ہر ایک اپنی خاصیت رکھتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک عمل کی بھی ایک خاصیت ہے۔ عمل کی خاصیت معلوم کرنا، اس کے اَسرار معلوم کرنا، گہرائی میں جا کر اس کے ہر پہلو سے اثرات و نتائج اور اس سے متعلق بنیادی نکات جاننا اس علم کا تقاضا ہے۔

علمِ اسرارِ دین کا موضوع

ہم جانتے ہیں کہ کسی علم میں جس چیز کے لوازمِ ذاتیہ (Essential Requisites) سے بحث کی جاتی ہے، وہی اس کا موضوع ہوتا ہے۔ علمِ اسرارِ دین کا موضوع دو دائروں پر مشتمل ہے: (۱) ''احکامات وقوانین'' اور (۲) ''انسانی اعمال''۔ انھی دونوں کے لوازمِ ذاتیہ سے اس علم میں بحث کی جاتی ہے۔ انسانی اعمال کے خواص ولوازمات پر بحث کرنے سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس عمل کی ''حقیقتِ واقعی'' اوراس کے حقیقی اثرات معلوم ہوں گے۔ پھراس عمل کے حوالے سے کسی بھی مذہب اور قانونی نظام کے جاری کردہ احکامات اور قانون کی صحیح حیثیت معلوم ہوگی کہ وہ کس درجے عمل کی حقیقتِ واقعی سے مطابقت رکھتا ہے۔اس طرح تحقیق و تدقیق کے ساتھ اس علم کے ذریعے تمام نظام ہائے حیات کے جاری کردہ احکامات وقوانین کا جائزہ لیا جاسکے گا۔ یہ طے کیا جاسکے گا کہ کون ساحکم کسی عمل کی قرار واقعی حیثیت اوراس کے حقیقی اثرات ونتائج کے حوالے سے صحیح اور درست ہے اورکون ساحکم اس عمل کی قرار واقعی حیثیت سے کس درجے انحراف رکھے ہوئے ہے۔

علمِ اَسرارِ دین کی اہمیت اوراس کے فوائد

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ''حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه'' کے مقدمے میں اس علم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ:

''فهو — و اللّٰهِ ! — أحقّ العُلومِ بأن يصرف فيه مَن أطاقهٗ نفائس الأوقات، و يتّخذَهٗ عُدّة لمعادهٖ بعد ما فُرض عليه من الطّاعات.'' (103)

(اللہ کی قسم! یہ علم تمام علوم میں سے اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ آدمی اپنے نفیس ترین اوقات اس علم کے پڑھنے پڑھانے میں صَرف کرے اور فرض عبادات ادا کرنے کے بعد اس علم کو اپنی آخرت کا سامان بنائے۔)

پھرشاہ صاحبؒ نے اس علم کے تین فائدے بیان فرمائے ہیں کہ:

1۔علمِ اسرارِ دین سے انسان کوشریعت کے جاری کردہ احکامات اوراخبار وروایات کا تجزیہ کرنے کی پوری بصیرت اورشعور حاصل ہوجاتا ہے۔اس کی چند ایک مثالیں دیتے ہوئے بتلایا کہ جس طرح:

(الف) علمِ عروض کا ماہر دیوان ہائے اشعار کا تجزیہ کرنے کی بصیرت رکھتا ہے۔

(ب) علمِ منطق کا ماہرفلاسفہ اورحکما کے عقلی دلائل کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(ج) علمِ نحو کا ماہر خالص عربوں کے کلام کا تجزیہ کر لیتا ہے۔

(د) علمِ اصولِ فقہ کا ماہر فقہا کی جزئیات اور تفریعات کا جائزہ لے لیتا ہے۔

اسی طرح علمِ اسرارِ دین پر عبور رکھنے والا آدمی شریعتِ اسلامیہ کی نصوص اور اَحادیث واَخبار کا مربوط نظام سمجھ کر اس کے بنیادی قواعد وضوابط اور اَسرار وحِکم کو پوری بصیرت اور شعور سے سمجھ جاتا ہے۔ الغرض! جس علم کا بھی ملکہ انسان میں پیدا ہوگیا تو اس میں بصیرت پیدا ہوگئی کہ اس کے ذریعے وہ صحیح اور غلط میں فرق و امتیاز پیدا کرسکتا ہے۔ ایسے ہی علمِ اسرارِ دین سے انسان کے لیے اللہ کے جاری کردہ احکامات اور انبیاؑ کی طرف سے بیان کی گئی شریعت یا دیگر ملتوں اور مذاہب کے جاری کردہ قوانین میں صحیح اور غلط میں فرق و امتیاز پیدا کرنے کی بصیرت اور شعور پیدا ہوتا ہے۔

2۔ علمِ اسرارِ دین کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جب انسان میں اس علم کا شعور اور بصیرت پیدا ہو جاتی ہے تو پھر وہ بڑی غلطیوں سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ اس علم کا حاصل کرنے والا اُس آدمی کی طرح نہیں ہوتا، کہ جو:

(الف) حاطبِ لیل یعنی رات کے وقت لکڑیاں اکٹھی کرنے والے سے گیلی سوکھی ہر طرح کی لکڑی لانے کی غلطی ہوجاتی ہے۔ یا رات کو اس کا ہاتھ غلطی سے سانپ وغیرہ کسی موذی جانور پر بھی پڑ سکتا ہے۔

(ب) بغیر سوچے سمجھے کسی اندھی یا بھینگی اونٹنی پر سوار ہوجائے، جسے رات کو ایک کے دو نظر آئیں یا راستہ ہی نظر نہیں آتا۔

(ج) جس نے کسی طبیب سے سنا کہ سیب کھانا مفید ہے۔ اس نے کڑوے ترین پھل "حنظلہ" کی ظاہری شکل وصورت سیب کی طرح دیکھ کر اسے کھا لیا۔

اس طرح شاہ صاحبؒ نے ان تین مثالوں کے ذریعے سے سمجھایا کہ جیسے بھینگی اونٹنی پر کوئی سفر شروع کردے، جسے سامنے سے ایک کے بجائے دو نظر آرہے ہیں تو وہ مسافر کو منزلِ مقصود تک کیسے پہنچائے گی؟ جیسے وہ سوار کامیاب نہیں ہوسکتا، ایسے ہی جس کے پاس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علم بصیرت نہیں ہے، تو وہ بھی ایسے ہی ہے جیسے بھینگی اونٹنی پر بیٹھا ہوا ہے۔ یا حاطب اللیل کی مثال دی ہے کہ رات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں کسی کو لکڑیاں جمع کرنے کے لیے بھیجا جائے تو سب رطب و یابس (خشک اور گیلی) سب طرح کی لکڑیاں اس نے جمع کیں جس میں سانپ بچھو بھی آ گئے۔ یہ بہت خطرناک بات ہے۔ روشنی ہو تو پتہ چل جائے کہ کون سی لکڑی قابل استعمال ہے، جس سے آگ جلائی جاسکتی ہے، کون سی نہیں۔ اس علمِ اسرارِ دین سے ایسی روشنی اور بصیرت حاصل ہوتی ہے کہ جس سے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں اور غلطی کا ارتکاب کرنے سے انسان بچ جاتا ہے۔

3۔شاہ صاحبؒ نے اس علم کا تیسرا فائدہ یہ بیان کیا ہے کہ اس کے نتیجے میں اللہ کی شریعت پر انسان کو علیٰ وَجہ البصیرت اور واضح دلائل کے ساتھ پختہ یقین حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم نے اپنے ربّ کے واضح دلائل کی بنیاد پر ایمان و یقین رکھنے والے کے بارے میں کہا ہے کہ:

أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ (104)

(کیا وہ آدمی جو اپنے ربّ کی طرف سے واضح دلائل اور کھلی نشانیوں کی بنیاد پر ایمان لایا ہے، اس آدمی کی طرح ہوسکتا ہے کہ جس کے سامنے اُس کا بُرا عمل خوب صورت بنا کر پیش کر دیا گیا ہے؟)

ایسے آدمی کے ایمان کی کیفیت علیٰ وَجہ البصیرت ہوتی ہے۔ محض تقلیدی ایمان نہیں ہوتا۔

اس فائدے کی وضاحت کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ نے ایک مثال بھی دی ہے کہ کسی آدمی کو کسی سچے آدمی نے خبر دی کہ زہر انسان کے لیے قاتل ہے۔ پھر اُس نے اُس خبر کی علمی طور پر تصدیق کی اور اُسے سمجھا۔ چناں چہ اُسے قرائن سے معلوم ہوا کہ زہر میں گرمی اور خشکی حد سے زیادہ ہوتی ہے اور یہ دونوں چیزیں انسان کے مزاج سے قطعی طور پر متصادم ہیں۔ پھر اپنے تجربے سے اُس خبر کی صداقت پر اُسے مزید پختہ یقین اور ایمان

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہوگیا۔ بالکل اسی طرح علم اسرارِ دین حاصل کرنے والے کو شریعت کے احکامات کا اسی طرح مزید پختہ یقین حاصل ہوجاتا ہے۔اس علم کے یہ تین بنیادی فائدے ہیں۔

بِرّ واِثم اور سیاستِ ملیہ؛ تمام شرائع اور قوانین میں دو بنیادی مباحث

شاہ صاحبؒ نے علم اسرارِ دین کی تعریف، موضوع اور غرض و غایت کے بعد اس علم پر مشتمل کتاب ''حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه'' کے مباحث کا ایک اجمالی خاکہ بھی بیان کیا ہے۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

> ''میں نے اس کتاب کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: ان میں سے ایک قسم ان قواعدِ کلیہ پر مشتمل ہے جو اُن تمام مصلحتوں اور حکمتوں کو منظّم اور مربوط طور پر بیان کرتی ہیں، جنھیں مختلف شریعتوں اور قوانین میں پیش نظر رکھا جاتا ہے۔...
> دوسری قسم (ان قواعدِ کلیہ کی روشنی میں) ابواب الایمان سے لے کر ابواب المعیشت اور چند دیگر ابواب سے متعلق احادیث کے اسرار و رموز کی شرح بیان کی گئی ہے''۔ (105)

اس طرح شاہ صاحبؒ نے انسانی سماج اور اس کو درپیش مسائل کے حل کے سلسلے میں تمام مذاہبِ عالم اور ملتوں کے تسلیم شدہ قواعدِ کلیہ پر مشتمل ایک مکمل اور مربوط نظامِ فکر وعمل پیش کیا ہے۔ پھر ان تسلیم شدہ قواعدِ کلیہ کے حوالے سے پہلی قسم میں دو بنیادی بحثیں کی ہیں۔اس سلسلے میں شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

> ''و رأيتُ أنّ تفاصيلَ أسرارِ الشّرائع ترجِعُ إلٰى أصلينِ: مبحثُ البِرّ و الإثم، و مبحث السّياسات الملّية.'' (106)
>
> (میں نے دیکھا کہ سب شریعتوں کے اَسرار و رموز کی تمام تر تفصیلات دو بنیادی اصولوں پر مشتمل ہیں:
> (۱) بِرّ و اِثم (نیکی اور بدی) کی بحث (۲) سیاساتِ ملیہ کی بحث۔)

دیکھئے! شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جب دنیا بھر کی تمام شریعتوں، قوانین

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور دنیا بھر کی تمام ملتوں کے قانونی، سیاسی، سماجی اور معاشی نظاموں کا جائزہ لیا تو مجھے معلوم ہوا کہ ان تمام کی بنیاد دو مباحث ہیں۔

1۔ برّ و اِثم کی بحث

ایک یہ کہ دنیا کا ہر قانون سب سے پہلے یہ بحث کرتا ہے کہ کون سی چیز اُس کے نقطہ نظر سے ''البِرّ'' یعنی نیکی اور اچھائی ہے؟ اور کون سی چیز ''الإثم'' یعنی برائی ہے؟ ہر قانون اور مذہب انسانی معاشرے کے لیے جب کوئی نظام بناتا ہے تو جسے وہ نیکی خیال کرتا ہے، اس کو عمل میں لانے کے احکامات جاری کرتا ہے۔ امر (حکم) انھیں باتوں کا دیا جاتا ہے، جو اس کے مقاصد کے مطابق ہو۔ جو عمل اس کے خیال میں بُرا ہوتا ہے، اس سے روکتا ہے، اُسے الاثم یا بُرائی کہا جاتا ہے۔ دنیا کا ہر قانون حکم بھی دیتا ہے اور کچھ چیزوں سے روکتا بھی ہے۔

یہ بحث اس لیے ضروری ہے کہ تمام مذاہب اور فلسفہ ہائے فکر کے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے جس چیز کا حکم دیا ہے، نیکی صرف وہی ہے۔ اور ہم جس چیز سے روک رہے ہیں، بدی وہی ہے۔ اس کے نتیجے میں مذاہب اور افکار میں اختلافات پیدا ہوئے۔ لہٰذا تمام مذاہب اور افکار کے درمیان پیدا شدہ اختلاف کے حل کرنے کے لیے نیکی کے معیارات طے کرنے ضروری ہیں۔ اس کے لیے پہلے زیرِ بحث عمل کی حقیقتِ واقعیہ کو تلاش کرنا ہوگا۔ تاکہ متعین کیا جائے کہ واقعتاً یہ چیز انسانوں کے لیے اچھی اور مفید ہے تو اس کا حکم دیا جائے۔ اسی طرح واقع کے تعین سے ہی پتہ چلے گا کہ فلاں چیز انسانوں کے لیے مضر ہے، اس کو روک دینا چاہیے۔ کیوں کہ اصل مقصد تو حضرت انسان کو کامیاب بنانا ہے۔ انسانیت کے لیے جو مفید ہوگا، وہ البر (نیکی) اور جو انسانیت کے لیے مضر ہوگا، وہ الاثم (برائی)۔ تو پہلی بحث البر والاثم کی کرنا ضروری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

2۔ملّی سیاست کی بحث

دوسری بحث یہ ہے کہ جب کوئی بھی قانون اور ضابطہ کسی چیز کے بارے میں یہ طے کرلیتا ہے کہ وہ اچھی ہے،سوسائٹی میں اس کوفروغ دینا چاہیےاور فلاں چیز بُری ہے،اس کوسوسائٹی سے روک دینا چاہیے۔یعنی کسی نظام میں کوئی چیز''معروف'' ہےاور دوسری چیز ''منکر'' ہے۔ ان معروفات اور منکرات یا اوامر اور نواہی یا اچھائی اور بدی کے قیام یا انسداد کا ایک عملی سیاسی نظام قائم کرنا ضروری ہے۔اس کے لیے ''السّیاسة المِلّیه'' یعنی ملت اور قانون کے سیاسی نظام قائم کرنے کی بحث کرنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ سیاسی نظام قائم کیے بغیر کوئی نیکی اور بدی پورے طور پر نتائج نہیں دیتی۔ وہ صرف اَخلاقی وعظ ہوسکتا ہے کہ جس کا جی چاہے مانے اور جس کا جی چاہے نہ مانے۔ جب نیکی اور بدی کا تعین ہوگیا تو نیکی اور بدی کو روبہ عمل لانے کے لیے ایک سیاسی سسٹم کی ضرورت ہے۔ سیاست کہتے ہی اس کو ہیں کہ کسی معاشرے کونقص سے نکال کر کمال تک پہنچانااور کمزوریوں کو دور کرکے ترقی کی طرف لے جانا، یہی لفظِ سیاست کا مطلب ہے۔

آج ہمارے ہاں تو لفظِ سیاست بدنام ہوگیا۔جھوٹ بولنے، دھوکا دینے کو ہم کہتے ہیں کہ یہ سیاسی بات ہے۔ یہ سیاسی وعدہ تھا، حالاں کہ یہ سیاست نہیں ہے۔ سیاستِ نبویہ یا حقیقی سیاست دراصل قوموں اور ملکوں کونقص سے نکال کرکمال تک پہنچانے کا عمل ہے۔ گویا طے کردہ قوانین اور ضابطوں کا عملی نظام بنایا جائے۔آپ نے نیکی اور بدی کے جو اصول متعین کرلیے،اس کی روشنی میں آپ کوکچھ پالیسیاں بنانی ہوں گی۔اس کے پروسیجرز طے کرنے ہوں گے۔عمل درآمد کی حکمتِ عملی اور طریقۂ کار بتلانا ہوگا کہ کون سا کام کس وقت پر کس طریقے،کس منہج اور کس نظم کے تحت کیا جانا ضروری ہے۔اس کے بغیر وہ نیکی تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی طرح جو بدی ختم کرنی ہے تو اس بدی کوختم کرنے کا بھی ایک پروسیجر ہوگا۔ایک طریقۂ کار ہوگا۔ یہ نہیں کہ جس کا جی چاہے، اپنے خیال کے مطابق کسی چیز کو بدی سمجھے اوراس بدی کومٹانے کے لیے ازخود ہی فیصلے کرنے لگے، کہ میں بدی مٹا رہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔ اس کا بھی ایک طے شدہ طریقۂ کار ضروری ہے۔

الغرض! شاہ صاحبؒ نے علم اسرارِ دین کا بنیادی خاکہ بتلاتے ہوئے اس حقیقت کو واضح کیا کہ ہر قانون اور شریعت میں ایک بحث نیکی اور بدی کی حقیقت کو متعین کرنا ہے۔ اور دوسری بحث نیکی کو غالب کرنے اور بدی کو ختم یا مغلوب کرنے کا سیاسی نظام بنانا ہے۔

نیکی اور بدی کو سمجھنے کے لیے چند ضروری مباحث

جب ہم نیکی اور بدی کو واضح کریں گے تو دنیا کا ہر مذہب یا ہر فرد یہ کہے گا کہ ہم نے جس چیز کو اپنے علم سے درست سمجھا ہے، وہی واقعی حقیقت ہے اور وہی درست ہے۔ تو اس کا فیصلہ کیسے ہوگا؟ حقائق کے تناظر میں واقعتاً کون سی نیکی ہے اور کون سی بدی ہے؟ اس کا تعین کرنے کے لیے کم از کم تین بنیادی بحثیں کرنا ضروری ہے۔

الف: انسانی اعمال کی جزا و سزا سے متعلق بحث

ایک بحث یہ ہے کہ انسانی اعمال کی اچھائی یا بُرائی کو جزا یا سزا کے تناظر میں معلوم کیا جائے۔ اس لیے کہ جس عمل پر سزا ہے، اُس سے روکا جائے گا۔ اس سزا اور عمل کے درمیان تعلق کو سمجھا جانا ضروری ہے۔ ایسے ہی جس عمل کے نتائج انعام کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہوں، وہ عمل درست اور نیکی ہے۔ اس عمل اور اس کے اچھے نتیجے کی حقیقت جاننا ضروری ہے۔ اس طرح نیکی اور بدی معلوم کرنے کے لیے مجازات کا قانون جاننا ضروری ہے۔

ب: نوعِ انسانی کی حقیقی کامیابی کی نوعیت سے متعلق بحث

دوسری اہم ترین بحث یہ بھی ہے کہ نوعِ انسانی کی کامیابی کا اصل معیار کیا ہے؟ کیوں کہ تمام قوانین اور شریعتوں کا بنیادی ہدف انسانی سعادت اور کامیابی ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں میں ترقی کرے۔ خود انسان کی کامیابی اور سعادت کیا ہے؟ کامیابی کی حقیقی اور واقعی تعریف کیا ہے؟ پہلے سعادت اور کامیابی کے تعین کی بحث کرنا ضروری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ج: انسانی زندگی میں ارتفاقات کی حقیقت اور اہمیت

تیسری بحث یہ ہے کہ انسان کا یہ جسم گوشت پوست کا بنا ہوا ہے۔ اس میں حیوانی تقاضے ہیں۔ اس کو اپنے جسم کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے سیاسی و معاشی حوالے سے سہولتیں درکار ہیں۔ چناں چہ انسانیت میں اب تک جو سماجی ارتقا اور انسانی سہولتوں کا نظام وجود میں آیا ہے، اس سے بحث کرنا بھی ضروری ہے۔ ان کو شاہ صاحبؒ نے ''ارتفاقات'' سے تعبیر کیا ہے۔ ارتفاقات کا مطلب ہے انسانوں کے لیے سہولتیں بہم پہنچانا اور سہولتوں کا وجود پذیر ہونا۔

اس طرح بِرّ و اِثم یعنی نیکی اور بدی کی حقیقت و واقعیت معلوم کرنے کے لیے تین بحثیں ضروری ہیں:

1۔ جزا و سزا کا نظام کیا ہے؟

2۔ نوعِ انسانی کی سعادت کیا ہے؟

3۔ ارتفاقات کیا ہیں؟

کائنات اور اس میں جاری کمالاتِ الٰہیہ کی حقیقی نوعیت پر بحث

حضرت شاہ صاحبؒ واضح کرتے ہیں کہ نوعِ انسانی کی کامیابی کا معیار، انسانی جسم کے ارتفاقات اور انسانی اعمال پر جزا و سزا کا نظام اس وقت تک حقیقی طور پر معلوم نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کائنات کی بنیادی حقیقت اور اس میں جاری اللہ کے بنیادی کمالات کی نوعیت معلوم نہ ہو۔ پھر اس کائنات میں نوعِ انسان کی اصل حقیقت، اس کی تعریف معلوم کرنا ضروری ہے۔ نیز نوعِ انسان کی کیا ضرورتیں ہیں کہ جن کی تکمیل سعادت ہے، ورنہ شقاوت اور انسان کے لیے بُرا ہے۔ اسی طرح انسان کے حقیقی تقاضے معلوم ہونے سے ہی ارتفاقات یعنی سیاست اور معیشت کے معیارات اور کامیابی کے مطلوبہ اَخلاق معلوم ہوں گے۔ اسی بنیاد پر اعمال اور ان کی جزا و سزا کے درمیان موجود ربط (link) کو صحیح طور پر تلاش کر پائیں گے۔ یہ چار بحثیں یعنی کائنات اور انسان کی حقیقت، جزا و سزا کا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قانون، ارتفاقات کی نوعیت اور کامیابی کے بنیادی اَخلاق پہلے ہوں گے تو پھر پانچویں بحث ''مبحث البر والاثم'' یعنی نیکی اور بدی کا صحیح معیاری نظام معلوم ہوگا۔ اور جب نیکی اور بدی کی حقیقت واضح ہوگی تو پھر عملی سیاسی، سماجی اور معاشی نظام قائم کرنے کی چھٹی بحث ''مبحثُ السّیاسة المِلّیه'' سمجھ میں آئے گی۔ اس کے بعد نبی اکرمؐ کے بیان کردہ دین کے بنیادی اساسی اصول پر مشتمل ساتویں بحث سمجھ میں آئے گی۔ اس طرح ''حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه'' کی پہلی قسم سات مباحث پر مشتمل ہے۔ چھ تو مذکورہ بنیادی مباحث ہیں اور ساتواں مبحث اس کا خلاصہ اور تتمہ ہے یعنی ان مسلمہ اصولوں کی روشنی میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی احادیث سے اخذ کردہ نیکی، بدی اور سیاسی نظام کی حقیقت جاننا۔ اس کتاب کی دوسری قسم میں ''کتاب الإیمان'' سے شروع کر کے آخری ''باب سیر النبی ﷺ'' تک کے تمام ابواب میں پہلی قسم میں متعین کیے ہوئے قواعد وضوابط کی روشنی میں حضورؐ سے مروی احادیث وروایات کے اَسرار ورموز اور حکمتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ علم اسرارِ دین کی مباحث کا ایک اجمالی خاکہ ہے۔

حقیقتِ واقعیہ کے تعین کے مُسلّمہ قواعدِ کُلّیہ

شاہ صاحبؒ نے علمِ اسرارِ دین کی پہلی قسم میں قواعدِ کلیہ بیان کیے ہیں۔ یہ تمام اصول اور قواعد قرآن حکیم کے نزول کے زمانے میں موجود تمام مذاہب، ملتوں اور فلسفوں کے ہاں تسلیم شدہ ہیں۔ چند مجنون اور بے وقوف افراد کو چھوڑ کر جمہور انسانوں کے نزدیک یہی قواعد وضوابط مسلمہ تھے۔ شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ''ان قواعدِ کلیہ میں اکثر وہ ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں موجود تمام ملتوں کے درمیان تسلیم شدہ ہیں۔ وہاں حاضر لوگوں کو ان قواعدِ کلیہ کے بارے میں کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ چناں چہ نبی اکرمؐ نے ان اصولوں پر کچھ اس انداز سے متنبہ فرمایا جیسے طے شدہ اصولوں کی بنیاد پر فروعات اور ذیلی قوانین بنائے جاتے ہیں۔ پس حضورؐ کے سامعین ان قواعدِ کلیہ کے تحت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ذیلی اور ضمنی قوانین کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اس لیے کہ ملتِ اسماعیلیہ، یہود و نصاریٰ (ملتِ اسرائیلیہ) اور ملتِ مجوس (صائبین) کو ماننے والے عرب ان مسائل کے ملتے جلتے نظائر سے مانوس تھے''۔ (107)

شاہ صاحبؒ نے ''حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه'' کے ابتدائی مباحث میں دینِ اسلام اور دیگر مذاہب کی روشنی میں ان ''واقعی مسلمات اور قواعدِ کلیہ'' کا تعین کیا ہے، تاکہ تجزیہ کرنا آسان ہوجائے کہ ''مشائین'' یعنی جو عقل کی بنیاد پر باتیں کر رہے ہیں، انھوں نے کہاں ٹھوکر کھائی ہے؟ ''متأخرین صوفیا'' جو صرف کشف کی اساس پر بات کر رہے ہیں، ان سے کہاں غلطی ہوئی؟ ''فقہا اور محدثین'' جو صرف نقل کی بنیاد پر بے شمار فقہی جزئیات اور روایات کی حیثیت متعین کیے بغیر نقل در نقل کرتے آرہے ہیں، ان کا بھی پتہ چل جائے گا کہ وہ کہاں کھڑے ہیں؟ اسی طرح ''متکلمین'' نے کس جگہ ٹھوکر کھائی؟ اور ''اشراقّیین'' کو کہاں غلطی لگی؟

اس طرح مسلمہ قواعد دریافت کرنے سے آج تک کے تمام افکار و خیالات کا بھی تجزیہ کرنا آسان ہوگیا۔ چناں چہ آج کا یورپ مشائیہ کے نقش قدم پر ہے۔ سوشلزم ہو یا کیپٹلزم، ان دونوں کی بنیاد بھی اُسی مادی فلسفے پر ہے۔ لہٰذا اگر شاہ صاحبؒ کا علمِ اَسرارِ دین ہمیں وضاحت سے سمجھ میں آجاتا ہے تو آج کے دور میں فلسفے کے تمام مکاتبِ فکر کا تحلیل و تجزیہ کرنا بھی ایک مسلمان عالم کے لیے آسان ہوجاتا ہے۔

علمِ کمالاتِ اربعہ اور کائنات کی حقیقت

سب سے پہلے شاہ صاحبؒ نے کائنات کی حقیقت سے متعلق چند بنیادی اساسی امور واضح کیے ہیں۔ اس کائنات میں کمالاتِ الٰہیہ جاری ہیں، جو تمام مذاہب اور تمام فلسفوں میں تعبیرات کے اختلاف کے باوجود متفق علیہ ہیں۔ کسی نے ایک انداز سے تعبیر کیا ہے، کسی نے دوسری طرح سے تعبیر کیا ہے۔ ان تعبیرات کے اختلافات کو شاہ صاحبؒ ''حُجّةُ اللّٰه البالِغه'' میں زیرِ بحث نہیں لائے ہیں، بلکہ اس بحث کو اپنی دیگر کتابوں جیسے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

"لمحات"، "سطعات"، "البدور البازغه" اور "التّفهيمات الإلٰهيه" وغیرہ میں لائے ہیں، وہاں "مشّائین" اور "اشراقیّین" وغیرہ پر گفتگو کی ہے۔ کہیں کہیں شاہ صاحبؒ "متکلّمین" کے اقوال بیان کر کے رَد بھی کرتے ہیں۔ بعض اوقات "حُجّةُ اللّٰه البالِغه" کو سمجھنا اس لیے مشکل ہو جاتا ہے کہ شاہ صاحبؒ کی دیگر کتابوں کا اس کے ساتھ جو ربط (Link) ہے، وہ مطالعہ کرنے والوں کے سامنے نہیں ہوتا۔

شاہ صاحب کہتے ہیں کہ اس کائنات کے بارے میں جو مسلّمہ قاعدے اور ضابطے ہیں، وہ کمالات اربعہ کہلاتے ہیں:

1۔ إبداع (بغیر کسی مادے کے کائنات کا مادہ وجود میں لانا)

پہلی حقیقت — جس پر سب انسانوں کا اتفاق ہے — یہ ہے کہ اللہ نے بغیر کسی مادے کے کائنات کا مادہ پیدا کیا ہے۔ ہر ایک مکتبِ فکر نے اپنے دائرۂ فکر کے مطابق اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے اللہ تعالیٰ کے اس کمال کو "إبداع" سے تعبیر کیا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے: "بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (108) (اللہ تبارک و تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو نئی طرح پر بنانے والا ہے۔) شاہ صاحبؒ نے اِبداع کی تعریف یہ کی ہے:

> (کائنات کی تخلیق کو وجود بخشنے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی پہلی صفت "إبداع" ہے۔ وہ کسی چیز کو بغیر کسی چیز کے وجود بخشنا ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی مادے کے کسی چیز کو پردۂ عدم سے نکالا۔ رسول اللہ ﷺ سے اس کائنات کے آغاز سے متعلق سوال کیا گیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تبارک و تعالیٰ موجود تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز وجود نہیں رکھتی تھی" (109)۔" (110)

آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبویہؐ سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے اس کمالِ الٰہی سے اس کرۂ ارض، پورے نظامِ شمسی اور پوری کائنات' عرش سے لے کر فرش تک سب سے پہلے تمام مخلوق کے مادے کو وجود بخشا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شاہ صاحبؒ "التّفھیمات الإلٰھیه" میں ابداع کی حقیقت اور اس سے سب سے پہلے پیدا ہونے والی ایجادات کی نوعیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تم نے مجھ سے پوچھا ہے کہ ابداع کی حقیقت کیا ہے؟ پس میں کہتا ہوں کہ وہ بغیر کسی مادے کے کسی چیز کو پیدا کرنا ہے۔ سب سے پہلے ابداع کے ذریعے سے پیدا ہونے والی چیزیں: (۱) قلم، (۲) پھر لوحِ محفوظ، (۳) پھر عرش، (۴) پھر پانی ہیں۔ انھی کی طرف اللہ تعالیٰ کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے کہ: "اللہ کا عرش پانی پر ہے۔" (111) پھر اللہ تعالیٰ نے پانی سے تمام مخلوقات پیدا کی ہیں۔ یہیں سے مخلوقات کی ابتدا ہوئی"۔ (112)

2۔ خَلق (مادے سے مخلوقات کو وجود بخشنا)

دوسری بنیادی حقیقت اور کمالِ الٰہی "خَلق" ہے کہ اس ابتدائی مادے سے اللہ نے تمام مخلوق پیدا کی۔ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

"و الثّانية: الخَلق؛ و هو إيجاد الشّيء من شيء كما خلق آدم من تراب وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (113)" (114)

(دوسرا کمالِ الٰہی "خَــلــق" ہے اور وہ کسی چیز سے کسی دوسری چیز کو پیدا کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا (ارشادِ ربانی کے مطابق:) "اور جن کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا"۔)

خَلق کا مطلب کیا ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ جب بھی ایک چیز دوسرے سے مختلف ہوتی ہے، تو ان میں کچھ مشترک امور ہوتے ہیں اور کچھ امتیازی امور ہوتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انواع و اجناس اور اقسام پیدا کیں۔ اللہ نے کائنات کے عناصر پیدا کیے۔ ایک زمانے میں بحث کے لیے یہ متعین کیا گیا تھا کہ یہ عناصر چار ہیں: آگ، پانی، مٹی اور ہوا۔ آج جب مزید تحقیق کے بعد مختلف سائنس دانوں کی رائے کے مطابق عناصر ایک سو نو یا ایک سو سولہ کے قریب ان کی تعداد سامنے آئی۔ اور نہ جانے آئندہ زمانے کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سائنس دان اس سے آگے بڑھ کر کچھ اَور چیزیں دریافت کرلیں۔ اب خواہ جدید تحقیق کے مطابق عناصر کی تعداد لے لو، یا قدیم فلاسفہ یونان کے طے کردہ عناصرِ اربعہ کو لے لو، کوئی سی بھی تعداد متعین کرلو! کیوں کہ کسی علم میں بحث کرنے کے لیے سب سے پہلے کوئی نہ کوئی نقطۂ آغاز ماننا پڑتا ہے۔ جیسے آپ سفید کاغذ پر 'پرکار' (compass) سے ایک نقطہ لگاتے ہیں۔ پھر اُس سے پیمائش کرتے ہیں کہ اتنے سے ادھر جائیں اور اتنے سے ادھر جائیں تو ایک مربع یا مستطیل وغیرہ وغیرہ بنا سکتے ہیں، لیکن اگر یہ نقطہ ہل گیا تو سارا ڈھانچہ ہل جائے گا اور علم آگے نہیں بڑھے گا۔ لہٰذا عناصر کے حوالے سے بھی آپ کو قدیم و جدید میں سے کوئی ایک معیار ماننا پڑے گا۔

اب پانی ایک بنیادی عنصر ہے۔ عرشی قوت اور پانی کے باہمی اتصال سے دیگر عناصر وجود میں آئے۔ قرآن پاک میں اللہ کا ارشاد ہے: ''وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۚ''[115] (اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی)۔ پھر ان عناصر کے ذریعے سے پہلے معدنیات بنائے، پھر اگلے مرحلے میں نباتات اُگائے، اس سے اگلے مرحلے میں حیوانات اور اس سے اگلا مرحلہ انسانوں کا ہے۔ تمام فلاسفہ اور حکما کے ہاں یہ چار اجناس اور انواع ہیں۔ اگر فلاسفہ کی زبان میں مزید بحث کی جائے تو وہ جوہر و عرض کی بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اجناس میں پہلے وجود، پھر جوہر، پھر جسمِ مطلق، پھر جسمِ نامی اور پھر جسمِ حیوانی ہے۔ پھر جنسِ حیوان سے آگے نوعِ انسان ہے۔ اس طرح انواع، اجناس اور اس کے اوپر کی اجناس یعنی جنس قریب یا جنس بعید کی ترتیب ہے۔ کسی زبان میں آپ گفتگو کرلیں تو کم ازکم مذکورہ چار دائرے آپ کے سامنے آجائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اِبداع کے کمال سے مخلوقات کے جس مشترک مادے کو وجود بخشا تھا، تخلیق کے وقت اسی مادے سے مخلوقات میں مابہ الامتیازات (Characteristics) یعنی امتیازی خصوصیات پیدا کیں۔ انھی کی وَجہ سے ہر ایک مخلوق اپنی ایک علاحدہ حقیقت و ماہیت، خواص و تاثیرات رکھتی ہے۔ ہر ایک عنصر (Element) میں ایک خاص نوعیت اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاصیت رکھی۔مثلاً آکسیجن کے جو خواص ہیں، وہ ہائیڈروجن اور دوسرے باقی عناصر میں نہیں ہیں۔ ہر ایک عنصر کا اپنا ایک خاص خاصہ ہے۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ تخلیق کے وقت کوئی چیز جس خاصے پر پیدا کر دی گئی ہے، اس کا وہ خاصہ کبھی نہیں بدلتا۔ ہمیشہ قیامت تک وہی رہے گا۔تخلیق کے حوالے سے بنیادی حقیقت یہ ہے کہ تخلیق ہمیشہ کسی پہلے سے پیدا شدہ مادے سے ہوتی ہے۔بغیر مادے کے براہِ راست تخلیق نہیں ہوتی۔ چناں چہ پہلے مادہ بنے گا اور پھر مادے سے تخلیق کا عمل ہوگا۔

3۔تدبیر (مخلوقات سے مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کا نظام)

اللہ تعالیٰ کے کمالِ اِبداع کے بعد کمالِ خَلق کے نتیجے میں مخلوقات پیدا ہوئیں۔ ہر ایک مخلوق اپنی ایک جداگانہ خاصیت اور امتیازی شناخت رکھتی تھی۔ اس طرح ایک دوسرے سے مختلف ومتضاد اشیا، انواع اور اجناس وجود میں آئیں۔اس وَجہ سے ان کے درمیان تضادات پیدا ہوئے، جنھیں حل کرنے کے لیے ہر ایک مخلوق کے دائرۂ کار کا متعین نظام بنانا ضروری ٹھہرا۔ اس وقت اللہ کا ایک تیسرا کمال ظاہر ہوا، جس کو امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ''تدبیر'' سے تعبیر کیا ہے۔شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

> ''اللہ تبارک وتعالیٰ کا تیسرا کمال یہ ہے کہ اُس نے (اجناس و انواع پر مشتمل) عالمِ موالید (معدنیات، نباتات اور حیوانات) کی تدبیر کا ایک نظام قائم کیا ہے۔اس تدبیر کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کائنات میں وجود میں آنے والے تمام واقعات وحوادث اُس نظام کے موافق ہونے چاہئیں، جسے اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت پسند کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی جود و عطا جس مصلحت کا تقاضا کرتی ہے، وہ پوری ہوجائے''۔ (116)

اس طرح اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کے لیے ایک مربوط نظام قائم کیا ہے۔ ہر ایک مخلوق کا دائرۂ کار متعین کرکے ان کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی۔اس تدبیر اور نظام کے ذریعے سے اس بات کو یقینی بنایا ہے کہ ان کے درمیان کوئی ایسا ٹکراؤ نہ ہو، جس سے کوئی ایک مخلوق

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

سِرے سے فنا ہوجائے۔ اس لیے کہ ایسا ہونا مقصدِ تخلیق کے خلاف بات ہے۔ جب ہر ایک مخلوق اوراُس کی امتیازی خصوصیت کو باقی رکھنا ضروری ٹھہرا تو ان کے درمیان کسی نہ کسی طریقے سے ہم آہنگی ہونی چاہیے، کوئی تدبیر ہونی چاہیے اورکوئی سسٹم بننا چاہیے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے لیے ایک عالم گیر تدبیری نظام قائم کیا ہے۔

تخلیق اور تدبیر دونوں کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشادِ خداوندی ہے:

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ... يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ

(اللہ وہ ذات ہے جس نے چھ دنوں میں آسمان و زمین اور اس کے درمیان مخلوقات پیدا کیں اور پھر عرش پر قرار پکڑا۔ ... وہی ذات ہے کہ جس نے آسمان سے لے کر زمین تک کے تمام امور کی تدبیر اور نظام قائم کیا ہے۔) (117)

معلوم ہوا کہ کائنات ایک سسٹم کے تحت چل رہی ہے۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ نے تحریر کیا ہے:

”اس کی تفصیل یہ ہے کہ تمام موالید (جمادات، نباتات اور حیوانات) میں رکھی گئی قوتیں کبھی اُن سے جدا نہیں ہوتیں۔ ان میں جب باہم ٹکراؤ اور تصادم ہوا تو اس کے نتیجے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت نے مختلف کیفیات اور حالات پیدا کیے۔ جن میں بعض جوہر ہیں اور بعض عرض ہیں۔ اور پھر اعراض میں یا افعال ہیں، یا روح رکھنے والی مخلوق میں ارادے اور عزائم وغیرہ پیدا ہوتے ہیں“۔ (118)

جب مخلوقات وجود میں آئیں تو ان مخلوقات کے باہم ٹکراؤ سے قوتیں پیدا ہوئیں۔ توانائیاں (energies) بکھریں۔ ان توانائیوں کے درمیان امتیازی خصوصیات کی وَجہ سے تضادات پیدا ہوئے تو انھیں حل کرنے کی ایک تدبیر اور سسٹم بنایا گیا۔ کسی نظام کو قائم کرنے کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ ہر ایک قوت، ہر ایک فرد اور ہر ایک جماعت ڈسپلن کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تحت اپنے اپنے دائرے میں رہ کر کام کرے۔ اس حوالے سے وہ محاورہ سامنے رہے کہ ''وہ لاٹھی ضرور گھمائے، لیکن اس کے ذریعے سے کسی دوسرے کی ناک توڑنے کی اجازت نہیں۔'' ڈسپلن میں رہنے کے لیے نظام ضروری ہے۔ اس تدبیر سے مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کے حوالے سے شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

> ''اللہ کی اپنے بندوں پر رحمت، اُن پر مہربانی اور تمام مخلوقات پر اُس کی عمومی قدرت اور اس کے وسیع ترین علم نے تقاضا کیا کہ وہ مخلوقات میں رکھی گئی قوتوں اور اُن قوتوں کو حرکت میں لانے والے امور میں قبض، بسط، احالہ اور الہام کے ذریعے سے تصرف کرے۔ یہاں تک کہ ان تمام کے مجموعی عمل سے اللہ کا مطلوب کام پورا ہو کر رہے''۔ (119)

کائنات میں اللہ کی طرف سے جاری کی گئی تدبیر اور نظام سے مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کے چار طریقے ہیں:

(۱) **قبض** (کنٹرول کرنا)

(۲) **بسط** (وسعت اور پھیلاؤ)

(۳) **إحالہ** (تغیر و تبدل)

(۴) **إلہام** (دل میں خیال ڈالنا)

(۱) جب کرۂ ارض پر موجود قوتوں کے درمیان ٹکراؤ ہو اور اس کے نتیجے میں کوئی مخلوق فنا ہونے کے قریب ہو تو کائنات کی مصلحتِ کلیہ اور مخلوقات کی بقا کا نظام تقاضا کرتا ہے کہ اس کو باقی رکھنا ضروری ہے۔ اس موقع پر ذاتِ باری تعالیٰ کی جانب سے فرشتوں کے ذریعے اس مخلوق کو انرجی اور طاقت سپلائی کی جاتی ہے، اس کو ''**بسط**'' کہتے ہیں۔

(۲) جو طاقت چڑھائی کر کے دوسری مخلوق کو فنا کے گھاٹ اتار رہی تھی تو قوتوں کے درمیان توازن برقرار رکھنے کے لیے منہ زور قوتوں کو کنٹرول میں لایا جاتا ہے، اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کو ''قبض'' کہتے ہیں۔

(۳) اگر ان دونوں طریقوں سے کام نہیں بن رہا تو دونوں قوتوں کے ٹکراؤ کے نتیجے میں وہ مادہ ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل (Convert) ہوجاتا ہے۔ ظاہر ہے کائنات مادے اور عناصر کی بنیاد پر قائم ہے۔ ہم نہ مادے کو پیدا کرسکتے ہیں اور نہ ہی فنا کرسکتے ہیں، البتہ مادہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف تبدیل ہوجاتا ہے۔ اس کو شاہ صاحبؒ کی اصطلاح میں ''**احالہ**'' کہا جاتا ہے۔

(۴) اگر جان داروں کا معاملہ ہے تو جان داروں میں ایک چوتھا عمل یہ ہوتا ہے، ان کے دلوں میں خیال ڈال کر دوسرے کے ظلم سے بچنے، یا اپنی قوت کو بڑھانے کا طریقہ بتلایا جاتا ہے، اس کو ''**اِلہام**'' کہا جاتا ہے۔

اس طرح اس پوری کائنات میں عالم گیر تدبیر اور نظام ان مذکورہ بالا چار امور کے ذریعے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں تدبیر کی ان چاروں اقسام اور ان کی مثالوں کو خوب اچھی طرح بیان کیا ہے۔

4۔ عالمِ مثال اور تجلیات کا عالم گیر نظام

کمالاتِ الٰہیہ میں سے چوتھا کمال یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کائنات میں ''عالمِ ارواح'' اور ''عالمِ ارضی'' کے درمیان ایک غیر مادی اور غیر عنصری عالَم تخلیق کیا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے اسے پورے دلائل سے ثابت کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''جاننا چاہیے کہ بہت سی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں اس کائنات کے وجود میں ایک ایسا غیر عنصری (غیر مادی) عالَم ہے کہ جس میں (دنیا میں وجود میں آنے والی اشیا کے) معانی اپنی وصفی مناسبت کے ساتھ مثالی اجسام رکھتے ہیں۔ اس طرح وہ اشیا زمین پر اپنے وجود سے پہلے کسی نہ کسی صورت میں اُس غیر مادی عالَم میں وجود پذیر ہوتی ہیں۔ زمین پر اُن اشیا کا وجود اسی شکل و صورت میں ہوتا ہے، جو اُس عالَمِ مثال میں موجود تھے۔ اسی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

طرح احادیث سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ عام لوگوں کے نزدیک کوئی جسم نہ رکھنے والی ایسی بہت سی اشیا ہیں، جو نیچے سے اوپر منتقل ہوتی ہیں اور اوپر سے نیچے اُترتی ہیں۔انھیں تمام لوگ نہیں دیکھ پاتے''۔ (120)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکامات پر مبنی تجلیات کے ذریعے سے ہی کائنات کا نظام چل رہا ہے۔اللہ تعالیٰ کے احکامات عالمِ ارواح سے اس کرۂ ارض پر عالمِ مثال کے واسطے سے آتے ہیں۔قرآنی نصوص سے یہ بات واضح ہے کہ اللہ کی جانب سے کائنات میں جاری تمام اعمال فرشتوں کے ذریعے سے ہوتے ہیں۔اسی لیے فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ٹھہرا۔اسے ''آمنتُ باللّٰہ و ملائکتہٖ'' (میں اللہ پر اور اُس کے فرشتوں پر ایمان لایا) کا اقرار کرنا ہوتا ہے۔عالمِ مثال میں اللہ کے احکامات وتجلیات کو لانے لے جانے کا کام ملائکہ کرتے ہیں۔وہ کائنات کا نظم ونسق چلانے والی ایسی اتھارٹی ہے کہ جن کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ (121)

(انھیں جو حکم دیا جاتا ہے، اس میں نافرمانی نہیں کرتے ہیں اور جس کا حکم دیا جاتا ہے، وہی کرتے ہیں۔)

''عالمِ مثال'' فرشتوں کے اس نظام پر مشتمل ہے۔اس عالَم کو ثابت کرنے کے لیے شاہ صاحبؒ نے ''حُجَّةُ اللّٰهِ البَالِغَه'' میں بیسیوں احادیث نقل کی ہیں۔انھوں نے کتاب وسنت سے یہ بات ثابت کی ہے کہ کائنات کے اس عالَم میں اس کرۂ ارض پر آنے سے پہلے تمام چیزوں کا غیرمادی ماڈل تیار ہوتا ہے اور اسی ماڈل کے مطابق دنیا میں وہ عمل ہوتا ہے۔حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ نے یہ حقیقت اپنی وقیع کتاب ''عبقات'' میں واضح کی ہے کہ جو آدمی عالمِ مثال کو نہیں مانتا، وہ قرآن وسنت کی ایک ہزار سے زیادہ آیات واحادیث کی صحیح تعبیر اور تشریح نہیں کرسکتا، بلکہ اسے ان کا انکار کرنا پڑے گا۔وہ لکھتے ہیں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

”حق بات یہ ہے کہ عالمِ مثال کا انکار کرنے والا اہلِ سنت میں سے نہیں ہے، بلکہ اُس میں معتزلہ کے خیالات کی جھلک پائی جاتی ہے۔ اس لیے کہ اُسے ایک ہزار بلکہ اُس سے بھی زائد نصوصِ شرعیہ کی تاویلِ بعید کرنی پڑے گی“۔ (122)

اس عالمِ ارضی میں انسان کی آمد سے پہلے اس کا وجود عالمِ مثال میں ہی تخلیق ہوا تھا۔ چناں چہ حدیث میں ہے کہ:

”إن اللّٰہ خلق آدم، ثم مسح ظھرہٗ بیمینہٖ فاستخرج منہٗ ذُرّیۃً.“ (123) (اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، پھر ان کی پشت پر اپنا داہنا ہاتھ پھیرا تو ان کی تمام اولاد کو ان کی پشت سے نکالا۔)

پھر وہیں اُن تمام سے اللہ نے پوچھا تھا: ”أ لستُ بربِّکم“ (کیا میں تمھارا ربّ نہیں ہوں؟) انھوں نے کہا تھا: ”بلیٰ!“ (کیوں نہیں؟) حضورؐ نے معراج میں عالم مثال میں ہی انسانوں کے نسمے حضرت آدم علیہ السلام کے اردگرد دیکھے تھے۔ حدیث میں ہے:

”ھٰذا آدم، و ھٰذہٖ الأسودۃ عن یمینہٖ و شِمالہٖ نسمُ بنیہ.“ (124) (یہ آدم ہیں اور یہ اُن کے دائیں بائیں موجود لوگ ان کی اولاد کے نسمے ہیں۔)

انسانیت کے تمام نسمے عالمِ مثال میں ہی وجود پذیر ہوئے۔ پھر انسان کی روح لے کر فرشتہ اوپر سے نیچے رحم مادر میں آتا ہے۔ اس طرح انسان کی روح عالم ارواح اور عالم مثال سے ہوتی ہوئی آتی ہے۔ یہاں اس دنیا میں موجود انسانی وجود اور اعمال عالم مثال میں موجود انسان کے ہم مثل ہوتے ہیں۔ یعنی جیسا روح کا مثالی جسم وہاں ہوتا ہے، ویسے ہی اس دنیا میں اس کی جسمانی ساخت بنتی ہے۔ عالم مثال میں اعمال کی جو مثالی شکل ہوتی ہے، اسی طرح وہ اعمال دنیا میں وجود پذیر ہوتے ہیں۔ یہ صرف انسان کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہاں جتنی بھی مخلوقات وجود میں آئی ہیں، وہ عالم مثال میں موجود اپنے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اصل نمونے اور ہم مثل کے مطابق ہوتی ہیں۔

پھر شاہ صاحبؒ عالم مثال کے بھی دو طبقے بیان کرتے ہیں:

1۔ ایک بالائی، جو عرشِ الٰہی اور عالمِ ارواح کے قریب ہوتا ہے، جسے "**ملاءِ أعلٰی**" کہا جاتا ہے۔

2۔ دوسرا طبقۂ زیریں، جو نظامِ شمسی اور زمین کے اردگرد کام کرتا ہے، جسے "**ملاءِ سافل**" کہا جاتا ہے۔

ملاءِ اعلٰی کی اصطلاح قرآن حکیم میں بھی ہے:

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٦٩﴾ (125)

(مجھے کچھ معلوم نہیں کہ ملاءِ اعلٰی کے فرشتے کس چیز میں آپس میں تکرار کرتے ہیں۔)

شاہ صاحبؒ نے ملاءِ اعلٰی کے بھی تین طبقات بیان کیے ہیں۔

اس طرح ملاءِ اعلٰی اور ملاءِ سافل پر مشتمل فرشتوں کا ایک مربوط نظام کائنات میں عرش سے فرش تک جاری و ساری ہے۔ یہ اس کائنات میں اللہ کے کمالات میں سے چوتھا اہم ترین کمال ہے۔

اس طرح اللہ کے چار کمالات؛ ابداع، خلق، تدبیر اور تدلی یا تجلی کی اساس پر اس کائنات کا عالم گیر نظام جاری ہے۔

شاہ صاحبؒ نے اپنی کتاب "**لمحات**" میں ان چاروں کمالات کو ایک نئے عقلی انداز اور فلسفیانہ اُسلوب میں بیان کیا ہے۔ وہاں عالمِ مثال پر مشتمل فرشتوں کے نظام کو صوفیا کی اصطلاح "تدلّی" سے تعبیر کیا ہے:

"اللہ تبارک و تعالٰی کے افعال اگرچہ بہت زیادہ ہیں، لیکن وہ تمام چار بنیادی اجناس اور کمالات کے دائرے سے باہر نہیں ہیں: (۱) ابداع (۲) وخلق (۳) و تدبیر (۴) و تدلّی۔ پہلا ابداع ہے اور وہ کسی شئے کو عدمِ بحت سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وجود کی طرف لانا ہے۔...دوسرا کمال ''خلق'' ہے اور یہ کسی ایک شئے کو دوسری شئے سے تخلیق کرنا ہے۔...اس کا اثر یہ مرتب ہوا کہ کائنات میں افلاک، عناصر اور تمام انواع اپنے خواص و آثار کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ تیسرا کمال ''تدبیر'' ہے۔ کائنات میں اشیا کے تغیر و تبدل کا ایسا طریقۂ کار اختیار کرنا کہ یہاں پیدا ہونے والے حوادث و واقعات مصلحتِ کلیہ کے مطابق وجود میں آئیں۔...اس میں چند قوتوں کا دوسری قوتوں کے ساتھ امتزاج پیدا کیا جاتا ہے۔ اگر کائنات میں، یہ تدبیری نظام نہ ہوتو ایسا شر پیدا ہوجاتا ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی حکمت کی نفی ہوتی ہے۔

اس تدبیر کے ذریعے سے کائنات میں ارادہ رکھنے والی مخلوق؛ فرشتے، لوگ اور جان داروں میں ''الہام'' کیا جاتا ہے۔ نباتات، جمادات اور حیوانوں کی طبیعتوں میں تغیر و تبدل اور ''اِحالہ'' کیا جاتا ہے۔ اور الہام اور احالہ سے مرکب ''قبض'' و ''بسط'' پر مبنی تقریبات وجود میں لائی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا چوتھا کمال ''تدلّی'' ہے، جس کی اصل بنیاد حق تبارک و تعالیٰ کی تجلی کا اس عالَم میں ظہور ہے۔ یہ اس کائنات کے تدبیری نظام کو ایسے ہی قائم رکھے ہوئے ہے، جیسا کہ انسانی جسم میں اس کی روح اور نفس ناطقہ کا کردار ہوتا ہے۔ اسی تجلی کا عکس خواب میں یا جاگنے میں یا آخرت میں ظاہر ہوگا۔ ...اس تجلی کے ذریعے سے اس دنیا میں علم و ہدایت ظاہر ہوتی ہے اور انسانی نفوس کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس تجلی کے بغیر آج کے دن میں کائنات مکمل نہیں ہوتی''۔ (126)

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فکر و فلسفے میں ان کمالاتِ الٰہیہ کی بڑی اہمیت ہے۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بڑی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ''علمِ کمالاتِ اربعہ'' کے بارے میں اپنی خودنوشت سوانح میں لکھتے ہیں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

"نعمت ِ عظمٰی بریں ضعیف آں است ...علمِ کمالاتِ اربعہ، یعنی ابداع، خلق، تدبیراور تدلی بہ ایں عرض وطول۔...

وایں علم جلیل اند کہ پیش ازیں فقیر کسے بر گردِ آں نہ گشتہ۔"(127)

(اس بندۂ ضعیف پر اللہ کی جو بڑی نعمتیں ہوئی ہیں، ان میں علم کمالاتِ اربعہ یعنی ابداع، خلق، تدبیر اور تدلّی کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان کرنا ہے۔ یہ علم ایسا ہے کہ اس فقیر سے پہلے کوئی اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچا۔)

اس لیے شاہ صاحبؒ کے فکر و فلسفے کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ علمِ کمالاتِ اربعۂ الٰہیہ کا ضروری فہم حاصل کیا جائے۔

کائنات میں کارفرما قوتوں کا مرتب نظام

شاہ صاحبؒ نے کائنات میں جاری علمِ کمالاتِ اربعہ کی تفہیم کے بعد اس کائنات میں کارفرما قوتوں کے نظام کی بھی وضاحت کی ہے۔ یہاں موجود ہر قوت کے اپنے کچھ خواص اور اثرات و نتائج ہیں۔ یہ قوتیں اس کائنات میں ایک ترتیب کے ساتھ عالم گیر نظام کے ماتحت کام کر رہی ہیں۔ انسان پر ان تمام قوتوں کے اثرات ایک خاص ترتیب کے ساتھ مرتب ہوتے ہیں۔ عقل ونقل اس حقیقت کی نشان دہی کرتی ہے۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں جاری قوتوں کا ایک غیر متبدل نظام قائم کیا ہے۔ ان قوتوں کے ایک ترتیب کے ساتھ فعال ہونے کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کے بعض افعال اس دنیا میں وجود میں آتے ہیں۔ اس کی شہادت قرآن و سنت اور عقلی دلائل دیتے ہیں ...: (کائنات میں) کام کرنے والی غیر متبدل قوتیں درجِ ذیل ہیں:

1۔ مادی عناصر (Elements) کے طبیعی خواص اور اُن کے اثرات و نتائج۔

2۔ ہر ایک نوع کے بنیادی خواص اور اُن کے نوعی تقاضے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3۔ عالمِ مثال کے پیدا کردہ احوال و اثرات۔ اس کرۂ ارض پر چیزوں کے وجود میں آنے سے پہلے عالمِ مثال میں ان کا وجود ہوتا ہے۔

4۔ ملاءِ اعلیٰ کے اثرات: اپنے نفس کو مہذب بنانے اور انسانیت کی فلاح کی جدوجہد کرنے والوں کے لیے ملاءِ اعلیٰ میں پوری ہمت سے دعائیں ہوتی ہیں۔ گناہوں کی آلودگی میں مبتلا نفوس اور انسان دشمنوں پر ناراضگی ہوتی ہے۔

5۔ شریعتوں کے احکامات: شریعتوں کے حلال و حرام کے مطابق فرماں برداروں کے لیے انعامات اور نافرمانوں کے لیے سزا ہوتی ہے۔

6۔ ایک کام کرنے کا حکم کسی دوسرے کام کے حکم کا سبب بن جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ کام کیے بغیر پہلا کام نہیں ہوسکتا۔ ایسا کرنا کائنات میں جاری نظام کا لازمی تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی خلاف ورزی پسند نہیں کرتا۔...

احادیثِ نبویہؐ کے مطالعے سے بھی کائنات کے نظام میں کارفرما ان غیرمتبدل قوتوں کا پتہ چلتا ہے اور عقل بھی اسی کا تقاضا کرتی ہے"۔[128]

شاہ صاحبؒ کی بیان کردہ اس حقیقت سے معلوم ہوا کہ ایک تو انسان کا اپنا نفس اور ذات ہے۔ انسانی ذات کے چاروں طرف مادی عناصر اور اُن کے خواص و اثرات ہیں۔ اس سے اوپر اس کے نوعی انسانی تقاضے ہیں جو انسانی خواص کی صورت میں ہیں۔ اس سے اوپر اگلا دائرہ عالمِ مثال اور اس کی قوتوں، یعنی ملاءِ سافل کا ہے۔ اس سے اوپر ایک اَور دائرہ ملاءِ اعلیٰ کا ہے اور اس کے اوپر ذاتِ باری تعالیٰ کی جانب سے جاری کردہ شریعت اور احکامات کی طاقت اور قوت ہے۔

کائنات میں جاری قوتوں کا یہ ایک مرتب نظام ہے، جو یہودیت، عیسائیت سمیت انبیا کے تمام مذاہب میں بیان کیا جاتا ہے۔ اسی طرح حکما اپنے خیال کے مطابق جب "حکمتِ الٰہیہ" پر بحث کرتے ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے "واجب الوجود" ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پھر ''واجب الوجود'' نے ''عقل اوّل'' پیدا کی۔ اس نے ''عقل ثانی'' پیدا کی۔ اور پھر ''عقل عاشر'' تک اس کائنات میں خالق ومخلوق کے ربط (link) کا حال ان کے ہاں بھی اسی طرح زیر بحث اور مُسلَّم رہا ہے۔ یہاں پر جو تعبیرات شاہ صاحبؒ نے بیان کی ہیں، وہ قرآن حکیم کی ہیں اور جامع ہیں۔ باقی لوگوں کی تعبیرات میں غلطیاں ہوئی ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے اپنی دیگر کتابوں میں اُن کی تعبیرات کی غلطیاں واضح کی ہیں، جیسا کہ ''البُدور البازِغہ'' کے مقدمے میں اس کی کچھ تفصیل ہے۔

کائنات میں جاری قوتوں کا نظام غیر متبدل ہے

شاہ صاحبؒ نے اسی کے ساتھ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایک اَور قانون واضح کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيلًا (129)

(سو تو نہ پائے گا اللہ کا دستور بدلتا اور نہ پائے گا اللہ کا دستور ٹلتا۔)

اس سے معلوم ہوا کہ کائنات میں موجود مخلوقات کے لیے اللہ کی طرف سے جاری کردہ دستور اور طریقۂ کار میں کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔ شاہ صاحبؒ نے کہا ہے کہ اللہ نے اس کرۂ ارض پر مخلوق پیدا کی، اس کے لیے ایک تدبیر کی اور اس میں مختلف قوتوں، تجلیات اور فرشتوں کا مرتب نظام قائم کیا۔ اس مرتب نظام میں موجود مخلوقات اور اشیا کے خواص وتاثیرات میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ تبدیلی کا مطلب کسی نہ کسی مخلوق یا قوت کا فنا ہوجانا ہے۔ اور اللہ کا یہ قانون اور ضابطہ ہے کہ جو پیدا شدہ مخلوق ہے، اس کے کام کرنے کے قاعدوں اور ضابطوں میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہے۔

علمِ اسرارِ دین کے مطابق یہاں تک کائنات کی حقیقت اور اس میں جاری قوتوں کے مرتب نظام کی بحث مکمل ہوجاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انسان کی اصل حقیقت اور نوعیت

کائنات اور اس میں جاری قوتوں کے مرتب نظام کی حقیقت بیان کرنے کے بعد شاہ صاحبؒ نے خود انسان کی حقیقت پر بحث کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ انسان دو قوتوں سے مرکب ہے: (۱) ایک مَلَکیت (۲) اور دوسری بہیمیت۔

1۔ انسان کا جسم، معدنیات، نباتات اور حیوانات کے وجود کے بعد انسانی شکل میں آیا ہے۔ اس کے تمام جسمانی تقاضے حیوانیت اور بہیمیت کی اساس پر ہیں۔ اس کو بھوک لگتی ہے، پیاس لگتی ہے۔ گرمی سردی سے بچاؤ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسے کرۂ ارض پر رہنے کے لیے جسمانی تقاضوں کے مطابق لباس وغیرہ کی ضرورت ہے۔ جسمانی تقاضوں کا تعلق اس کی بہیمیت سے ہے۔

2۔ انسان میں دوسری قوت' روحِ حقیقی کی وَجہ سے مَلَکیت ہے، جو دراصل اوپر عالمِ ارواح سے آتی ہے۔ شاہ صاحبؒ نے انسانی روح کی حقیقت پر "باب حقیقة الرّوح" میں بڑی شان دار بحث کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(الف) عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ "روح" صرف اس مبدأ حیات کا نام ہے کہ جس سے زندگی کی سانس چل رہی ہے۔ شاہ صاحبؒ نے کہا کہ: ہم جب اس پر غور و فکر کریں اور مزید اس کی کھوج لگائیں تو یہ انسانی مبدأ حیات اور اس کی اصل روح نہیں ہوسکتی، کیوں کہ یہ تو جانوروں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس طرح انسان اور جانور میں کیا فرق ہوا؟

(ب) یا پھر اُسے روح کہا جائے کہ یہ جو ہم غذا کھاتے ہیں، اس غذا سے ایک توانائی (energy) پیدا ہوتی ہے۔ اس انرجی اور توانائی کو حکما نے "قوتِ مدبرۂ بدن" کہا۔ ڈاکٹروں نے اُسے "وائٹل فورس" (Vital Force) کہا۔ صوفیائے کرام نے احادیث کے مطابق اسے "نسمہ" کہا (جیسا کہ "نسمُ بنیہِ" (130) کا لفظ خود نبی اکرم ﷺ نے استعمال کیا) یا کچھ حکما نے اس کو "روحِ ہوائی" سے تعبیر کیا ہے کہ کھانے سے جو توانائی پیدا ہوتی ہے، وہ ایک ہوا کی طرح جسم کے اندر سر سے پاؤں تک گردش کرتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ انھوں نے اسی کو ''روح'' کہا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے کہا کہ یہ بھی حقیقی روح نہیں ہوسکتی۔ اس لیے کہ انسان کے اندر تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے۔ غذا کے فرق اور دیگر نوعیت کی وَجہ سے انسان کی وائٹل فورس میں تغیر آجاتا ہے۔ آج میڈیکل سائنسز نے ثابت کردیا کہ ہمارے جسم میں جو خلیات (Cells) موجود ہوتے ہیں، وہ ایک سوبیس دن کے بعد فرسودہ ہوکر نکل جاتے ہیں۔ نئے سیلز اُن کی جگہ لے لیتے ہیں۔ یہ سیلز خوراک سے بنے تھے۔ اگر خوراک ہی کی توانائی روح ہے تو ہر ایک سوبیس دن کے بعد بدل جاتی ہے۔

(ج) انسان کی ان بدلتی ہوئی حالتوں میں ایک ایسی چیز بھی ہے جو تمام تر جسمانی تغیرات وتبدلات کے باوجود اپنی جگہ پر قائم ہے۔ مثلاً زید، زید ہی رہتا ہے۔ بکر، بکر ہی رہتا ہے۔ تمام تر تغیرات کے باوجود انسان بچپن سے لے کر بڑے ہونے اور بڑھاپے تک وہی رہتا ہے۔ اس کا نام بچپن میں جو رکھا گیا، بڑھاپے میں بھی وہی اس کا نام ہے۔ لہٰذا عقلی طور پر کوئی ایسی چیز ہونی چاہیے، جس پر تغیر نہ آئے اوراس کے اندر کوئی تبدیلی نہ ہو۔ اور تمام تر جسمانی تغیرات وتبدلات اُسی پر ہونے چاہئیں۔ اس کا مطلب ہے کہ انسان میں کوئی ایسی غیر متبدل حقیقت ہے، جو ''روحِ حقیقی'' ہے۔ چناں چہ اس کی تعریف شاہ صاحبؒ نے یہ کی ہے:

> ''حقیقت میں روح ایک ایسی ''مفرد حقیقت'' اور ''نورانی نقطہ'' ہے کہ اس کا طور طریقہ (حیوانیت سے متعلق) دیگر تغیر پذیر طور و اطوار سے زیادہ روشن اور بلندتر ہوتا ہے۔ جب کہ ان میں کچھ جواہر ہوتے ہیں اور بعض اَعراض ہوتے ہیں۔ ان تمام تر تغیرات کے باوجود یہ روحِ حقیقی اپنی اصل حالت پر رہتی ہے، خواہ آدمی بچہ ہو یا بڑا، کالا ہو یا گورا۔ دیگر تمام متضاد حالات کے باوجود یہ روحِ حقیقی وہی کی وہی رہتی ہے۔ اس روح کا سب سے پہلے ''روحِ ہوائی'' کے ساتھ خاص تعلق قائم ہوتا ہے۔ پھر دوسرے درجے میں بدن سے نسمے کی سواری کی حیثیت سے تعلق ہوتا ہے۔ یہ روحِ حقیقی دراصل

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ایک روشن دان ہے کہ جس کے ذریعے سے عالمِ قدس کے امور انسانی نسمے پر نازل ہوتے ہیں، جب اُس میں یہ استعداد پیدا ہوجاتی ہے''۔ (131)

شاہ صاحبؒ نے روحِ حقیقی کی تعریف کرتے ہوئے دو تین پہلوؤں کی نشان دہی کی ہے: (۱) وہ ''حقیقةٌ فردانیةٌ'' یعنی ایک ناقابلِ تقسیم حقیقت ہے۔ گویا ایک ایسا ایٹم (Atom) ہے، جو تقسیم کو قبول نہیں کرتا۔ (۲) وہ ''نقطةٌ نورانیةٌ'' یعنی ایک ایسا نورانی نقطہ ہے، جو ''روحِ ہوائی'' یا ''نسمہ'' کے تمام تر تغیرات وتبدلات کو روشن کرتا ہے۔ اس سے انسانی جسم کا ہر خلیہ روشنی پاتا اور توانائی حاصل کرتا ہے۔ گویا آج کی زبان میں یہی وہ چِپ (Chip) ہے جو فرشتہ اوپر سے لاکر ماں کے پیٹ میں پرورش پانے والے تین مہینے کے بچے کے اندر فٹ (fit) کرتا ہے۔ یہ وہ نقطہ نورانی ہے جس نے اس کی انرجی کی بیٹری چارج کردی اور انسان کے اندر سانس لینے کا عمل بحال ہوگیا۔ (۳) تیسرا یہ کہ یہ روحِ حقیقی عالمِ قدس سے انسانی نسمے پر کھلنے والا ایک ایسا روشن دان ہے، جس کے ذریعے سے وہاں کے امور اس نسمے پر نازل ہوتے ہیں۔

الغرض! شاہ صاحبؒ نے کہا کہ انسان کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک قوتِ ملکی یعنی نقطہ نورانی اور دوسرے بہیمی تقاضوں پر مشتمل جسم ہے۔ دونوں کے کچھ تقاضے ہیں؛ جسم کے کچھ تقاضے ہیں کہ غذا، کھانے پینے، رہنے سہنے کی ضرورت پیش آتی ہے، جس سے اس میں بہیمی قوت پیدا ہوتی ہے جو اس میں حیوانی خصائص اور طاقت وقوت پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح اس کی روحِ حقیقی اور نقطۂ نورانی کے تقاضے ہیں، جس سے اس کے اندر قوتِ ملکی پیدا ہوتی ہے۔ یوں انسان جسم اور روحِ حقیقی سے مرکب ہے۔

ان دونوں قوتوں کے درمیان ایک کش مکش ہے۔ ایک عرش سے آیا ہوا نقطۂ نورانی ہے اور ایک فرش سے پیدا شدہ خوراک کا نسمہ اور جسم ہے۔ ان دونوں قوتوں کے باہمی اعتدال سے انسان قائم رہتا ہے۔ تخلیقِ انسانیت سے متعلق جاری سنتُ اللہ کے مطابق اس کرۂ ارض پر رہتے ہوئے انسان کی دونوں قوتیں نہ ایک دوسرے کو چھوڑ سکتی ہیں اور نہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرے کو فنا کر سکتی ہیں۔ دونوں کو اپنی اپنی جگہ پر اعتدال اور صلح کے ساتھ رہنا ہے۔ سب سے اعلیٰ ترین انسان وہ ہوتے ہیں، جن کی قوتِ ملکیہ اور قوتِ بہیمیہ کے درمیان صلح اور تصالح موجود ہو۔ جن لوگوں کی ان دونوں قوتوں میں صلح نہیں ہے، ان میں زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ کبھی بھیمیت غالب آجاتی ہے تو مَلَکیت چُھپ جاتی ہے اور کبھی مَلَکیت غالب آجاتی ہے تو بھیمیت چُھپ جاتی ہے۔ اسی کش مکش میں اعتدال کی حالت پر رہنا ہی انسان کا امتحان ہے۔

جب انسان ان دونوں قوتوں کا مجموعہ ہے تو انسانی ترقی اور فائدے کے لیے ایسا نظام بہتر قرار پائے گا کہ جو بیک وقت اس کے جسم کی ضروریات کو بھی صحیح طریقے سے پورا کرے اور اس کی روح کی ضروریات کو بھی صحیح طریقے سے پورا کرے۔ روح کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے جسم کو فنا کر دینا یا جسم کی خواہشات اور تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے روح کے تقاضوں کو نظر انداز کر دینا قطعی غلط ہے۔ دنیا کا ہر نظام، مذہب، ملت، قانون اور ضابطہ ان دونوں میں اعتدال پیدا کرے تو وہ درست قرار پائے گا۔ یہی انسانی سعادت اور کامیابی کہلائے گی۔ اگر کسی ایک کے تقاضوں کو سرے سے ختم کر کے دوسرے کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھ کر کوئی بھی قانون، ضابطہ اور نظام بنایا جائے تو وہ غلط ہے، اور درست نہیں ہے۔

انسان کے لیے قوانین اور شریعتوں کی پابندی کی ضرورت اور اہمیت

شاہ صاحبؒ نے انسان کی اصل حقیقت بیان کرنے کے بعد اس سوال کا جائزہ لیا ہے کہ دنیا میں تمام انسانی معاشروں میں قوانین وضوابط اور شریعتوں کی پابندی کیوں ضروری ہے؟ اس سلسلے میں شاہ صاحبؒ نے اس قرآنی آیت سے استدلال کیا ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ؕ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٧٢﴾ (132)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(ہم نے (شریعت کی پابندی کی یہ) امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کو پیش کی، پھر کسی نے قبول نہ کیا کہ اس بوجھ کو اٹھائیں، وہ اس سے ڈر گئے۔ انسان نے اسے اٹھا لیا۔ (اس لیے کہ) وہ ظلم میں گھرا ہوا اور جاہل تھا۔)

اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ انسان نے اس ''امانت'' (شریعت) کو اس لیے اٹھایا کہ وہ ''ظلوم'' اور ''جھول'' تھا۔ شاہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ شریعتوں کی پابندی سے انسانوں میں موجود جہالت کا خاتمہ ہوتا ہے اور وہ علم وشعور سے آراستہ ہوتے ہیں۔ اور ظلمتوں کے اندھیرے چھٹتے اور عدل وانصاف کا نظام قائم ہوتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ انسان کی قوتِ ملکیہ اور قوتِ بہیمیہ میں باہم کش مکش ہوتی رہتی ہے۔ اس کی قوتِ ملکیہ اسے بلندی کی طرف لے جانا چاہتی ہے اور اس کی بہیمی قوت پستی کی طرف لے جانا چاہتی ہے۔ اس کش مکش میں بہیمیت کے غلبے سے اس میں ظلم اور جہالت پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے انسان کے لیے ضروری ٹھہرا کہ وہ اپنی جبلی اور فطری استعداد اور نوعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اللہ کی جانب سے نازل ہونے والے قوانین اور شریعتوں کی پابندی اختیار کرے، تاکہ اُس کی ملکیت مضبوط ہو اور انسانی مزاج میں علم وشعور اور عدل وانصاف پروان چڑھے۔ ظلم وجہالت کا خاتمہ ہو۔

انسان کے لیے قانون اور شریعت کی پابندی؛

کائنات کی عالم گیر تقدیر کی تکمیل

علم وشعور اور عدل وانصاف کے حصول کے لیے انسان کو قوانین اور شریعتوں کا پابند بنانا ضروری ٹھہرا۔ علم وفکر اور تخیل کی پرواز کتنی ہی بلند کیوں نہ ہو، اسے عمل میں لانے کے لیے معروضی حقائق کی حد بندی کو پیش نظر رکھنا پڑتا ہے۔ اسی لیے انسان کو اس محدود دنیا میں ترقی کے لیے صحیح علم وفکر پر مبنی قوانین اور شرائع کی پابندی اختیار کرنا ہوتی ہے۔ یہی وَجہ ہے کہ دنیا بھر کے تمام قوانین اور تمام شرائعِ الٰہیہ انسانوں کو علم وعدل پر مبنی کاموں کا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پابند بناتی ہیں۔

دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ کائنات ایک عالم گیر تقدیر کے نظام میں بندھی ہوئی ہے۔ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ تقدیر کا ایک نظام جاری ہے۔ شاہ صاحبؒ نے اس موقع پر اس سوال کا جائزہ لیا ہے کہ انسان کی تقدیر کی اصل حقیقت کیا ہے اور اس کے لیے مقرر کردہ شریعت کا اس تقدیر سے کیا تعلق ہے؟ پھر شریعت اور تقدیر کے درمیان تعلق اور ربط کی نوعیت کیا ہے؟ علم اسرارِ دین میں یہ بحث بڑی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ چناں چہ ''تقدیر'' اور ''تشریع'' کو سمجھنا بھی بہت ضروری ہے۔

شاہ صاحبؒ نے ''تقدیر'' کی بہت عمدہ تشریح کی ہے۔ شاہ صاحبؒ نے کہا کہ ہر چیز کو جب اللہ نے پیدا کیا تو اس کے خواص، اُس کا دائرۂ کار اور اس کی محدودیتوں کا بھی تعین کر دیا۔ وہ چیز تبھی بہتر رہے گی جب وہ اپنے مخصوص خواص کے دائرے میں رہے۔ شاہ صاحبؒ نے نباتات اور حیوانات کی خصوصیات کے تناظر میں اسے چند مثالوں سے واضح کیا ہے۔ حیوانات میں مثلاً شیر پیدا کیا، اسے غذا کی ضرورت ہے۔ اسی طرح دیگر جانور؛ بیل، گائے، اونٹ اور بھینس پیدا کیے، انھیں بھی کھانے کی ضرورت ہے۔ مثلاً ان سب کی غذائی محدودیت کا ایک دائرہ ہے۔ شیر کی غذائی تقدیر گوشت کھانا ہے۔ شیر گوشت کھائے گا تو صحت مند رہے گا، وہ گھاس کھائے تو بیمار پڑ جائے گا۔ بیل اور بھینس چارہ اور گھاس کھائیں گے تو صحت مند رہیں گے۔ انھیں چھیچھڑے اور گوشت ڈال دیا جائے اور انھیں یہ کھانے پر مجبور کیا جائے، یہ اُن کے تقدیری خواص کے خلاف ہے۔ تقدیر کا مطلب یہ ہوا کہ اس کرۂ ارض پر پیدا ہونے والی ہر مخلوق اور ہر چیز کے خواص، اثرات اور اس کے اعمال اور کردار کا الگ الگ دائرۂ کار متعین کر دیا گیا ہے۔ انھی خواص اور دائرۂ کار کی پابندی سے ہی وہ مخلوق صحت منداور ہر چیز درست طور پر قائم رہتی ہے۔

دیکھیے! ہم زمین میں کوئی پودا کاشت کرنے کے بعد پوٹاشیم (Potassium) ڈالتے ہیں، فاسفورس (Phosphorus) ڈالتے ہیں، اسے پانی دیتے ہیں، گوڈی کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ایسی تیار کی ہوئی زمین میں جس قسم کا پودا لگائیں گے، یہ تمام غذائی مواد اُسی طرح کے پودے کی نشو ونما کرے گا۔ تمام پودوں کے لیے ہوا ایک جیسی ہے، پانی ایک جیسا ہے، کھاد ایک جیسی ہے، مگر ایک جگہ پر ہم نے آم کا پودا لگایا ہے، دوسری جگہ پر انگور یا سیب وغیرہ کا۔ اب آم کے ''نفسِ شجری'' یعنی شجری روح نے آم کے درخت کی نشو ونما کی۔ آم کے درخت کی متعین تقدیر کے مطابق اس کے خاص طرح کے پتے ہوں گے، مخصوص پھل اور مخصوص ذائقہ ہوگا، مخصوص قد وقامت (height) ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح سیب وغیرہ سمیت ہر درخت کی مقرر کردہ خصوصیات کے مطابق اس کی قد وقامت، اس کے خواص اور اُس کی تاثیرات ہیں۔ یہ اُس کی ''تقدیر'' ہے۔

اسی طرح اس کرۂ ارض پر دیگر مخلوقات پر غور کریں، یہاں جتنی بھی معدنیات؛ آکسیجن، ہائیڈروجن اور دیگر تمام عناصر (Elements) ہیں، ان کے الگ الگ خواص اُن کی تقدیر ہیں۔ ایسے ہی فرشتے پیدا کیے، ان کی بھی ایک تقدیر مقرر کی کہ:

لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ (133)

(وہ اللہ کے دیے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم دیا جاتا ہے، اسے بجا لاتے ہیں۔)

فرشتوں کو نہ بھوک لگتی ہے، نہ پیاس لگتی ہے، نہ انھیں کسی اَور چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ اُن کی تقدیر ہے۔

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح انسان کی بھی ایک تقدیر ہے کہ وہ اپنے انسانی نوع کی حیثیت سے کچھ خواص و امتیازات رکھتا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ بحث سے واضح ہوا کہ انسان ملکیت اور بہیمیت سے مرکب ایک مخلوق ہے، جس میں زمینی اور سماوی دونوں خصوصیات جمع ہیں۔ یہ روح اور جسم کا ایسا مرکب ہے، جس کے بارے میں قرآن نے کہا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ (134)

(اور ہم نے انسان کو خوب صورت انداز میں پیدا کیا)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دنیا کی کوئی مخلوق انسان کی طرح کی نہیں ہے۔فرشتے بھی یک طرفہ عرشی مخلوق ہیں اور یک طرفہ تقدیر رکھتے ہیں۔اسی طرح تمام زمینی مخلوقات؛ عناصر سے حیوانات تک یک طرفہ تقدیر رکھتی ہیں۔حضرت انسان وہ مخلوق ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے زمین کے مادی خواص پر مشتمل اس کا ''جسم'' اور عرش سے نازل ہونے والے نورانی نقطے پر مشتمل ''روح'' دونوں رکھ دیے ہیں۔ان دونوں کے باہمی اجتماع سے انسان وجود میں آیا ہے۔

اب شریعت دراصل نوعِ انسان کی کامیابی کے لیے ''تقدیر'' ہی ہے۔شریعت آ کر یہ بتلاتی ہے کہ تمھارا جسم صاف ستھرا اور پاکیزہ رزقِ حلال کھائے گا اور درست طریقے سے ارتفاقات کی زندگی بسر کرے گا تو تمھاری جسمانی صحت ٹھیک رہے گی اور اگر تم جسم کو نقصان پہنچانے والا ناپاک رزقِ حرام کھاؤ گے اور اپنے ارتفاقات میں ظلم کرو گے اور دوسرے کو نقصان پہنچاؤ گے تو تمھاری جسمانی صحت بگڑ جائے گی۔اسی طریقے سے مَلَکِی یعنی روحانی تقاضوں کی تم تکمیل پذیر کرو گے تو تمھاری روح ترقی کرے گی۔شریعت کے قوانین انسان کی ملکیت کی غذا مہیا کرنے کے لیے ''اَخلاق اور اقترابات'' اور انسانی جسم کی ضرورت پورا کرنے کے ''ارتفاقات'' کی تعلیم دیتے ہیں۔انسان جب ان دونوں پر عمل کرتا ہے تو اس کی جسمانی اور روحانی صحت ترقی کرتی ہے۔اس طرح شریعت دراصل اس کی تقدیر کا تکملہ ہے۔تقدیر اور تشریع کی حقیقت بیان کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

> ''تشریع' تقدیر کا تتمہ ہے۔تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ ہر مخلوق کے لیے اس کی جسمانی ساخت، اُس کے اَخلاق اور افعال کو متعین کر دینا، مثلاً انسان (ایک مخصوص جسمانی ساخت رکھتا ہے) بولتا ہے، دوسرے کی بات سمجھتا ہے، اس کی جسمانی جلد گھنے بالوں سے ڈھکی ہوئی نہیں، بلکہ ظاہر ہے، وہ سیدھا کھڑا ہوتا ہے، دونوں پاؤں پر چلتا ہے۔...

> تشریع کی حقیقت یہ ہے کہ انسان دو قوتوں مَلَکِیت اور بھیمیت سے مرکب ہے۔نوعِ انسانیت کے اعتدال کا تقاضا ہے کہ اس کی دونوں قوتوں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے جو حرکات اور اعمال صادر ہوں، اس سے وہ اپنی انسانیت کو اصل حالت پر برقرار رکھے۔ اسے آخرت میں کامیابی نصیب ہو۔ وہ اپنے ضروری ارتفاقات مثلاً زندگی بسر کرنے کے آداب، نکاح، وسائلِ معاش کی تلاش، قوموں اور ملکوں کی سیاست میں سیدھے راستے سے باہر نہ جا پڑے۔ ان تمام احوال و افعال کو انسانی نوع کے لیے متعین کر دینا قانون اور شریعت کا نفاذ کہلاتا ہے''۔ (135)

شاہ صاحبؒ نے ''حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه'' میں ''باب انشقاق التّکلیف من التّقدیر'' میں اس پر تفصیلی طور پر گفتگو کی ہے۔ انھوں نے یہ بات واضح کی ہے کہ عالم گیر تقدیر کا تقاضا اور اس کی تکمیل تبھی ہوتی ہے کہ انسان کو شریعت کا مکلّف بنایا جائے۔ انسان میں ظلمت اور جہالت تھی۔ اس کی جہالت کو ملکیت کے علمی نور سے منور کرنا اور اس کی ظلمتوں اور ناانصافیوں کو ملکیت کے نور سے پھوٹنے والے عدل و انصاف سے دور کرنا ضروری ہے۔ یہی شریعت ہے، جو دراصل اس کی تقدیر ہے۔

تقدیر اور تشریع کے صحیح ربط کی وضاحت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس واقعے سے بھی ہوتی ہے کہ جب وہ لشکر لے کر شام کی طرف جا رہے تھے تو پتہ چلا کہ جہاں جا رہے ہیں، اُس علاقے میں طاعون کا مرض پھوٹ پڑا ہے، اس سے لوگ مر رہے ہیں۔ اس پر مجلس مشاورت منعقد ہوئی کہ طاعون زدہ علاقے میں جانا چاہیے یا واپس پیچھے جا کر انتظار کیا جائے؟ لوگوں کی آرا آنے کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے فیصلہ کیا کہ ہم واپس چلتے ہیں۔ جیسے ہی انھوں نے واپس جانے کا فیصلہ کیا، اس پر امین الامہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ: ''أ فِراراً من قدر اللّٰه؟'' (کیا یہ اللہ کی تقدیر سے بھاگنا نہیں ہے؟) گویا انھوں نے حضرت عمر فاروقؓ کے فیصلے کو تقدیر سے متصادم قرار دیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے بڑا برجستہ جواب دیا:

''نعم! نُفِرُّ من قدر اللّٰه إلٰی قدر اللّٰه''۔

(ہاں! ہم اللہ کی ایک تقدیر سے نکل کر دوسری تقدیر کی طرف جا رہے ہیں)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

یعنی ہم نے جو طاعون سے بچنے کے لیے مشورے سے واپس جانے کا فیصلہ کیا ہے تو یہ بھی تقدیر ہے۔ شریعت کی پابندی کرتے ہوئے ایک اندازے (تقدیر) سے نکل کر دوسرے اندازے کی طرف جانے میں کوئی حرج نہیں۔ اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جو کسی کام کے لیے گئے ہوئے تھے، تشریف لے آئے اور انھوں نے حضورؐ کی یہ حدیث سنائی:

"إذا سمعتم بہٖ بأرضٍ فلا تقدموا عليه، و إذا وقع بأرضٍ و أنتم بها فلا تخرجو فراراً منهٗ". (136)

(جب تم کسی زمین میں طاعون کے بارے میں سنو تو اس طرف آگے مت بڑھو۔ اور جب کسی جگہ پر یہ مرض آجائے اور تم وہاں موجود ہو تو اس سے ڈر کر مت بھاگو۔)

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کے ضابطے اور قوانین دراصل انسان کی تقدیر کی تکمیل کرتے ہیں۔ انسان اپنے جسم کو صحت مند بنانے کے بجائے جسم کو نقصان پہنچانے والے عمل کی طاقت بھی رکھتا ہے۔ اب اس کا امتحان یہ ہے کہ یہ جو تمھارے اندر دونوں طرح کے کام کی استطاعت اور قدرت تھی، اسے شریعت کے قوانین کے مطابق عمل کر کے تم نے اپنے جسم کو صحت مند بنایا ہے یا اس کی خلاف ورزی کر کے اسے نقصان پہنچایا ہے۔

انسان کی عقلی اور عملی صلاحیت اور قرآن حکیم کے بنیادی علوم

شاہ صاحبؒ نے تشریع و تقدیر کا حقیقی مفہوم بیان کرنے کے بعد اس حقیقت کو بھی واضح کیا ہے کہ انسان کی نوعی ضروریات کے تحت جو تشریعی علوم رکھے گئے ہیں، وہ انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ انسان کی انسانیت ان کے بغیر دُنیوی اور اُخروی کامیابی حاصل نہیں کرسکتی۔ حیوانیت کے دائرے سے اوپر اٹھ کر انسانیت کی امتیازی خصوصیت اس میں عقلی اور عملی قوتوں کا ہونا ہے۔ شاہ صاحبؒ انسان کی قوتِ عقلیہ اور قوتِ عملیہ کی نوعیت اور اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''ایسے امور جن کی وَجہ سے انسان حیوانات کے تمام افراد سے ممتاز ہوتا ہے، اگرچہ بہت سے ہیں، لیکن اُن تمام اُمور کا خلاصہ اور مرکز و محور درجِ ذیل دو اُمور ہیں:

1۔ انسان میں قوتِ عقلیہ کا زیادہ ہونا۔ پھر اس کے دو شعبے ہیں:

(الف) عقلی قوت کا ایک شعبہ یہ ہے کہ جس میں انسانیت کے لیے بہترین نظام قائم کرنے کے لیے ارتفاقات پر غور و فکر کیا جاتا ہے اور اس حوالے سے اہم ترین مسائل کا حل دریافت کیا جاتا ہے۔

(ب) عقلی قوت کا دوسرا شعبہ یہ ہے کہ وہبی طور پر ایسی عقلی استعداد حاصل ہو کہ جس سے اس پر غیبی علوم کا فیضان ہو۔

2۔ انسان میں اعلیٰ درجے کی قوتِ عملیہ کی استعداد ہوتی ہے۔ اس کے بھی دو شعبے ہیں:

(الف) ایک شعبہ یہ ہے کہ اپنے اختیار اور ارادے سے کیے ہوئے اعمال کو انسان اپنی روح میں محفوظ رکھتا ہے۔

(ب) عملی قوت کا دوسرا شعبہ یہ ہے کہ اُس کے صحیح اعمال کے نتیجے میں اُسے ایسے بہترین احوال اور بلند تر مقامات حاصل ہوں، مثلاً اللہ کی محبت اور اُس پر توکل۔ یہ چیزیں جانوروں میں نہیں پائی جاتیں''۔ (137)

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ انسان کی عقلی اور عملی استعداد کی تکمیل کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں میں بلند مرتبہ امام الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتابِ مقدس قرآن حکیم نازل کی ہے، جس میں اُس کی عقلی اور عملی قوتوں کو جلا بخشنے کے لیے اعلیٰ درجے کے علوم، شریعت کے قوانین اور قواعد، محبتِ الٰہی کے احسانی مقامات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بتلائے گئے ہیں۔ اس حوالے سے قرآن حکیم میں درجِ ذیل سات بنیادی علوم نازل کیے گئے۔ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

"(۱) منها علم التّوحيد و الصّفات ... (۲) و منها علم العبادات ... (۳) و منها علم الارتفاقات ... (٤) و منها علوم المخاصمة ... (٥) و منها علم التّذكير بآلاء اللّٰه ... (٦) و بأيّام اللّٰه ... (٧) و بوقائع البرزخ و الحشر." (138)

یہ تمام علومِ قرآنیہ ہیں، جو انسان کی عقلی اور عملی قوتوں کو مہمیز دیتے ہیں اور ان کو کمال تک پہنچانے کی استعداد پیدا کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ "**الفوز الكبير**" میں شاہ صاحبؒ نے پانچ علوم کا تذکرہ کیا ہے، جب کہ "**حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه**" میں علمِ اسرارِ دین کی بحث میں سات قرآنی علوم کا ذکر ہے۔ اس لیے کہ یہاں ابتدائی تین علوم کی تفصیل بیان کرنا مطلوب ہے۔ "**الفوز الكبير**" میں ابتدائی تین علوم یعنی (۱) **علم التّوحيد و الصّفات**، (۲) **علم العبادات** اور (۳) **علم الارتفاقات** کو "**علم الاحكام**" کے ذیل میں بیان کر کے فقہی کتابوں اور "**حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه**" کی طرف رجوع کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

نبی اکرمؐ پر ان علوم کے نزول کی مختلف کیفیات اور اس کا پورا پراسیس شاہ صاحبؒ نے بیان کیا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے کہا کہ انسان کی بہیمیت اور ملکیت کو اعتدال پر رکھنے کے لیے علوم کی ضرورت ہے۔ شاہ صاحبؒ نے "**حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه**" میں شریعت پر بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انسانوں کو جن علوم کا مکلّف بنایا گیا ہے، ان میں سب سے زیادہ اہمیت علومِ قرآنیہ کی ہے، جو انسان کی ترقی اور کامیابی کے لیے نبی اکرمؐ پر نازل ہوئے اور قرآن حکیم کی شکل میں ہمارے سامنے آئے۔ پھر آپؐ کی احادیث کی صورت میں ان علوم کی عملی تفصیلات بیان ہوئیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شریعت کی پابندی کا لازمی نتیجہ؛ جزا وسزا کا قانون

اس کے بعد شاہ صاحبؒ نے یہ واضح کیا ہے کہ جب انسانوں کو شریعت اور قانون کا پابند بنایا گیا تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ اُن کے لیے جزا وسزا پر مشتمل قانونِ مجازات بھی ہونا چاہیے۔ جو انسان شریعت اور قانون کے مطابق زندگی بسر کرے، اس کے لیے انعام و اکرام اور جو انسان قانون شکنی کرے، اسے سزا دی جائے۔ اس حوالے سے شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

> ''جاننا چاہیے کہ انسان اپنے اعمال کی جزا پائیں گے۔ اگر اچھے کام کریں گے تو اچھی جزا ہوگی۔ اور اگر بُرے کام کریں گے تو بُری جزا ہوگی۔ درجِ ذیل چار وجوہات سے جزا وسزا ہوتی ہے:
>
> (۱) انسانی نوع کے تقاضوں کو پورا کرنے یا نہ کرنے کی وَجہ سے جزا وسزا
>
> (۲) ملاءِ اعلیٰ کے احکامات کی پابندی یا خلاف ورزی کی وَجہ سے نازل ہونے والی جزا وسزا
>
> (۳) اللہ کی طرف سے انسانوں کے لیے لکھی گئی شریعت (کتبِ مقدسہ) کی پابندی یا خلاف ورزی کی جزا وسزا
>
> (۴) ہر دور میں آنے والے نبی کی تعلیمات کو قبول کرنے یا اُس کی خلاف ورزی کی جزا وسزا''۔ (139)

شاہ صاحبؒ نے تفصیل کے ساتھ جزا وسزا کے قانون کو بڑے مربوط انداز میں بیان کیا ہے۔ اور یہ بات واضح کی ہے کہ جزا وسزا کے پہلے دو دائروں کا تعلق انسانیت کی اُس فطرت کے ساتھ ہے، جس پر اللہ نے اسے تخلیق کیا ہے۔ ان دونوں دائروں کا تعلق نیکی اور بدی کے بنیادی اساسی اصولوں سے ہے۔ یہ اصول زمانے کے تغیر وتبدل سے بدلتے نہیں ہیں۔ تمام انبیا علیہم السلام انھی اصولوں کی دعوت دیتے ہیں۔ جزا وسزا کا تیسرا دائرہ زمانے کے تغیر وتبدل سے بدل جاتا ہے۔ ہر دور کے لیے اللہ تعالیٰ جو کتابِ مقدس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

متعین فرماتے ہیں، اسی کے مطابق دنیا میں عمل درآمد کے لیے انبیا بھیجے جاتے ہیں۔ اس طرح کائنات کے حکمرانِ مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے انسانیت کی ترقی کے متفقہ اور فطری اصولوں کے عملی نفاذ کی شریعت کا اعلان کیا جاتا ہے۔ ان احکامات کے نفاذ کے لیے بہ طور اتھارٹی انبیّا کو بھیجا جاتا ہے۔ جزا وسزا کے چوتھے اصول کا اطلاق کسی نبی کے دنیا میں مبعوث ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ جسے نبوت کی اتھارٹی دے کر دنیا میں بھیجا گیا ہے، اس کو ماننے یا نہ ماننے کی بنیاد پر جزا وسزا ہوتی ہے۔

علمِ استعدادِ انسانیت اور اس کی اقسام

اب تک کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحبؒ نے کائنات کی حقیقت اور اس کے عالم گیر تقدیری اور تشریعی نظام سے متعلق مسلمہ اصول وقواعد بیان کیے ہیں۔ اس کے بعد انسانی اعمال و اَخلاق کی اساس بننے والی انسانی جبلت کی حقیقت اور اس کی اقسام بیان کی ہیں، تاکہ اعمال کے خواص ونتائج اور اَخلاق و ملکات کی حقیقی نوعیت اور اس حوالے سے انسانوں کے درمیان پیدا ہونے والے اختلافِ فکر وعمل کی وضاحت ہوجائے۔ یہ "علمِ استعدادِ انسانیت" کہلاتا ہے۔ اس علم کی جلالتِ شان بیان کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ اپنی خودنوشت میں لکھتے ہیں:

> "علمِ کمالاتِ اربعہ...وعلمِ استعدادِ نفوسِ انسانیۃ بجمعیھا وکمال و مآل ہر کسے افاضہ فرمودند۔ وایں ہر دو علم جلیل اند کہ پیش ازیں فقیر کسے بر گردِ آں نہ گشتہ۔" (140)

> (علمِ کمالاتِ اربعہ ...اور تمام انسانوں کی استعداد اور ہر انسان کے کمال اور اس کے مآل کا علم مجھ پر افاضہ کیا گیا ہے۔ یہ دونوں علم بہت زیادہ بلند مرتبہ ہیں کہ اس فقیر سے پہلے کوئی ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچا۔)

شاہ صاحبؒ نے اس علم میں انسانی جبلت پر بڑی تحقیق کی ہے۔ اس سلسلے میں حدیثِ نبویؐ سے استدلال کیا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”إذا سمعتُم بِجَبَلٍ زال عن مكانہٖ فصدّقوهُ، و إذا سمعتُم برجلٍ تغيّر عن خُلقہٖ فلاتُصدّقوا بہٖ، فإنّهٗ يصير إلٰى ما جُبل عليه.“(141)

(جب تم کسی پہاڑ کے بارے میں سنو کہ وہ اپنی جگہ سے ہل گیا ہے تو اس کی تصدیق کردو۔ جب تم سنو کسی آدمی کے بارے میں کہ اُس نے اپنی عادت بدل لی ہے، تو اس کی تصدیق مت کرو۔)

حضورؐ نے فرمایا کہ آپ کو اگر کہا جائے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے اُٹھ کر چلا گیا، مان لیں، لیکن اگر کہا جائے کہ فلاں آدمی کی جبلت بدل گئی تو اس کی کبھی تصدیق نہ کریں۔ اب یہ جبلت کیا ہے؟ شاہ صاحبؒ نے اس کی لاجواب تشریح کرتے ہوئے اس کی اہمیت بیان کی ہے: ”اس سلسلے میں اللہ نے مجھ پر دروازہ کھولا ہے اور مجھے اس جیسی احادیث کے معانی اور مطالب سمجھائے ہیں۔“

شاہ صاحبؒ کے نزدیک جبلت یہ ہے کہ ہر انسان ملکیت اور بہیمیت کے مجموعے سے پیدا ہوا ہے۔ اب ملکیت کی دو قسمیں ہیں: (۱) ایک ملکیتِ عالیہ اور (۲) دوسری ملکیتِ سافلہ۔ اگر روح کی مناسبت ملاءِ سافل سے ہے تو اس کی ”ملکیتِ سافلہ“ ہوگی۔ اگر ملاءِ اعلیٰ سے مناسبت رکھنے والی روح ہے، جیسے انبیائے کرامؑ، اولوالعزم اولیاء اللہؒ اور اونچے درجے کے ذہین لوگوں کی ارواح ہیں تو وہ ”ملکیتِ عالیہ“ کہلاتی ہے۔ اسی طریقے سے بہیمیت کی بڑی دو قسمیں ہیں:

(۱) ایک ”بہیمیتِ شدیدہ“ یعنی خالص بہیمیت، جو طاقت اور توانائی، قوت، غرور اور تکبر سے عبارت ہے۔ شاہ صاحبؒ نے ایک پلے ہوئے نر حیوان سے تشبیہ دیتے ہوئے خالص بہیمیتِ انسانی کو بیان کیا ہے۔

(۲) دوسری ”بہیمیتِ ضعیفہ“ جو کہ کمزور اور ضعیف ہوتی ہے، جیسا کہ کمزور وضعیف بہیمیت والے مریل جانور میں ہوتی ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

انسانی روح کی کل چار اقسام ہوئیں:

(۱) ملکیتِ عالیہ

(۲) ملکیتِ سافلہ

(۳) بہیمیتِ شدیدہ

(۴) بہیمیتِ ضعیفہ

پھر ہر ایک انسان میں موجود بہیمی اور ملکی قوتوں کی دو ممکنہ قسموں میں سے کوئی ایک ہوگی:

(۱) تصالح: دونوں قوتوں میں مصالحت ہونا۔

(۲) تجاذُب: دونوں کے درمیان باہمی کش مکش ہونا۔

چوں کہ دونوں قوتیں اپنی اصل کے اعتبار سے ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ ایک کی لذت اور راحت دوسری قوت کے لیے تکلیف کا باعث ہے۔ اگر ہر ایک قوت اپنا خالص حکم مانگے تو ان کے درمیان کش مکش ہوگی، اسے ''تجاذب'' کہتے ہیں۔ اگر ملکیت اپنے اصل حکم سے کچھ نیچے اُتر کر بہیمیت کے ساتھ صلح کر لے اور بہیمیت بھی اپنے اصل حکم سے کچھ اوپر اٹھ کر ملکیت کے ساتھ صلح کر لے تو اسے ''تصالح'' کہتے ہیں۔

ان دونوں کو پہلی چار کے ساتھ ضرب دینے سے انسانی جبلت کی کل آٹھ اقسام بنتی ہیں۔ پھر ہر ایک ملکیت اور بہیمیت اور دونوں کے اجتماع کی تجاذب اور تصالح کی تمام حالتوں کے درمیان لاکھوں کروڑوں، بلکہ لامتناہی اقسام بن جائیں گی۔ جس انسان میں جس درجے کی ملکیت اور بہیمیت اور اس کے اجتماع کی تصالح یا تجاذب کی حالت ہوتی ہے، وہی اس کی جبلت ہے۔

ہر انسان جب پیدا ہوتا ہے تو اپنی جبلت کے مطابق اس میں ایک الگ جسمانی ساخت اور طاقت وقوت ہوتی ہے۔ وہ کتنا جسمانی بوجھ برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے، وہ کتنا بلند آواز ہے، کتنی پکڑنے کی طاقت ہے، کتنی اعلیٰ درجے کی جسمانی طاقت ہے۔ ایسے ہی اُس کی ملکیت کا اظہار انسانی عقل اور شعور سے ہوتا ہے کہ اس کی ذہانت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتنی ہے، عقل کتنی ہے، اس میں چیزوں کے ادراک کرنے کی اور مختلف اور منتشر چیزوں میں آپس میں جمع کرنے (sum-up) کی کتنی طاقت اور قوت ہے۔

جبلت کے حوالے سے یہ حقیقت پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ آدمی ملکیت اور بہیمیت کے حوالے سے جس ساخت کے مطابق پیدا ہوا ہے، اسی کے مطابق تمام زندگی کام کرے گا۔ مثلاً کسی انسان کی بہیمیت ضعیف ہے، اس کی پیدائشی نشو ونما (growth) ناقص ہے۔ ایسے آدمی کو ڈاکٹر کتنے ہی وٹامن کیوں نہ دے دیں، کیا کوئی میڈیکل سائنس ہے جو اُس کو بہادر اور دلیر بنا دے اور اس کی بہیمیت کو طاقت ور اور بہتر کر دے؟ وہ اس کی جبلی ساخت کو نہیں بدل سکتا۔ اسے اسی جبلی ساخت کے اندر رہ کر ہی تمام امور سرانجام دینے ہیں۔ جس درجے کی ذہانت ہوگی، اسی درجے کا ہی بندہ کام کرے گا۔ البتہ اگر وہ اعلیٰ درجے کے لوگوں کے کاموں کی نقل اتارے اور ان کی صحبت میں رہے تو اس طرح ان سے سیکھ کر اپنی کمزوریوں کا کچھ مداوا کرسکتا ہے۔ اس طرح سیکھنے کے عمل سے اس کی جبلت کا ایک پہلو بدل جاتا ہے، لیکن بنیادی ساخت نہیں بدلتی۔

شاہ صاحبؒ نے کہا کہ جو لوگ انسانوں کے رہنما ہوتے ہیں، ان کی ملکیتِ عالیہ اور بہیمیت شدیدہ ہوتی ہے اور وہ یقیناً انبیا علیہم السلام ہوتے ہیں۔ انھیں پر ہی انسان کی ترقی کے لیے قانونِ شریعت اور بہترین ضابطۂ حیات نازل ہوتا ہے۔ ان کی ملکیتِ عالیہ جب اپنی اعلیٰ عقلی استعداد کے ساتھ حظیرۃ القدس اور ملاءِ اعلیٰ سے جڑتی ہے تو ان پر وہاں سے علومِ الٰہیہ نازل ہوتے ہیں، وہ اعلیٰ درجے کا معیاری علم ہوتا ہے۔ پھر ان علوم پر جب عمل کرنے کا وقت آتا ہے تو عمل کا اعلیٰ ترین معیار بھی انبیا علیہم السلام قائم کرتے ہیں۔ یہ اس علم کی اعلیٰ درجے کی عملی شکل ہوتی ہے اور وہ بہت معیاری عمل ہوتا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ امام الانبیا ہیں۔ آپؐ کی ملکیت اور بہیمیت باقی تمام انبیا سے بھی اعلیٰ ترین درجے کی ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضورؐ میں چالیس طاقت ور مردوں سے زیادہ طاقت تھی۔ (142) آپؐ کی ملکیت کی بلندی کا تو کوئی تصور ہی نہیں کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جا سکتا۔ ارشاد خداوندی ہے: ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ (143)
(پھر وہ نزدیک آیا اور اپنی تجلی ڈالی، پس فاصلہ دو کمان کے برابر تھا یا اس سے بھی کم) نبی اکرمؐ میں یہ دونوں قوتیں اعلیٰ ترین درجے پر موجود تھیں۔

انسانی اعمال کی حقیقت اور نوعیت

شاہ صاحبؒ نے انسانی جبلت کی حقیقت واضح کرنے کے بعد انسانی اعمال کی حقیقت اور نوعیت پر ایک بہت خوب صورت بحث کی ہے۔ اس لیے کہ علمِ اسرارِ دین میں جہاں ''احکام'' پر بحث ہے اور نیکی اور بدی کا تعین کرنا ہے، وہاں ''اعمال'' کے خواص اور اُن کے نکات پر بھی بحث کرنا ہے۔ انسانی اعمال کیسے پیدا ہوتے ہیں؟ ان کے اثرات و نتائج کیا ہوتے ہیں؟ اس حوالے سے شاہ صاحبؒ نے اعمال کی پیدائش کے بنیادی اسباب بیان کیے ہیں۔ انسان جب کوئی عمل کرنے پر تیار ہوتا ہے تو اس کے ہر عمل کے پیچھے اس کا ارادہ کارفرما ہوتا ہے۔ ارادہ نہ ہو اور عمل ہو جائے تو ایسا آدمی پاگل اور مجنون یا مجذوب ہوتا ہے۔ دنیا کے قوانین یا علم و فکر کی دنیا میں ایسے لوگوں سے بحث نہیں کی جاتی۔ بحث انھیں پر کی جاتی ہے کہ جو کسی ضابطے میں آسکتے ہوں۔ انسان کا ارادہ کیسے وجود میں آتا ہے؟ شاہ صاحبؒ نے واضح کیا ہے کہ خیالات کے مجموعے سے ارادہ وجود میں آتا ہے۔ کسی کام کا خیال آپ کے دماغ میں کئی دفعہ آئے، اس طرح ایک کام کے حوالے سے خیالات کی یلغار آپ کے ذہن پر ہو، یا کسی کام کا شوق آپ کے دماغ میں خیالات کی صورت میں قطار در قطار آرہا ہے۔ اس مجموعۂ خیالات نے آپ کے عزم کو اُبھارا کہ اس کام کا ارادہ کریں۔

خیالات کی پیدائش کے بنیادی اسباب

انسان کا عمل اس کے ارادے سے پھوٹتا ہے اور ارادہ خیالات کے مجموعے سے وجود میں آتا ہے۔ پھر یہ خیالات کیسے آتے ہیں؟ ان کے بنیادی اسباب کیا ہیں؟ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حوالے سے شاہ صاحبؒ نے پانچ بنیادی اسباب بیان فرمائے ہیں: 1۔ جبلتِ انسانی، 2۔ مزاجِ طبیعی، 3۔ عادات واطوار اور گرد و پیش کا ماحول، 4۔ ملاءِ اعلیٰ کی نورانی کیفیت، 5۔ شیطانی اثرات۔

1۔ انسانی جبلت

انسانی جبلت کی حقیقت گزشتہ بیان کی جاچکی ہے، انسان میں خیالات کو ابھارنے والے تمام اسباب میں بنیادی طور پر یہی انسانی جبلت کارفرما ہوتی ہے۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ''جاننا چاہیے کہ وہ خیالات جو انسان اپنے دل میں پاتا ہے اور جو انسان کو عمل پر ابھارتے ہیں، لازمی طور پر اُن کے کچھ اسباب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاری ہے کہ تمام حوادث و واقعات کے پیچھے اسباب کارفرما ہوتے ہیں۔ فکر ونظر اور تجربہ یہ حقیقت واضح کرتا ہے کہ اُن اسباب میں سب سے بڑا سبب انسان کی وہ جبلت ہے، جس پر وہ پیدا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے روایت کی گئی حدیث میں حضورؐ نے متنبہ فرمایا ہے''۔ (144)

جب انسانوں کو جبلت کی اساس پر ان اعمال اور قوانین کا مکلّف بنایا گیا ہے تو اسی سے ہی جزا وسزا سامنے آئے گی۔ اس لیے کہ انسان میں خیالات پیدا کرنے کا اہم اور بنیادی سبب انسان کی جبلت ہے۔

2۔ انسان کے طبعی مزاج کا اثر

انسان میں خیالات پیدا کرنے کا دوسرا سبب انسان کا طبعی مزاج ہے۔ انسان کا طبعی مزاج کھانے پینے اور خوراک کے تغیر وتبدل سے بدل جاتا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے مثال دے کر کہا ہے کہ کوئی آدمی عمدہ اور طاقت ور غذائیں کھائے، تو ظاہر ہے اس میں بھرپور توانائی پیدا ہوگی۔ ایسے شخص میں طاقت کا اظہار کرنے والے خیالات ہی آئیں گے۔ کسی نے کوئی ہلکی اور سادہ غذا کھائی یا فاقہ اختیار کیا تو اس کے حیوانی خیالات بھی اسی طرح کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کمزور ہوں گے۔ اس میں نرم مزاجی سے متعلق خیالات پیدا ہوں گے۔ اس طرح خوراک کے اثرات سے طبعی مزاج بدلتا ہے اور اس سے خیالات میں تغیر و تبدل ہوتا ہے۔

3۔ ماحول اور عادات کا اثر

ایک اور سبب جس کے ذریعے انسان کے اندر خیالات آتے ہیں، وہ انسان کے گرد و پیش کا ماحول اور عادات ہیں۔ انسان اپنے ماحول سے سیکھتا ہے۔ انسان کسی انسان کو کوئی کام کرتے دیکھتا ہے تو اس کی نقل اُتارتا ہے۔ اس طرح اس کے دماغ میں ایک خیال پختہ ہوتا ہے۔ اس خیال کا تسلسل اسے عمل پر اُبھارتا ہے اور مسلسل عمل سے وہ اس کی عادت بن جاتا ہے۔

آج کل تو کاروبار کرنے والی نیشنل اور ملٹی نیشنل کمپنیاں ہمارے خیالات کو بدلتی ہیں۔ روزانہ ٹی وی پر اشتہارات کے ذریعے سے اپنی پراڈکٹس بیچنے کے لیے ہمارے دماغ میں خواہشات اور خیالات اُنڈیلتی رہتی ہیں۔ جس چیز کی ضرورت نہیں بھی ہوتی، وہ بھی خرید کر گھر لے جاؤ۔ سرمایہ دارانہ نظام میں اشتہارات کے ذریعے سے خیالات کو کنٹرول کرنے اور خوابوں کو بیچنے کا عمل بڑے عروج پر ہے۔ خواب بیچے جاتے ہیں۔ خیالات بیچے جاتے ہیں۔

4۔ ملاءِ اعلیٰ اور ملاءِ سافل کی قوتوں کے اثرات

چوتھا سبب جو انسانی خیالات پر اثر انداز ہوتا ہے، وہ یہ کہ فرشتے کی طرف سے کسی انسان کے ذہن میں کسی کام کا ایک دم خیال اشـــراق (روشنی کی چمک) کی صورت میں پہنچا۔ اس خیال کے زیر اثر اس نے کوئی ارادہ باندھ لیا۔ چناں چہ اعلیٰ ترین درجے کے انسان؛ انبیاؑ اور مجددین اولیاؒ پر ملاءِ اعلیٰ کے خیالات اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ ان کے زیر اثر ہوتے ہیں۔ اس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ ان کی روح ایک لمحے کے لیے بہ طور اشراق ملاءِ اعلیٰ سے جڑتی ہے اور ایک روشن خیال کا کوندا ان کے دماغ میں آتا ہے، اس کے نتیجے میں ایک علم ان کے سامنے منکشف ہوجاتا ہے۔ جن لوگوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملکیتِ سافلہ ہوتی ہے، ان پر ملاءِ سافل کی قوتیں اور عالمِ مثال کی زیریں قوتیں اثر انداز ہوتی ہیں۔ ان پر ملاءِ سافل کے فرشتوں کی طرف سے کوئی نورانیت بھرا خیال آتا ہے، اس کے زیرِاثر وہ نیک اعمال کے ارادے باندھتا ہے اور عمل کرتا ہے۔

5۔ شیطانی قوتوں کے اثرات

ملاءِ سافل اور زیریں عالمِ مثال میں فرشتوں کے متوازی شیطانی قوتیں بھی ہیں۔ وہ بھی انسانی دماغ پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ شیطانی وسوسے سے کوئی شیطانی خیال دماغ میں آجاتا ہے، انسانوں کو نقصان پہنچانے کا خیال یا کوئی لالچ اور خودغرضی کا خیال ہو۔ پھر شیطانی خیالات کے زیرِاثر بھی ارادے وجود میں آتے ہیں، جن کی وَجہ سے غلط اعمال وجود میں آتے ہیں۔ اعمال اور اُن کی جزا وسزا تبھی درست طور پر سمجھ میں آئے گی، جب کہ اعمال کے پیچھے کارفرما خیالات اور ارادے کی پہچان حاصل ہوگی۔

الغرض! اعمال کی جزا وسزا کا تعلق ایک تو نوعِ انسانی کی جبلت سے ہے۔ اسی طرح انسانیت کے لیے مفید خوراک کے بجائے کوئی متصادم خوراک کھائیں گے تو بیمار پڑیں گے۔ یہ بھی سزا ہے۔ اچھی خوراک کھائیں گے جو واقع میں انسانوں کے لیے بنائی گئی ہے تو انسانوں کی ترقی کے لیے انعام اور جزا ہے۔ اسی طرح عاداتِ انسانیہ کی بنیاد پر بھی انسان کی جزا وسزا ہے۔ ایسے ہی اعمال کی جو صورت عالم مثال میں ہے، اس کے لحاظ سے جزا وسزا کے اثرات بھی آپ پر مرتب ہوتے ہیں اور ملاءِ اعلیٰ میں جزا وسزا سے متعلق امور بھی آپ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

انسانی اعمال کے محفوظ رہنے کا نظام

شاہ صاحبؒ نے انسانی اعمال کی پیدائش کے بنیادی اسباب بیان کرنے کے بعد یہ حقیقت واضح کی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اعمال کو انسانی روح میں محفوظ کرنے کا ایک نظام بنایا ہے۔ انسان کے نفسِ ناطقہ اور روح میں مذکورہ بالا پانچ اسباب میں سے کسی سبب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے تحت اعمال کے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ ان خیالات کے مجموعے سے ارادے بنتے ہیں۔ ارادے کے مجموعے سے اعمال وجود میں آتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے یہاں پر ایک اہم سوال کا جواب دیا ہے۔ کیا کوئی عمل مکمل ہونے کے بعد فنا ہوجاتا ہے یا محفوظ رہتا ہے؟ شاہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ اس پر بھی تمام مذاہب اور فلسفوں کا اتفاق ہے کہ انسان جب عمل کرلیتا ہے تو وہ فنا نہیں ہوتا بلکہ کیا ہوا عمل محفوظ رہتا ہے۔ آج تو سائنس نے بھی ثابت کردیا کہ کوئی آواز یا کوئی عمل آپ نے کسی کمرے میں کیا، آپ وہاں سے چلے بھی جائیں، پھر بھی اسے ریکارڈ کیا جاسکتا ہے۔ آپ کی آواز، گفتگو اور آپ کا عمل بھی محفوظ کیا جاسکتا ہے۔ جیسے جیسے نئے سائنسی انکشافات سامنے آرہے ہیں تو یہ تمام چیزیں ثابت ہو رہی ہیں۔ شاہ صاحبؒ کے نزدیک عمل اور خُلق کے محفوظ رہنے کا یہ نظام چار مرحلہ وار درجات پر مشتمل ہے۔ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

> ''جاننا چاہیے کہ وہ اعمال جنھیں انسان اپنے پختہ قصد اور ارادے سے کرتا ہے، اور وہ اَخلاق جو انسان میں پختہ ہوچکے ہیں: (۱) یہ نفسِ ناطقہ کی اصل سے پھوٹتے ہیں۔ (۲) پھر اسی نفس کی طرف لوٹتے ہیں۔ (۳) پھر اس کے دامن کے ساتھ وابستہ ہوجاتے ہیں۔ (۴) پھر ان کے حساب و کتاب کے مطابق جزا و سزا دی جاتی ہے''۔ (145)

1۔ عمل کی پیدائش

سب سے پہلے انسان کے نفسِ ناطقہ سے عمل پھوٹتا ہے، جیسا کہ گزشتہ بحث سے ثابت ہوا کہ ملکیت اور بہیمیت اور اُن میں تصالح یا تجاذب کی بنیاد پر وجود میں آنے والی انسانی جبلت، طبعی مزاج کا غلبہ، فرشتوں یا شیطانوں کے زیرِاثر خیالات بنتے ہیں۔ ان سے عزائم اور ارادے وجود میں آتے ہیں اور پھر اس کے نتیجے میں انسانی روح سے عمل کی پیدائش ہوتی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

2۔عمل کا انسانی روح کی طرف لوٹنا

جب کوئی عمل بار بار اور کثرت سے کیا جاتا ہے تو اس کی عادت بن جاتی ہے۔ یوں انسان اسے مسلسل دہراتا رہتا ہے۔ جیسے کسی انسان کو مسلسل نماز پڑھنے یا روزہ رکھنے سے اس کی عادت بن جاتی ہے۔ اس طرح انسانی روح اس عمل سے متأثر ہوتی ہے اور اس کا رنگ قبول کرلیتی ہے۔ اسی طرح کوئی انسان مسلسل گاڑی چلائے تو یہ اس کی عادت بن جاتی ہے۔ اس طرح ایک بڑا ماہر ڈرائیور بنتا چلا جائے گا۔ اس دنیا میں جو عمل بھی آپ کرتے رہیں، وہ آپ کی عادت بن جاتی ہے۔ یہ عادات و مألوفات انسان کے خیالات پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں پھر نئے نئے خیالات پیدا ہوتے ہیں تو اس طرح ایک سرکل (circle) شروع ہوجاتا ہے۔ یوں آپ کے نفس میں اس عمل کی ایک خاص ہیئت اور شکل بن جاتی ہے۔

3۔عمل کی انسانی روح کے دامن سے وابستگی

انسان جب پیدا ہوتا ہے تو اس کی روح کی تختی کسی عمل کے بغیر صاف شفاف ہوتی ہے۔ کسی عمل کا کوئی رنگ اس کی روح پر نہیں ہوتا۔ پھر جیسے ہی وہ عمل کرنا شروع کرتا ہے تو اس کے اعمال ایک زنجیری ترتیب کے ساتھ اُس کی روح میں اپنا رنگ ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ ہر پہلے والا عمل دوسرے والے عمل کے لیے سبب بنتا ہے۔ اس طرح اعمال کا سلسلہ بہ سلسلہ مرتب انداز آگے بڑھتا رہتا ہے۔ یوں ہر عمل انسانی روح کے دامن سے وابستہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس سے استثنیٰ صرف اُسی صورت میں ہوسکتا ہے جب اعمال پر اُکسانے والی قوت کسی مرض یا بڑھاپے کے سبب کمزور ہوجائے یا بالائی نظام کی کوئی طاقت اسے توڑ دے، جیسا کہ کوئی آدمی مسلمان ہوجائے تو ایمان کی طاقت سے کفر کے اعمال کا تسلسل ٹوٹ کر فنا ہوجاتا ہے۔ پھر ایمانی کیفیت سے متعلق اعمال کا ایک تسلسل انسانی روح کے دامن کے ساتھ وابستہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4۔محفوظ اعمال کی بنیاد پر حساب و کتاب اور جزا و سزا

اعمال کا چوتھا مرحلہ ان کا ایک کتاب میں محفوظ ہونا ہے۔ اس حوالے سے ارشادِ خداوندی ہے:

وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۚ (146)

(مجرم کہیں گے کہ افسوس ہم پر! یہ کیسا اعمال نامہ ہے کہ اس نے کوئی چھوٹی اور بڑی بات نہیں چھوڑی، مگر سب کو محفوظ کیا ہوا ہے۔ اور جو کچھ انھوں نے کیا تھا، سب کو موجود پائیں گے۔)

نبی اکرم ﷺ نے حدیثِ قدسی بیان کرتے ہوئے ارشادِ خداوندی نقل کیا ہے:

"إنّما هی أعمالكم اُحصيها عليكم، ثمّ اُوفّيكم إيّاها، فمن وجد خيراً فيحمد اللّٰه، و من وجد غير ذٰلک فلا يلومنّ إلّا نفسه." (147)

(یہ تمھارے ہی اعمال ہیں، میں نے انھیں تمھارے واسطے محفوظ کیا ہے۔ پھر میں تمھیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔ پس جو اپنے لیے بھلائی پائے تو اُسے چاہیے کہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جو اس کے علاوہ دوسرا نتیجہ پائے تو کسی اَور کو ملامت کرنے کے بجائے اپنے نفس کو ملامت کرے)۔

اس آیت اور حدیث میں بیان کردہ اعمال کے محفوظ ہونے کی صحیح نوعیت بیان کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

"انسانی روح میں اعمال کے محفوظ کرنے کا راز — جیسا کہ میں نے اپنے ذوق سے معلوم کیا ہے — یہ ہے کہ کائنات (میں عالم مثال) کے بلند ترین مقام میں ہر انسان کی ایک مخصوص شکل وصورت بالائی نظام کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ انسان کی وہ صورت جو "میثاقِ الست" کے قصے میں ظاہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئی تھی، اسی کا ایک شعبہ ہے۔ یہ انسان جب دنیا میں وجود میں آتا ہے تو عالمِ مثال میں متعین اس کی یہ صورت اس کے وجود پر منطبق اور اس کے ساتھ متحد ہوجاتی ہے۔ یہ شخص جب دنیا میں کوئی عمل کرتا ہے تو اس صورت میں طبعی طور پر انشراح کی کیفیت بے اختیار طاری ہوتی ہے''۔ (148)

اس دنیا میں کیے گئے اعمال عالمِ مثال میں موجود اُس کی روح کے ساتھ متصل (attach) ہوجاتے ہیں۔ اب اگر وہ عمل صحیح ہو تو اس کے نتیجے میں وہ روح طبعی طور پر خوش ہوتی ہے کہ اس کا اچھا نتیجہ اور اچھی جزا آئے گی۔ اگر وہ عمل صحیح نہیں ہوتا تو اس روح پر انقباض کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اسی لیے آپ اچھا عمل کرتے ہیں تو آپ کے دل کو ایک سکون ملتا ہے اور اُنس وطمانیت ملتی ہے۔ مثلاً آپ کسی کی خدمت کرتے ہیں یا کسی کے ساتھ دو چار اچھے جملے بولتے ہیں، تو دراصل آپ کے اصل انسان کی خوشی کے اثرات آپ پر ظاہر ہورہے ہیں۔ جب آپ کوئی بُرا کام کرتے ہیں تو آپ کا اپنا ضمیر ملامت کررہا ہوتا ہے کہ یہ کام میں نے صحیح نہیں کیا۔ کسی عمل کے نتیجے میں خوشی اور ملامت کے اثرات دراصل اُس روح کی صورت کے ساتھ جو عمل کا تعلق پیدا ہوا ہے، اس کے اثرات ونتائج ہیں۔ روح میں محفوظ ان اعمال کا مجموعی نتیجہ آخرت میں ظاہر ہوگا۔

انسان کے اعمال اور اَخلاق کا باہمی ربط

انسان جب اعمال کرلیتا ہے تو ظاہری طور پر اس کا جسم عمل سے فارغ ہوگیا۔ لیکن اس عمل کا ایک خاص اثر اور نتیجہ انسان کی روح اور اس کے نفس پر ہوتا ہے۔ پہلی دفعہ تو آپ کو بے شک باہر سے خیال آیا اور آپ نے وہ عمل کرلیا مگر عمل کرنے کے بعد آپ کے اندر اس عمل کے اثرات محفوظ ہوجاتے ہیں، جو کسی دوسرے وقت اسے دوبارہ اس عمل پر اُکساتے ہیں۔ یہ عمل جب آپ بار بار کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں روح میں ایک ملکہ پیدا ہوتا ہے، جسے ''خُلق'' یا ''ہیئتِ نفسانیہ'' کہتے ہیں۔ یہ دراصل کئی دفعہ کیے گئے اعمال کا مجموعی نتیجہ ''ملکہ'' کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ خُلق انسان کی روح میں باہر سے کہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں آیا۔ یہ ہے اَخلاق اور اعمال کا باہمی ربط۔ یہ اَخلاق دراصل ہمارے ہی کیے ہوئے اعمال کا مجموعہ یا ملکہ اور خلاصہ ہوتا ہے، جو ہماری روح کے اندر موجود اور محفوظ ہوتا ہے۔ اس طرح اعمال اَخلاق کو وجود میں لانے کا ذریعہ بنتے ہیں اور پھر اَخلاق انسان کو دوبارہ انھی اعمال پر اُکساتے ہیں۔ یوں اچھے اعمال کے مجموعے سے اچھے اَخلاق وجود میں آتے ہیں اور بُرے اعمال کے مجموعے سے بُرے اَخلاق وجود میں آتے ہیں۔

انسانیت کی ترقی کے لیے ارتفاقاتِ اربعہ کی اہمیت

شاہ صاحبؒ نے کائنات کی حقیقت، اس میں انسان کی جبلت اور اس کے اعمال کی صحیح نوعیت بیان کرنے کے بعد ایک مبحث میں جزا و سزا پر مشتمل قانونِ مجازات بیان کیا ہے، جس کی کچھ تفصیل ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔ اس کے بعد شاہ صاحبؒ نے ایک مبحث میں ارتفاقات کی بحث کی ہے۔ چناں چہ تیسرے مبحث میں ''ارتفاقات'' کی بحث میں یہ واضح کیا ہے کہ انسان اپنی شخصی اور عائلی زندگی سے لے کر اجتماعیت کے بین الاقوامی مرحلے تک چار ارتفاقات سے گزرتا ہے۔ انسانیت کی تکمیل کے لیے ارتفاقاتِ اربعہ کی ضرورت ہے۔ اگلے روز کا لیکچر انھی ارتفاقات کی تفصیل وتشریح پر مشتمل ہے۔ اس لیے اس وقت اسے چھوڑتے ہوئے اَخلاقِ اربعہ کے حوالے سے گفتگو پیش خدمت ہے۔

انسانیت کی تکمیل کے لیے اَخلاقِ اربعہ کی اہمیت

شاہ صاحبؒ نے ارتفاقات کے بعد ایک مبحث میں انسانیت کی حقیقی کامیابی اور سعادت سے متعلق گفتگو کی ہے۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ انسانی روح کی تکمیل کے لیے چار اَخلاق کی ضرورت ہے۔ انسانیت کے لیے یہ چار اَخلاق بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان اَخلاق کا اظہار اُس کے ارتفاقات میں ہونا چاہیے اور ان اَخلاق کے اظہار سے اس کی روح کی تکمیل بھی ہوتی ہے۔ ان چار اَخلاق پر دنیا بھر کے تمام مذاہب اور تمام ملتوں میں اتفاق پایا جاتا ہے۔ کوئی ان کا انکار نہیں کرتا۔ سب اس بات پر متفق ہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انسانیت کے چار بنیادی اَخلاق ہیں: ا۔طہارت،۲۔ اِخبات، 3۔سماحت، 4۔عدالت۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ تہذیبِ نفس کے حوالے سے ان چار اَخلاق کی اہمیت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے یہ بات سمجھائی ہے کہ تمام تر نیکیوں کا منبع چار بنیادی عادات اور اَخلاق ہیں۔ انسان کی قوتِ بہیمیہ ان اَخلاق سے اُس وقت رنگین ہوتی ہے، جب نفسِ ناطقہ کی قوتِ ملکیہ اُس پر غالب آجاتی ہے اور اُسے کھینچ کر اپنے مناسب اعمال کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان کی یہ چار خصلتیں اور اَخلاق' ملاءِ اعلیٰ کے اوصاف کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ یہ اَخلاق انسان کو ملاءِ اعلیٰ کی صف میں شامل کرنے اور اُن کی لڑی میں پرونے کا سبب بنتے ہیں۔ نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے یہ بات بھی سمجھائی ہے کہ انبیا علیہم السلام کی بعثت انھی چار اَخلاق کی دعوت دینے اور ان پر اُبھارنے کے لیے ہوتی ہے۔ اور ان پر نازل ہونے والی شریعتیں انھی چار اَخلاق کی تفصیلات ہیں۔ان کا نتیجہ یہی چار اَخلاق ہیں''۔ (149)

1۔طہارت کا خُلق

پہلا خُلق طہارت ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر انسان پاکیزگی چاہتا ہے۔ صفائی ستھرائی چاہتا ہے۔خاص طور پر جب بھی وہ دوسرے انسانوں کے سامنے آتا ہے، اپنے جسم اور لباس کو صاف ستھرا بناتا ہے۔ پاکیزگی اس کی طبیعت کا حصہ ہے۔طہارت کی ضد گندا رہنا ہے۔ پراگندہ بال، لباس کا میلا کچیلا ہونا، بال بکھرے ہوئے ہوں۔ یہ حیوانیت کی علامات ہیں۔ انسان کی کامیابی کا پہلا معیار طہارت ہے۔ طہارت انسان کے لیے ہر مذہب میں ضروری ہے، حتیٰ کہ ایک دہریہ بھی صبح اٹھ کر ہاتھ منہ ضرور دھوتا ہے۔ اگرچہ سردی کے موسم میں پورے جسم کا غسل نہ بھی کرے، تو کم از کم چہرہ اور ہاتھ ضرور دھوتا ہے۔ یہ طہارت دنیا بھر کے تمام مذاہب، فلسفوں اور ملتوں کا متفقہ قاعدہ اور ضابطہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ الگ بات ہے کہ طہارت کے طریقے ہر ایک مذہب نے اپنے طے کیے ہوئے ہیں۔ طہارت کا جامع اور بہترین طریقہ دینِ اسلام میں ہے۔ کس وقت کون سی گندگی یا حدث لاحق ہو تو کس درجے کی طہارت ضروری ہے۔ کس ناپاکی میں غسل ضروری ہے اور کس ناپاکی میں وضو ہی کافی ہے۔ چناں چہ جسم کے چاروں اطراف، یعنی دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں اور چہرے کا دھونا اور سر پر مسح حدثِ اصغر میں کافی ہے۔ حدثِ اکبر کی صورت میں غسل ضروری ہے۔ وضو اور غسل سے انسان میں ایک خاص نورانیت پیدا ہوتی ہے۔ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

> ''انسانی روح کی صفات میں طہارت سب سے زیادہ ملاءِ اعلیٰ کے حالات کے ساتھ مشابہت رکھنے والا خُلق ہے۔ کیوں کہ اس حالت میں وہ حیوانی گندگیوں سے پاک ہوجاتا ہے اور نورِ طہارت کی وَجہ سے وہ خوشی اور سرور محسوس کرتا ہے۔ یہی وَجہ ہے کہ طہارت کے سبب انسان اپنی قوتِ عملیہ کے اعتبار سے اعلیٰ کمال حاصل کرنے کے لیے ایک دم تیار ہوجاتا ہے''۔ (150)

2۔ اِخبات الی اللہ کا خُلق

دوسرا بنیادی خُلق ''اِخبات الی اللہ'' ہے، یعنی اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے عجز و انکساری کرنا ہے۔ اسلام کے سوا باقی دیگر مذاہب میں بھی یہ تصور موجود ہے۔ چناں چہ الٰہی مذاہب میں تو یقیناً خدا کے سامنے عجز و انکساری کا اقرار ایک متفق علیہ مسئلہ ہے۔ جو غیرالٰہی مذاہب ہیں، وہ اگرچہ ایک زمانے سے مسخ ہوچکے ہیں، ان کے ہاں بھی اپنے خیال کے مطابق کسی نہ کسی خدا، God، برہما وغیرہ کے عنوان سے ایک تصور موجود ہے۔ مرورِ زمانہ سے اگرچہ اُس کی جگہ دیوی دیوتاؤں نے لے لی ہے، لیکن اصل میں تو اُن کے دماغ میں جو بنیادی چیز ہے، وہ کسی نہ کسی ذات کے سامنے جھکنے اور انکساری کے اظہار کی ہے۔ اور تو اَور دہریہ بھی جہاں اُس کی عقل جواب دے جائے تو وہ کسی نہ کسی سپیریئر (Superior) طاقت کو مانتا ہے۔ چاہے وہ آئن سٹائن (1955ء)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے متأثر ہو یا نیوٹن (1727ء) سے، یا آج گریوی ٹیشنل ویوز (Gravitational Waves) کا مشاہدہ کرنے والے کسی سائنس دان کی بات ہو، کہیں نہ کہیں آ کر اُس کا دماغ عجز وانکساری کو ضرور تسلیم کرتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے عجز و انکساری کرنا ''اخبات'' ہے۔ اس کے اظہار کا جامع ترین طریقہ اور اس کا ایک مکمل اور مربوط نظام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے توحیدِ الٰہی کی اساس پر بیان کیا ہے۔ آپؐ نے توحید پر عمل کرنے کا ایک مکمل نظام نماز روزہ وغیرہ عبادات کی عملی صورت میں متعین کر دیا ہے۔ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

> ''انسانی روح میں اِخبات الی اللہ کی حالت ملاءِ اعلیٰ سے سب سے زیادہ قریب اور سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والی حالت ہے۔ ایسی حالت میں وہ اپنے خالق و مالک کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس کی عظمت و جلال کی کیفیت اور اس کے مقدس مقام میں استغراق کی حالت اس پر طاری ہوتی ہے۔ اس حالت کے سبب انسانی نفس میں اعلیٰ علمی کمال حاصل کرنے کی استعداد پیدا ہوجاتی ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ اس کے ذہن کی تختی پر اس سے معرفتِ الٰہیہ کا نقش بیٹھ جاتا ہے اور اسے ذاتِ باری تعالیٰ کے حضور میں کسی نہ کسی پہلو سے باریابی مل جاتی ہے۔ اگرچہ زبان اس کی حقیقت بیان کرنے سے قاصر ہے''۔(151)

3۔ سماحت کا خُلق

تیسرا بڑا بنیادی خُلق ''سماحت'' ہے۔ سماحت کی تعریف کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

> ''سماحت ایک ایسا خُلق ہے جو انسان کو علمی اور عملی طور پر اپنے مطلوبہ کمالات کے مخالف اعمال سے دور رہنے کی طاقت اور قوت پیدا کرتا ہے''۔(152)

ہر انسان عزت و وقار چاہتا ہے۔ وہ اپنی توہین (insult) برداشت نہیں کرتا۔ اُس میں ایک وقار کی بلندی ہوتی ہے۔ وہ اپنے اندر عظمت رکھتا ہے۔ ہر صاحبِ سماحت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

(باوقار شخص) اپنی عزت و وقار کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے لیے قاعدے ضابطے بنائے جاتے ہیں۔ غیبت کرنا، کسی پر بہتان لگانا، یہ دراصل اُس کی عزت کو مجروح کرنے والے اعمال ہیں۔ آزادی اور حریت، عفت، سخاوت، ہمدردی، صبر، جدوجہد، عفوو درگزر، قناعت اورتقویٰ کو شاہ صاحبؒ نے سماحت کے ذیل میں بیان کیا ہے۔

4۔ عدالت کا خُلق

چوتھا اور اہم ترین خُلق ''عدالت'' ہے۔ اس کی تعریف اور حقیقت بیان کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

> ''عدالت یہ ہے کہ انسان میں ایک ایسا ملکہ پیدا ہوجائے کہ جس سے وہ ایسے اعمال کرے کہ کسی ملک اور قبیلے کا نظام سہولت کے ساتھ ٹھیک ہوجائے۔ ملکۂ عدالت انسانی نفس میں کچھ اس طرح پختہ ہوجائے، گویا کہ وہ ان عدل و انصاف پر مبنی کاموں کو فطری طور پر سرانجام دے رہا ہے''۔ (153)

یہ بات سمجھنے کی ہے کہ ہر انسانی سماج میں سماجی معاہدات ہوتے ہیں۔ ایسا کوئی معاشرہ نہیں ہوتا، جس میں سماجی معاہدات نہ ہوں۔ گھریلو معاشرتی زندگی بھی ایک معاہدے کے تحت وجود میں آتی ہے۔ معاہدۂ نکاح کے تحت دو خاندانوں کے درمیان سماجی تعلق اور خاندانی نظام وجود میں آتا ہے۔ خرید و فروخت کے معاہدات کی اساس پر بازار کا نظام قائم ہوتا ہے۔ اسی سماجی اور عمرانی معاہدے (Social Contract) کی اساس پر قومی سیاسی، معاشی اور سماجی نظام بھی بنتا ہے۔ آئینی، قانونی اور عدالتی ڈھانچہ بھی عمرانی معاہدے پر استوار ہوتا ہے۔ سیکیورٹی فورسز کا نظام بھی اُسی سماجی معاہدے کے ذیل میں آتا ہے۔ پھر ممالک اور اقوام کے درمیان بین الاقوامی معاہدات بھی ہوتے ہیں۔

ان تمام معاہدات میں بہرحال دو یا دو سے زائد فریق ہوتے ہیں۔ ان فریقین کے درمیان جو بھی معاہدہ ہو، اس کی ممکنہ شکلیں دو ہی ہیں: (۱) عدل اور (۲) ظلم۔ اس معاہدے میں دونوں فریقین کی حیثیت برابر ہے تو اس کو ''عدل'' کہیں گے۔ اگر دونوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فریقین کی حیثیت برابر نہیں ہے، ایک کا پلڑا بھاری اور دوسرے کا پلڑا ہلکا ہے تو اس کو ''ظلم'' کہیں گے۔

شاہ صاحبؒ نے کہا ہے کہ تمام انسانیت اس پر متفق ہے کہ تمام سماجی معاہدات میں عدالت بنیادی خُلق ہے۔ عدالت کی تشریح شاہ صاحبؒ نے یہ کی ہے کہ یہ ایک ایسا ملکہ (capability) ہے کہ جس کے ذریعے سے کسی مملکت کا نظام' انصاف کی بنیاد پر درست طریقے سے قائم کرنے کی اہلیت، صلاحیت اور مہارت پیدا ہوجائے۔ یہ محض انفرادی عدل نہیں کہ ایک آدمی دوسرے کے ساتھ اچھے اَخلاق کا مظاہرہ کرے، بلکہ انسانی معاشرے میں عدل کے اصولوں پر مملکت کا بہترین سسٹم بنانا ملکہ عدالت ہے۔

اَخلاقِ اربعہ کے راستے میں حجابات اور اُن کا علاج

شاہ صاحبؒ نے انسانی فطرت کے بنیادی اَخلاقِ اربعہ کی نشان دہی کرنے کے بعد اس حقیقت کو بھی واضح کیا ہے کہ ان اَخلاق کے حاصل کرنے میں تین بنیادی حجابات ہیں۔ اس کی نشان دہی کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''إعلم! أنّ معظم الحُجُب ثلاثة: حجاب الطّبع، و حجاب الرّسم، و حجاب سوء المعرفة.'' (154)

(جاننا چاہیے کہ (انسانی فطرت میں اَخلاق کے حصول کے) بڑے حجابات تین ہیں:

(۱) طبیعتِ انسانی کا حجاب

(۲) ماحول اور رسم ورواج کا حجاب

(۳) غلط اور بدفہمی کا حجاب۔)

1۔طبیعتِ انسانی کا حجاب

قوتِ بہیمیہ کے غلبے سے کھانے پینے اور شادی بیاہ جیسے امور کسی انسان پر غالب

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

آجاتے ہیں۔ اس کا دل طبعی حالات جیسے خوشی غمی، غصہ اور شرمندگی وغیرہ سے متأثر ہوتا ہے۔ اگر انسان ہمہ وقت انھی کاموں میں مشغول رہے اور اس کی علمی اور عملی صلاحیتیں صرف نفسانی تقاضوں کو پورا کرنے میں ہی مشغول رہیں، کسی اعلیٰ انسانی خُلق کے حصول کی طرف متوجہ نہ ہوں تو اسے ''حجابِ طبع'' یا ''حجابِ نفس'' کہا جاتا ہے۔

2۔ دنیاوی رسومات کا حجاب

کوئی انسان قوتِ بہیمیہ کے طبعی تقاضوں سے بسا اوقات بلند ہوجاتا ہے۔ اس کی عقلی اور عملی قوتیں ایسی صورت میں جب اپنے گرد و پیش کی رسومات اور اپنی قوم کے ارتفاقات کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں اس کے دل میں اپنی قومی رسومات کی عظمت بیٹھ جاتی ہے اور وہ اُن کا اسیر بن کر رہ جاتا ہے۔ گرد و پیش کا ماحول اور نظام پست عادات اور بداَخلاقی پر ہی مبنی ہو تو وہ اس سے اوپر اٹھ کر اعلیٰ علمی، عقلی اور عملی صلاحیتوں کا مظاہرہ نہیں کر پاتا۔ وہ اپنے گرد و پیش کے ماحول کے دباؤ کا مقابلہ کرنے کی استعداد نہیں رکھتا۔ اس طرح اپنی قومی رسومات کا نظام اس پر غالب آجاتا ہے۔ اسے ''حجابِ رسم'' یا ''حجابِ دنیا'' کہا جاتا ہے۔

3۔ علم کی صحیح معرفت نہ ہونے کا حجاب

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنی قومی رسومات کے ماحول کے دائرے سے کچھ بلند ہوتے ہیں۔ وہ اپنی ذہانت کے سبب کسی عقلی دلیل یا کسی خطابی انداز و اُسلوب یا کسی نبی کی شریعت کی تقلید کرتے ہوئے اعلیٰ اَخلاق کو سمجھنے کی استعداد حاصل کر لیتے ہیں۔ اس طرح ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔ لیکن ان میں بعض لوگ درست طور پر بات سمجھ نہیں پاتے۔ وہ بدفہمی اور سوءِ فہم کا شکار ہوجاتے ہیں۔ اسے **''حجابِ سوءِ معرفت''** کہا جاتا ہے۔

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ان حجابات کو دور کرنے کے طریقے شریعت نے بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نیکی اور بدی کی جامع تعریف اور اس کے بنیادی اصول

شاہ صاحبؒ نے گزشتہ چار مباحث میں کائنات کی حقیقت، انسان کی حقیقی تعریف، مجازات کا قانون، ارتفاقاتِ اجتماعی اور انسانیت کے چار بنیادی اَخلاق بیان کرنے کے بعد پانچویں مبحث میں ''برّ و اِثم'' یعنی نیکی اور بدی کی صحیح تعریف اور حقیقت بیان کی ہے۔ معاشروں کے لیے تشکیل دیے گئے قوانین اور شرائع کی اساسیات نیکی اور بدی کے تصورات پر قائم ہیں۔ دنیا میں ہر مذہب اور سکول آف تھاٹ انسان کے لیے دیے گئے احکامات کو نیکی کہتا ہے۔ اور اپنے خیال کے مطابق بُرائی سے روکتا ہے۔ لیکن جب تک نیکی اور بدی کی صحیح اور حقیقی تعریف سامنے نہ ہو تو احکامات کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے شاہ صاحبؒ نے گزشتہ تمام بحثوں کے بعد برّ و اِثم یعنی نیکی اور بدی کی تعریف کی ہے۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

> ''ہم نے پہلے قانونِ مجازات کے بنیادی دلائل بیان کیے، پھر ہم نے انسانیت کے فطری ارتفاقات بیان کیے۔ یہ ارتفاقات ہمیشہ انسانیت میں جاری رہتے ہیں۔ وہ ان سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔ پھر ہم نے انسان کی کامیابی کے چار بنیادی اَخلاق اور اُن کے حاصل کرنے کا طریقہ بیان کیا۔ اب ہم بِر اور اِثم کے معنی کی تحقیق میں مشغول ہوتے ہیں۔ انسانیت کے لیے بِر اور نیکی کا درجِ ذیل چار دائروں میں ہونا ضروری ہے:
>
> (۱) ہر وہ عمل جسے انسان ملاءِ اعلیٰ کی فرماں برداری کو پورا کرنے کے لیے سرانجام دے۔ اور اللہ کی جانب سے ہونے والے الہام اوراحکامات پورے کرنے میں انتہائی جدوجہد اورکوشش کرے۔ اورحق تبارک وتعالیٰ کی مُراد میں اپنے آپ کو فنا کرنے کے لیے تیار ہوجائے۔
>
> (۲) ہروہ عمل جس کا دنیا میں یا آخرت میں اچھا بدلہ ملے۔
>
> (۳) ہر وہ عمل جس سے انسانی معاشروں کے لیے قائم نظام کے بنیادی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارتفاقات درست ہوں۔

(۴) ہر وہ عمل جو اَخلاقِ اربعہ (طہارت، اخبات، سماحت اور عدالت) کے حوالے سے فرماں برداری کی حالت کے لیے مفید ہو اور اس سے تینوں حجابات (حجابِ طبع، حجابِ رسم اور حجابِ سوءِ معرفت) دور ہوتے ہوں''۔(155)

اسی طرح شاہ صاحب اِثم اور بدی کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''گناہ:

(۱) ہر وہ عمل جسے انسان شیطان کی فرماں برداری کو پورا کرنے کے لیے سرانجام دیتا ہے اور اس کی مراد کو پورا کرنے کے لیے فنا ہوجاتا ہے۔

(۲) ہر وہ عمل جس کا دنیا یا آخرت میں بُرا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔

(۳) ہر وہ عمل جو ارتفاقات کے نظام کو توڑتا اور انھیں خراب کرتا ہے۔

(۴) ہر وہ عمل جو اَخلاقِ اربعہ کے متضاد ہیئتِ نفسانی کے لیے مفید ہے اور تینوں حجابات کو پختہ کرتا ہے''۔(156)

شاہ صاحبؒ نے نیکی اور بدی کو عمل میں لانے کے بھی بنیادی قاعدے اور ضابطے بتائے ہیں۔ چناں چہ انسانیت کی ترقی کے لیے برّ کے بنیادی اصولوں؛ توحید، رسالت، فرشتوں پر ایمان اور طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کو حکمۃ البِرّ کے تحت تفصیلاً بیان کیا ہے۔ اسی طرح اِثم کے طبقات اور اس کی بنیادی اقسام اور مفاسد کی بھی نشان دہی کی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے تعلق کے لیے شعائرِ اربعہ کی اہمیت

بِرّ اور نیکی کے بنیادی اصولوں میں توحیدِ الٰہی کا اقرار اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کو تسلیم کرنا ہے۔ اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کے لیے ایسے ظاہری اور محسوس امور کی ضرورت ہوتی ہے کہ جنھیں دیکھ کر اللہ کی یاد آئے اور اُس کی عظمت دل میں پیدا ہو۔ انھیں ''شعائر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ'' کہا جاتا ہے۔ان کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ تمام انسانوں کی اجتماعی حالت ان شعائر اللہ کے ذریعے سے درست ہو۔اس حوالے سے شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی ایسی عنایت اور مہربانی جو انسانوں کے لیے شریعت مقرر کرتی ہے، اس میں کسی ایک فرد کی حالت ذاتی طور پر مقصود نہیں ہوتی، بلکہ کل انسانیت پر مشتمل انسانی جماعت کی حالت درست کرنا پیشِ نظر ہوتا ہے۔اور یہ اللہ کی بہت بڑی حجت ہے (اس لیے اللہ نے شعائر مقرر کیے ہیں)۔اور اللہ کے بڑے شعائر چار ہیں: (۱) قرآن، (۲) کعبہ، (۳) نبی (۴) اور نماز''۔(157)

ان چار شعائر کے حوالے سے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے علوم کے شارح امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ انسان کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک نصابِ تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے، وہ قرآن حکیم ہے۔نصابِ تعلیم کے پڑھانے کے لیے ایک مرکز کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ خانۂ کعبہ ہے اور کعبہ کے رُخ پر بننے والی دنیا بھر کی تمام مسجدیں ہیں۔وہ اس تعلیم و تربیت کا مرکز ہیں۔نصابِ تعلیم کو پڑھانے کے لیے ایک معلّم کی ضرورت ہوتی ہے۔چناں چہ وہ معلمِ انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔اس تعلیم کا عمل یعنی پریکٹیکل بھی ہونا چاہیے، وہ نماز ہے جو مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔اس نماز میں چاروں اَخلاق پائے جاتے ہیں۔اس میں طہارت کا خُلق بھی ہے اور سماحت کا خُلق روزے کی سی حالت سے ہے کہ نماز میں کچھ کھانا پینا نہیں۔عدل و انصاف کی بنیاد پر ڈسپلن بھی ہے کہ امام کی ایک آواز پر ''اللہ اکبر'' کہہ کر رکوع اور سجود میں جانا ہے، خواہ ذاتی تسبیحات مکمل ہوئی ہوں یا نہیں۔آپ نے جسے امام مان لیا ہے، اس کی امامت کے تحت آپ کو نماز کے تمام ارکان مکمل کرنے ہیں۔دیگر جتنے بھی شعائر ہیں، وہ ان چار بنیادی شعائر کے ذیل اور ضمن میں ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ملّی سیاسی نظام کے بنیادی اساسی امور

شاہ صاحبؒ نے شروع مقدمے میں یہ بات واضح کی تھی کہ تمام شرائع اور قوانین کے نفاذ کے حوالے سے دو امور بنیادی حیثیت رکھتے ہیں: ایک یہ کہ جو احکامات دیے گئے ہیں، ان کے پیچھے ''حکمة البِرّ و الإثم'' یعنی نیکی اور بدی کی کیا حکمت کارفرما ہے۔ دوسرے یہ کہ کسی شریعت اور قانون میں جن باتوں کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کی ''سیاستِ ملیہ'' یعنی اس کا سیاسی نظام عملی طور پر کیسے قائم کیا جاتا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے علم اسرارِ دین کے حوالے سے پہلی پانچ مباحث میں بر و اِثم کی حقیقت اور اس کی حکمتِ نظری سے متعلق بنیادی اساسی اصول اور قواعد وضوابط بیان کیے ہیں۔ اس کے بعد ملت کی سیاسی تشکیل سے متعلق تمام مذاہب کے مسلمہ بنیادی قواعد واضح کیے ہیں۔

ملت کی تعریف اور حقیقت

اس مبحث میں چوں کہ ''سیاستِ ملیہ'' سے متعلق سیاسی امور پر بحث ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ملت کی تعریف اور اصل حقیقت سامنے آجائے۔ شاہ صاحبؒ نے ''البدور البازغہ'' کے تیسرے مقالے ''فی بیان المِلل و الشّرائع'' کی پہلی فصل میں ملت کے معنی کی تحقیق اور اس کے وجود میں آنے کے اسباب پر بحث کی ہے۔ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

> ''کیا تم یہ جاننے کی استطاعت رکھتے ہو کہ: (۱) ارتفاقات: جو انسانیت کے نظام کی بنیاد ہیں اور اللہ رحمٰن کی عنایت نے انھیں نوعِ انسانیت کو عطا کیا ہے، خاص طور پر ارتفاقِ ثانی اور ارتفاقِ ثالث۔ (۲) اقترابات: جو انسانی طبیعتوں میں فطری طور پر ودیعت کیے گئے ہیں اور اللہ رحمٰن کی عنایت نے انھیں نوعِ انسانیت میں ظاہر کیا ہے، خاص طور پر اللہ کی عبادت اور صفتِ احسان کا خُلق اور شرور وفتن سے اجتناب کرنا۔ ان دونوں (ارتفاقات اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اقترابات) سے متعلق تمام امور قواعدِ کلیہ ہیں۔ جنھیں بہت سی عملی صورتوں اور شکلوں میں سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ ... ان صورتوں اور طریقہ ہائے کار میں سے کسی خاص معین شکل وصورت اور خاص طریقۂ کار کے مطابق کوئی کام ایسے سرانجام دینا کہ اُس سے مطلوبہ ارتفاقات اور اقترابات حاصل ہوجائیں تو اُسے ''ملت'' کہا جاتا ہے''۔ (158)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک ملت اپنے اختیار کردہ فکر وفلسفے کی بنیاد پر انسانیت کے مطلوب بنیادی ارتفاقات اور اقترابات کی ایک خاص شکل وصورت اور طریقۂ کار قائم کرتی ہے۔ اس حوالے سے شاہ صاحبؒ نے یہ بات بھی واضح کی ہے کہ میں نے ارتفاقات اور اقترابات بیان کرتے ہوئے ''ملتِ حنیفیہ'' کی بنیاد پر جو معین شکل وصورت بیان کی ہے، وہ بہ طور مثال کے ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ان ارتفاقات اور اقترابات کی یہی صورتیں لازمی اور ضروری ہیں۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

''تمھیں یہ بات دھوکے میں مبتلا نہ کرے کہ جو ہم نے ارتفاقات اور اقترابات کی عملی صورت اور اس کے انجام دینے کا طریقۂ کار ملتِ حنیفیہ کے مطابق بیان کیا ہے، اس لیے کہ یہ سب کچھ بہ طورِ مثال کے بیان ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس سے تم یہ گمان نہ کرلینا کہ یہ ارتفاقات اور اقترابات کا لازمی وجود اسی مثال میں بند ہے، بلکہ حق بات یہ ہے کہ ملتوں میں سے کسی بھی ملت میں ان دونوں دائروں کے بنیادی اساسی امور کبھی نظرانداز نہیں ہوئے۔ اور ان بنیادی اساسی امور کا ان لوگوں میں سے کوئی انکار نہیں کرتا، جنھیں انسان کہا جاتا ہے، اگرچہ وہ خود اس کی خلاف ورزی ہی کیوں نہ کر رہا ہو۔ ملتوں کے درمیان اختلاف صرف اس پر ہوتا ہے کہ ارتفاقات اور اقترابات کی عملی معین صورت کیا ہوگی اور کسی ارتفاق اور اقتراب کو کس خاص طریقۂ کار کے مطابق بنایا جانا ضروری ہے''۔ (159)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

انسانی زندگی میں ملتوں کی کیا اہمیت ہے؟ اور انسانیت کے لیے ملت کیوں لازمی اور ضروری ہے؟ پھر ملتیں کیسے وجود میں آتی ہیں؟ ان حقائق پر گفتگو کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ ''البدور البازغه'' میں لکھتے ہیں:

''انسانیت کی اکثریت ارتفاقات اور اقترابات کے بنیادی علوم پورے طور پر حاصل نہیں کرسکتی اور عام طور پر لوگوں کو ان علوم کے اصولوں اور ان کے عملی طریقۂ کار سے واقفیت نہیں ہوسکتی تھی، اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانیت پر اپنی مہربانی اور عنایت کے سبب لوگوں کے لیے ملتوں کو ظاہر کیا۔ نیز لوگوں کی جبلت میں کسی نہ کسی ملت کی اتباع اور فرماں برداری کا جذبہ پیدا کیا۔ پھر اس خاص ملت کے قائم کردہ ارتفاقات پر عمل درآمد کے لیے لوگوں کو اُبھارا۔

جہاں تک ملتوں کے وجود اور ان کے ظاہر ہونے کا معاملہ ہے تو اس کی چند اقسام ہیں:

(الف) ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس ملت کو قائم کرنے والا ایک ایسا عالم (نبی اور رسول) ہوتا ہے، جسے اللہ کی جانب سے تعلیم دی گئی ہے۔ وہ تمام ارتفاقات و اقترابات کے علوم کا احاطہ کرتا ہے اور اس کے مطابق انتہائی متوازن اور جامع بہترین ملت تشکیل دیتا ہے۔ ملتوں کے قیام کی یہ قسم سب سے اعلیٰ اور سب سے بہترین ہے۔

(ب) ملتوں کے ظہور کے درجِ ذیل اسباب بھی ہوتے ہیں:

(ا) ایسے عادل حکمران کا وجود، جو انسانی مصلحتوں کو عقلی طور پر سمجھ کر عدل وانصاف پھیلاتا ہے۔ چناں چہ وہ عدل اور انسانی مصلحتوں کے پیشِ نظر درجِ ذیل تمام معاملات سے متعلق امور جاری کرتا ہے:

(i) عوام اور اپنے ماتحت لشکروں اور انتظامیہ سے متعلق معاملات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(ii) عدل ہی کے اصول پر سزاؤں اور تعزیرات کا نفاذ۔

(iii) عدل کے اصول پر جھگڑے نمٹاتا اور جھگڑوں کا سبب بننے والے معاملات کی روک تھام۔

(iv) اسی اصول پر جنگی صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے فوجی لشکروں کی تیاری۔ وغیرہ وغیرہ۔

ایسے عادل حکمران کے یہ تمام اعمال وافعال لوگوں میں طبعی اور عقلی طور پر اچھے سمجھے جاتے ہیں اور بہتر طریقۂ کار اور نظام کے طور پر رائج ہوجاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد آنے والے حکمران ان تمام کاموں کو سرانجام دینے میں اُس عادل حکمران کی اتباع کرتے ہیں۔

(۲) کسی قوم میں ایسے حکما اور منتخبِ روزگار شخصیات پیدا ہوجاتی ہیں کہ جو اُن کے نکاح اور کھانے پینے اور مہمان نوازی وغیرہ سے متعلق امور میں ایسی عادات و رسومات جاری کرتے ہیں، جو انتہائی معقول اور پسندیدہ طریقۂ کار کے طور پر سمجھی جاتی ہیں۔ ان کے بعد آنے والے لوگ ان طریقہ ہائے کار کی اتباع کرتے ہیں۔

(۳) ایسے ہی اہلِ صنعت و حرفت میں ایسے رہنما اور امام پیدا ہوتے ہیں، جن کے کاموں کی اتباع کی جاتی ہے۔

(۴) ایسے ہی کسی قوم میں ایسا ہدایت یافتہ عقل مندفرد پیدا ہوتا ہے، جو اقترابات کے مختلف پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو کو دریافت کرلیتا ہے۔ قربِ خداندی کے اس پہلو سے ہی اس کی تکمیل ہوتی ہے۔ پھر اس کے تقاضوں کے مطابق عمل درآمد کرنا اس کے لیے ایک طبعی طریقۂ کار اور سنت بن جاتا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ پھر اُس کی قوم کے باقی لوگ قربِ الٰہی کے حصول کے اس طریقۂ کار میں اس کی اتباع کرنے لگتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی قوم کے ان تمام شعبوں کے رہنماؤں کے دریافت کردہ اصولوں سے ایک ایسی ملت وجود میں آتی ہے، جس کے مطابق عمل کرنا لوگ لازمی سمجھتے ہیں۔ ملت کی تشکیل کی یہ قسم ایسی ہے، جس سے کوئی زمانہ خالی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی شہر اور علاقہ اس کے بغیر ہوتا ہے“۔ (160)

اس تناظر میں شاہ صاحبؒ نے سیاست کے بنیادی امور کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہر قوم کا سیاسی سسٹم بنانے کے لیے کچھ رہنماؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ رہنما ”ذو رأی راشد“ (درست رائے رکھنے والے) ہوں۔ یعنی ملکیتِ عالیہ اور بہیمیتِ شدیدہ کی اساس پر انسانی سوسائٹی کے عملی نظام بنانے کی اہلیت رکھنے والے ہوں۔ اسی طرح وہ ”رأی کلی“ یعنی اجتماعی تقاضوں کو سامنے رکھ کر سسٹم بنانے والے ہوں تو ان کا بنایا ہوا سسٹم اچھا بنتا ہے۔ اگر ”ذو رأی فاسد“ (ناقص رائے رکھنے والے) ہوں، یعنی انفرادی اور طبقاتی مفادات کے مطابق وہ عملی سیاسی نظام بنائیں تو اس سے نظام خراب ہوتا ہے۔ وہ بہ ظاہر نیکی اور بدی کا نعرہ ضرور لگائیں، لیکن عملی نظام فساد برپا کرنے والا ہو تو اس کے بُرے نتائج ظاہر ہوں گے۔ اس لیے رہنماؤں کا انتخاب ہر سیاست کے لیے ضروری ہے کہ جو آپ نے حکومت کے لیے رہنما بنائے ہیں یا جن کو لیڈر بنایا ہے، اس کا معیار کیا ہے؟ اس لیے انسان کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے والے رہنماؤں کا انتخاب کرنا ضروری ہے۔ ان رہنماؤں میں اعلیٰ ترین درجہ انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ ان میں بھی امام الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ بلند ترین ہے۔

دوسری بات شاہ صاحبؒ نے کہی کہ جب رہنماؤں کا انتخاب ضروری ٹھہرا تو رہنما وہ ہونے چاہئیں، جو ”مُفَهَّم“ یعنی سمجھ دار اور عقل مند ہوں۔ شاہ صاحبؒ نے ایسے ”مُفَهَّمِین“ یعنی سمجھ دار لوگوں کی درجِ ذیل آٹھ اقسام بیان کی ہیں۔ چناں چہ:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

1۔ وہ سمجھ دار آدمی جس کی زیادہ تر حالت ایسی ہو کہ اس پر حق تبارک وتعالیٰ کی جانب سے انسانی نفوس کو عبادات سے مہذب بنانے کے علوم آتے ہوں اور وہ انسانی نفوس کا تزکیہ کرتا ہو، وہ ''**کامل**'' ہے۔

2۔ جس آدمی کی اکثر حالت یہ ہو کہ وہ اُس سے اعلیٰ اَخلاق اور ارتفاقِ ثانی سے متعلق گھریلو امور اور علوم کی سمجھ حاصل ہو، اس حوالے سے وہ لوگوں کی رہنمائی کرے، وہ ''**حکیم**'' ہے۔

3۔ جس سمجھ دار آدمی کی زیادہ تر زندگی تمام سیاسی امور کو سرانجام دینے سے متعلق ہو اور اُسے لوگوں میں عدل وانصاف قائم کرنے اور لوگوں سے ظلم دور کرنے کی توفیق مل جائے تو اُسے ''**خلیفہ**'' کہا جاتا ہے۔

4۔ جس انسان پر ملاءِ اعلیٰ کے فرشتے اُترتے ہوں اور وہ اُس کو تعلیم دیں، اس سے مخاطب ہوں اور اسے نظر آئیں۔ اس طرح اس سے کرامات وغیرہ ظاہر ہوں، تو اسے ''**مؤیَّد بروح القدس**'' (جبرائیلؑ کا تائید یافتہ) کہا جاتا ہے۔

5۔ جس آدمی کی زبان اور دل میں نور ہو، لوگ اُس کی صحبت اور وعظ سے نفع اٹھاتے ہوں، اس سے وابستہ لوگوں میں اطمینان وسکون اور نور منتقل ہوتا ہو، اس کے متبعین اس کے واسطے سے کمال کے اعلیٰ درجات پر پہنچ جائیں اور وہ آدمی اُن کو ہدایت پر لانے کا سبب اور ذریعہ بنا ہو، اسے ''**ھادی**'' اور ''**مُزکّی**'' (تزکیہ کرنے والا) کہتے ہیں۔

6۔ جس فرد کے علم کا زیادہ تر حصہ کسی ملت کے قواعد وضوابط کی معرفت حاصل کرنے اور ان کی مصلحتوں کو سمجھنے میں گزرے اور علم کا جو حصہ بھلایا جاچکا ہو، اس کو پھیلانے میں اس کا وقت خرچ ہو تو اُسے ''**امام**'' کہا جاتا ہے۔

7۔ جس سمجھ دار انسان کے دل میں دنیا میں کوئی عذاب آنے کی خبر ڈال دی گئی ہو یا کسی قوم پر اللہ کی لعنت کا فیصلہ ہو چکا ہو اور وہ اس سے لوگوں کو باخبر کرے یا آخرت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

میں قبر اور حشر میں انسانوں کے ساتھ جو کچھ ہونا ہے، اس کی اطلاع دے، اسے "مُنذِر" (عذابِ الٰہی سے ڈرانے والا) کہا جاتا ہے۔

8۔ جب اللہ کی حکمت تقاضا کرے کہ مخلوق کی طرف ان سمجھ دار لوگوں میں سے کسی ایک کو بھیجا جائے، جس کے ذریعے سے لوگ ظلمتوں کے اندھیروں سے نکل کر روشنی کی طرف آئیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کچھ ایسے فرائض لازمی قرار دے کہ جس کو لوگ اپنے ظاہر و باطن سے قبول کریں، پھر ملاءِ اعلیٰ کی جانب سے جو اُن کی اتباع کرنے والے لوگ ہیں، ان پر رضا مندی ظاہر ہو اور جو اس کی مخالفت کرنے والے ہوں، ان پر لعنت برسے اور وہ یہ بات لوگوں کو بتلائے اور اپنی اطاعت کو لازمی قرار دے، وہ "نبی" ہوتا ہے۔

شریعت کا تصور اور امام الانبیا ﷺ کی جامعیت

رہنمائی کی جامع ترین شکل انبیاء کرام کی ہوتی ہے۔ گزشتہ انبیاء علیہم السلام میں ان آٹھ امور میں سے کسی کے اندر دو تھے، کسی کے اندر تین تھے، کسی میں چار تھے۔ یہ تمام امور اپنی مکمل ترین شکل میں جس شخصیت میں ہیں، وہ امام الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور پھر یہ بات بھی واضح کی ہے کہ ہر دور کی ایک شریعت ہوتی ہے اور تمام شریعتوں کے اصولِ دین ایک ہی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی اکرم ﷺ تک تمام انبیاؑ کے اصولِ دین ایک ہی ہیں۔ دلیل کے طور پر قرآن کی یہ آیت لائے ہیں:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ (161)

(راہ ڈال دی تمھارے لیے دین میں وہی جس کا حکم کیا تھا نوح کو اور جس کا حکم بھیجا ہم نے تیری طرف، اور جس کا حکم کیا ہم نے ابراہیم کو، اور موسیٰ کو، اور عیسیٰ کو، یہ کہ قائم رکھو دین کو اور اختلاف نہ ڈالو اس میں۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شاہ صاحبؒ نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ کس طریقے سے اصولِ دین ایک ہیں۔ اور پھر ہر دور کے تقاضوں کے مطابق انبیاؑ کی شریعتیں کیوں مختلف رہی ہیں۔شاہ صاحبؒ نے ذیل کی آیت سے استدلال کرتے ہوئے وضاحت کی ہے:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا (162)

(ہر ایک کوتم میں سے دیا ہم نے دستور اور راہ۔)

ہر نبی کی شریعت کی عملی شکلیں،قوانین اور عمل درآمد کے طریقۂ کار مختلف رہے ہیں۔ چناں چہ اس حوالے سے موسوی شریعت میں الگ تھا۔عیسوی شریعت میں الگ تھا۔اسی طرح دوسرے انبیاعلیہم السلام کی شریعتوں میں الگ رہا ہے۔اور اب نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں آ کر اس کی نئی اور مکمل شکل سامنے آئی ہے جو شریعتِ محمدیہ ہے۔ پھر اس کو بھی بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جتنے بھی انبیا حضورؐ سے پہلے آئے تھے، یہ قومی نبی تھے۔صحیح بخاری میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ پانچ چیزیں مجھے خصوصیت کے ساتھ عنایت کی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملیں۔ان میں سے ایک یہ ہے:

”و کان النّبیّ یبعث إلٰی قومہٖ خاصّة و بعثت إلٰی النّاس کافّة.“ (163)

(مجھ سے پہلے نبی اپنی قوم کی طرف ہی خاص طور پر مبعوث ہوئے ہیں۔اور مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔)

شاہ صاحبؒ نے کہا کہ ایک مخصوص قوم کی عادات و اطوار کے مطابق جو شریعت ہوتی ہے، وہ ایک محدود دائرے کی ہوتی ہے۔ پھر اس کو یہودیت اور عیسائیت کی مثالوں سے ثابت کیا۔لیکن جب کل انسانیت کے لیے نظام بنے گا تو کسی ایک جگہ کا تہذیب و کلچر یا کسی ایک قوم کی خصوصیات باقی اقوامِ عالم پر مسلط نہیں کی جاسکتیں۔ اس لیے نبی اکرمؐ نے ایک بین الاقوامی شریعت کی ضرورت کے مطابق بین الاقوامی قوانین اور ضابطے بتلائے۔ پھر شاہ صاحبؒ نے یہ بات بھی واضح کی کہ سیاست کے اندر لازمی اور ضروری

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ جن امور کے بجا لانے کا حکم دیا گیا ہے، اس کی مقدار، اس کے اعداد اور اس کے اوقات متعین کیے جائیں، کیوں کہ عام آدمی کسی حکم پر تبھی عمل کر سکتا ہے جب اُس پر ایک سسٹم کے تحت دوٹوک عملی طریقہ واضح کیا جائے، مثلاً نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تو نماز کتنے اوقات میں پڑھنی ہے؟ ہر وقت کی نماز میں کتنی رکعتیں ہیں اور وہ رکعتیں کیسے ادا کرنی ہیں؟ قیام کیا ہوگا؟ رکوع کیا ہوگا؟ یعنی اس کا تمام طریق کار واضح کر دیا جائے۔ یہ اخبات الی اللہ کا عملی ڈھانچہ ہے۔ اسی طرح طہارت کا حکم دیا گیا تو طہارت ایک مبہم لفظ ہے اور اس مبہم لفظ کی واضح تشریح کی گئی کہ طہارت سے مراد کیا ہے۔ کس طرح کا حدث لاحق ہو جائے تو کس طرح کی طہارت کرنی ہے اور اس طہارت کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟ کون سے اعضا کہاں کہاں تک، کیسے اور کتنی مرتبہ دھونے ہیں؟ اور بڑا حدث لاحق ہو جائے تو غسل کیسے کرنا ہے؟ اس کے فرائض اور واجبات کیا ہیں؟ یہ سب ملّی سیاست کے عملی امور ہیں، جنھیں وقت کا نبی آ کر شریعت کے طور پر متعین کرتا ہے۔

پھر یہ بات بھی شاہ صاحبؒ نے واضح کی کہ سیاست میں یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ نتائج حاصل کرنے کے لیے کچھ بنیادی پالیسی اُمور ہوتے ہیں، جن کو ارکان اور فرائض کہا جاتا ہے۔ جن پر کسی حال میں بھی کوئی سمجھوتہ (compromise) نہیں ہوگا۔ وہ ہر ایک کو کرنے ہیں اور کچھ ان کے مدد و معاون کے طور پر ذیلی اور ضمنی مستحبات یا مسنون عمل ہوتے ہیں کہ اگر کر لیا جائے تو اچھا ہے اور اگر نہ کیا جائے تو کوئی بڑا نقصان نہیں۔ تو ہر قانون میں یہ لچک موجود ہوتی ہے کہ اُس میں کمی و زیادتی پیش نظر رکھی جائے۔

بہرحال سیاست سے متعلق اُمور اور اُن کی مثالیں دے کر ثابت کیا کہ جو چیز نیکی اور بدی ہے، اس کو عمل میں لانے کے پروسیجر (procedure) اور سسٹم (system) بنانا، قاعدے بنانا اور ایک طریقۂ کار طے کرنا، یہ سیاست کے بنیادی امور ہیں۔ اس بات کو بھی واضح کیا ہے کہ اگر کوئی حکم متعین کیا جائے تو اس کی علت (reason) کیسے اخذ کرنی ہے۔ ”بـاب الـحُـكم و العِلّة“ میں شاہ صاحبؒ نے اس پر بحث کی ہے۔ پھر انسانی سوسائٹی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

میں آسانیاں پیدا کرنے کے لیے قانون ہوتا ہے تو قانون کی آسانیاں کیا ہیں۔ بروقت اگر کوئی کام نہ ہوسکے تو اس کی قضا اور رُخصت کا کیا طریقہ ہے، وغیرہ وغیرہ۔ مختصراً یہ کہ سسٹم سے متعلق ایسے اُمور ہیں، جو دنیا بھر کے مذاہب اور قانون سازوں کے ہاں متفق علیہ ہیں، شاہ صاحبؒ نے انھیں واضح طور پر متعین کر دیا ہے۔

”حکمة البرّ و الإثم“ کی روشنی میں ملّی سیاست کی نبویؐ حکمتِ عملی

قوانین وشرائع کی پہلی بحث یعنی ”حکمة البِرّ و الإثم“ اور دوسری بحث یعنی ”سیاسةِ مِلّیه“ سے متعلق امور کے بنیادی قواعد وضوابط بیان کرنے کے بعد امام الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں ابحاث کے مسلمہ قواعد و ضوابط اور اصولوں کی روشنی میں دینِ اسلام کا نظام کیسے ترتیب دیا؟ اس کی حقیقت واضح کرنے کے لیے شاہ صاحبؒ نے ”حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه“ میں ساتواں ”مبحث استنباط الشرائع من حديث النبيّ ﷺ“ قائم کیا ہے۔ اس مبحث میں نبی اکرمؐ کی احادیث کی روشنی میں ان اصولِ مذکورہ یا قواعدِ مذکورہ سے متعلق دینِ اسلام کا عملی نظام سامنے آجاتا ہے۔

اس میں سب سے پہلے شاہ صاحبؒ نے نبی اکرمؐ کے علوم کی بنیادی اقسام بیان کی ہیں۔ اس سلسلے میں بڑی بنیادی بحث یہ کی ہے کہ حضورؐ نے اُمتِ محمدیہ کو دو طرح کے بنیادی علوم سے روشناس کیا ہے۔ ان دونوں علوم کے فرق و امتیاز کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

> ”جاننا چاہیے کہ شارع (نبی اکرمؐ) نے ہمیں علم کی ایسی دو قسمیں بتلائی ہیں، جو اپنے احکامات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ممتاز اور اپنے مقام اور مرتبے کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں: (۱) پہلی قسم انسانیت کے مصالح اور مفاسد سے متعلق علم ہے۔ ... (۲) دوسری قسم شرائع، حدود اور فرائض سے متعلق علم پر مبنی ہے...“۔ (164)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

1۔ علمُ المصالِح و المفاسِد کی حقیقت

شاہ صاحبؒ نے نبی اکرمؐ کے علوم میں اس علم کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس سے میری مراد یہ ہے کہ:

(۱) دنیا یا آخرت میں نفع دینے والے اَخلاق حاصل کر کے اپنے نفس کو مہذب بنانا اور ان اَخلاق کی جو ضد ہیں، ان سے بچنا ہے۔ (۲) گھریلو زندگی کا نظم و نسق، معاشی نظام کے آداب و قواعد، ملکی اور قومی سیاست کے امور وغیرہ۔ ایسے امور ہیں کہ جن کے لیے کوئی خاص معین مقدار حضورؐ نے مقرر نہیں فرمائی۔ ان میں سے کسی مبہم کام کو کسی واضح اور مضبوط حدود اور دائرۂ کار کے ضابطے کی صورت میں بیان کیا ہے اور نہ ہی اس شعبے کے مشکل امور کو معلوم علامات کے ذریعے سے ممتاز کیا۔ بلکہ یہ وہ تمام امور ہیں، جن میں اچھی باتوں کی رغبت دلائی گئی اور بُری باتوں کو دور کرنے کا حکم دیا گیا۔ ہر دور کے عرف کے مطابق اہلِ زبان اپنی مصلحتوں کے پیشِ نظر ان امور کو سرانجام دینے کا نظام بنا سکتے ہیں۔ اور جن چیزوں سے روکا گیا ہے، ان سے روکنے کا نظام بنا سکتے ہیں۔ اس علم کے ذیل میں شاہ صاحبؒ نے مصلحت اور مفسدہ کی حقیقت بیان کی ہے۔ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

> ”ہر وہ مصلحت جس پر شریعت نے ہمیں ابھارا ہے اور ہر وہ مفسدہ جس سے ہمیں ڈرایا ہے، وہ درجِ ذیل تین اصولوں میں سے کسی ایک اصول کے دائرے سے باہر نہیں ہے:
>
> (۱) ان میں سے ایک یہ کہ اَخلاقِ اربعہ کے ذریعے سے اپنے نفس کو مہذب بنانا کہ جن سے آخرت میں فائدہ ہوتا ہے، یا دیگر ایسی اچھی عادات کو اپنانا کہ جو دنیا میں نفع پہنچاتی ہیں۔
>
> (۲) اللہ کے کلمے کو غالب کرنے اور شریعت کے نظام کو قائم کرنے اور اس کی اشاعت اور پھیلاؤ کے لیے جدوجہد اور کوشش کرنا۔
>
> (۳) لوگوں کو درپیش امور کا بہترین نظم و نسق قائم کرنا، ان کے ارتفاقات کو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

درست کرنا اور ان کی رسومات کو مہذب بنانا‘‘۔ (165)

2۔ علمُ الشّرائع و الحُدود و الفَرائض کی حقیقت

شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اس علم سے میری مراد وہ امور ہیں کہ شریعت نے جن کی حدود اور مقدار وغیرہ متعین کردی ہے۔ اور جتنے مصالح اور مفاسد ہیں، ان کو واضح علل و اسباب اور مضبوط علامات کے ذریعے سے متعین کردیا ہے۔ ان مقررہ حدود و مقدار کے مطابق جہاں جہاں علت پائی جاتی ہے، وہاں وہاں شرعی حکم بھی پایا جاتا ہے اور لوگوں کو انھی کا پابند بنا دیا گیا ہے۔ اس قسم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

> ’’علم کی یہ قسم ملّی سیاست کے قوانین کا مرکز اور منبع ہے۔ کسی مصلحت کو حاصل کرنے کے لیے جتنے ممکنہ طریقے ہیں، وہ سب انسانوں کے لیے لازمی نہیں ہیں۔ صرف وہ طریقۂ کار لازمی ہوگا کہ جس کے امور کسی ضابطے میں آجائیں اور وہ ایک امرِ محسوس کے طور پر سامنے آئیں، یا اُس کام کے ایسے ظاہری اوصاف ہوں کہ جنھیں ہر عام و خاص جانتا ہو‘‘۔ (166)

نبی اکرمؐ سے شریعت کی تعلیم حاصل کرنے کا طریقۂ کار

اس مبحث میں شاہ صاحبؒ نے نبی اکرمؐ سے شریعت کی تعلیم حاصل کرنے کی کیفیت بھی واضح کی ہے۔ اس سے متعلق اصول وضوابط بیان کیے ہیں۔ اس سلسلے میں جو بنیادی بات شاہ صاحبؒ نے واضح کی ہے، وہ یہ کہ اس دور میں شرائع اور احکامات کی معلومات نبی اکرمؐ کی احادیث کے بغیر ممکن نہیں۔ نبی اکرمؐ سے تعلیم حاصل کرنے کے طریقۂ کار کے چند بنیادی اساسی امور شاہ صاحبؒ نے متعین کیے ہیں:

1۔ کتبِ احادیث کے طبقات کا علم
2۔ کسی کلام کا صحیح مفہوم سمجھنے کا علم
3۔ کتاب وسنت سے شرعی معانی سمجھنے کا علم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

4۔ احادیث میں اختلاف کی صورت میں انھیں حل کرنے کا علم

شاہ صاحبؒ نے اس مبحث کے چند ابواب میں ان چاروں علوم کے بنیادی امور واضح کیے ہیں۔

1۔ کتبِ احادیث کے طبقات کا علم

شاہ صاحبؒ نے احادیث کی جمع وترتیب کے حوالے سے قرنِ اوّل میں مدوّن شدہ کتابوں کو بنیادی حیثیت دی ہے۔ انھوں نے اس دور میں حدیث کی تمام کتابوں کی صحت اور شہرت کے حوالے سے چند طبقات متعین کیے ہیں۔ طبقۂ اولیٰ کی کتابوں میں ''مؤطّا''، ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کو شامل کیا ہے۔ اور طبقۂ ثانیہ کی کتابوں میں ''سنن ابی داؤد''، ''جامع ترمذی'' اور ''مجتبیٰ النّسائی'' کو شامل کیا ہے۔ ان کتابوں کو شاہ صاحبؒ نے صحاح ستہ سے تعبیر کیا ہے۔ تیسرے، چوتھے اور پانچویں طبقے میں دیگر مسانید و جوامع کو بیان کیا ہے۔

2۔ کسی کلام کا صحیح مفہوم سمجھنے کا علم

شاہ صاحبؒ نے کسی کلام کی اصل مراد سمجھنے کے دس طریقے اور اقسام بیان کی ہیں۔ منطوقِ کلام سے سمجھنے کے چار طریقے، مفہومِ کلام سے سمجھنے کے تین طریقے اور مضمونِ کلام سے سمجھنے کے تین طریقے متعین کیے ہیں۔ اس طرح فہمِ کلام کو سمجھنے کا ایک جامع نظام شاہ صاحبؒ نے واضح کیا ہے۔ شاہ صاحبؒ اس علم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ''الفوز الکبیر'' میں لکھتے ہیں:

> ''اس فقیر کے دل میں یہ بات ڈالی گئی ہے کہ (کسی کلام سے) اخذ و استنباط کے طریقے دس قسموں میں منحصر ہیں اور ان میں ترتیب کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ بہت سے مستنبط شدہ احکامات کو پرکھنے کے لیے یہ مقالہ بہت عظیم معیار اور میزان ہے''۔ (167)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

3۔ کتاب وسنت سے شرعی معانی سمجھنے کا علم

شاہ صاحبؒ نے اس علم میں کتاب و سنت میں استعمال کیے جانے والے صیغوں کے مطالب اور مفاہیم سمجھنے کے اصول بیان کیے ہیں۔ اسی طرح کسی حکم کی علت، رُکن اور شرط معلوم کرنے کا طریقۂ کار واضح کیا ہے۔

4۔ احادیث میں اختلاف کی صورت میں انھیں حل کرنے کا علم

احادیث و روایات میں تعارُض اور اختلاف ہونے کی صورت میں محدثین اور فقہا نے انھیں حل کرنے کے طریقے بیان کیے ہیں۔ ان کا ایک مکمل نظام بھی شاہ صاحبؒ نے واضح کیا ہے۔ اس حوالے سے چار بنیادی امور طے کیے ہیں:

1۔ تاویل 2۔ تطبیق 3۔ نسخ 4۔ ترجیح

شاہ صاحبؒ اس مبحث کے آخر میں ایک ”تتمّہ“ لائے ہیں، جس میں آپؒ نے صحابہؓ اور تابعینؒ کے فروعی مسائل میں اختلافات کے حل کرنے کے اصول اور فقہا اور مجتہدین کے فقہی اختلافات کو حل کرنے کے اصول وضوابط پر بڑی عمدہ بحث کی ہے۔ پھر دین اسلام کے غلبے کے چار سو سال بعد کے حالات کا تحلیل و تجزیہ کیا ہے اور اس طرح ”القسم الاوّل“ میں متعین کیے گئے سات مباحث کے بنیادی قواعد وضوابط کا ایک مکمل اور مربوط فلسفہ سامنے آتا ہے۔ نبی اکرمؐ نے جو تشریعی نظام دیا، وہ دراصل ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ کے طے شدہ قواعد وضوابط کی تشریح تھی۔ اسی کو ”**فلسفة التّشريع الإسلامی**“ (Philosophy of Islamic Legislation) کہا جاتا ہے۔ اسلامی شریعت دراصل انھی مسلمہ اصولوں، قواعد اور قوانین کی عملی شکلیں واضح کرتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی دو حیثیتیں

شاہ صاحبؒ نے ایک اَور بحث ”**التّفهيمات الإلٰهية**“ میں اور دیگر کتابوں میں کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کی بھی دو بنیادی حیثیتیں ہیں: ایک حیثیت سعادتِ قریش،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

یعنی قومی انقلاب برپا کر کے قریش کی ترقی اور کامیابی کا نظام بنایا جس سے عربوں اور قریش کی ترقی ہوئی۔ آپؐ کی دوسری حیثیت نبوتِ عامہ ہے۔ وہ نبوتِ عامہ تمام انسانیت کی تمام اقوام کے لیے ہے۔ اس پس منظر میں فہم حدیث اور قرآن کے حوالے سے اس اہم اور بنیادی بات کی نشان دہی شاہ صاحبؒ نے کی ہے کہ پہلے یہ معلوم ہو کہ جو قرآن کی آیت ہم پڑھ رہے ہیں یا جو حدیث پڑھ رہے ہیں، اس کا تعلق سعادتِ قریش کے مخصوص دائرے سے ہے یا اس کا تعلق نبوتِ عامہ کے دائرے سے ہے؟ ہر بات جو حدیث میں آ گئی، اس کو عمومی قانون نہیں بنایا جاسکتا۔ کیوں کہ حدیث میں تو ایسی چیزیں بھی آتی ہیں کہ جو حضورؐ کی ذاتِ قدسیہ کے ساتھ خاص ہیں۔ اسی طرح حدیث میں تو ایسی چیزیں بھی ہیں جو صرف قریش کی ترقی اور کامیابی کے حوالے سے مخصوص ہوں۔ اب اس علم اسرارِ دین کی روشنی میں یہ تعین کرنا ضروری ہے کہ سعادتِ قریش سے متعلق اُمور کون کون سے ہیں، جو ایک قومی انقلاب کے لیے ضروری ہیں، اور وہ امور جو بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب کل انسانیت کے لیے ہیں، جو فرمانِ نبویؐ "**بُعثتُ إلیٰ النّاس عامّةً**" (168) (کل انسانیت کی طرف عمومی بعثت) کی حیثیت سے نبی اکرمؐ نے تمام اقوامِ عالم کے لیے بیان کیے ہیں، وہ کیا ہیں؟ ان کے مابین فرق کرنا بڑا ضروری ہے۔

حقیقتِ انسانی کے تناظر میں فلاحِ انسانیت کا بہترین نظام

علم اسرارِ دین کی روشنی میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفے اور فکر کا ایک بنیادی خاکہ گزشتہ بحث سے ہمارے سامنے آچکا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسانیت کے لیے وہی نظام صحیح اور درست ہوگا، جو کائنات کے حقائق، انسانی نوع کی حقیقی حیثیت کے مطابق برّ و اِثم یعنی نیکی اور بدی کی حکمت کے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے عملی سیاسی اور معاشی نظام قائم کرے۔ جس کے نتیجے میں اس حضرتِ انسان کی دونوں قوتوں کے درمیان اعتدال ہو اور اسے دنیا اور آخرت میں سعادت اور کامیابی حاصل ہو۔ صرف جسمانی خواہشات کو پورا کرنا یا محض روحانیت کے نام پر انتہا پسندی کا نظام قائم کرنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

درست نہیں ہے۔

اس تناظر میں دیگر فلسفہ ہائے فکر کا جائزہ لیا جائے تو ''مشائین'' یا مادی نقطہ نظر سے انسان کے لیے عقلی نظام سوچنے والے لوگوں کا بنایا ہوا فلسفہ، خواہ وہ فلسفہ یونان ہو، یا آج اسی فلسفے کی اساس پر سرمایہ داری یا سوشلزم ہو، یہ انسان کا صرف ایک جسمانی اور مادی پہلو لیے ہوئے ہیں۔ یہ فلسفہ ہائے حیات اس کرۂ ارض کی مادی غذائی ضروریات کی اساس پر انسانی جسم کے تقاضوں کی تکمیل کا سسٹم بنانے کے قوانین اور ضابطے بتلاتے ہیں، لیکن اس فلسفے میں انسان کی مَلَکیت کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے کوئی قانون اور ضابطہ ان کے پیش نظر نہیں۔

اسی طریقے سے وہ لوگ جو رجعت پسند فرسودہ مذاہب، رہبانیت اور محض روحانیت کے نام پر جسمانی تقاضوں کو ''دنیا'' قرار دیتے ہیں۔ جسمانی تقاضوں سے برأت کا نظریہ رکھتے ہیں کہ ان کے ہاں ''دین'' صرف اس کا نام ہے کہ ہمیں بس صرف اور صرف آخرت کی فکر کرنی چاہیے، دنیا میں چاہے ذلت ہو، یہاں جوتے پڑ رہے ہوں، بھوکے ہوں یا ننگے، یہاں ذلیل اور رُسوا ہوں، انھیں اس کی کوئی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ یعنی رہبانیت کا وہ تصور، جس میں سیاست، معیشت، سماجیات وارتقاقات زیر بحث نہ آئیں۔ یہ بھی انسان کا ناقص اور ادھورا مطالعہ ہے۔ چناں چہ مسخ شدہ یہودیت، مسخ شدہ عیسائیت، مسخ شدہ ہندومت، اور مسخ شدہ دیگر مذاہب کی صورتِ حال یہی ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اصل تو انسانی روح ہے۔ وہ اس روح کو پاک اور پوتر بنانا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ جسم اس کی روح پر ایک پاپ ہے۔ یہ لوگ جسم کے تقاضوں اور خواہشات کو فنا کرنے کے لیے کسی غار اور کھوہ میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں، کوئی راہب بننا چاہتا ہے، کوئی گیان دھیان کرنے والا گرو اور مہنت بن کر ریاضتیں اور مشقتیں برداشت کرنے میں مصروف ہے۔ وہ اپنے تمام جسمانی تقاضے منقطع کرکے صرف روح کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ مسلمانوں میں بھی بہت سے ایسے فرقے ہیں جو ارتفاقات کے سیاسی ومعاشی تقاضوں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نظرانداز کرتے ہوئے انسان کو روحانی انسان سمجھ کر اس کے ساتھ رہبانیت کا سا معاملہ کرتے ہیں اور اس کے لیے ضابطے اور قاعدے بتلاتے ہیں۔

شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ انسان کی فلاح کے دونوں طریقے انتہا پسندانہ ہیں۔ محض عقلی مادیت کی بنیاد پر یا محض روحانیت کے نام پر انسان کے کسی ایک شعبے کو لے کر قانون بنانا یا نیکی اور بدی کا تعین کرنا انسانیت کی اصل حقیقت کے حوالے سے درست نہیں۔ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اس لیے کہ عقل، نقل اور کشف و وِجدان تقاضا کرتے ہیں کہ انسان ان دونوں قوتوں کے اعتدال سے ترقی کرے۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

> ''انسان جب دو قوتوں ملکیت اور بہیمیت سے مرکب ہے تو اس کی نوع میں اعتدال پیدا کرنے کے لیے یہ تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ ہر دو قوتوں سے سرزد ہونے والی حرکات اور اعمال اپنے اپنے دائرۂ کار کے مطابق رہیں۔ اسے آخرت میں کامیابی نصیب ہو اور دنیا میں ضروری ارتفاقات مثلاً زندگی بسر کرنے کے آداب اور طور طریقے، نکاح اور وسائلِ معاش کے حصول اور ملکوں اور قوموں کی سیاست اعتدال کے دائرے سے باہر نہ جائے۔ ان امور کے حوالے سے انسان کے تمام احوال و افعال کو متعین کرنا تشریعی اور قانونی حیثیت رکھتا ہے''۔ (169)

جب دونوں قوتوں کی کامیابی سے انسان کو سعادت حاصل ہونی ہے تو اس کی قوتِ مَلَکیه کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ اس میں ''اعلیٰ اَخلاق'' پیدا ہوں اور اس کے جسم کو مہذب بنانے اور اسے ڈسپلن میں لانے کے لیے ضروری ہے کہ ''ارتفاقات'' کو صالح بنیادوں پر قائم کیا جائے۔

ولی اللّٰہی فکر کی روشنی میں متوازن سوچ کی ضرورت

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بیان کردہ ''علمِ اسرارِ دین'' کو پوری جامعیت کے ساتھ سمجھا جائے تو اس سے ایک متوازن فکر پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح بات صحیح تناظر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

میں سمجھ میں آتی ہے۔ آج کل بعض لوگ شاہ صاحبؒ کا نام استعمال کر کے اُن کے فلسفے اور فکر کی کچھ جزوی باتوں کو بنیاد بنا لیتے ہیں اور اپنے خود ساختہ علمی اور عملی تصورات کو پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چناں چہ صرف انسانیتِ عامہ یا نبوتِ عامہ کے نام پر بعض لوگ آج کل بیرون ملک بیٹھ کر چینلوں کے ذریعے سے خود ساختہ خیالات پھیلا رہے ہیں۔ ''علمِ اسرارِ دین'' کا مکمل فلسفہ اور خاکہ سمجھے بغیر اس علم کی کوئی ایک آدھ بات لے کر اسے یہ کہنا کہ: ''یہ تو عربوں کی خصوصیات تھیں، اب اس زمانے کے لوگوں کے لیے یہ لازمی نہیں ہے۔'' حال آں کہ اس کا تعین کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے علمِ اسرارِ دین پر مکمل فہم و بصیرت اور عبور حاصل ہو، اس کے تناظر میں آیات اور احادیث، فقہ اور اجماعِ صحابہؓ کو پورے طور پر سمجھا جائے۔ اِدھر اُدھر سے ساری باتیں کاٹ کر درمیان میں سے کوئی ایک بات شاہ صاحبؒ کی لے کر اپنے خام تصورات کے تحت گفتگو کرنا ہمارے ہاں بڑے المیے کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ جیسا کہ علی گڑھ کالج کے بانی نے شاہ صاحبؒ کی بات کو درست تناظر میں سمجھے بغیر اپنی کتاب ''تحریر فی اصولِ تفسیر'' میں اسی طرح کی تنقید کی ہے۔ (170) حال آں کہ وہ بات شاہ صاحبؒ نے کہی ہی نہیں، بلکہ درمیان میں سے عبارت نکال کر اپنی طرف سے تصور قائم کر لیا گیا اور پھر شاہ صاحبؒ کے فلسفے پر اعتراض شروع کر دیے گئے۔ اسی طریقے سے چند دوسرے لوگوں کا بھی یہی معاملہ ہے کہ پورا علمِ اسرارِ دین اور اس کا پورا ڈھانچہ، اس کی بصیرت حاصل کیے بغیر کچھ چیزیں اپنی من مرضی کی یا اُن کی سمجھ میں جتنی آئیں، اس کے مطابق لے لیتے ہیں۔

اسی طرح آج امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی آڑ میں کوئی صرف توحید اور شرک کے نام پر فرقہ واریت کے لڑائی جھگڑے پیدا کرتا ہے۔ کوئی شاہ صاحبؒ کے نام پر شیعہ سنی جھگڑے پیدا کرتا ہے۔ اپنے اپنے مذہب اور مکتبہ فکر کے اعتبار سے کوئی شاہ صاحبؒ کو اپنا مزعومہ ''صوفی'' بنانے پر تُلا ہوا ہے۔ کوئی موحد بن کر مشرکوں کی گردن اڑانے کے لیے شاہ صاحبؒ کا نام استعمال کرنا چاہتا ہے۔ کوئی اپنی مادیت پرستی کو ثابت کرنے کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شاہ صاحبؒ پر مادہ پرست ہونے کی الزام تراشی کرتا ہے، لیکن اگر شاہ صاحب کا یہ مکمل علم اسرارِ دین اور اس "فلسفۃُ التّشریع الإسلامی" کا پورا خاکہ سامنے ہو اور اس کی اساس پر فہم و بصیرت موجود ہو تو یقیناً انسانی سوسائٹی کی ترقی کے لیے فکر و فلسفہ، سیاسی نظام اور معاشی اور اقتصادی نظام قائم کرنے کے لیے بہت سے پہلو واضح ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بیان کردہ اس "علمِ اسرارِ دین" کو جامعیت کے ساتھ سمجھنے اور اس کے مطابق اپنے فکر و عمل کے گوشوں کو روشن کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین!

- -

سوالات و جوابات

(نوٹ: لیکچر کے اختتام پر ناظمِ اجلاس نے صدرِ مجلس کی اجازت سے سوال و جواب کے سیشن کا آغاز کیا۔ چناں چہ اساتذہ اور طلبا نے سوالات کیے۔ حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے ان کے جوابات دیے۔

اس موقع پر طلبا اور اہلِ علم کی طرف سے کیے گئے سوالات و جوابات یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔)

سوال: حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ایک بات فرمائی ہے کہ یہ چیز مجھ پر منکشف ہوئی۔ الفوز الکبیر میں بھی انھوں نے اس بات کا ذکر کیا ہے۔ اور آپ کی زبانِ فیض ترجمان سے بھی یہ الفاظ ادا ہوئے کہ یہ روایت بالمعنی ہی کہیں گے کہ ہزار سال تک کسی نے یہ کام نہیں کیا۔ شاہ صاحبؒ کا جو اونچا مقام ہے، اس کے اعتبار سے بہرحال تمام لوگوں کے لیے قبول ہے۔ مگر جب اسی بنیاد پر ہم یا کوئی اَور آدمی چھوٹے میدان میں ایسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی ایک بات کہتا ہے یا کرتا ہے تو ہمارا اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ چودہ سو سال تک کسی کو یہ بات سوجھی نہیں ہے۔ یہ اس کو ہی سمجھ آئی ہے۔ اس پس منظر میں مَیں جاننا چاہوں گا۔ آپ نے جو کچھ ارشاداتِ عالیہ سے مستفید فرمایا، پہلے جو ساری کی ساری اٹھان تھی، آخر میں آ کر دو چار لوگوں پر تنقید کر کے ختم ہوئی۔ ان لوگوں کو بھی آپ موقع ہی نہیں، بلکہ حق دیں کہ وہ اپنی رائے پیش کریں۔ رائے پر تنقید ہو سکتی ہے، لیکن ہم ایک نقطہ نظر پر ان کو اپنا پابند بنانا چاہتے ہیں تو یہ علم کی موت ہے۔ اس حوالے سے ذرا وضاحت فرما دیں۔

جواب: کل کی گفتگو میں مَیں نے یہ بات عرض کی تھی کہ علوم جتنے بھی ہیں، وہ بعد میں مرتب اور مدوّن ہوئے ہیں، مثلاً امام بخاریؒ نے احادیث حضور ﷺ کے دو ڈھائی سو سال بعد مرتب و مدوّن کی ہیں۔ اسی طریقے سے ڈیڑھ دو سو سال بعد احناف، مالکی اور شافعی حضرات نے فقہ مرتب کی۔ یہاں تک کہ عربی زبان کی گرائمر کے قاعدے ضابطے بھی بعد میں آئے ہیں۔ ہر دور کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ ان تقاضوں کے مطابق علوم کا دنیا میں نزول ہوا اور اس کے مرتب کرنے کی ضرورت پیش آتی رہی ہے۔

حضورؐ کے زمانے میں تو قرآن پاک بھی ایک جگہ پر جمع نہیں تھا۔ بعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے زمانے میں ضرورت پیش آئی تو اس کو کتابی شکل میں مرتب کر دیا گیا۔ اسی طرح بعد میں ضرورت پیش آئی تو احادیث مرتب ہو گئیں۔ اسی طرح علم اسرارِ دین کی ضرورت محسوس ہوئی۔ شاہ صاحبؒ نے واضح کیا ہے کہ علوم الحدیث کے جمع و تدوین کا ایک زمانہ تھا۔ اس کے بعد اگلا زمانہ اس کی چھان پھٹک کا تھا، اُس کے مشکل جملوں کی تشریح کا تھا، مشکل الحدیث اور غریب الحدیث پر کام ہوا۔ پھر اس کے بعد فقہ الحدیث کا زمانہ آیا، جس میں فقہا نے احادیث کے فقہی، فروعی اور ان کے اصول وقوانین پر کام کیا۔

اب اس زمانے میں ضرورت پیش آئی کہ اس سے آگے بڑھ کر دنیا بھر کے دیگر فلسفوں اور مذاہب کے تناظر میں جو علوم عقل، نقل اور کشف کے ذریعے سے وجود میں آئے ہیں، ان تمام کو یک جا کر کے دین اسلام کو بہ طور ایک فلسفے اور نظام کے انسانیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے سامنے رکھنا چاہیے، چناں چہ اس دور کی ضرورت کے تقاضوں کے تحت شاہ صاحب نے یہ علم اسرارِ دین مرتب اور مدوّن کیا۔

خود شاہ صاحبؒ نے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ آخر مجھے کیوں یہ ضرورت پیش آئی؟ شاہ صاحبؒ نے ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کے مقدمے میں تفصیل سے اس بات کا جائزہ لیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ اس علم کے اصول، قاعدوں، ضابطوں کے اشارات قرآن میں بھی موجود ہیں، احادیث میں بھی موجود ہیں۔ اسی طریقے سے صحابہؓ کے اقوال میں بھی موجود ہیں۔ تاریخ میں کچھ علما، — جن میں امام غزالیؒ، علامہ خطابیؒ وغیرہ شامل ہیں — نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ تمام اشارات اور اقوال بکھرے ہوئے تھے، اس لیے ان کو ایک علم وفن کی صورت میں ترتیب دے کر شاہ صاحبؒ نے لوگوں کے سامنے رکھا ہے۔

ایک مربوط فلسفے کے تحت علم اسرارِ دین تینوں دائروں سے تعلق رکھتا ہے، جس میں عقل کا استعمال بھی ہے، نقل کا استعمال بھی ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ علم کا تیسرا اور اہم ترین ذریعہ کشف بھی ہے۔ یعنی یہ علم تینوں چیزوں کی اساس پر ہے۔ میں نے اس سے پہلے لیکچر میں ان تینوں دائروں پر بحث اور گفتگو کی تھی اور شاہ صاحبؒ کی خصوصیت یہی بیان کی تھی کہ خالی کشف یا انکشاف نہیں ہے کہ بیٹھے بیٹھے کوئی خیال آ گیا اور شاہ صاحبؒ نے اٹھ کر اس پر کام شروع کر دیا۔ بلکہ عقل، نقل اور کشف تینوں کی بنیاد پر حقائق کائنات کے کچھ واقعی امور اور ان کے قاعدے ضابطے مرتب کیے اور پھر اُس کی روشنی میں جو سسٹم بنا چاہیے تھا، اس سسٹم پر شاہ صاحبؒ نے گفتگو کی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ رائے کے اختلاف کا حق تو ہر ایک کو حاصل ہے۔ ہم ہر ایک عالم کا انسانی حق سمجھتے ہیں کہ وہ اختلافِ رائے کرے۔ لیکن جو لوگ اپنے آپ کو شاہ صاحبؒ کے ساتھ منسوب کرتے ہیں، اور اُن کی ایک بات لے لیں اور باقی باتیں چھوڑ دیں، تو یہ درست نہیں۔ اگر آپ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کو عصری حوالے سے معیار مانتے ہیں شاہ صاحبؒ کے نام پر اپنی بات اور گفتگو منواتے ہیں تو شاہ صاحبؒ کی پوری بات لینی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چاہیے، جیسا کہ کسی نے ہمارا مؤقف لینا ہے تو ہماری پوری بات سنیں گے تو پتہ چلے گا۔ یہ نہ ہو کہ شاہ صاحبؒ کا نام لیں اور اُن کی ادھوری بات لے لیں اور اگر آپ شاہ صاحبؒ کو چھوڑ کر کوئی نیا فکر بنانا چاہتے ہیں تو ضرور بنائیں۔ آپ کا یہ انسانی حق ہے کہ آپ رائے قائم کریں، لیکن دلائل کی بنیاد پر۔ ظاہر ہے کہ جواب میں ہم بھی اپنے دلائل قائم کریں گے۔ پھر بات چیت اور گفتگو ہوگی۔ یہاں تو بات چیت اس بنیاد پر ہو رہی ہے کہ شاہ صاحبؒ کو ہم مسلمہ شخصیت مان رہے ہیں لہٰذا ان کے حوالے سے ادھوری بات نہیں ہونی چاہیے۔ ادھوری بات لے کر اُس پر تنقید کرے، تو وہ رویہ درست نہیں۔ جامع طور پر شاہ صاحبؒ کے مکمل فکر وفلسفے کو سامنے رکھ کر گفتگو کی جائے تو ٹھیک ہے، خوش آمدید۔

سوال: آپ نے عالم مثال کے حوالے سے شاہ صاحبؒ کی بات کی۔ یونانی فلاسفہ کے ہاں بھی اس حوالے سے انسانیت کا ایک فلسفہ موجود ہے۔ شاہ صاحبؒ کے عالم مثال کے تصور کا اس سے کیا فرق ہے؟

جواب: بات یہ ہے کہ علوم لوگوں پر آتے ہیں۔ کسی پر عقل کے راستے سے آئے، کسی پر کشف کے راستے سے آئے اور کسی پر انبیا علیہم السلام کی تعلیمات کے واسطے سے آئے۔ ہم جب کسی کو غلط قرار دیتے ہیں، تو ہم کہتے ہیں کہ یہ مکمل طور پر ہی غلط ہے۔ حال آں کہ دنیا میں جتنے حکما، فلاسفر یا سائنس دان یا رہنمایانِ قوم ہوئے ہیں، وہ سو فی صد غلط ہوں تو رہنما نہیں بنتے۔ اُن کے پاس علم کا ایک ذریعہ ضرور ہوتا ہے۔ علم کی کچھ بنیادیں ہوتی ہیں۔ غلط فہمی یا کسی دوسرے تناظر میں سمجھنے کی کوئی کمی ضرور ہوسکتی ہے۔ شاہ صاحبؒ نے توجہ دلائی ہے کہ گزشتہ جتنے بھی حکما گزرے ہیں، وہ دراصل اپنے اپنے دور کے انسانوں کے رہنما ہیں۔ ہوا یہ کہ انبیاءؑ کی اصلی تعلیمات میں تحریفات ہوئی ہیں، اور ان کی تاویلات میں اختلاف ہوگیا۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات یہودیوں نے تبدیل کردیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں اُن کے ماننے والوں نے تبدیلیاں کردیں اور وحدانیت کے بجائے ’’تثلیث‘‘ کا نعرہ لگا دیا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قرآن یہ کہتا ہے کہ ''لِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ'' (171) اسی طرح ارشاد خداوندی ہے: ''اِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ'' (172) کہ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جس میں ہم نے کوئی ڈرانے والا اور نبی نہ بھیجا ہو۔ ممکن ہے کہ افلاطون اپنے دور کا حکیم اور نبی ہو اور اُس نے بھی اُسی منبع سے فکر لی ہو، جس منبع سے انبیا علیہم السلام لے رہے ہیں لیکن مرورِ زمانہ یا تحریف در تحریف سے اس کی تعبیرات کے مختلف پہلو ہمارے سامنے آتے رہے ہوں۔ اب اگر قرآن و حدیث عالم مثال کی تصدیق کر رہا ہے تو یہ کہنا کہ اس کا افلاطون سے ضرور فرق بیان کرو تو آپ سچے ہیں، ورنہ تو آپ بھی افلاطونی ہیں۔ یہ غیر علمی اور غیر سائنٹفک رویہ ہے۔ حتیٰ کہ ہندوستان کے ہندوؤں کے جو بڑے بڑے اوتار؛ رام چندر جی، کرشن جی مہاراج وغیرہ آئے ہیں، ان کے بارے میں مرزا مظہر جانِ جاناں جیسی معتبر علمی وصوفی شخصیت نے کہا ہے کہ: ''ہوسکتا ہے کہ یہ بھی انبیاؑ ہوں، لہٰذا ان کو بُرا بھلا نہیں کہنا چاہیے۔'' (173) ظاہر ہے یہ لوگ حضورؐ سے پہلے کے ہیں۔ ان کی تعلیمات بھی بعد میں تحریف در تحریف سے گزر کر آج ہمارے سامنے دیوی دیوتاؤں کے قصے کہانیاں اور افسانے بن کر رہ گئیں۔ اب اگر افلاطون نے عالم مثال دریافت کیا اور اس پر اُس نے گفتگو کی ہے۔ اور افلاطون کے شاگردوں نے اس کی تشریحات وتعبیرات کی ہیں۔ تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

سوال: آپ نے بتایا کہ عمل کے پیچھے خیال ہیں اور خیال کے پیچھے ایک پورا سسٹم ہے۔ جبلت کے بارے میں آپ نے رسول اللہؐ کی حدیث سنائی کہ پہاڑ تو تبدیل ہوسکتا ہے، لیکن انسان نہیں۔ اگر وہ بُرا ہے تو جِبِلّی طور پر بُرا ہے۔ تو اس میں انسان کا شرف و وقار کیسے ہوا؟ گویا انسان کو اللہ تعالیٰ نے مجبورِ محض پیدا کیا ہے۔ اس کا حل کیا ہے؟

جواب: دیکھیں! یہ سوال جب صحابہؓ نے حضورؐ سے کیا تھا تو حضورؐ نے فرمایا تھا:

''إعملوا فكلّ ميسّر لما خُلق لهٗ.'' (174)

(تمھارا کام عمل کرنا ہے، عمل کرتے رہو اور اس عمل کے مطابق نتائج نکلیں گے۔)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دراصل جبلت کے دو پہلو ہیں، ایک پہلو وہ ہے جو غیر متبدل ہوتا ہے اور ایک پہلو وہ ہے، جو ریاضت، مجاہدے اور اپنے ارادے سے فیصلے کرنے سے تغیر پذیر ہوتا ہے۔ اسی لئے تو ہم کسی کام کی مشق کرتے ہیں، عمل کرنے کا نظام بناتے ہیں، یا کسی کام کا ماحول پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً ہم نے تعلیمی نظام بنایا، ہم نے تعلیمی ماحول مہیا کیا ہے اور اس کے لیے کچھ معیارات طے کیے ہیں کہ جو لوگ اس کو پڑھ کر نکلیں گے، اور اتنے نمبر لیں گے، وہ پاس ہوجائیں گے۔ اور جو اتنے نمبر نہیں لیں گے، وہ فیل ہوجائیں گے۔ اگر انسان میں یہ تغیر و تبدل نہ ہو تو پھر تو یہ نظامِ تعلیم ہی نہیں ہونا چاہیے۔ یونیورسٹیاں بھی نہیں ہونی چاہئیں۔ ملک میں نظام بھی نہیں ہونا چاہیے۔ ریاست کی اتھارٹی بھی نہیں ہونی چاہیے۔ پھر جیسا اللہ میاں ہمارے ساتھ معاملہ کرے گا، ویسا ہوجائے گا۔ حال آں کہ اس جبلت کو بدلنے کے لیے ہم مدرسہ بھی کھول کر بیٹھے ہوئے ہیں، مسجد بھی، یونیورسٹی بھی، کالج بھی، لیکن جب دین کا معاملہ آئے اور دین کے اعمال کی بات آئے تو وہاں ہم جبلت کی بنیاد پر کہہ دیتے ہیں کہ: ''مقدراں دی کھیڈ اے'' (مقدر کا کھیل ہے)۔ اس لیے یہ دو متضاد رائے نہیں ہونی چاہئیں۔

بات یہ ہے کہ جبلت کا ایک پہلو وہ ہے، جو تربیت سے بدل جاتا ہے۔ اب دیکھیں ایک جاہل آدمی تھا، اس کو آپ نے تربیت دی تو وہ عالم بن گیا۔ اس کے اندر ایک مہارت پیدا ہوگئی اور ملکہ پیدا ہوگیا۔ ایسے ہی دین کے علوم کا بھی معاملہ ہے کہ جیسے اسلام کی تعلیمات آدمی کی استعداد نکھارتی ہیں تو اس کی صلاحیت بہتر ہوتی ہے، اس کے اندر وہ علوم منتقل ہوجاتے ہیں۔

سوال: آپ نے ارشاد فرمایا کہ علوم کے ذرائع تین چیزیں ہیں: عقل، نقل اور کشف۔ مگر کشف کی حقیقت صرف وہی شخصیت جان سکتی ہے، جو اس کی ماہر ہو۔ اس کی تصدیق کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ایسی چیز کو جب ہم دین کی تفہیم کا ایک ذریعہ مان لیں گے، تو پھر یہ کیسے طے کر پائیں گے کہ فلاں بندے نے درست کشف بیان کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے، اور فلاں بندے کا کشف درست نہیں۔

دوسری بات یہ کہ آپ نے کہا کہ عقل بھی تفہیم کے لیے ضروری ہے اور نقل بھی، اور کشف بھی، تو اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو دین آیا تھا، اس میں ان ساری چیزوں کا حصہ کس حد تک تھا اور انسانی کشف کی کیا حیثیت کیا ہے؟ تو اصل میں یہ سمجھنا ہے کہ کیا کشف کے ذریعے سے کوئی بات بیان ہوگی یا عقل کے ذریعے سے جو چیز آئے گی، وہ اس دین سے زیادہ ہوگی جو ہمیں نبی اکرمؐ سے ملی۔

جواب: یہ تمام سوالات جو کشف پر ہیں، یہی سوالات عقل پر بھی ہو سکتے ہیں کہ عقل کس کی معیاری ہوگی؟ ایک کی عقل ایک بات کہہ رہی ہے، دوسرے کی عقل دوسری بات کہہ رہی ہے، تیسرے کی عقل اس سے مختلف کہہ رہی ہے تو یہ سوال تو ہم عقل پر بھی اٹھا سکتے ہیں کہ آپ کی عقل کے مطابق ایک چیز ثابت ہے تو دوسرے کے لیے کیوں حجت ہو؟

ایسے ہی احادیث آپ کے پاس منقول ہو کر آئی ہیں۔ ایک ہی راوی ہوتا ہے۔ اس پر ایک ناقدِ حدیث اس کو کذاب یا دجال تک کہہ دیتا ہے اور اُسی راوی کے بارے میں دوسرا مجتہد کہتا ہے کہ اس سے بڑا نیک بندہ کوئی نہیں اور وہ عادل ہے تو وہاں ایک ہی نقل اور ایک ہی راوی کے بارے میں ناقدین اور مجتہدین کی اجتہادی رائے سے فرق آجاتا ہے۔ اس لیے یہ تو ایک اصولی بات ہے کہ یہاں ہر آدمی کے کشف، ہر آدمی کی عقل یا ہر آدمی کے نقل کی بات نہیں ہو رہی۔

بات تو یہ ہو رہی ہے کہ علم کے یہ تین ذرائع ہیں اور جو معیار کے طور پر اس کے اہل افراد رہے ہیں، ان میں سب سے اعلیٰ ترین درجہ انبیا علیہم السلام کا ہے۔ وہ مسلمہ شخصیات ہیں۔ ان کی عقل بھی، ان کی نقل بھی اور اُن کا کشف بھی، تینوں ہی معتبر ہوتے ہیں۔ ایسے ہی صحابہؓ ہیں، تابعینؒ ہیں، یا وہ اولوالعزم مجددین ہیں، جن کے اندر یہ کیفیت رہی ہے۔

عقل کے حوالے سے ہمارے ہاں ایک بڑی غلط فہمی یہ ہے کہ دین کے اندر عقل کا کوئی دخل نہیں۔ دین تو خالصتاً بس اللہ نے اوپر سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک حکم نامہ بھیج دیا اور نعوذ باللہ آپؐ نے ایک ڈاک پہنچانے والے کی حیثیت سے قرآن کی شکل میں ایک بند لفافہ لوگوں تک پہنچایا ہے اور انھوں نے اس کو کھول کر لوگوں کر پڑھ کر سنا دیا۔ قطعاً ایسا نہیں!

وہی کشف معتبر ہوتا ہے، جو عقل اور نقل کے مطابق ہوتا ہے۔ ایسے ہی وہ عقل صحیح ہے، جو کشف اور نقل صحیح کے مطابق ہو۔ اور نقل صحیح وہ ہے، جو عقل سلیم اور کشفِ صحیح کے مطابق ہوتی ہے۔ جب آپ ﷺ کی جسمانی قوت چالیس مردوں سے زیادہ ہے تو آپ ﷺ کی عقل بھی بہت اونچے درجے کی ہے۔ جب اتنی بڑی عقل تھی تو آپ نے اتنے بڑے علم کو اپنے اندر ضبط کیا اور اتنے ہی اونچے اور بہت ہی بہتر طریقے سے لوگوں تک اُسے منتقل کیا ہے۔ پھر لوگوں سے دریافت کیا کہ: ''ألا! هل بلّغتُ؟'' (175) (کیا میں نے تمھیں پیغام پہنچا دیا؟) یعنی میں نے ''نقل'' پوری پوری لوگوں تک پہنچا دی ہے۔

علم کے ان تینوں ذرائع کا ثبوت قرآن میں موجود ہے: اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (176) وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ (177) کہہ کر قرآن نے بار بار عقل کو غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ اور شعور کی بنیاد پر انبیاؑ کو ماننے کی دعوت دی ہے۔ اور

''اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ'' (178)

کہہ کر ظن و گمان وغیرہ کی تردید کی ہے۔ اس طرح عقل و شعور کی بنیاد پر دوٹوک اور قطعی بات انبیاء علیہم السلام ہی کی ہے۔ علم کی اصل بنیاد تو انبیا علیہم السلام ہی ہیں۔ وہی حجت ہیں۔ کسی ولی کا کشف دوسرے پر حجت نہیں ہوتا۔ وہ حجت تبھی بنے گا کہ اُس کشف کے ساتھ نقل صحیح کی بھی حجت موجود ہو اور اس کے ساتھ عقل سلیم بھی اس کی مؤید ہو۔ اس لیے محض کشف ہو اور باقی دو نہ ہوں، تو تب بھی نقص ہے۔ صرف عقل ہو اور باقی دو نہ ہوں، تب بھی نقص ہے۔ خالی نقل ہو اور عقل اور کشف دونوں نہ ہوں، تب بھی کمزوری اور نقص ہے۔ جامع ترین اولوالعزم رہنمایانِ قوم، ان تینوں ذرائع علم کو استعمال میں لاتے ہیں۔

یہاں یہ بتانا مقصود ہی نہیں کہ یہ تینوں چیزیں ہر آدمی کے لیے لازمی اور ضروری ہیں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

۔ جملے کی تعبیر میں فرق ہے کہ تینوں ذرائع علم ہیں، جس کے پاس یہ تینوں ذرائع علم ہیں، وہ رہنما بنتا ہے۔ اور جس میں یہ ذرائع علم استعمال کرنے کی طاقت یعنی؛ عقلی، نقلی اور کشفی طور پر بات سمجھانے کی اہلیت ہوگی، وہ صحیح نتیجہ پیدا کرے گا اور وہ درست ہے۔

سوال: آپ نے کہا کہ ہر دور کے علمی تقاضے ہوتے ہیں۔ کوئی بھی شخصیت ان علمی تقاضوں کو مدنظر رکھ کر ہی اپنا علمی فلسفہ تشکیل دے رہی ہوتی ہے۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے حوالے سے کوئی شک نہیں کہ اُن کا ذہن بڑا ہے، لیکن وہ بھی تو ایک دور اور ایک عرصے کی پیداوار ہیں۔ آج دور کے تقاضے بدلے ہوئے ہیں۔ تو آج کے کسی اَور صاحب کو یہ حق کیوں نہیں ہے کہ وہ اپنے تقاضوں کے حساب سے جو سمجھا ہے، وہ بیان کرے، وہ شاہ صاحبؒ کا پورا فلسفہ کیوں اختیار اور بیان کرے؟

جواب: کل اس پر گفتگو ہوئی تھی کہ شاہ صاحبؒ نے انسانی سوسائٹی کا تجزیہ کیا۔ اور تجزیے میں تین باتیں رکھی گئیں تھیں: فکری انتشار کا ہونا، سیاسی عدمِ استحکام اور طبقاتی نظام کا ہونا یعنی امیر کا امیر سے امیرتر ہونا اور غریب کا غریب سے غریب تر ہونا۔ ہندوستان کی سوسائٹی کے ڈھانچے میں جو بنیادی انتشار کی حالت 1762ء میں تھی، اب دو سو سالہ غلامی کے نتیجے میں مزید گہری ہوئی اور آج پاکستان کے ستر سال گزرنے کے باوجود وہ مزید گنجلک ہوتی چلی گئی۔ کیا دور کے ان حالات میں کوئی تبدیلی آئی ہے؟ کیا ہم نے شاہ صاحبؒ سے لے کر اب تک کے دو ڈھائی سو سالہ دورانیے میں اپنی حالت بدل کر ایک نئے ماحول اور اُس کے حوالے سے اپنے آپ کو تیار کر لیا ہے کہ اب ہمیں ایک نئے نظامِ فکر و عمل کی ضرورت پیش آ رہی ہے؟ پہلی ضرورت تو یہی ہوگی کہ جس بنیاد پر مسائل کے حل کرنے کا ایک جامع نظام دیا گیا، پہلے اُس پر تو گفتگو ہو۔ اس چیز کو تو درست کر لیا جائے۔ وہ درست ہو جائے تو آگے بڑھ کر اگلے دور کے جو تقاضے ہیں، اُن کو پورا کیا جا سکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس دو ڈھائی سو سالہ دور میں علمی حوالے سے اگر ارتقا ہوا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو فلسفۂ مادیت میں بھی ہوا ہے۔ مادی فلسفے میں جدید یورپ نے سرمایہ داری کے ماتحت یا سوشلزم کے ماتحت نئی نئی چیزیں تخلیق کی ہیں۔ نئے پیداواری ذرائع سامنے آئے ہیں۔ نئے سسٹم اور پروسیجر طے ہوئے ہیں۔ یعنی تجرباتی اور مشاہداتی بنیاد پر کام ہوا ہے۔ جب کہ نقل کی اساس پر ان چیلنجز کو حل کرنے یا کشف کی اساس پر ان مسئلوں کو حل کرنے یعنی دین کی اساس پر بنیادی کام کرنے کے حوالے سے کوئی کام نہیں ہوا ہے۔

اس بات کو کہنے کی اجازت دیجیے کہ انگریزوں کے تسلط کے بعد سے لے کر اب تک کے اس ڈھائی سو سالہ دور میں چاہے مسجدوں اور مدرسوں کا طرزِ عمل ہو، یا اس سے باہر مذہب کی تعبیرات کے حوالے سے ہو، وہ یورپ کے اثرات اور اُس کے مادی فلسفے سے متاثر ہونے کے نتیجے میں سامنے آئی ہیں۔ یا اُن کے ردِ عمل کی کیفیات کے ساتھ آئی ہیں یا یورپ کے افکار سے دفاع کے نقطہ نظر سے کچھ چیزیں سامنے آئی ہیں۔ اور اس تناظر میں بھی کچھ جزئیات لے لی گئی ہیں اور باقی چیزیں چھوڑ دی گئیں۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ ردِ عمل کی نفسیات سے ہمیں باہر نکلنا چاہیے اور ہمیں اس سے بھی باہر نکلنا چاہیے کہ ہر حال میں دوسروں کو فتح کرنا ہے۔

ہم جب دین اسلام کی بات کرتے ہیں تو اس کا جامع فکر و عمل امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے مرتب اور مدوّن کیا ہے۔ اُن کے بعد آنے والے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے لوگوں نے اس جامعیت کو برقرار رکھا ہے۔ اسی جامع فکر و عمل میں مسائل کے حل کا راستہ ہے۔ ان لوگوں پر کوئی غیر اسلامی فکر اثر انداز نہیں ہوا۔ یورپین مادی تحریک یا مادی خواہشات کا ان پر کوئی غلبہ نہیں ہے۔ لہٰذا کم از کم ہم اس جامع فکر و عمل کا مطالعہ کریں۔ ہم ولی اللّٰہی فکر کی دعوت دیتے ہیں، اسے کسی پر مسلط نہیں کرتے۔

شاہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ میں اپنے ماننے والوں کو کہتا ہوں کہ وہ اپنی بات کو کسی کے اوپر طاقت کے بل بوتے پر مسلط نہ کریں۔ جو نہیں مانتا اُس کو آزادی ہے۔ ہم اُس کی آزادی کا احترام کرتے ہیں۔ جو مانتا ہے تو ٹھیک ہے، اُسے سکھائیں اور سمجھائیں۔ ہمارا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کہنا یہ ہے کہ پچھلے دو ڈھائی سو سال سے ہمارے مسائل کے حل کرنے کے لیے علومِ قرآنیہ، علومِ حدیثیہ، علومِ فقہیہ، فلسفہ، سیاست، سماج اور معاش وغیرہ کے حوالے سے جتنی بھی گفتگو ہے، وہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بعد سے لے کر اب تک اتنی جامعیت کے ساتھ کسی نے نہیں کی۔ اس لیے اس پر غور وفکر کرنا چاہیے۔ اس کو سیکھنا اور سمجھنا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ ایک نشست یا چند مجالس میں تو ہم شاہ صاحبؒ کا مکمل فکر و فلسفہ نہ پڑھ سکتے ہیں، نہ سمجھ سکتے ہیں۔ یہ تو ابھی ایک تعارفی سلسلہ ہے۔ جب ہم اس کو ایک مستقل بنیاد بنا کر پڑھیں گے تو یقیناً سوچ کے زاویے بدلیں گے۔ چیزیں مزید نکھریں گی۔ مزید سوالات ہوں گے، اُن کے ذریعے سے مزید نتائج سامنے آئیں گے۔

- -

صدارتی کلمات

پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالرحیم

چیئرمین شعبۂ عربی بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

الحمد للّٰہ الّذی خلق الإنسان و علّمہٗ البیان. و الصّلوٰۃ و السّلام علٰی من اوتی جوامع الکلم و حسن البیان. و علٰی آلہٖ و صحبہٖ و من تبعہٗ بإحسان. قال اللّٰہ تعالیٰ:

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (179)

صدق اللّٰہ العظیم.

رئیس قسم العلوم الاسلامیہ سابقاً الدکتور سعیدالرحمن و الأخ الشّیخ المفتی عبدالخالق آزاد نقول بالعربیة ''الحُرّ''، یعنی المفتی عبدالخالق الحُرّ رائے بوری. و الإخوان و الأخوات.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الطّلّاب و الطالبات، و الباحثين و الباحثات! احييكم تحيّة طيبة مباركة من عنداللّٰه و أقول اَلسّلام عليكم و رحمة اللّٰه و بر كاتهٔ.

قبل هٰذهِ الجلسة سعادة الدّكتور سعيدالرّحمٰن هاتفني و اتّصل بالهاتف، و قال لي: أنا أكلّفك كرئيس لهٰذهِ الجلسة العلمية المباركة، و هٰذهِ الجلسة العِلمية ليس بحسب، بل نقول هٰذهِ الجلسة فكرية، و فلسفية، و هٰذا شيء جديد، لأنّا نتحدّث عن فلسفة شاه ولي اللّٰه. ماشاء اللّٰه! و في هٰذهِ الجلسة نحن سمعنا هٰذا الشّيخ المفتي عبدالخالق و هو ألقیٰ المحاضرة بأسلوب مميّز، و أنّ هٰذهِ المحاضرة كانت جامعة و شاملة.

سب سے پہلے میں ڈاکٹر سعیدالرحمٰن صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے ڈاکٹر صاحب نے کچھ دیر پہلے ہی فون کیا تھا کہ آپ آئیں یہاں پر صدارت کریں، میں نے کہا: میں تو اس کا اہل نہیں ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ **نحن نجعلك أهلاً**۔ ہم آپ کو اہل بنا دیتے ہیں۔ اب آپ دیکھ لیں کہ میں اہل ہوں یا نہیں ہوں۔ پھر میں تو بڑوں کی بات مانتے ہوئے یہاں پر آگیا ہوں۔ میرے لیے یہ ایک خوشی اور سعادت کا موقع ہے۔ بڑی خوشی ہوئی مجھے اس سے۔ اور خاص طور پر یہ جو شعبۂ علومِ اسلامیہ کا ایک سلسلہ چل رہا ہے محاضرات کا مختلف موضوعات پر، یہ نہایت مفید اور بہت فائدہ مند ہے۔ کیوں کہ طالبِ علم کچھ کتابوں سے علم حاصل کرتا ہے، کچھ لائبریریوں سے حاصل کرتا ہے، کچھ یہ محاضراتِ عامہ ایک خاص طرز اور جامع ہوتے ہیں، تو اس سے بھی بہت زیادہ علم حاصل کرتے ہیں۔

ایک وقت تھا کہ جب ہم طالبِ علم تھے، اُس وقت "حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه"، شاہ ولی اللہ کی کتاب کا نام سنتے تھے۔ اُس وقت بھی عام آدمی، عام مدرّس یا عام عالم نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اس کو پڑھانے والے خاص قسم کے استاد تھے۔ آپ نے نام سنا ہوگا ڈاکٹر عبدالواحد ہالی پوتہ کا، وہ اس کتاب کے بڑے ماہر تھے، بڑے شوق سے پڑھاتے تھے طلبا کو اور ٹائم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی دیتے تھے۔ جب چاہیں، جس طرح چاہیں، جس وقت چلے جائیں اُن کے پاس، وہ پڑھانے کے لیے تیار ہوتے تھے۔

ایک نام میں نے بچپن میں سنا، وہ تھے مولانا محمد صدیق، منڈی یزمان کے رہنے والے تھے۔ اور فکرِ ولی اللّٰہی پر اُن کا بڑا مطالعہ اور بڑی کتابیں اُن کے پاس تھیں۔ اُن سے بھی ہم کبھی کبھی یہ باتیں سنا کرتے تھے۔ اور میرا ''**حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه**'' سے بھی تھوڑا سا تعلق یہ ہے کہ ہمارے ہاں شعبۂ عربی میں بھی پڑھائی جاتی ہے، اس کا **باب الخلافة** ہمارے ہاں پڑھایا جاتا ہے۔ اور میں ہی پڑھا رہا ہوں۔ **عِقد الجید فی مسئلة الاجتهاد و التّقلید** شاہ صاحبؒ کی ایک بڑی مشہور کتاب ہے، یہ چھوٹا سا ایک کتابچہ ہے۔ اور بڑا مفید اور بہت علمی ہے۔ شاہ صاحبؒ کا ایک قصیدہ بھی ہے: **اطیب النغم فی مدح سیّد العرب و العجم.**

آج مولانا صاحب نے ہمیں ''**حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه**'' کا ایک دو گھنٹے میں ایک نقشہ پیش کر دیا۔ نہ صرف ''**حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه**'' کا، بلکہ فلسفہ شاہ ولی اللہ اور فکرِ شاہ ولی اللہ، ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اسی سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ایک آدمی کا سو سال کا مطالعہ ایک طرف، مگر ایک صاحبِ علم کے ساتھ ایک گھنٹے کی مجلس زیادہ حاوی ہے اور مفید ہے۔ جیسے آج ہم نے دیکھا کہ کتنا ہم نے استفادہ کیا اور ہمیں اس سے فائدہ حاصل ہوا۔ مولانا صاحب نے جو ڈسکشن کی، یہ بھی بہت اچھی بات ہوئی۔

جو یہ کشف کا لفظ موضوعِ بحث بن رہا تھا، کشف کا کوئی ایسا خطرناک معنی نہیں ہے، کشف کا معنی ہوگا کھلنا۔ وہ چیزیں جو پیچھے سے چلی آرہی تھیں، بکھری ہوئی تھیں، اُن کو سمیٹنے کا آئیڈیا اور خیال کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ مطلب ہے کہ کوئی ایسی نئی چیز نہیں ہے، جس سے ہم خوف زدہ ہوں کہ شاہ ولی اللہ سے پہلے جو چیزیں تھیں، جیسے مولانا صاحب نے اشارہ کیا عزالدین ابن عبدالسلامؒ کا اور خطابیؒ کی طرف کہ اُنھوں نے جزوی طور پر ان پر کام کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی فکر ہمیں جو ماہرینِ علومِ اسلامیہ ہیں، اُن کو تو خاص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طور پر ضرور پڑھنا چاہیے۔ کیوں کہ علومِ اسلامیہ بالخصوص اسلام کا سیاسی نظام، اسلام کا اقتصادی نظام، اسلام کا معاشرتی نظام، وہ شاہ ولی اللہ کے فکر کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں اسلام کا سیاسی نظام اور اقتصادی نظام اور معاشرتی نظام، یہ اختیاری مضمون کے طور پر ہیں۔ لیکن یہ اختیاری مضمون کے طور پر نہیں ہونے چاہئیں، ان کی بہت اہمیت ہے۔ ان کو لازمی مضمون کی حیثیت دینی چاہیے۔

مولانا صاحب بات کر رہے تھے جبلت کی۔ جبلت ایک فطری چیز ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے: جُبلت النفوس علیٰ الذّکور، یعنی انسان کی خواہش یہ ہے کہ بیٹا ہو۔ خواہش اُس کی یہی ہے، مگر بیٹی ہوجاتی ہے تو سمجھوتہ کرلیتا ہے۔ لیکن خواہش اُس کی ختم نہیں ہوتی۔ جبلت نہیں ختم ہوگی۔ اُس کی تمنا رہے گی۔ وہ فطرت، فطرت ہی ہوتی ہے۔ وہ بدلتی نہیں، لیکن بعض چیزیں اعمال کی وَجہ سے جو صفات ہیں، اَخلاق ہیں، بدل جاتی ہیں۔ اُن کی طرف انھوں نے اشارہ کیا ہے۔ جو نہ بدلنے والی چیزیں ہیں، وہ اَور ہیں اور جو بدلنے والی چیزیں ہیں، اَور ہیں، اس کو تبدیل (modify) کیا جاسکتا ہے۔

میں اسی کے ساتھ پھر دوبارہ سب حضرات کا شکریہ ادا کروں گا اور آخر میں مولانا صاحب کا بھی کہ انھوں نے بہت اچھے علمی اور مدلل انداز میں پریزنٹیشن اور لیکچر دیا۔ بہت ہی متأثر کن اور بہت ہی زیادہ مؤثر تھا۔ خاص طور پر مجھے بہت فائدہ ہوا۔ اور آپ کو بھی یقیناً فائدہ ہوا ہوگا اور میں نے آج سے ارادہ کرلیا ہے کہ میں بھی اگلے لیکچرز میں بہ طور سامع کے آؤں گا۔ ان شاء اللہ۔

اسی کے ساتھ میں سب حضرات کا، ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب صاحب کا، اور تمام منتظمین کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اخیراً أدعوا اللّٰہ تعالیٰ أن یُوَفِّقَنا جمیعاً لخیر و سعادۃ

و السّلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ.

☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوتھا خطبہ

چار روزہ خطبات سیریز کا
تیسرا لیکچر

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ
کا نظریۂ معیشت

مؤرخہ

19/اپریل 2017ء بروز بدھ

مقام

سیمینار ہال شعبۂ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہیدی کلمات

پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

مسئول موسیٰ پاک شہید چیئر

شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

صدارت

پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا

سابق چیئرمین شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

حال ڈین فیکلٹی آف شریعہ اینڈ اسلامک سٹڈیز، منہاج یونیورسٹی، لاہور

نظامت

پروفیسر ڈاکٹر محمود سلطان کھوکھر

شعبہ علومِ اسلامیہ، زکریا یونیورسٹی، ملتان

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تمہیدی کلمات

از پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم. نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہٖ الکریم.

محترم خواتین و حضرات! آپ دو دن کی گفتگو کے بعد اس پروگرام (امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے افکار اور عصرِ حاضر کے حوالے سے لیکچر سیریز) کی اہمیت سے واقف ہو چکے ہیں۔ چند باتوں کی یاد دہانی اس وقت مقصود ہے۔سوالات سے یہ بات سامنے آئی کہ حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے افکار کا مطالعہ کیوں ضروری ہے؟

اس چیز کو پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ یقیناً ہماری تاریخ بہت ہی ثروت مند (Rich) تاریخ ہے۔تاریخِ اسلام کا موضوع یقیناً اپنی جگہ ایک بڑا بھرپور موضوع ہے۔اس تاریخ میں یقیناً بہت بڑی شخصیات اور بڑے بڑے نام ہیں۔اور ہر شخصیت کا اپنے دور میں ایک بہت بڑا کردار ہے۔اُس کے کردار پر، اُس کے کام پر اگلے دور کی عمارت کھڑی ہوئی ہے۔یہ ایک تاریخ کا تسلسل ہے۔تاریخی تسلسل کو سمجھے بغیر ہم علوم سے کسی طور پر بھی واقف نہیں ہو سکتے۔چاہے نیچرل سائنسز ہوں یا سوشل سائنسز ہوں، ہر علم کا ایک ارتقا ہے۔وہی ارتقا اگلے دور میں اس کو لے کر جاتا ہے۔اگر کوئی بھی اس ارتقا کا انکار کردے اور آغاز سے کسی کام کی تدوین کرے گا تو وہ اپنی چھوٹی سے عمر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

میں یہی کچھ کر پائے گا، جو پہلے سے ہو چکا ہے اور کوئی اضافہ نہیں کر پائے گا۔ آگے بڑھنے کا ہمیشہ راستہ یہی ہوتا ہے کہ تاریخ میں جو ورثہ ہمارے پاس علمی حوالے سے اور فکری حوالے سے ہے، اس کو سمجھا جائے اور اس کو آگے بڑھانے کے لیے بہ طور بنیاد کے متعین کیا جائے۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی خصوصیت ہے کہ وہ پچھلے ایک ہزار سال سے زائد کے اس ورثے کے اگلے دور میں منتقل کرنے کے محرک بنے۔ انھوں نے سارے ورثے کا نئے سِرے سے جائزہ لیا۔ اُن کا ورثہ پچھلے تمام اہلِ علم، اہلِ بصیرت، اہلِ اخلاص اور اہلِ شعور کی محنتوں کا خلاصہ ہے۔ ہمیں یہ چیز سمجھنی ہے کہ شاہ صاحبؒ کا ذکر تاریخ سے کاٹ کر نہیں ہے، بلکہ تاریخی تسلسل اور تاریخی ارتقا کے ایک اہم مرکز کے طور پر مقصود ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آج ہماری جس طرح کی سوسائٹی ہے، وہ بُری طرح مذہبی طور پر تقسیم ہے۔ اس پسِ منظر میں شاہ صاحبؒ کا تعارف بہت زیادہ ضروری ہے کہ وہ ایک ایسی شخصیت ہیں کہ جن پر ہمارے آج کے دور کے جو مروّج فرقے ہیں، وہ سب ان پر متفق ہیں، بلکہ وہ اپنا علمی سلسلہ ان تک پہنچاتے ہیں۔ تو کیوں نہ اس شخصیت سے اور اس کے فکر سے براہِ راست آگہی حاصل کی جائے، تاکہ یہ جو بعد کے مسائل ہیں، ان کو ہم صحیح طور پر سمجھ سکیں اور ان گروہیتوں سے نکل سکیں اور فرقوں سے اوپر اٹھ سکیں۔ شاہ صاحبؒ کی شخصیت سوسائٹی کے اور معاشرے کے مختلف گروہوں کے جوڑ کا ذریعہ ہے۔ اس لیے ان کا تذکرہ نہ صرف ہونا چاہیے، بلکہ اُن کی فکر کو پیشِ نظر رکھا جائے تو درپیش مسائل سمجھ بھی آجاتے ہیں اور ان مسائل کو حل کرنے کی ہمیں نوید بھی ملتی ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ شاہ صاحبؒ جس دور میں آئے تھے، وہ دورِ زوال ہے۔ دورِ زوال کا جو شخص مشاہدہ کرتا ہے، دیکھتا ہے اور تجزیہ کرتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے، یقیناً اس کا اسلوبِ بیان دورِ عروج کے لوگوں سے مختلف ہوگا۔ وہ اسلوب آپ کو امام غزالیؒ (1111ء) کے ہاں نہیں ملے گا، امام رازیؒ (1210ء) کے ہاں نہیں ملے گا وغیرہ۔ اس لیے کہ وہ دورِ عروج کے لوگ ہیں اور اپنے اپنے شعبے میں کام کر رہے ہیں اور جس شعبے کی تجدید کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں، اس میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔

شاہ صاحبؒ جس دور میں آئے، وہ زوال کا دور ہے۔ مذہبی طور پر بھی، سماجی طور پر بھی، سیاسی طور پر بھی۔ اور بدقسمتی یہ ہے کہ وہ زوال آج تک پہنچا ہوا ہے۔ اب تک کوئی تبدیلی نہیں آسکی۔ اس صدی کا جو بھی تجزیہ ہے، وہ آج بھی اسی طرح متعلقہ (relevant) ہے، جیسے اُن کے اپنے دور میں تھا۔ اور پھر شاہ صاحبؒ اس خطے یعنی برصغیر کی شخصیت ہیں اور برصغیر کے مزاج کو سمجھتے ہیں۔ برصغیر کے اندر جو بھی مختلف مذہبی اور مختلف ثقافتی نوعیتیں ہیں، اس سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ ان کے مقابلے میں ہم کسی باہر کے مفکر کو اگر پیش بھی کریں گے تو اس کا فکر اپنی جگہ پر کتنا ہی اچھا ہو، وہ ہمارے اس ماحول سے متعلق نہیں ہوگا۔

ہمارے ہاں مغرب کا فکر پڑھایا جاتا ہے۔ روسو (1778ء) پڑھایا جارہا ہے، ایڈم سمتھ (1790ء) پڑھایا جا رہا ہے، کارل مارکس (1883ء) پڑھایا جارہا ہے، ٹائن بی (1975ء) پڑھایا جارہا ہے۔ اس طرح کے بہت سارے لوگوں کے ہمارے سلیبس میں نام موجود ہیں۔ یہ جتنے بھی لوگ ہیں، مغرب کے ماحول میں انھوں نے آنکھیں کھولیں۔ وہاں کے مسائل کو پڑھا۔ وہاں کے مسائل کا تجزیہ کیا۔ قطع نظر اس کے کہ وہ نظریہ کیا ہے۔ یہ ایک علاحدہ موضوعِ بحث ہے۔ اس کے مقابلے پر شاہ صاحبؒ یہیں پیدا ہوئے، یہیں پر رہے، یہاں کی جو بھی سیاسی سماجی کشمکش ہے، اس کا حصہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رہے۔ اس دور میں جو فکری طور پر مسائل تھے، ان کی پوری طرح ان میں آگہی موجود ہے۔ وہ ایک دیسی (indigenous) مفکر ہیں۔ ہم نے باہر کے مفکر پڑھ لیے۔ وہ فکر یقیناً ہمارے لیے درآمد شدہ ہے، جب کہ ہمیں یہاں کے مفکر کی بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ دیگر مسلم مفکر جو کسی اَور علاقے سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا بھی یقیناً بہت بڑا کنٹری بیوشن ہے اور ان سے بھی استفادہ ہوتا ہے۔لیکن بات وہیں آجاتی ہے کہ کسی بھی دوسرے مسلم علاقے کا مفکر، ہمارے مزاج کو اس طرح نہیں جانتا، جس طرح یہاں کا مفکر جانتا ہے۔ اس لیے ہمیں ایک قومی مفکر کی ضرورت ہے، جو یہاں کے قومی مسائل کو سمجھتا ہو، یہاں کی ثقافت کو سمجھتا ہو، یہاں کے مذہبی تنوع کو جانتا ہو۔ جو اس برصغیر کے مسائل پر گہری نظر رکھتا ہو، وہ یہاں کے مسائل کا حل پیش کرتا ہو، دنیا کے کسی بھی کلچر، کسی بھی ثقافت میں اُس کی فکر سے پوری طرح استفادہ ہو سکے۔

علاوہ ازیں دیگر مفکرین ایک جیسی ثقافت میں رہے ہیں، وہاں ایک ہی زبان بولی جاتی ہے۔ ایک ہی مذہب کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اس لیے اُن کی گفتگو، اُن کے تجزیے میں آپ کو وہ تنوع اور ہمہ گیریت نظر نہیں آئے گی، جو ہمیں شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فکر میں نظر آتی ہے۔ کیوں کہ یہاں کی سوسائٹی ملٹی کلچر ہے۔ یہاں بہت ساری صداقتیں رہی ہیں، بہت سارے مذاہب ہیں، متعدد زبانیں ہیں۔ برصغیر جس کو مولانا عبیداللہ سندھیؒ ''برعظیم'' کہا کرتے تھے، کہ جو اس کا جغرافیہ ہے، جو اس کا تنوع ہے، وہ ایک براعظم سے کم نہیں ہے۔ گو فنی طور پر ہم اس کو براعظم نہیں کہہ سکتے، لیکن وہ براعظم سے کم نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں آپ دیکھیں آسٹریلیا براعظم ہے، حال آں کہ برصغیر کے مقابلے میں اُس کی کیا حیثیت ہے؟ یعنی برصغیر ایک ایسا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علاقہ ہے کہ اس علاقے کا جو بھی مفکر ہوگا، اس کی سوچ کثیر الجہات ہوگی۔ اس لیے یہاں ہم کسی گزرے ہوئے دور کو آواز نہیں دے رہے کہ وہ ایک دور تھا، بڑے اچھے لوگ تھے، شاہ صاحبؒ کی بڑی اچھی شخصیت تھی، ان کو ہم خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں، یا مذہبی زبان میں اُن کا کوئی عرس پڑھا جا رہا ہے، ایسا قطعاً نہیں!۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے جو گفتگو کی ہے، انھوں نے ایک منہج اور میتھڈ بھی دیا ہے کہ کس طرح چیزوں کو سوچا اور دیکھا جاتا ہے۔ اور وہ میتھڈ ظاہر ہے کہ بعد میں بھی استعمال میں آتا رہے گا۔ اس لیے جو گفتگو یہاں پر ہو رہی ہے، اس میں صرف شاہ صاحبؒ کا ذکر نہیں آتا، بلکہ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، شاہ رفیع الدین دہلویؒ اور ان کے بعد مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا محمود حسن شیخ الہندؒ کا بھی ذکر آتا ہے۔ یہ ایک سکول آف تھاٹ ہے، یعنی ولی اللّٰہی سکول آف تھاٹ۔ اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس سے ہم کتنا اتفاق کریں یا کتنا اختلاف کریں، یہ ایک علاحدہ موضوع ہے۔ لیکن پہلے اس کو سمجھا تو جائے کہ وہ فکر ہے کیا؟

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی جو شخصیت ہے، محض عقیدت کی طور پر اُس کا ذکر یہاں پر مقصود نہیں ہے۔ کیوں کہ ان کے عقیدت مند بہت ہیں۔ کوئی کسی کی عقیدت کو چیلنج بھی نہیں کرسکتا۔ بات یہ ہے کہ اُن کی فکر کے اندر کون سے پہلو ہیں، کون سی جہات ہیں کہ جن سے ہم آج کے اس ماحول، اس دور اور اس ملک میں استفادہ کر کے، اس سے روشنی حاصل کر سکتے ہیں اور ہم آج کے مسائل کے لیے کوئی بہتر راہِ عمل تجویز کر سکتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جو بھی اُن کی فکر ہے، وہ دینِ اسلام پر ہی استوار ہے۔

آج عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی فلاں سے متاثر ہے، یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فلاں آدمی فلاں جگہ سے متأثر ہے، تو شاہ صاحبؒ کے حوالے سے یہ بات بھی نہیں کی جاسکتی۔ ان کی فکر کپٹلزم، سوشلزم اور مغرب کی جمہوریت سے کسی طرح متأثر نہیں۔ کیوں کہ یہ سب چیزیں بعد کی ہیں۔ اس لیے وہ کوئی بات کریں گے تو پھر یقیناً اُن پر یہ پھبتی نہیں کسی جاسکتی کہ وہ فلاں نظام سے متأثر ہیں۔ بلکہ اُن کا اپنا علم، مطالعہ، تربیت، مشاہدہ، چیزوں پر غور وفکر، عقل کا استعمال، نقل سے استفادہ، کشف کے ذریعے چیزوں کا پرکھنا اور جانچنا۔ یہ سب چیزیں گویا کہ ان کے علم کے ذرائع میں موجود ہیں، اس گفتگو کا مقصد یہی ہے کہ آپ ان چیزوں کو ذہن میں رکھ کر ان موضوعات، جن پر یہاں گفتگو ہوچکی ہے، اور جن پر آج اور کل مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب اظہارِ خیال کریں گے، اس پر غور وفکر کریں اور سوالات کے ذریعے اپنے علم میں اضافہ کریں۔ ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔ شکریہ!

- -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نظریۂ معیشت

خطبہ مسنونہ اور لیکچر

نحمدهٗ و نصلّی علیٰ رسولهٖ الکریم. اما بعد!

فأعوذ باللّٰه من الشّیطان الرّجیم. بسم اللّٰه الرّحمٰن الرّحیم.

قال اللّٰه تبارک و تعالیٰ:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۱۰ (180)

و قال النّبیّ ﷺ: "اُطلبوا الرّزق من خبایا الأرض." (181)

و قال النّبیّ ﷺ: "الاقتصاد فی النّفقة نصف المعیشة." (182)

صدق اللّٰه العظیم و صدق رسولهٗ النّبیّ الکریم.

معاشیات کی اہمیت

صاحبِ صدر اور معزز اساتذہ، طلبا و طالبات، خواتین و حضرات!

حضرت الامام شاہ ولی دہلویؒ کے علوم و افکار کے حوالے سے آج ہمارا موضوع معیشت جیسے اہم مسئلے پر گفتگو کرنا ہے۔ معاشیات اور اقتصادیات اس دور کا بڑا سلگتا ہوا موضوع ہے۔ بالخصوص اس حوالے سے بھی کہ دنیا بھر پر یورپ کے قبضے کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معاشیات واقتصادیات کے تصورات زندگی کے باقی تمام زاویوں پر غالب ہو چکے ہیں۔ علم وفکر بھی معاشی اور اقتصادی سرگرمیوں کے تابع ہے، سیاست بھی سرمائے کے گرد گھومتی ہے، مذہب بھی اس کی جیب کی گھڑی بن چکا ہے۔ غور وفکر اور سوچنے کے سوتے بھی سرمائے کے تابع ہو چکے ہیں۔ الغرض! معاشی سرگرمیوں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، بلکہ کسی علم وفکر، ملک، فرد، قبیلے، قوم اور اقوامِ عالم کا جائزہ بھی معاشی حوالے سے ہی لیا جاتا ہے۔

اس دور میں جب کہ معاشی اور اقتصادی معاملات ہر چیز پر چھا چکے ہیں، ایسے میں دین اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں علمی اور فنی طور پر اقتصادی امور یا معاشی علوم پر غور وفکر کرنا انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ دنیا میں معاشی حوالے سے جن دو نظاموں نے اس وقت دنیا کے ایک سو نوّے سے زائد ملکوں پر بالادستی حاصل کی ہوئی ہے، وہ کیپٹلزم کی شکل میں ہو یا کمیونزم کی صورت میں، دونوں ہی انکارِ مذہب کی اساس پر اپنا سیاسی اور معاشی نظام تشکیل دینے کے دعوے دار ہیں۔ اُن کے خیال کے مطابق سوسائٹی تبھی ترقی کرتی ہے، جب مذہب کا انکار کیا جائے اور خالصتاً معاشی نقطہ نظر سے یا سیاسی نقطہ نظر سے معاشروں کو دیکھا اور پرکھا جائے۔ نیز معاشروں کے مسائل کے حل کرنے کے لیے مادی نقطہ نظر یا دولت اور سرمائے کے تناظر میں تمام امور سرانجام دیے جائیں۔

اہلِ دین کی ذمہ داری

ایسے ماحول میں اہلِ مذہب کے سامنے دو راستے ہیں کہ یا تو وہ مذہب چھوڑنے کا اعلان کریں یا مذہب کی اساس پر سوسائٹی کے سیاسی اور معاشی مسائل کا حل پیش کریں۔ دیگر مذاہب؛ یہودیت، عیسائیت، ہندومت، بدھ مت اور آتش پرست وغیرہ مذاہب کے ہاں اگر کسی زمانے میں کوئی سیاسی ومعاشی تصورات تھے بھی تو وہ آج پسپا ہو گئے۔ انھوں نے قبول کرلیا کہ گرجا ہمارا، سیاست آپ کی۔ مندر ہمارا، معیشت آپ کی۔ آتش کدہ ہمارا، باقی سب آپ کا۔ انھوں نے اس تقسیم کو قبول کرلیا۔ وہ عقیدے کے اعتبار سے یہودی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں، عیسائی ہیں، ہندو ہیں، بدھ ہیں یا کچھ اَور ہیں، وہ چند مذہبی رسومات یا عبادات سرانجام دے کر فارغ ہوجاتے ہیں۔ ایک ہفتے بعد، مہینے بعد یا جیسے بھی اُن کے ہاں ''پرارتھنا'' یا ''مذہبی سروس'' کا کوئی تصور موجود ہے، لیکن سیاسی اور معاشی معاملات میں وہ ان دونوں نظاموں میں سے کسی ایک نظام، بلکہ زیادہ تر کیپٹلزم یا سرمایہ داری نظام کے تابع ہیں۔ اس تناظر میں مسلمانوں کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کیا وہ مذہب کے حوالے سے اپنی یہ حیثیت قبول کرنے کے لیے تیار ہیں؟ اور کیا جس دین سے وہ وابستگی کا اعلان کرتے ہیں، وہ انھیں اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ عبادت تو خدا کی ہو اور سیاست اور معیشت سرمائے کی ہو اور دین سے ہٹ کر ہو۔ یقیناً ایسا نہیں ہوسکتا۔

پھر یہودیت کی حکمرانی کا دور سو ڈیڑھ سو یا دو سو سال ہے۔ عیسائیت کا بھی ایسے ہی کچھ سو سال ہے۔ بدھوں کا یا ہندوؤں کے ویدک دھرم کا بھی صرف ایک خطے میں بہت تھوڑا سا عرصہ رہا ہے۔ جب کہ مسلمانوں نے پوری دنیا پر کوئی گیارہ بارہ سو سال تک حکومت کی ہے۔ پورے افریقا، یورپ کے ایک بڑے حصے اور پورے ایشیا پر دینِ اسلام کے ماننے والوں نے نظام قائم کیے۔ دنیا بھر کے لوگوں کے اقتصادی و معاشی مسائل حل کیے اور سیاسی نظام بنائے۔ کم از کم مسلمانوں کی حکمرانی کے چار اَدوار؛ خلافتِ راشدہ، خلافتِ بنواُمیہ، خلافتِ بنوعباس اور خلافتِ بنوعثمان، کے دوران حکومتوں کے ماتحت عملی سیاسی، معاشی نظام تشکیل دیے گئے ہیں۔ گویا ان تمام گیارہ بارہ سو سالہ دور میں معاشی نظام بھی وجود میں آئے اور سیاسی معاملات بھی طے کیے گئے ہیں۔

مسلم برصغیر کا معاشی نظام

2001ء میں اقوامِ متحدہ نے ایک معاشی سٹڈی کرائی کہ 1000ء سے لے کر 2001ء تک کے ہزار سالہ دورانیے میں دنیا بھر کے تمام ممالک میں معیشت کے گراف کی نوعیت کیا تھی؟ اس ہزار سالہ دور میں جغرافیائی تقسیم کے اعتبار سے سات خطوں میں پوری دنیا کو تقسیم کیا گیا۔ دنیا بھر میں جو معاشی اعداد و شمار اقوامِ متحدہ کے آرکائیو (Archive)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں موجود ہیں یا دنیا بھر کے مخطوطات کی شکل میں اقوامِ متحدہ کے علم میں ہیں، ان کی روشنی میں یہ تحقیقی کام کیا گیا۔ انگس میڈیسن (Angus Maddison) کی سربراہی میں کمیٹی بنی اوراس نے ایک سٹڈی کی، اقوامِ متحدہ کی ویب سائٹ پر وہ کتاب موجود ہے: ''ہزار سالہ معیشت کا جائزہ'' (The World Economy .A Millennial Perspective) اس میں اس بات کا اعتراف کیا گیا کہ سولھویں اور سترہویں صدی عیسوی میں ہندوستان کی معیشت دنیا کی نمبروَن (No.1) معیشت تھی۔ پیدائش دولت، تقسیم دولت، تبادلہ دولت اورصَرفِ دولت کے اصول پر معاشیات کے جو بنیادی پیرامیٹرز (parameters) ہیں، اس کی روشنی میں آج سے پہلے کا دوسو سالہ دور وہ ہے، جس میں — ہندوستان دنیا کی نمبروَن معیشت ہونے کی وَجہ سے — یورپ میں ''سونے کی چڑیا'' (Golden Sparrow) کے عنوان سے مشہور تھا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ معاشی ترقی کا یہ عمل بغیر کسی معاشی سسٹم کے نہیں ہوسکتا، کیوں کہ کسی معاشی نظام کے تحت ہی معاشی نشو ونما ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی آمد سے پہلے ہندوستان کی معاشی حالت کیا تھی؟ وہ بھی سب کے سامنے ہے اور یہاں مسلمانوں کے آنے اوران کے نظامِ حکومت اور معیشت کے قائم ہونے کے نتیجے میں وہ دنیا کی نمبروَن معیشت بنا۔ اور وہ دنیا کی کل دولت کے پچیس فی صد کا مالک تھا۔

جس دینِ اسلام نے معاشی تعلیمات بیان کی ہیں، اس کے اصول اور ضابطے بتلائے ہیں، قرآن حکیم کی تعلیمات معاشی حوالے سے واضح اور دوٹوک ہوں، نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات ہوں، احادیثِ مبارکہ کا ذخیرہ ہو، فقہا کی فقہی جزئیات ، خرید و فروخت، لین دین، معاشی امور کی قانونی فقہی صورتوں سے فقہا کی کتابیں اورفتاویٰ جات بھرے ہوئے ہوں اوراس کا عملی نظام بھی موجود رہا ہو۔ کیا اس کے ماننے والے اس بات پر قناعت کرنے پر تیار ہیں کہ وہ مسجد میں صرف نماز اللہ کی پڑھیں گے یا انفرادی طور پر روزہ، حج اور زکوٰۃ دیں گے، یعنی عبادت کرنے میں وہ آزاد ہوں، لیکن سیاسی اور معاشی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاملات میں وہ اس دور کے مادی نظام ہائے حیات کو قبول کرنے کے لیے تیار رہیں اور خرید وفروخت اور لین دین ودیگر قوانین نبی اکرمؐ کی تعلیمات سے ہٹ کر ہوں؟ یقیناً یہ بات درست نہیں ہوسکتی ہے۔

اسلام کا اپنا ایک مستقل معاشی نظام

اسلام اپنا ایک مستقل معاشی نظام رکھتا ہے، اس کا ایک فلسفہ معیشت ہے، وہ معاشی قوانین اور ضابطے بیان کرتا ہے اور اسی کی اساس پر وہ ایک عملی نظام بناتا ہے۔ یہ گفتگو کرتے ہوئے آج اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ اسلام کے معاشی نظام کے بالمقابل جو نظام ہائے حیات ہیں، ان کا موازنہ (comparison) بھی پیش کیا جائے۔ کیوں کہ یک طرفہ بات سے تو معاملہ واضح اور دوٹوک طور پر سامنے نہیں آتا۔ یعنی دین کے فلسفۂ معیشت، سرمایہ داری اور سوشلزم کے فلسفۂ معیشت کا باہم موازنہ کیا ہے؟ ایسے ہی انھوں نے علمِ معیشت کے جو بنیادی اساسی امور متعین کیے ہیں، تعریفات، موضوع اور غرض و غایت اور اس کے بنیادی قواعد وضوابط بیان کیے ہیں، وہ کیا ہیں؟ اور دینِ اسلام اس حوالے سے کیا تعلیم دیتا ہے؟

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی دینی معاشی فکر میں تجدیدی حیثیت

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ وہ عظیم مفکر ہیں، جنھوں نے اس تناظر میں دین اسلام کا ایک مکمل معاشی سسٹم واضح کیا ہے۔ اس زمانے میں، جب کہ ابھی نہ موجودہ سرمایہ داری کی پیدائش ہوئی تھی اور نہ سوشلزم کی۔ شاہ صاحبؒ نے 1734ء میں **"حُجّةُ اللّٰه البالِغه"** لکھی ہے۔ شاہ صاحبؒ حرمین شریفین سے رجب ۱۱۴۵ھ/ جنوری 1733ء میں ہندوستان واپس تشریف لائے۔ اس کے ایک ڈیڑھ سال کے عرصے میں شاہ صاحبؒ نے یہ کتاب تصنیف کی ہے۔ اس لیے کہ جمادیٰ الآخریٰ ۱۱۴۸ھ/ 1735ء میں شاہ صاحبؒ نے اپنی کتاب **"ھمعات"** لکھی ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے اَخلاقِ اربعہ بیان کرتے ہوئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحریر فرمایا ہے کہ:

"ہر کہ ایں را بہ تفصیل خواہد باید کہ بہ کتابِ ما "**حُجّةُ اللّٰه البالِغه**" رجوع کند۔"(183)

(جس کو ان اَخلاق کی تفصیل چاہیے، وہ ہماری کتاب "**حُجّةُ اللّٰه البالِغه**" کی طرف رجوع کرے۔)

اس لیے اندازہ یہی ہے کہ شاہ صاحبؒ نے 1734ء میں "**حُجّةُ اللّٰه البالِغه**" تحریر فرمائی ہے۔ اور 1735ء میں یہ کتاب ہندوستان بھر میں پھیل گئی۔

ایڈم سمتھ (م 1790ء) نے "دولتِ اقوام" (The Wealth of Nations) لکھی جو 1776ء میں پہلی دفعہ سامنے آئی۔ یعنی "**حُجّةُ اللّٰه البالِغه**" کے تقریباً چالیس سال بعد یہ کتاب سامنے آئی۔ کارل مارکس (م 1883ء) نے اینگلز (م 1895ء) کے تعاون سے 1848ء میں کمیونسٹ مینی فیسٹو (The Communist Manifesto) لکھا، جب کہ اس نے داس کیپٹل (Das Kapital) 1867ء میں لکھی ہے، جس میں کیپٹل (سرمایہ) پر بحث کی ہے۔ 1867ء میں سب سے پہلے جرمن زبان میں اس کی پہلی جلد سامنے آئی، جب کہ دوسری جلد 1885ء میں اور تیسری جلد 1894ء میں شائع ہوئی۔ اور 1887ء اور اس کے بعد اس کے انگلش اور دوسری زبانوں میں ترجمے ہوئے۔ اس کے بعد اس کتاب کا "**رأس المالیه**" کے نام سے عربی میں ترجمہ ہوا۔

آپ دیکھئے کہ کارل مارکس نے جو نظریۂ معیشت دیا ہے، اس سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے اور ایڈم سمتھ کی کتاب سے تقریباً چالیس سال پہلے شاہ صاحبؒ نے اپنی کتاب "**حُجّةُ اللّٰه البالِغه**" لکھی ہے۔ یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ ایڈم سمتھ کا زمانہ مرکنٹائلزم (Mercantilism) کا ہے۔ یہ تجارتی نظریۂ زر، یعنی زر کی اساس پر معیشت کی گردش کا زمانہ ہے۔ یہی نظریہ آگے چل کر کیپٹلزم کی اساس بنا۔ ارتقا کے اگلے مرحلے میں جب صنعت کا پہیہ تیز ہوتا ہے اور "قدرِ زائد" (Surplus value) پیدا ہوتا ہے تو کیپٹل (Capital) وجود میں آتا ہے اور اس طرح کیپٹلزم کا دور داخل ہو جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علمِ معیشت کی حقیقت

معاشی اصطلاحات کی زبان میں اگر ہم بات کریں تو علمِ معیشت کی تمام تر گفتگو کے دو بنیادی محور ہیں۔علمِ معاشیات میں ان دونوں کے حوالے سے بات ہوتی ہے:

1۔ ایک یہ کہ انسانی احتیاجات اور ضروریات (Necessities) کا تعین۔ انسان کو کھانے پینے کی، گرمی سردی سے بچاؤ کی حاجت ہے۔ یعنی اپنی جسمانی ضرورتوں اور احتیاجات کی تسکین کی ضرورت ہے۔ اس طرح ''احتیاجات'' کا ایک کالم (column) بنا دیا۔ پھر اس میں بحث ہے کہ خواہش کیا ہے اور حاجت کیا ہے؟ یہ مستقل بحث ہے۔ بہرحال جو حاجات ہیں، ان کا قرار واقعی ہونا ضروری ہے۔

2۔ دوسرے یہ کہ وسائل (resources) کی دستیابی۔ وسائل موجود ہوں گے تو اس سے کسی نہ کسی انسانی ضرورت کی تکمیل ہوگی۔ اس طرح دوسرا کالم (column) ان احتیاجات کی تسکین کے لیے وسائل کا دستیاب ہونا ہے۔ وسائل معاش ایک تو قدرتی ہوتے ہیں اور دوسرے یہ کہ اُن وسائل معاش میں انسان محنت کر کے ایک افادیت (utility) پیدا کرتا ہے۔ وہ افادیت کسی نہ کسی حاجت کو پورا کرنے کے لیے کردار ادا کرتی ہے۔

علمِ معیشت کا دائرۂ کار

انسانی احتیاجات کی تسکین کے لیے وسائل کی دستیابی اور استعمال کے لیے بالترتیب چار امور کی ضرورت ہوتی ہے:

1۔ پیدائشِ دولت 2۔ تقسیمِ دولت

3۔ تبادلۂ دولت 4۔ صَرفِ دولت

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ایڈم سمتھ سے بھی چالیس سال پہلے ان چاروں کو علاحدہ علاحدہ بیان کیا۔ ارتفاقات کے مبحث میں جہاں معاشیات پر بحث کی، وہاں اسے بیان کیا ہے۔ خاص طور پر اپنی کتاب ''البدور البازغہ'' میں شاہ صاحبؒ نے حکمتِ اکتسابیہ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکمتِ تعاونیہ، حکمتِ تعاملیہ اور حکمتِ منزلیہ کے عنوانات سے انھیں تعبیر کیا ہے کہ:

1۔ دولت کی پیدائش کے اصول اور ضابطے کیا ہونے چاہئیں؟

2۔ اس پیدا شدہ دولت کو عوامل پیدائش دولت (Factors of production of wealth) پر کیسے تقسیم کرنا ہے یعنی تقسیم کے اصول کیا ہوں گے؟

3۔ اسی طریقے سے خرید وفروخت اور لین دین میں سے کون سی بیع اور تبادلہ جائز اور درست، جب کہ فاسد اور باطل کون سا معاہدہ ہے اور دونوں کے درمیان کیا تعلق ہے؟ اس کی حکمت (logic) کیا ہے؟ شاہ صاحبؒ نے خرید وفروخت کے قوانین اور ضابطے بھی متعین کیے۔

4۔ پھر اس کے استعمالات بھی قرآن نے واضح کیے کہ کیسے اور کہاں دولت صَرف کرنی چاہیے؟

ان متعلقہ امور کو ایڈم سمتھ نے اپنی کتاب ''دولتِ اقوام'' میں (Production of Wealth) پیدائش دولت۔ پھر پیدا شدہ دولت کی تقسیم، (Distribution of Wealth)۔ پھر تقسیم شدہ دولت کا تبادلہ (Exchange of Wealth)، یعنی خرید و فروخت اور بیع، لین دین، اس کے اصول اور ضابطے اور قاعدے جب کہ تقسیم شدہ اور پھر تبادلہ شدہ دولت کے استعمال/صَرف کو (Consumption of Wealth) کہا ہے۔

سرمایہ داری کے بانی ایڈم سمتھ نے مرکنٹائل دور (mercantilism) کے تقاضوں کے مطابق — ظاہر ہے کہ اس کے زمانے میں وہی تھی — اس پر گفتگو کی ہے۔ جیسے جیسے وقت گزرا تو سرمایہ داری کیمپ کے بعد میں آنے والے ماہرین معاشیات نے اسی تناظر میں اس کے انھیں پہلوؤں کو آگے بڑھا کر مزید تفصیل وتشریح واضح کی۔ اسی کو بنیاد بنا کر کارل مارکس نے گفتگو کی ہے۔ چوں کہ ایڈم سمتھ کے اس نظریے سے ''سرمایہ'' کا تصور وجود میں آیا، اس نے پیدائشِ دولت کے عمل کے تناظر میں سرمائے اور دولت کی اہمیت پر گفتگو کی، اس لیے داس کیپٹل میں مارکس نے علمی، فنی اور فلسفیانہ نقطہ نظر سے اور ریاضی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور الجبرا کے قوانین کی روشنی میں، حتیٰ کہ اپنے خاندانی یہودی مذہب، یعنی تورات کے تناظر میں بھی اس نے کیپٹل کی اس قرار واقعی حیثیت کو — جو ایڈم سمتھ نے مقرر کی تھی — فلسفیانہ دلائل کے ساتھ توڑا اور منطقی بنیادوں پر ردّ کیا۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ان دونوں سے پہلے ان چاروں پہلوؤں پر اسلام کی تعلیمات کو جمع کرتے ہیں۔ اس حوالے سے انھوں نے کتابِ مقدس قرآن حکیم کی متعلقہ آیات اور احادیثِ مبارکہ کے ذخیرہ کو مربوط طور پر واضح کیا۔

ایڈم سمتھ مکتبِ فکر کی نظر میں معیشت

ایڈم سمتھ مکتبِ فکر جب معیشت کی تعریف کرتا ہے تو کہتا ہے کہ معاشیات وہ علم ہے، جس میں انسانی احتیاجات کی تسکین کے لیے موجود دولت سے بحث کی جاتی ہے۔ اقوامِ عالم میں دولتِ اقوام (wealth of nations) کی نوعیت کیا ہے؟ یعنی اس نے دولت کو بنیاد بنایا ہے اور احتیاجات پر اس حوالے سے کوئی بحث نہیں کی کہ واقعی اور حقیقی احتیاجات کون سی ہیں؟ اور پھر ان احتیاجات کی تسکین کا نظام (procedure) کیا ہو؟ کیوں کہ اس کا موضوعِ بحث یہ ہے کہ دولت زیادہ سے زیادہ کیسے پیدا کی جائے؟ اور دولت زیادہ سے زیادہ اکٹھی کیسے کی جائے؟ دولت کا زیادہ سے زیادہ استعمال کیسے ممکن ہے؟ وغیرہ چوں کہ مرکنٹائل دور، زر (Money) کے اکٹھا کرنے کا ہے، اس لیے سب سے بڑا اُس نے اصول دیا کہ دنیا میں مرکزی حیثیت زر کی ہے۔ اس لیے ہمیں اگر طاقت ور بننا ہے تو زر کو اپنے پاس رکھنا ہے۔ اس نے اس کا قانون اور ضابطہ بتلایا۔ ظاہر ہے کہ اس زمانے کا زر سونا چاندی تھا۔ زر کو قومی اور اجتماعی نقطۂ نگاہ سے جمع کیا جائے۔ باہر اس کی گردش روک دی جائے۔ باہر مال جانا چاہیے، جب کہ زر آپ کی طرف آنا چاہیے۔ جب کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے سونا اور چاندی کے زر ہونے کی حیثیت کی زری حقیقت و نوعیت یا زری پالیسی پر بھی جامع گفتگو کی ہے کہ یہ سونا کیسے زر کے طور پر وجود میں آیا۔

ایڈم سمتھ کے ہاں پیدائش دولت، تقسیم دولت، تبادلہ دولت اور صرفِ دولت کے جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معیارات ہیں، اس کی اساس ارتکازِ زر پر ہے۔ اسی زر کو اکٹھا کرنے کے لیے ہی ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان آئی تھی۔ سونے کی چڑیا (Golden Sparrow) کا عنوان اُن کے ہاں اسی لیے مشہور ہوا کہ ہندوستان کے پاس بڑا سونا ہے۔ شاہ جہان کے زمانے میں یہاں کا سب سے بڑا سکہ ایک سو پانچ تولے سونے کا تھا، جسے ''مہرِ شاہی'' کہا جاتا تھا۔ اکبر بادشاہ کے دور میں سونے کی پرکھ اوراس کی بہتر حالت کو زیادہ مرتب اور مربوط انداز میں ''آئینِ اکبری'' میں بھی واضح کیا گیا ہے۔ اسی تناظر میں زر کی تشکیل اور اس کی ٹکسالی حیثیت دنیا میں سب سے زیادہ ہندوستان میں مشہور تھی۔ ایڈم سمتھ کے اسی نظریے کے تحت ہی انگریز زر اکٹھا کرنے کے لیے یہاں آئے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اسی اصول پر بنی۔ گویا کہ ان کے ہاں زر کے گرد تمام چیزیں گھومتی رہیں۔

صنعتی دور کے آنے کے بعد زر کو اگلے مرحلے میں سرمایہ (capital) قرار دیا گیا۔ جب پیداوار بڑھی اور اُون کی تجارت، نیل کی تجارت اور اسی طریقے سے آگے بڑھ کر صنعتی ترقی کے نتیجے میں جو نئی سے نئی چیزیں تیار ہوئیں، وہ یورپ سے باہر گئیں اور زر یورپ میں لایا گیا۔ سرمایہ داری نظام میں یہ بنیادی پالیسی رہی۔ یہی وہ اساس تھی، جو ایڈم سمتھ نے متعین کی۔ اس کے بعد بھی اس مکتبِ فکر کے جتنے ماہرینِ معاشیات آئے ہیں، انھوں نے دولت کے گرد ہی نظریات پیش کیے۔ گو الفرڈ مارشل (Alfred Marshall) نے اپنی کتاب ''اصولِ معاشیات'' (Principles of Economics) مطبوعہ 1890ء میں تھوڑی سی کوشش کی کہ احتیاجات کو بھی ساتھ داخل کرلیا جائے۔ کیوں کہ سرمایہ دارانہ معیشت پر اعتراضات شروع ہوگئے کہ یہ اَخلاقیات سے ماورا محض دولت سمیٹنے کا عمل ہے، جو انسانیت دشمنی کی بات ہے۔ تو اُس نے اپنی تعریف میں کسی قدر احتیاجات کو بھی ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی، لیکن مرکز اور محور دولت ہی رہی۔

سوشلزم کے بانی مارکس کا نقطۂ نظر

اسی طریقے سے کارل مارکس (Karl Marx) نے جتنی بھی گفتگو کی ہے، وہ بھی اسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مطمحِ نظر سے ہے۔ اس نے یہ کہا کہ اس دولت کو آپ سرمایہ دار یا صنعت کار کو انفرادی ملکیت میں دیتے ہیں، جب کہ دولت کی انفرادی ملکیت کے بجائے ریاستی ملکیت ہونی چاہیے۔ گویا سرمائے کا استحصالی کردار ختم نہیں ہوا، بلکہ نقطہ نظر بدل گیا کہ کمیونزم میں دولت کا یہ اجتماع ریاست کے اِردگرد ہونا چاہیے۔ مارکس نے کہا کہ جو ''قدرِ زائد'' بھی پیدا ہوتا ہے، وہ مزدوروں کی محنت کی وَجہ سے ہوتا ہے۔ اسی کی اساس پر ''پرولتاریہ'' (Proletariat) کا تصور (concept) مارکس نے پیش کیا۔ اس نے کہا کہ چوں کہ مزدوروں کی اجتماعی کوشش اور کاوش سے یہ دولت پیدا ہوئی ہے، اس لیے اس کی مالک ریاست ہے۔ یا وہ انقلابی پارٹی جو مزدوروں کی آمریت کی اساس پر ہو، وہ اس دولت کے بارے میں فیصلہ کرے۔

شاہ صاحبؒ کے نقطۂ نظر سے علم معاشیات کی تعریف

اب اس تناظر میں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے معاشیات کی جو تعریف کی ہے، اس کا مطالعہ کیجیے۔ انھوں نے سب سے پہلے ''حُجّةُ اللّٰـه البالِغه'' میں اسے بیان کیا۔ پھر ''البُدور البازغه'' میں شاہ صاحبؒ نے معاشیات کی بڑی جامع و مانع تعریف کی ہے۔ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ آج ہماری معاشیات کی کتابیں اسلامی معاشیات کے نام سے بہت کچھ بیان کرتی ہیں، لیکن آپ کو ان کتابوں میں شاہ صاحبؒ کی یہ جامع تعریف نہیں ملے گی۔ شاہ صاحبؒ کی بیان کردہ تعریف کے الفاظ یہ ہیں:

''الحکمة المعاشية: أن تستوفي حواجک علٰی مراعاة، مقتضٰی الأخلاق الفاضلة من الدّيانة، و السّمت الصّالح وغيرهما، و مقتضی العلوم التّجربية، و الرّأی الکلی.'' (184)

(معاشیات ایک ایسا علم ہے، جس میں انسانی فطرت کے بنیادی اَخلاق، دور کے تجرباتی علوم، اجتماعی مفاد کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے انسانی احتیاجات کی تعیین اور ان کی تسکین کے لیے وسائل معیشت کے حصول سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بحث کی جاتی ہے۔)

شاہ صاحبؒ کی اس تعریف کے مطابق معاشیات دو کالموں پر استوار ہے:

1۔ انسانی احتیاجات کی تعین کے معیارات

2۔ ان احتیاجات کی تسکین کے لیے حصولِ وسائلِ معاش کے معیارات

وہ وسائلِ معاش خواہ زر کی شکل میں ہوں، اجناس کی صورت میں ہوں، یا کسی اَور اثاثہ جات کی حالت میں ہوں۔ یہ وسائلِ معاش، انسانی احتیاجات اور ضروریات پوری کریں۔ سردی سے بچاؤ، کپڑا لتا، کھانا پینا وغیرہ جو بھی ہو۔ ان وسائل سے انسانی حاجات کی تسکین ہونی چاہیے۔ چناں چہ معاشی اور اقتصادی علم کا بڑا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے انسانی احتیاجات اور ضروریات کی تسکین کی جائے۔

اس حوالے سے سب سے پہلے تو احتیاجات کے تعین کا ایک معیار ہونا چاہیے۔ اگر ہر انسانی ''خواہش'' کو ''حاجت'' قرار دیا جائے تو ہر انسان میں تو معاشی حوالے سے ہزاروں سینکڑوں خواہشات ہیں۔ خواہشات کی نوعیت بہ قول غالبؔ یہ ہے کہ

'ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے'

ہر خواہش تو پوری نہیں کی جاسکتی۔ احتیاجات کے تعین کا ایک معیار (criteria) ہونا چاہیے۔ ایسے ہی وسائل کی پیدائش، تقسیم، تبادلہ اور اُن کے صَرف اور استعمال کے بھی کچھ معیارات طے ہونے چاہئیں کہ پیدائش دولت کس اصول پر ہوگی؟ پیدا شدہ دولت کی تقسیم کس اصول پر ہوگی؟ تقسیم شدہ دولت کے تبادلے کے کیا اصول ہیں؟ تقسیم شدہ اور تبادلہ شدہ دولت کا صَرف یا استعمال کیسے ہوگا؟

1۔ احتیاجات کے تعین اور وسائل معاش کے حصول کے تین معیارات

اس حوالے سے شاہ صاحبؒ نے احتیاجات کی تعیین اور وسائلِ معاش کے حصول کے لیے تین معیارات قائم کیے ہیں:

ا۔ کل انسانیت کے متفقہ اعلیٰ اَخلاق: شاہ صاحبؒ نے علمِ معاشیات کی تعریف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں پہلا معیار یہ مقرر کیا ہے کہ:

(الف) "مقتضٰی الأخلاق الفاضلة"

(یعنی اعلیٰ اَخلاق کے تقاضوں کی رعایت رکھی جائے)۔

شاہ صاحبؒ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ عرب وعجم اور دنیا بھر کے تمام مذاہب اور ملتوں کا جائزہ لیں۔ جن اعلیٰ اَخلاق پر دنیا متفق ہے، مثلاً آزادی اور حریت، شجاعت اور بہادری، عفت وعصمت وغیرہ وغیرہ کو معاشی وسائل کے حصول اور احتیاجات کے تعین کے لیے پیش نظر رکھا جائے۔ شاہ صاحبؒ نے فلسفہ یونان سے لے کر اپنے زمانے تک کے فلسفیوں اور مذاہب کی تعلیمات؛ بدھ اِزم، یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے تناظر میں ممکنہ طور پر جو اَخلاقِ فاضلہ متعین ہو سکتے تھے، انھیں "البُدور البازغہ" میں بیان کیا ہے۔ اس حوالے سے انھوں نے سات بنیادی اَخلاقِ فاضلہ (حکمت، عفت، سماحت، شجاعت، فصاحت، دیانت، اور سمتِ صالح) متعین کیے ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے کہا کہ مہذب انسانی معاشرے کی تشکیل کے لیے جو بھی تمام قوموں میں متفقہ اَخلاقِ فاضلہ ہیں، ان کو احتیاجات کے تعین میں اور وسائل کی پیدائش، تقسیم، تبادلے اور صَرف میں بھی پیش نظر رکھا جائے۔ جو انسانی حاجت اور ضرورت ان اَخلاق کے معیار پر پورا اُترتی ہے، وہ درست ہے۔ جو خواہش ان اعلیٰ اَخلاق کے منافی ہے، وہ محض خواہش ہے۔ انسان کی حقیقی حاجت اور ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح وسائل معاش کے حصول کے تمام مراحل میں ان اَخلاق کی رعایت رکھنا اور ان کے تقاضوں کو پورا کرنا ضروری ہے۔

2۔ دور کے تجرباتی علوم اور دریافت شدہ ٹیکنالوجیز کو پیش نظر رکھنا

شاہ صاحبؒ نے علم معاشیات کی تعریف میں دوسری بات یہ کہی ہے:

(ب) "مقتضى العلوم التّجربية"

(یعنی تجرباتی علوم کے تقاضوں کی رعایت رکھنا)

انسانی احتیاجات کے صحیح تعین اور اُن کی درست تسکین کے لیے یہ بھی ضروری ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ اپنے دور کے تجرباتی علوم کو سامنے رکھا جائے۔ چناں چہ معاشی نظام میں ہر دور میں وجود میں آنے والے تجربات اور مشاہدات سے نئے نئے علوم اور ٹیکنالوجی دریافت ہوئی ہے، انھیں بروئے کار لایا جائے۔ ظاہر ہے ذرائع پیداوار یا وسائل کے حصول کے پیداواری رشتے مسلسل ارتقا پذیر رہے ہیں۔ پتھر کا ایک دور گزرا ہے، جس میں صرف قدرتی وسائل کی بنیاد پر معیشت وجود میں آتی ہے۔ پھر غلام داری دور آیا، پھر فیوڈلزم یا زمین کی اساس پر تمام پیداواری رشتے وجود میں آئے۔ فیوڈلزم کے بعد مرکنٹائلزم کا دور آیا۔ جب تجارت اور خرید وفروخت کی بنیاد پر زر اور پیسے کا استعمال شروع ہوا۔ پھر بڑھتے بڑھتے صنعتی ارتقا کی مختلف شکلیں سامنے آئی ہیں۔

شاہ صاحبؒ نے کہا کہ جو بھی کسی دور کی ٹیکنالوجی دریافت ہوچکی ہو، چیزوں کی پیدائش، تقسیم، تبادلے اور صَرفی استعمالات کے حوالے سے اور انسانی احتیاجات کی صحیح تعیین کے لیے اسے پیش نظر رکھا جائے۔ مثلاً ایک غلام داری دور کے انسان کی حاجت ہے اور ایک آج کے دور (Digital Age) کے انسان کی حاجت ہے۔ دونوں حاجتوں کی نوعیت میں فرق ہوگا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آج کا انسان پچھلے زمانے میں لوٹ کر اُسی زرعی معیشت کے دور میں زندگی بسر کرنے کے معیارات کے مطابق اپنی حاجت پوری کرے۔ ایک زمانے میں مثلاً موبائل فون کوئی حاجت نہیں تھی، آج حاجت ہے۔ تو علومِ تجربیہ، یعنی ٹیکنالوجی کی نئی دریافتوں سے جو نئی نئی ضرورتیں یا احتیاجات سامنے آتی جائیں، اُن کی روشنی میں دولت کی پیدائش بھی ہوگی، تقسیم بھی ہوگی، تبادلہ بھی ہوگا۔ اور اس کے استعمالات کے ضابطے اور قوانین بھی بنائے جائیں گے۔

3۔ اجتماعی مفادِ عامہ کو پیش نظر رکھنا

تیسری بات شاہ صاحبؒ نے معاشیات کی اس تعریف میں یہ کہی ہے:

(ج) ”مقتضى الرّأى الكلّى

(یعنی اجتماعی مفادِ عامہ کے تقاضوں کی پوری رعایت رکھی جائے)۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

انسانی احتیاجات اور ان کی تسکین کے لیے پیدا شدہ وسائل کا حصول سوسائٹی کے اجتماعی مفادِ عامہ کے تناظر میں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ ایک آدمی اپنی حاجت اور ضرورت پورا کرتے ہوئے اجتماعی مفاد کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اس طرح انفرادی نقطۂ نظر سے اپنی حاجت اور ضرورت پوری کرنے سے باقی اجتماع کو نقصان پہنچتا ہے۔ مثلاً وہ کوئی ایسی فیکٹری اور کارخانہ بناتا ہے، جس سے نکلنے والی آلودگی سوسائٹی کو نقصان پہنچاتی ہے۔ یا وہ ایسے طریقے سے کاروبار (business) کرتا ہے کہ کسی سوسائٹی میں بسنے والے باقی لوگوں کے اجتماعی مفاد کو نقصان پہنچتا ہے۔ یا زراعت اور کاشت کاری ایسے کرتا ہے، جو باقی لوگوں کے اجتماعی مفاد کے لیے نقصان کا باعث ہے۔

ارتفاقات پر بحث کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ نے ایک اصطلاح "**الرّأی الکُلّی**" (اجتماعی مفادِ عامہ کی فکر) استعمال کی ہے۔ جب کہ اس کے بالمقابل دوسری اصطلاح "**الرّأی الجُزئی**" (انفرادیت پر مبنی سوچ) ہے۔ (ان شاء اللہ ارتفاقات کی بحث میں اس پر مفصل گفتگو کی جائے گی۔) "**رأی کُلّی**" میں مفادِ عامہ اور اجتماعیت کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔ "**رأی جُزئی**" میں انفرادی نقطۂ نظر میں سے ذاتی مفادات اور گروہی مفادات کے تابع بات آگے بڑھتی ہے۔

شاہ صاحبؒ نے کہا کہ معاشی احتیاجات کی تعیین اور معاشی وسائل سے اُن کی تسکین بھی پورے معاشرے کے مجموعی مفاد کو سامنے رکھ کر متعین کی جائے گی۔ کسی خاص فرد، طبقے یا نسل یا خاص فرقے کی اساس پر احتیاجات کا تعین نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کی تسکین کا طریقۂ کار ایک مخصوص طبقے کے مفادات کے تناظر میں تعیّشات کی بنیاد پر ہوگا، بلکہ اجتماعی مفادِ عامہ کے تناظر میں ہوگا۔ شاہ صاحبؒ کے نزدیک یہ تین معیارات ہیں: پہلا اَخلاقِ فاضلہ، دوسرا علومِ تجربیہ، تیسرا **الرأی الکلی**۔ ان معیارات کے مطابق احتیاجات کی تسکین بھی اور وسائل کی پیدائش، تقسیم، تبادلہ اور صَرف کے امور میں پیشِ نظر رکھنا علمِ معاشیات ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شاہ صاحب کے نقطۂ نظر کی جامعیت

آپ دیکھئے کہ علم معیشت کے حوالے سے کوئی ایسا پہلو نہیں ہے، جو اس تعریف کے دائرے سے خارج ہو۔ اس تعریف کے مطابق علمِ معاشیات کی بنیاد خود انسان ہے۔ کیوں کہ انسان کی احتیاجات ہیں۔ انسان نے ہی دولت پیدا کرنی ہے۔ انسان نے ہی اس کی تقسیم کرنی ہے۔ انسان ہی کے مفاد کے لیے اُس کی خرید وفروخت ہے۔ انسان ہی کے مفاد کے لیے اس کی احتیاجات کی تسکین کے لیے دولت کی تقسیم اور صَرف کرنے کا سسٹم قائم ہونا ہے۔ اس تعریف سے ہی معیشت کا بنیادی فلسفہ واضح ہوجاتا ہے کہ معاشی امور میں اصل اہمیت انسانیت کی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ (185)

(اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی ہے، اور خشکی اور دریا میں اُسے سوار کیا، اور ہم نے انھیں ستھری چیزوں سے رزق دیا، اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انھیں فضیلت عطا کی۔)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام انسانوں کو معزز اور مکرم بنایا گیا ہے اور ان تمام کے لیے پاکیزہ رزق خشکی اور تری میں رکھا گیا ہے۔ اس لیے معاشی نظام بناتے ہوئے انسانیت کی عزت و احترام اور اس کے اشرف المخلوق ہونے کی فضیلت کو سامنے رکھا جائے گا۔ نیز قرآن حکیم میں ارشادِ ربانی ہے:

وَ لَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (186)

(اور ہم نے تمھیں زمین میں جگہ دی، اور اس میں تمھاری زندگی کا سامان بنا دیا، تم بہت کم شکر کرتے ہو۔)

یہ آیت واضح طور پر بتلاتی ہے کہ معاشیات کا دار و مدار انسانی احتیاجات کی تسکین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور وہ بھی پورے اجتماع کے لیے ہے۔

اصولِ فقہ کا قاعدہ و ضابطہ آپ نے فقہ کی کتابوں میں پڑھا ہوگا۔ بالخصوص فقہی کتب پڑھنے والے تو ضرور جانتے ہیں کہ جب جمع جمع کے مقابلے پر آئے تو مساوات پر دلالت کرتی ہے۔ (187) اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی آدمی دس روپے دے کر دس آدمیوں سے کہے کہ یہ تمھارے لیے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے ایک ایک روپیہ ہے۔ یہ نہیں ہے کہ نو روپے ایک آدمی کے ہوں اور ایک روپے میں باقی نو شریک ہیں۔ اصول اور ضابطہ یہ ہے کہ کسی ملک کے تمام معاشی وسائل میں وہاں بسنے والے تمام لوگوں کا مساوی حق ہے۔ اس قرآنی آیت کی روشنی میں کل انسانیت کے لیے تمام زمینی وسائل ہیں۔ اس طرح اسلام کے اقتصادی نظام کا بنیادی اصول ''حقِ معیشت میں مساوات'' کا ہے، یعنی قدرتی اور قومی وسائل میں تمام لوگوں کو مساوی طور پر استعمال کا حق حاصل ہے۔ (188)

سرمایہ داری نظام کے فکر و فلسفے کا تجزیہ

فلسفۂ معیشت کے حوالے سے بھی درست تجزیہ ہمارے سامنے رہنا چاہیے۔ آج سرمایہ داری نظام کا بڑا شور وغوغا ہے۔ آپ دیکھئے کہ ان کے فلسفۂ حیات کی بنیاد انسان نہیں ہے۔ ان کے فلسفۂ حیات کی بنیاد دولت اور سرمایہ ہے۔ ان کے نزدیک انسانیت کا وجود ایک مادی شئے کے طور پر ہے۔ اُن کے پیشِ نظر اس کے محض جسمانی اور حیوانی تقاضے ہیں۔ انھوں نے انسان کے جسمانی اور حیوانی تقاضوں کی تکمیل کے لیے مادی نقطۂ نظر سے چیزوں کے استعمالات پر بحث کی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ سرمایہ داری نظام نے سرمایہ (Capital) کو اصل قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سرمایہ (Capital) ہی اصل ہے، جب کہ انسان اُس کیپٹل کے لیے ہے۔ جب بھی کیپٹل استعمال میں آئے گا تو اس کی واپسی (return) چاہیے ہوگی۔ اس سے سرمایہ کو کوئی غرض نہیں کہ انسانیت خواہ تباہ و برباد ہو یا ذلت اور رُسوائی میں مبتلا ہو۔ اس لیے سود وغیرہ کی مضرت کی بحث ان کے ہاں کچھ نہیں۔ جہاں سے بھی کیپٹل کا return

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہو، اس کو نگل لو کا اصول ہے۔ گویا کہ اصل سرمایہ ہے، انسان نہیں۔

یورپ نے اسی لیے مذہب کو بھی چھوڑا۔ یہودیت اور عیسائیت جیسے مذہبوں کو چھوڑ کر ''اَخلاقِ فاضلہ'' کے دائرے سے اپنے آپ کو آزاد کر دیا۔ تجرباتی علوم ضرور انھوں نے لیے، لیکن تجرباتی علوم کا صنعت و حرفت میں استعمال بھی سرمائے اور دولت کے ارتکاز اور پھیلاؤ اور منڈیوں پر قبضہ کرنے کے لیے کیا۔ حال آں کہ اصولاً ٹیکنالوجی کا استعمال تو اس لیے کیا جاتا ہے کہ انسان کے لیے سہولت پیدا ہو، مگر انسان کے بجائے سہولت کس کو پیدا ہوئی؟ سرمائے کو، یا سرمائے کے مالک سرمایہ دار کو۔ گویا ''اَخلاقِ فاضلہ'' بھی اُن کے پیشِ نظر نہیں رہے کہ اَخلاق کا معاشیات سے ربط ختم ہو کر رہ گیا۔ اسی طرح انھوں نے ''رأیِ کلی'' کو بھی پسِ پشت ڈال دیا۔ اس طرح انھوں نے اجتماعی مفادِ عامہ کو بھی پیش نظر نہیں رکھا۔ اسی لیے انفرادی طور پر سرمایہ دار اور ایک مخصوص طبقہ امیر سے امیر تر بننے کے چکر میں اُن علومِ تجربیہ کا ذاتی اور گروہی استعمال کرتا رہا ہے۔

ایک اَور حقیقت بھی ہمیں سامنے رکھنی چاہیے کہ قدیم زمانے سے تجرباتی علوم اور سائنس جب بھی کوئی نئی چیز اور ٹیکنالوجی دریافت کرتی ہے تو اس کا مقصد انسانوں کے لیے کسی نہ کسی سہولت کو پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے وہ انسانیت کی مشترکہ میراث ہوتی ہے اور اجتماعیت کے مفاد کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ لیکن اگر اسی ٹیکنالوجی سے انسانیت کو فائدہ پہنچانے کے بجائے مخصوص سرمایہ دار طبقے کو فائدہ پہنچایا جائے تو یہ اس ٹیکنالوجی کا غلط استعمال ہے۔ اس لیے کہ ٹیکنالوجی بہ ذاتِ خود بُری نہیں ہوتی، بلکہ اُس کا استعمال بُرا ہوتا ہے۔ ہمارا مذہبی طبقہ بسا اوقات سرمایہ داری اور جدید مادیت کے خلاف بات کرتا ہے تو سائنس و ٹیکنالوجی کا بھی سِرے سے انکار کر دیتا ہے۔ حال آں کہ ٹیکنالوجی تو انسانی فائدے کے لیے ہوتی ہے مگر اس کے استعمال کے دو طریقے ہیں کہ مخصوص طبقے کے مفاد کے لیے ہو یا پوری سوسائٹی کے لیے۔ گویا اس کے استعمالات سے بحث ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عاملینِ پیدائش کی بحث

سرمایہ داری نظام سرمائے کو دیوتا بنا کر انسانیت کو اس کے اردگرد گھماتا ہے۔ اس کا اظہار دولت کی پیدائش، تقسیم، تبادلہ اور صَرف کے چاروں شعبوں میں ہوتا ہے۔ چناں چہ سرمایہ داری نظام میں عاملینِ پیدائشِ دولت کے حوالے سے سرمایہ کو بالادستی حاصل ہے۔ عام طور پر چار عاملینِ پیدائشِ دولت (Factors of production of wealth) بیان کیے جاتے ہیں:

1۔ سرمایہ (Capital) 2۔ محنت (Labour)

3۔ زمین (Land) 4۔ تنظیم (Organization)

بہ ظاہر کہنے کو تو یہ چار عاملین کہے جاتے ہیں، لیکن اگر سرمایہ دارانہ نقطہ نظر سے ان کا جائزہ لیا جائے تو عملاً کیپٹل کے مالک سرمایہ دار کو بالادستی حاصل ہے۔ عام طور پر ''زمین'' (Land) اکنامکس کی اصطلاح کے مطابق الگ عامل ہے، مگر اس کو الگ بنانے کا کوئی علمی اور منطقی اصول موجود نہیں۔ وہ بھی دراصل کیپٹل سے متعلق اثاثے میں شمار ہوتی ہے۔ اسی طرح آرگنائزیشن کا بھی یہی حال ہے۔ اس طرح سرمایہ دار زمین اور تنظیم کے ذریعے سے انسانی محنت (Labour) کا استحصال کرتا ہے۔ اس طرح حقیقت میں عاملینِ پیدائشِ دولت کے حوالے سے دو ہی کردار بنتے ہیں: (۱) سرمایہ اور (۲) محنت۔

سرمایہ دارانہ نقطہ نظر سے محنت (Labour) کے بارے میں ایک قانون معاشیات کی کتابوں میں یہ پڑھایا جاتا ہے کہ لیبر کے پاس بھاؤ تاؤ (bargaining) کی قوت (power) نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ اگر ایک مزدور کو ایک دن مزدوری نہیں ملی تو اس کی محنت کا وہ دن ضائع ہوگیا۔ اس لیے وہ مجبور ہو کر مثلاً 200 روپے کی مزدوری کے بجائے 100 روپے کی مزدوری کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اُسے مجبور کر دیا جاتا ہے کہ اگر یہ 100 بھی مزدوری میں نہ لیے تو اس دن کی محنت بیچنے کے لیے اس کے پاس محفوظ نہیں ہے۔ جب کہ سرمایہ دار کے پاس سرمایہ برقرار رہتا ہے۔ اگر کسی دن اُس میں کام نہیں بھی ہوتا تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہرحال سرمایہ محفوظ رہتا ہے۔ اس طرح بارگیننگ پاور نہ ہونے کی وجہ سے محنت کو دوسرے، تیسرے، بلکہ چوتھے درجے میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس پر سخت تنقید کرتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ

> ''ایک مفلس اور نادار اپنی معاشی پریشانیوں کی وَجہ سے ایسی ذمہ داریوں کا بوجھ اُٹھا لینے پر مجبور ہوجاتا ہے، جن کو پورا کرنے کی اپنے میں طاقت نہیں پاتا (یا ایسی کم اُجرت پر کام کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے، جسے وہ اپنی ضروریات کے لیے ناکافی سمجھتا ہے۔) اس کی ایسی رضامندی حقیقت میں رضامندی نہیں ہے۔ یہ بات پسندیدہ معاہدات میں سے نہیں ہے اور نہ ہی یہ معیشت کے اصول کے صحیح اسباب میں ہے۔ یہ اصولِ تمدن کے مطابق سِرے سے باطل اور حرام معاملہ ہے''۔ (189)

شاہ صاحبؒ نے کہا کہ اس قسم کا ہر عقد جو کسی بھی مزدور کے ساتھ کیا جائے، یہ دراصل اس معاہدۂ اُجرت کے سراسر خلاف ہے۔ وہ باطل اور سُحت یعنی حرام ہے۔ بہ ظاہر اس کے جواز کے لیے کہا جاتا ہے کہ مزدور خود کم مزدوری پر کام کرنے کے لیے مان گیا اور کم تنخواہ پر کام کرنے کے لیے تیار ہے۔ مگر یہ ماننا تو اضطراری طور پر مجبوری سے ہوتا ہے۔ جب کسی معاملے میں جبر یا اضطرار کی کیفیت پیدا ہوجائے تو یہ معاہدہ باطل اور حرام ہے۔

پیدائش اور تقسیمِ دولت میں استحصالی نوعیت

اس طرح آپ دیکھئے کہ عاملینِ پیدائشِ دولت کی بحث میں ''زمین'' بھی سرمایہ دار کا اثاثہ، ''سرمایہ'' بھی اُسی کا اور ''تنظیم'' بھی اُسی کی۔ باقی رہی مزدور کی ''محنت'' تو اس میں بارگیننگ کی پاور نہ ہونے کی وَجہ سے اس کے حصے میں انتہائی قلیل مزدوری آئی۔ چناں چہ پیدا شدہ دولت کا 3/4 حصہ، بلکہ اس سے بھی زائد سرمایہ دار کی جیب میں چلا گیا۔ اس طرح سرمائے سے خریدے گئے میٹریل اور اس میں مزدور کی محنت سے جو ''قدرِ زائد'' پیدا ہوئی، اسے نفع (profit) کے نام پر سرمایہ دار نے ہڑپ کرلیا۔ اس طرح سب کا سب سرمایہ دار کے قبضے میں چلا گیا، مزدور کے پاس کچھ نہیں آیا اور اگر آیا بھی تو بہت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

معمولی سا حصہ۔ اس طرح عاملین پیدائش دولت کی جو بحث عام طور پر معاشیات کی کتابوں میں پڑھائی جاتی ہے، اس کا تمام تر فائدہ سرمایہ دار کے لیے ہوتا ہے۔ اسی کے نتیجے میں سرمائے کی بالادستی کی اساس پر دولت کی تقسیم کی بھی نوعیت ہوتی ہے، اس لیے کہ جو عاملین پیدائش دولت ہیں، تقسیم دولت بھی انھیں عاملین پر ہوتی ہے۔ اس طرح پیدائش دولت اور تقسیم دولت دونوں ہی ظالمانہ تفاوت پر مبنی ہوتے ہیں۔

تبادلۂ دولت میں استحصالی نوعیت

جب تبادلہ دولت کا معاملہ آتا ہے تو وہی پروڈکٹ (product) جو مثلاً 10 روپے میں تیار ہوئی ہے، اسے تیار کرنے والے سے لے کر عام صارف تک پہنچنے تک درمیان کے تاجروں اور ڈسٹری بیوٹرز کے ذریعے سے اُس کی قیمت میں اتنا اضافہ ہوجاتا ہے کہ پیدا کرنے والے کو اتنا فائدہ نہیں ہوتا، جتنا درمیان کا مڈل مین (middle man) اور کمپنیاں فائدہ اٹھاتی ہیں۔ اس طرح سرمایہ داری نظام میں نیشنل اور ملٹی نیشنل کمپنیاں دونوں طرف کے لوگوں کا استحصال کرتی ہیں۔ اس طرح تبادلۂ دولت کا جو حقیقی عمل اور ضابطہ ہے، وہ بھی ختم ہوجاتا ہے۔ اسلام میں تمام بیوعاتِ فاسدہ اسی لیے حرام ہیں کہ یا تو وہ ''مُفضی الیٰ المنازعہ'' یعنی دونوں فریقوں میں جھگڑا پیدا کرنے کا سبب بنتی ہیں اور یا دونوں ''عاقدین'' یعنی بائع اور مشتری کے درمیان معاملے میں کسی ایک فریق کو بالادستی حاصل ہوتی ہے کہ وہ من مانی قیمت پر چیز بیچتا یا خریدتا ہے۔ آج مثلاً کاشت کار کو بیج، کھاد اور باقی تمام چیزیں غلہ منڈی میں بیٹھا ہوا کمیشن ایجنٹ (commission agent) اپنی قیمت پر بیچتا ہے۔ جب اُس کی فصل غلہ منڈی میں آتی ہے تو اس کی قیمت مقرر کرنے کا اختیار بھی کاشت کار کو نہیں ہوتا، بلکہ وہی ایجنٹ اسے بھی اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ وہ اسے کم سے کم دام پر اس کی ادائیگی کرتا ہے۔ سرمایہ داری نظام کی یہی خرابی ہے کہ جب وہ خود بیچتا ہے تو اس میں ڈنڈی مارتا ہے اور دوسرے سے خریدتا ہے تو اس سے پورا پورا تو کیا، اس سے زیادہ لینے کی تگ ودو کرتا ہے۔ یہی تو ''تطفیف'' (ناپ تول میں کمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیادتی) ہے۔ اس کے بارے میں قرآن حکیم کہتا ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝ (190)

(بربادی ہے کمی کرنے والوں کے لیے۔ وہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ماپ کر دیتے ہیں یا تول کر دیتے ہیں تو کمی کرتے ہیں۔)

صرفِ دولت میں اختیار کی جانے والی خرابیاں

پھر جب بے تحاشا دولت سرمایہ دار کے پاس آتی ہے تو وہ اُسے بے محابا اِسراف یعنی ملکی اور قومی دولت کا بے جا اور فضول خرچ کرتا ہے۔ جہاں ضرورت نہیں ہے، وہاں بھی خرچ کرتا ہے۔ ظاہر ہے ساری دولت کھا تو نہیں سکتا مگر لالچ کی وَجہ سے پیٹ پھر بھی نہیں بھرتا۔ دوسری طرف محنت کش آدمی (laboures) نانِ جویں کا محتاج اور اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے سے بے چارہ قاصر ہے۔ اس کے پاس اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بھی پیسے نہیں ہوتے۔ یوں معاشرے میں وہ تمام خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، جو پہلے لیکچر (زیرِنظر خطبات میں سے دوسرا خطبہ ملاحظہ کیجیے) میں شاہ صاحبؒ کے خیالات کے تناظر میں بیان کی گئی تھیں کہ دونوں طبقے ہی دین سے دور ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ وہ اَخلاقِ فاضلہ کے دائرے سے نکل جاتے ہیں اور سوسائٹی کے مسائل حل کرنے سے قاصر ہوجاتے ہیں۔ الغرض! سرمایہ دارانہ فلسفہ معیشت، سرمائے (Capital) کو اصل بنا کر انسانوں کو اُس کے گرد گھماتا ہے۔

کمیونزم کی فلاسفی کا تحلیل و تجزیہ

اب آیئے کمیونزم یا سوشلزم کی طرف۔ بہ ظاہر سرمایہ داری نظام کے مقابلے پر کمیونزم نے اپنے تصورات پیش کیے اور کہا کہ سرمایہ (Capital) اصل عاملِ پیدائشِ دولت نہیں ہے، بلکہ مزدور اور لیبر کی محنت اصل ہے۔ سرمائے کو ریاست کی ملکیت قرار دے کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مزدوروں کی اجتماعی محنت کو ریاست کنٹرول کرے۔ اُسے اشتراکیت کی صورت میں ریاست کے قبضے میں ہونا چاہیے۔

مارکس چوں کہ فلسفی ہے اور وہ فلسفے کے استاد ہیگل (م 1831ء) کا شاگرد ہے۔ جس نے جدلیت کا نظریہ (Dialectic Idealism) دیا۔ ہیگل کے فلسفے کے کچھ حصے مارکس نے لے لیے۔

واضح رہے کہ یورپین اقوام مذہب کے انکار کے بعد درجِ ذیل ان چار فلسفوں سے متأثر ہوئیں، جنھوں نے یورپ کی نشاتِ ثانیہ میں کردار ادا کیا۔ وہ چار فلسفے یہ ہیں:

1۔ فیورباخ (م 1872ء) کا نظریۂ مادیت

2۔ روسو (م 1778ء) کا نظریۂ اجتماع

3۔ ڈاروَن (م 1882ء) کا نظریۂ ارتقا

4۔ ہیگل (م 1831ء) کا نظریۂ جدلیت

(ان کی تفصیلات بیان کرنے کا یہ موقع نہیں ہے۔ اپنی بعض تحریرات میں ہم نے ان کی کچھ تفصیلات بیان کی ہیں۔ (191))

یورپین اقوام کے فلسفیوں پر ان چاروں فلسفوں کے اثرات ہیں، جس کے ملغوبے سے سرمایہ داری نے جنم لیا اور اسی کی اگلی شکل کمیونزم کی صورت میں سامنے آئی۔

ہیگل کا نظریۂ جدلیت

ہیگل (Hegel) (1770ء - 1831ء) نے کہا: ''تمام معاشرتی اور فطری اعمال تغیر پذیر ہیں۔ یہ تبدیلی کسی بیرونی قوت کا نتیجہ نہیں، بلکہ ہر شئے کے اندرونی تضاد کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یہ تضاد تبدیلی کا محرک ہے۔'' چناں چہ انسان سمیت تمام اشیا میں جدل کا عمل جاری ہے۔ اس طرح اُس نے جدلیاتی (Dialectical) نظریات پیش کیے۔

انسان میں جدل ہے۔ اُس کی فطرت میں لڑائی ہے۔ اس نے یہ ایک تصور (concept) دیا۔ تاریخ پر بھی اُسے منطبق (fit) کیا۔ مادیت پر بھی، فزکس، کیمسٹری وغیرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر بھی کہ کائنات میں جدل جاری ہے۔ اس نے کہا کہ ایک Thesis ہوتا ہے۔ یعنی آپ نے دعویٰ اور فکر پیش کیا۔ کچھ عرصہ وہ Thesis چلتا ہے۔ پھر اُس کے ردِ عمل سے ایک Antithesis پیدا ہوتا ہے۔ اب اس Thesis اور Antithesis میں جدل ہوتا ہے۔ اور اس جدل کے نتیجے میں کچھ عرصے بعد امتزاج یعنی Synthesis وجود میں آتا ہے۔ پھر یہ Synthesis کچھ عرصے کے بعد خود Thesis بن جاتا ہے۔ پھر اس کا ایک ردِ عمل پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر اس مخالف اور Thesis کے درمیان لڑائی ہوتی ہے۔ تو اُس کا کہنا ہے کہ شروع سے انسانیت میں جو مادی ارتقا کا نظریہ چلا آ رہا ہے، وہ Thesis اور Antithesis کے جدل کا کھیل ہے۔ جب بھی Thesis اور Antithesis میں ٹکراؤ ہوتا ہے تو Synthesis اس کی اشتراکی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی اس جدل کے نتیجے میں ایک مشترک چیز وجود میں آتی ہے۔ یہی اشتراکیت ہے۔

اب ہیگل کے فلسفے پر جب یہ سوالات ہوئے کہ آخر اس کائنات میں یہ جدل کیوں جاری ہے؟ فکر میں بھی، تاریخ میں بھی، سیاست میں بھی، معیشت میں بھی، افکار و خیالات میں بھی اور باقی تمام مادی چیزوں میں بھی۔ تو ہیگل نے جواب دیا تھا کہ اس کائنات کی ایک ''روح الکل'' ہے اور وہ بے چین ہے۔ اُس کو اپنے ارتقا کے لیے اس جدل کی ضرورت ہے یعنی یہ ایک عالم گیر روح کے تابع کام ہو رہا ہے۔ ایک مرحلے پر جب کائنات مکمل ہو جائے گی، تو یہ جدل بھی ختم ہو جائے گا۔ یعنی اُس کے نزدیک تو یہ جدل اُس ایٹمی ری ایکٹر کے گنبد کے اندر تھا، جس کو اُس نے روح کہا، گویا اُس نے کسی درجے میں روحانیت کی بات کی۔

مارکس نے آ کر کہا کہ ہیگل نے یہ جو روح الکل کی بات کی ہے، یہ عینیت پسند فلسفیوں کی بات ہے۔ یہ تو تخیلاتی بات ہے جب کہ روح وغیرہ کچھ نہیں ہوتی۔ محض مادی جنم ہوتا ہے۔ اس طرح مارکس نے اپنے استاد کی پوری بات نہیں مانی۔ بلکہ اس کے بجائے فیورباخ کے نظریۂ مادیت کو قبول کر لیا۔ اُس نے ڈارون کے نظریۂ ارتقا کو لیا، روسو کے نظریۂ اجتماع کو لیا اور ہیگل کے نظریۂ جدلیت کو لے کر فلسفہ اشتراکیت تشکیل دیا۔ گویا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ معاشی سیاسی افکار وخیالات کو مادی جدلیت (Dialectical Materialism) کی بنیاد پر آگے بڑھایا۔

اس اساس پر اُس نے کہا کہ جب صنعتی دور آیا اور سرمایہ داری نظام ایڈم سمتھ کے نظریات کے تحت بنا، تو یہ ایک Thesis تھا کہ سرمایہ دار کے پاس دولت کا ارتکاز ہونا شروع ہوگیا۔ اس کے مقابلے پر مزدوروں کی طاقتیں اُبھریں۔ یہاں واضح رہے کہ 1835ء میں پہلا کمیون امریکا میں بنا اور اس کے لیے ''کمیون'' کا لفظ استعمال کیا گیا۔ جرمنی کے کچھ گاؤں اور دیہاتوں میں بھی اسی اساس پر کمیونز کی شکل میں سرمایہ داری کا ردِ عمل پیدا ہوا۔ مارکس نے تو کمیونزم (Communism) کا لفظ بعد میں استعمال کیا یعنی اشتراکی اور اجتماعی نظام ۔اُس نے کہا کہ اب یہ مزدور اور سرمایہ دار کے درمیان جو جدل ہوگا تو اس جدل کے نتیجے میں Synthesis یعنی اشترکیت وجود میں آئے گی۔

شاہ صاحبؒ کی نظر میں وحدتِ انسانیت

اب آیئے! شاہ صاحبؒ کے فلسفہ معاشیات پرغور کیجیے کہ انہوں نے جب یہ بات کہی کہ ''الـرّأی الـکُـلّـی''، یعنی کل انسانیت کے مفاد کے تناظر میں بات ہونی چاہیے، معاشیات کی تاریخ میں بھی، دولت کی پیدائش، تقسیم، تبادلے اور صَرف میں بھی انسانی مفادِ عامہ کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ قرآن وسنت سے یہ بات واضح ہے کہ کل انسانیت مکرم اور معظم ہے۔ چناں چہ ارشادِ ربانی ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ (192)

(اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی ہے، اور خشکی اور دریا میں اُسے سوار کیا، اور ہم نے انھیں ستھری چیزوں سے رزق دیا، اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انھیں فضیلت عطا کی۔)

شاہ صاحبؒ کا فلسفہ یہ ہے کہ انسانیت اپنی نوع کے اعتبار سے ایک ہے۔ انھوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے وحدتِ انسانیت کا تصور (concept) دیا کہ تمام انسان اپنے نوعی تقاضوں اور جسمانی تقاضوں کے اعتبار سے برابر ہیں۔ مثلاً بھوک ہر ایک کو لگتی ہے۔ پیاس ہر ایک کو لگتی ہے۔ سردی گرمی سے بچاؤ ہر ایک کی ضرورت ہے، چاہے وہ کوئی انجینئر ہو، ڈاکٹر ہو، مزدور ہو، کسان ہو، پڑھا لکھا ہو، جاہل ہو۔ یعنی معاشی احتیاجات کی تسکین کی ضرورت ہر انسان کو ہے۔ اس طرح نوعی تقاضوں اور ان احتیاجات کے حوالے سے تمام انسان ایک وحدت میں پروئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے انسانی مفاد کے لیے بنائے جانے والے تمام نظاموں میں انسانیت کو اصل قرار دیا ہے۔ پھر انسانوں کی اس وحدت سے اوپر کائنات بھی ایک وحدت لیے ہوئے ہے۔

شاہ صاحبؒ نے اپنے فلسفے میں کائنات میں وحدت پر بہت زور دیا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے کہا کہ یہ کائنات مختلف اور متنوع ہونے کے باوجود ایک ''شخص'' ہے، جیسے یہ انسان شخصِ اصغر یا شخصِ صغیر ہے، ایسے ہی یہ پوری کائنات ایک ''شخصِ اکبر'' ہے۔ جیسے اس جسمِ انسانی میں ایک روح ''روحِ جزئی'' اور طبیعتِ انسانی پر مبنی ایک جسمِ انسانی ہے، ایسے ہی اس پورے شخص اکبر کی بھی ایک ''روحُ الکل'' اور ایک اس کا جسم الکل یا ''طبیعتُ الکل'' ہے۔ اس طرح وحدتِ کائنات ہے، یعنی اس میں تمام تر تنوعات کے باوجود ایک درجے کی وحدت ہے۔ کم از کم ''وحدت الوجود'' یعنی وجود کی وحدت ہے کہ تمام اشیا عرش سے لے کر فرش تک اپنا ایک وجود رکھتی ہیں۔ زمان و مکان وغیرہ آٹھ دس وہ اُمور جنھیں فلاسفہ نے ''اُمورِ عامہ'' کے طور پر متعین کیا ہے، اُن میں کائنات کی تمام اشیا ایک وحدت رکھتی ہیں۔ اس عالم گیر وحدت کے ذیل میں ایک وحدت نوعِ انسانی کی بھی ہے۔ کائنات کی وحدت کا نظام تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات کے پاس ہے اور اس کا تکوینی نظام ہے۔ اُس کے لیے تو تقدیرات وضع کردی گئیں۔ اس نوعِ انسانی کی وحدت کے لیے تشریعی نظام کو عملی طور پر قائم کرنے کی ذمہ داری اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم پر عائد کی ہے۔ اس طرح ہمارا مطمحِ نظر انسانوں کے لیے سیاسی، معاشی اور سماجی نظام بنانا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدائشِ دولت میں شرکت کی اہمیت

نوعِ انسانیت کی ترقی کے لیے اللہ تعالیٰ نے شریعت مقرر کی ہے۔ اس کا ایک اہم ترین شعبہ معیشت ہے۔ معاشیات کی تعریف اور اُس کے فلسفے کے بعد اس کے بنیادی امور بھی متعین ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے اس حقیقت کی نشان دہی بھی کی ہے کہ ہر انسان کو جو سوسائٹی میں موجود ہے، اُسے پیدائش دولت کے عمل میں شرکت کرنی ہے۔ لوگ معاشرے پر بوجھ نہیں ہونے چاہئیں۔ انھیں مفت خور نہیں ہونا چاہیے۔ تمام لوگ کام کریں گے۔ اگر وہ کوئی کام کیے بغیر کوئی چیز لینا چاہتے ہیں تو شاہ صاحبؒ کے الفاظ میں

"یصیرون کَلًّا علیٰ المدینۃ" [193] (وہ سوسائٹی پر بوجھ بن جاتے ہیں)۔

اس لیے پیدائشِ دولت کے عمل میں ہر انسان کو شریک ہونا ضروری ہے۔

شاہ صاحبؒ نے اس حوالے سے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:

"من فقه الرّجل أن ینظر إلٰی حاجاته فلیختر کسباً یکفی لها"۔ [194]

(انسان کی دانش اور شعور کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی حاجات کا تعین کرے اور وہ ایسا پیشہ اختیار کرے، جو اُس کی تمام ضروریات کو کفایت کرنے والا ہو۔)

مثلاً اسے اپنا گھر چلانے، اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کتنے اور کس قدر وسائل کی ضرورت ہے۔ اُن وسائل کے مطابق اُسے کیا پیشہ اختیار کرنا ہے۔ شاہ صاحب نے پیشوں کے لیے "اصول المکاسب" (بنیادی پیشے) متعین کیے ہیں۔ اُن کے نزدیک تمام پیشوں کے بنیادی اساسی اصول تین ہی ہیں: (۱) زراعت، (۲) صنعت اور (۳) تجارت۔ اس سے پھوٹنے والے اس کے ذیلی شعبے ہیں۔ پھر ان تینوں شعبوں کو منظّم کرنے والا وہ ریاستی نظام، یا انتظامیہ جو داخلی سلامتی کے ادارے اور باہر کے حملہ آوروں سے بچانے کے لیے عسکری یا فوجی قوت کی صورت میں یا انتظامی نظم و نسق چلانے والوں کی صورت میں ہوتی ہے۔ شاہ صاحبؒ نے کہا کہ اس تناظر میں سوسائٹی میں دولت کی پیدائش کا عمل ہموار طریقے سے آگے بڑھنا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انسان مدنی الطبع ہے

شاہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ تمام انسان مدنی الطبع ہیں۔ اجتماعیت کی سوچ رکھتے ہیں۔ اس لیے لازماً تمام لوگوں میں، اللہ نے تعاونِ باہمی کو واجب اور لازمی قرار دیا ہے۔ معاشی شعبوں میں تعاونِ باہمی ہے تو وہ درست ہیں۔ اگر تعاونِ باہمی نہیں ہے، اختلاف و انتشار ہے، ہر آدمی دوسرے کو کہنی مار کر پیچھے گرانا چاہتا ہے اور خود آگے بڑھنا چاہتا ہے تو یہ بنیادی طور پر دولت کی پیدائش، تقسیم، تبادلے اور صَرف کے تمام اصولوں کے تناظر میں غلط ہے۔

پیدائش دولت کے عمل میں بھی سوائے مجنون و پاگل کے تمام لوگ شریک ہوں گے۔ اس حوالے سے حضور اکرمؐ کی ایک حدیث بھی ہے کہ کسی کو کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہیے۔ ایک اَور روایت میں ہے کہ ایک آدمی نبی اکرمؐ کے سامنے سے گزرا۔ رسول اللہؐ کے صحابہؓ نے اُس کی محنت کشی کی طاقت وقوت اور جسمانی نشاط کو دیکھا تو انھوں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کاش یہ نوجوان اللہ کے راستے میں ہوتا۔ تو رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:

”إن كـان خرج يسعٰى علٰى ولدہٖ صغاراً فهو في سبيل اللّٰه، و إن كـان خـرج يسـعٰى عـلٰى أبوين شيخين كبيرين فهو في سبيل اللّٰـه، فإن كان خرج يسعٰى علٰى نفسهٖ يعفّها فهو في سبيل اللّٰه، و إن كان خرج رياءً و مفاخرةً فهو في سبيل الشّيطان.“ (195)

(اگر یہ اپنے چھوٹے بچوں کی پرورش کے لیے محنت و مشقت کرنے کے لیے نکلا ہے تو یہ اللہ کے راستے میں ہے۔ اگر یہ اپنے دو بوڑھے والدین کے لیے کمانے نکلا ہے تو یہ اللہ کے راستے میں ہے۔ اور اگر یہ اپنی عفتِ نفس کے لیے کمانے نکلا ہے تو اللہ کے راستے میں ہے۔ اور اگر لوگوں کو دکھانے اور مال پر فخر کرنے کے لیے نکلا ہے تو پھر شیطان کے راستے میں ہے۔)

اسی طرح ایک موقع پر کچھ لوگ حضورؐ کے پاس آئے اور انھوں نے ایک آدمی کی نیکی کا تذکرہ کیا۔ انھوں نے بتلایا کہ:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

”یا رسول اللّٰہ! خرج معنا حاجّاً، فإذا نزلنا منزلاً لم یزل یصلّی، حتّٰی نرحل. فإذا ارتحلنا لم یزل یذکر اللّٰہ عزّ و جلّ حتّٰی ننزل، فقال ﷺ: فمن کان یکفیه علف ناقتهٖ و صنع طعامهٖ؟ قالوا: کُلّنا یا رسول اللّٰہ! قال: ”کُلُّکم خیر منهٗ.“ (196)

(اے اللہ کے رسول! وہ آدمی ہمارے ساتھ حج کرنے کے لیے نکلا۔ پس جب ہم کسی جگہ پڑاؤ کے لیے اُترتے تو وہ نماز میں مشغول ہوجاتا، یہاں تک کہ ہم وہاں سے کوچ کرتے۔ جب ہم سواریوں پر سوار ہوتے تو وہ اللہ عز و جل کے ذکر میں مشغول رہتا، یہاں تک کہ ہم کسی جگہ پڑاؤ کرتے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ: ”اس کی اونٹنی کو چارہ کون ڈالتا تھا اور اُس کا کھانا کون تیار کرتا تھا؟ تو انھوں نے کہا کہ یارسول اللہ! ہم سب یہ کام کرتے تھے۔ تو آپؐ نے فرمایا: ”تم سب اُس سے بہتر ہو۔“)

پھر شاہ صاحبؒ نے کہا کہ پیدائش دولت کے عمل میں جب بھی کوئی عمل شروع کیا جائے تو ہر پیشے میں کام کرنے والے کو اپنے اندر یہ مہارت اور صلاحیت پیدا کرنی ہے کہ سب سے پہلے اُس پیشے کے جو بنیادی ارکان ہیں یا بنیادی ڈھانچہ ہے، اُسے پورا کرے جب کہ اس کی تزئین و آرائش پر پیسہ بعد میں خرچ کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے پیشے کی بنیاد پر پیدائش کا عمل، سوسائٹی کی ترقی کے لیے ہونا چاہیے، محض ذاتی مفاد سے نہیں۔ (197)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”التّاجر الصّدوق الأمین مع النّبیّین و الصّدّیقین و الشهداء.“ (198)

(سچا امانت دار تاجر قیامت کے روز انبیاؑ اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔)

اس لیے کہ تجارت کا مقصد پیسہ بٹورنا نہیں ہوتا۔ تجارت کا مقصد انسانی احتیاجات کی تسکین کے لیے انسانوں کو اُن کے مقام پر اشیا مہیا کرنا اور اُن کی خدمت سرانجام دینا ہوتا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

پیدائشِ دولت کی حقیقت

پیدائش دولت کیا ہوتی ہے؟ یہ درحقیقت کسی چیز میں ''افادیت'' (Utility) پیدا کرنا ہے۔ معاشیات میں یہ افادیت کئی طرح سے بیان کی جاتی ہے:

1۔ پہلا: افادۂ شکل (Utility of Form): آپ نے پیدا شدہ قدرتی مادے کے اندر ایک نئی شکل پیدا کردی۔ مثلاً درخت کی لکڑی جنگل سے کاٹ کر لائے اور اس کا فرنیچر بنا دیا تو لکڑی کو نئی شکل وصورت دے دی۔ ایک ضرورت کو پورا کرنے کے لیے آپ نے ایک عملِ تخلیق کیا۔ اسی کو پیدائشِ دولت کا عمل کہتے ہیں۔

2۔ دوسرا: افادۂ مقام (Utility of Place) ہے۔ کسی چیز کو ایک جگہ سے اٹھا کر آپ کسی دوسرے شہر لے گئے، تاکہ اس چیز تک انسانوں کی رسائی ہوجائے۔ اسے تجارت کے حوالے سے ایک مفید سرگرمی کہا جاتا ہے۔

3۔ تیسرا: افادۂ حفاظت (Utility of Possession) ہے۔ ایک شئے کو خاص وقت تک آپ نے محفوظ رکھا اور آپ کی اس پر محنت صَرف ہوئی۔ اس طرح اس شئے میں افادیت پیدا ہوگئی۔ مثلاً ایک کاشت کار فصل کاشت اور اس کی حفاظت کرتا ہے، اس کا مادے کی نشو ونما میں ذاتی طور پر کوئی کردار نہیں ہوتا۔ اس طرح ابتدائی طور پر یہ افادہ شعبۂ زراعت کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ ثانوی طور پر مصنوعات اور تجارتی اشیا کے تحفظ کے لیے ہونے والی محنت سے پیدا ہونے والا افادہ ہے، جسے افادہ وقت (Utility of Time) بھی کہا جاتا ہے۔

پیدائش دولت کا یہ عمل اور اپنی محنت کے ذریعے سے چیزوں میں یہ افادیت پیدا کرنا خود اپنی ضروریات پوری کرنے اور دیگر انسانوں کی ضروریات کی تکمیل کی نیت سے ہونا چاہیے۔ یوں پورے سماج کے لیے افادیت پیدا ہوتی ہے۔ کسی شئے میں حقیقی افادیت پیدا کرنے کی صورت میں ہی اس کا ایک معقول معاوضہ یا منافع آپ لینے کے حق دار ہوتے ہیں۔ اس کا پورا طریقۂ کار شاہ صاحبؒ نے وضع کیا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تبادلۂ دولت کا اصول

اسی طریقے سے خرید وفروخت پر مبنی جتنی بھی احادیث ہیں، شاہ صاحبؒ نے ان کا ایک خلاصہ بیان کیا۔ اور بتلایا کہ یہ تبادلہ دولت کا عمل اعلیٰ انسانی اصولوں پر، تعاونِ باہمی کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔ لہذا ہر وہ بیع باطل اور فاسد ہے، جو کسی بھی ایک فریق کو نقصان پہنچائے۔ ہم حدیث اور فقہ کی کتابوں میں ''کتاب البیوع'' میں پڑھتے ہیں کہ تبادلہ اشیا میں چار چیزیں ہوتی ہیں:

(۱) بائع (بیچنے والا)

(۲) مشتری (خریدنے والا)

(۳) ثمن (دونوں کے درمیان طے شدہ رقم)

(۴) مبیع (فروخت کی گئی شئے)

عقدِ بیع کرتے ہوئے بائع اور مشتری کی حیثیت اور ثمن اور مبیع کی نوعیت برابر ہونی چاہیے۔ اگر برابر نہیں ہے، کسی ایک کا مفاد زیادہ ہے یا کسی ایک کے مفاد پر مبنی کوئی بھی شرط لگا دی جائے تو بیع باطل اور فاسد ہو جاتی ہے۔ اسی طریقے سے ثمن (قیمت) اور مبیع (فروخت شدہ چیز) بھی دونوں ہم مثل ہوں اور ان میں مماثلت ہونی چاہیے۔ اگر اُونچ نیچ ہوگی اور کمی زیادتی ہوگی تو وہ بھی بیع فاسد ہوگی۔ گویا عقد باطل ہو جاتا ہے۔ دونوں متبادل اشیا کے کم یا زیادہ ہونے سے، یا بائع اور مشتری میں سے کسی ایک کے ظلم کے نتیجے میں۔

تقسیمِ دولت کی حکمتِ عملی

تقسیمِ دولت کا قانون بھی دینِ اسلام میں انسانی اجتماعی مفاد کو سامنے رکھ کر مقرر کیا گیا ہے۔ یہی وہ قانون اور ضابطہ ہے، جسے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جاری کیا۔ انھوں نے اپنے عہدِ خلافت میں بیت المال سے مال کی تقسیم کے وقت تمام لوگوں کو برابر اور مساوی طور پر اموال دیے۔ ان اموال کی تقسیم کے اعداد وشمار یہ ہیں کہ ایک بار 7.1/3 درہم اور دوسری بار 20 درہم سب کو ملے۔ چناں چہ ''کتاب الخراج'' میں قاضی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابو یوسفؒ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت کے بارے میں لکھا ہے:

''حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بیت المال کے بقیہ مال کو لوگوں کے درمیان مساوی طور پر تقسیم کر دیا۔ ہر ایک چھوٹے اور بڑے، آزاد اور غلام، عورت اور مرد کو سات درہم اور ایک درہم کا تہائی حصہ مساوی طور پر ہر انسان کو دیا۔ جب دوسرا سال آیا اور پہلے سے زیادہ مال بیت المال میں آیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُسے بھی لوگوں کے درمیان اسی اصول پر تقسیم کیا۔ چناں چہ ہر انسان کو بیس درہم مساوی طور پر ملے''۔ (199)

اس پر کچھ لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ:

''اے رسول اللہؐ کے خلیفہ! آپ نے یہ مال لوگوں کے درمیان مساوی طور پر تقسیم کیا ہے، حال آں کہ کچھ لوگ ایسے ہیں، جن کی قدیم خدمات ہیں، دینی کاموں میں سبقت لے جانے والے ہیں اور فضیلت رکھنے والے ہیں۔ کاش کہ آپ ان لوگوں کو کچھ زیادہ عنایت فرماتے''۔ (200)

چناں چہ صحابہؓ میں سے ایسے صحابی بھی ہیں، جنھوں نے بدر میں خدمات سرانجام دیں۔ بدر سے لے کر اب تک اُن کی محنتیں ہیں اور کچھ وہ لوگ ہیں، جو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ کچھ لوگ ہیں، جو ابھی مسلمان ہوئے۔ آپ نے سب کو برابر کر دیا۔ قاضی ابو یوسف نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ جواب نقل کیا ہے۔ انھوں نے ارشاد فرمایا:

''یہ جو تم نے سبقت لے جانے والے قدیم اور صاحبِ مرتبہ لوگوں کا ذکر کیا ہے، یہ ایسا ہے کہ میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ یہ ایک ایسا کام ہے، جس کا ثواب اللہ جل شانہٗ پر ہے۔ یہ معاشیات کا معاملہ ہے۔ اس میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے سے مساوات بہتر ہے''۔ (201)

صاحبِ فضل و احسان کے کاموں کا اس دنیا میں اس کا کوئی معاوضہ نہیں ہے کہ غزوۂ بدر میں زیادہ خدمات سرانجام دیں۔ گویا مطالبہ کرنے والوں نے یہ مطالبہ نہیں کیا تھا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کہ مال داروں کو مزید ملنا چاہیے اور غریبوں کو کم ملنا چاہیے۔ بلکہ اُن کا مطالبہ یہ تھا کہ جنھوں نے غلبہ دین کے لیے خدمات زیادہ انجام دی ہیں، اُن کی حوصلہ افزائی کے لیے اُن کو کچھ زیادہ ملنا چاہیے۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ یہ معاشیات کا معاملہ ہے، اس میں معاشی مساوات کے قانون پر عمل ہوگا۔

حضرت عمر فاروقؓ کا دور آیا تو انھوں نے اسلام کے لیے زیادہ خدمات سرانجام دینے والوں کو ترجیح دی اور انھیں بیت المال سے زیادہ مال عطا کیا، لیکن آخری زمانے میں انھوں نے بھی معاشی مساوات کے قانون پر عمل کرنے کا عزم اور ارادہ ظاہر کیا۔ چناں چہ قاضی ابو یوسفؒ لکھتے ہیں:

> ''جب حضرت عمرؓ نے مال کی کثرت کو دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ: ''اگر میں آئندہ سال آج کے دن تک زندہ رہا تو میں ضرور پیچھے رہ جانے والے لوگوں کو پہلوں کے ساتھ شامل کردوں گا، یہاں تک کہ تمام لوگ بیت المال کی عطا حاصل کرنے میں مساوی ہوجائیں''۔ (202)

صرفِ دولت کا اصول

معاشروں میں صرف دولت اور اخراجات کے حوالے سے دو طریقے پائے جاتے ہیں:

1۔ اِسراف اور تبذیر (ضرورت سے زائد فضول خرچ کرنا)

2۔ اس کے مقابلے میں تقتیر اور بخل (مال کی محبت میں ضرورت سے کم مال خرچ کرنا)

قرآن حکیم کا حکم ان دونوں سے ہٹ کر یہ ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾

> (اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے، اور نہ تنگی کرتے ہیں، اور ان کا خرچ ان دونوں کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔) (203)

یوں قرآن حکیم نے صرفِ دولت کے حوالے سے درمیانہ درجہ متعین کیا ہے۔ اِسراف یہ ہے کہ مثلاً کوئی ضرورت دس روپے خرچ کرنے سے پوری ہوتی ہے۔ وہاں پر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بیس خرچ کردیے جائیں۔ بخل اور تقتیر یہ ہے کہ ضرورت دس روپے خرچ کرنے کی ہے اور وہاں پانچ روپے خرچ کیے جائیں۔

اس طرح قرآن حکیم اور حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں شاہ صاحبؒ نے معاشی نظام کے حوالے سے پیدائشِ دولت، تقسیمِ دولت، تبادلۂ دولت اور صرفِ دولت سے متعلق ایک جامع اور مکمل معاشی نظام واضح کیا ہے۔

فاسد معاشی نظام اور اُس کی خرابیوں کی نوعیت

یہ بھی ضروری امر ہے کہ معاشی سسٹم کا تعلق کسی ریاست اور مملکت کے نظام کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔ اس پر حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے بڑا بہترین تجزیہ کیا ہے اور اپنے زمانے میں معاشی خرابیوں کے بنیادی اسباب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اس زمانے میں ملکوں کی خرابی کے دو بنیادی اسباب ہیں:

ایک بڑا سبب یہ ہے کہ لوگوں نے قومی خزانے کو مختلف حیلوں بہانوں کے ذریعے لوٹنا شروع کردیا ہے، اور اس ذاتی مفاد پرستی پر مبنی لوٹ کھسوٹ کو ہی اپنی کمائی کا دھندہ بنالیا ہے۔ کچھ لوگ ہیں جو غازی اور مجاہد بن کر اسے لوٹ رہے ہیں۔ بعض علما ہیں جو اپنے تئیں علم کی وَجہ سے قومی خزانے کا مستحق سمجھتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو حکمران طبقات سے بخشش اور انعام و اِکرام کے طلب گار رہتے ہیں، جیسے نام نہاد صوفی، شاعر اور ادیب لوگ ہیں۔ اور باقی لوگ بھی لوٹ کھسوٹ کے مختلف حیلوں بہانوں سے قومی خزانے کو حاصل کرنے کے لیے سرگرداں رہتے ہیں۔ ان میں ذاتی مفادات اتنے غالب آچکے ہیں کہ انھوں نے اسی لوٹ کھسوٹ کو اپنی کمائی کا پیشہ بنایا ہوا ہے۔ اور وہ اسے قومی اور اجتماعی مصلحتوں سے قطع نظر بہت اچھا کام سمجھتے ہیں۔

ذاتی مفاد پرستی کا عالم یہ ہوگیا ہے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ پر حملہ آور ہوتا ہے اور پھر وہ ایک دوسرے کے لیے تنگی کا باعث بنتے ہیں۔ یہ تمام لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سوسائٹی اور ملک پر بوجھ بن چکے ہیں۔

دوسرا بڑا سبب یہ ہے کہ کاشت کاروں، تاجروں اور ہنر مندوں (professionals) یعنی پیداواری جماعتوں پر بھاری ٹیکسز عائد کردیے جاتے ہیں اوران کی وصولی کے لیے ان پرتشدد کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ صورتِ حال یہ بن جاتی ہے کہ قانون کی پاس داری کرنے والوں کے حقوق بغیرکسی شنوائی کے سلب کرلیے جاتے ہیں اوران کو تباہ وبرباد کردیا جاتا ہے اورطاقتورگروہ محاذ آرائی اورسرکشی پر اتر آتے ہیں''۔ (204)

شاہ صاحبؒ نے واضح کیا کہ بیت المال پر تمام لوگوں کا جھپٹنا، اس کے وسائل کو لوٹنا اوراس لوٹ کھسوٹ میں تمام تر افراد کا شامل ہونا معاشی عدمِ استحکام کا سبب بنتا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے لکھا کہ جوفوجی اور اُمرا ہیں، وہ اس لیے ملکی خزانہ لوٹتے ہیں کہ ہم نے ملک کی خدمت سرانجام دی ہے، ہمیں زیادہ سے زیادہ مال ملنا چاہیے۔ علما ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تعلیم دے رہے ہیں، اس لیے ہمیں زیادہ سے زیادہ بیت المال سے پیسے ملنے چاہئیں۔ شعرا اور اُدبا ہیں، وہ اس بیت المال پر جھپٹنا چاہتے ہیں۔ ان کی نظریں اس پر ہیں۔ وعظ گو ہیں تو وہ اپنے وعظ کا وظیفہ بھی خلیفہ اورحکومت سے لینا چاہتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے کہا کہ اورتو اَور وہ فقرا اور زہاد یا صوفیا جو زہد وتقویٰ کی زندگی بسر کرنے کے دعوے دار ہیں، وہ بھی چاہتے ہیں کہ اس کا معاوضہ ہمیں حکومت سے ملے۔ شاہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ جو بیت المال ہے، وہ تو قومی نظام چلانے کے لیے، ملکی نظم ونسق کی عمومی اسلامی مصلحت کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے یا یہ کہ یہ اُجاڑنے کی جگہ ہے کہ ہر آدمی اُس پر بوجھ بن جائے۔

شاہ صاحبؒ نے آخر میں یہ اہم جملہ ارشاد فرمایا ہے کہ: ''یہ سب کے سب اس سوسائٹی پر بوجھ بن چکے ہیں۔'' اور پھراس چھینا جھپٹی میں ہر ہر طبقے کا جہاں داؤ لگتا ہے تو وہ اس داؤ کے نتیجے میں آپس میں لڑپڑتے ہیں، ایک دوسرے پرفتوے لگاتے ہیں، کافر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بناتے ہیں، مال و دولت کی لڑائی جھگڑے کے سبب ایک دوسرے کی عزتیں اُچھالتے ہیں، یہاں تک کہ سب ہی لوگ حکومت کے سامنے دریوزہ گر اور بھیک مانگنے والے بن گئے۔ ایک جملہ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ ان کے نزدیک عمدہ ترین بات یہ ہے کہ کسی نہ کسی طریقے سے حکومت سے مال لوٹا جائے۔ ملک کی اصلاح اور سوسائٹی کی ترقی کا نظام قائم کرنا ان کا مقصد اور ہدف نہیں ہے۔ یہی ان کا تکسّب اور پیشہ ہے۔

طبقاتی معاشی نظام کی خرابیاں شاہ صاحبؒ کی نظر میں

شاہ صاحبؒ کے نقطۂ نظر سے اس طرح معاشرے میں طبقاتی نظام وجود میں آجاتا ہے۔ جن کا جہاں ہاتھ پڑتا ہے اور طاقت ور ہیں وہ تو حکومت کے خزانے یا قومی وسائل کی لوٹ کھسوٹ پر سب سے آگے ہیں اور اس طرح امیر سے امیر تر بنتے جا رہے ہیں۔ جس بے چارے کا ہاتھ نہیں پڑتا، وہ غریب اور غریب سے غریب تر ہوتا چلا گیا۔

اسی طرح شاہ صاحبؒ قیصر و کسریٰ کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے دور کے حکمرانوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> ”عصر حاضر کے ملوک وسلاطین اور والیانِ ریاست کی عیاشیوں کو دیکھ کر تم ان (قیصر و کسریٰ) کی عیاشیوں اور زندگی کی لذات میں حد سے بڑھنے کا اندازہ لگا سکتے ہو، سرمایہ پرستی کے یہ تمام امراض ان کے اصولِ معاشیات میں داخل ہوجاتے ہیں۔ لوٹ کھسوٹ کا یہ طریقہ ان کے رَگ و پے میں سرایت کرجاتا ہے۔ جس کی وَجہ سے پورے تمدن اور معاشرے میں موجود تمام جماعتوں (communities) میں ایک لا علاج رَوگ پیدا ہوجاتا ہے“۔ [205]

شاہ صاحبؒ نے کہا کہ کسی قوم میں اگر سبھی لوگ وسائل کو لوٹنے لگ جائیں تو اتنے وسائل کہاں سے آئیں گے؟ اس کے نتیجے میں ایک دوسری خرابی یہ ہوتی ہے کہ جو کاشت کار، صنعت کار، یا تاجر ہیں، ان کام کرنے والوں پر ظالمانہ ٹیکس لگائے جاتے ہیں۔ جب یہ ظالمانہ ٹیکس ادا نہیں کر سکتے تو وہ مجبور ہوکر دو راستے اپناتے ہیں: یا تو وہ ردِّ عمل میں تشدد

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

پسند بنتے ہیں۔ پھر حکمران طبقہ اُن کے قتل کے درپے ہوتا ہے۔ یا مجبوراً وہ ٹیکس دیتے ہیں تو اُن کی کارکردگی پر فرق پڑتا ہے اور وہ غریب سے غریب تر بنتے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح قومی ریونیو (revenue) مسلسل گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے اپنی کتابوں میں کئی مقامات پر اس کا واضح نقشہ کھینچا ہے۔ ایک جگہ شاہ صاحبؒ بتاتے ہیں:

> ”عیاشانہ زندگی بسر کرنے کے لیے ساز و سامان کا حصول ایک خطیر دولت خرچ کیے بغیر ناممکن ہوتا ہے جس کے لئے محنت کش طبقات یعنی کسانوں اور تاجروں وغیرہ پر بھاری ٹیکس لگا کر ان کی زندگی اجیرن کر دی جاتی ہے۔ اگر وہ ٹیکس دینے سے انکار کر دیں تو ان کو مارا پیٹا جاتا اور سخت سزائیں دی جاتی ہیں اور اگر سرمایہ داروں کی اطاعت بجالائیں تو ایسے بیلوں اور گدھوں کی سی ذلیل زندگی بسر کرتے ہیں۔ جن سے ان کی مرضی کے بغیر ہل چلانے، زمین کی کاشت، پیداوار اٹھانے اور کنویں سے پانی نکالنے کا کام لیا جاتا ہے۔ جن کی تھوڑی بہت پرورش یا غور و پرداخت صرف اس لیے کی جاتی ہے کہ مالکوں کی اپنے اغراض ان کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں۔“ (206)

اس معاشی بدحالی کا ایک بنیادی حل

شاہ صاحبؒ اس معاشی بدحالی کا ایک بنیادی حل تجویز کرتے ہیں اور کسی مملکت کے نظام کو درست کرنے کے لیے لازمی طور پر اس حقیقت کی نشان دہی کرتے ہیں:

> ”و إنّما تصلح المدينة بالجباية اليسيرة، و إقامة الحفظة بقدر الضّرورة، فليتنبّه أهل الزّمان لهٰذه النّكتة.“ (207)
>
> (کسی مملکت کا نظام بہتر طور پر ترقی تبھی کرتا ہے، جب لوگوں پر کم سے کم ٹیکس لگائے جائیں اور بہ قدرِ ضرورت انتظامیہ مقرر کی جائے۔ اس زمانے کے لوگوں کو یہ نکتہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔)

شاہ صاحبؒ نے پہلی بات تو یہ بتلائی کہ سوسائٹی کی ترقی اس میں ہے کہ کم سے کم

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ٹیکس اور آسان ٹیکس عائد ہوں اور سوسائٹی کی سب سے زیادہ ترقی جو اصلاً پیداوار کرنے والے لوگ ہیں، اُن کی حقیقی تجارت زراعت اور صنعت سے ہوگی۔ شاہ صاحبؒ نے دوسری بات یہ کہی کہ حکمرانی کے نظام میں انتظامی افسران اور ذمہ داران بہ قدرِ ضرورت ہوں، یعنی جتنی سوسائٹی کو ضرورت ہے۔ یہ نہ ہو کہ وزیروں و مشیروں کی فوج ظفر موج ہو۔ سول انتظامیہ اور فوج بلاوجہ کی بھرتی ہو اور داخلی سیکیورٹی فورسز کے لیے لوگ اپنے رشتے داروں اور خاندانوں سے بھرتی کر لیے جائیں۔ الغرض جس ریاست کا معاشی نظام خراب ہوتا ہے، اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ بیت المال یا قومی دولت پر مفت خورے مسلط ہو جاتے ہیں اور ٹیکسوں کا ظالمانہ نظام ہوتا ہے۔

فاسد معاشی نظام کا علاج

معاشی بدحالی کے علاج کے طور پر شاہ صاحبؒ نے آخری بات جو بیان فرمائی کہ جب کسی سوسائٹی پر ایسا مرض مسلط ہو جائے تو وہ نظام توڑے بغیر مسئلہ حل نہیں ہوتا، یعنی ''فَکُّ کُلِّ نِظَام'' (ہر فرسودہ اور ظالمانہ نظام کو توڑنا) اور اُس پر حضور ﷺ کی سنت کا تذکرہ کیا کہ قیصر و کسریٰ کے زمانے میں بھی یہی حالت تھی تو نبی اکرمؐ کے قلب میں یہ بات ڈالی گئی کہ اس طرح کی خرابیوں کو دور کرنے کے لیے ایسے سسٹم کا مادہ ہی سِرے سے ختم کر دیا جائے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (208)

(پھر اُن ظالموں کی جڑ کاٹ دی)

شاہ صاحبؒ نے واضح طور پر اس کی تعیین کی کہ معاشی سسٹم میں ''رائی جزئی''، یعنی انفرادی مفادات پر مبنی سرمایہ داری نظام کی اساس پر جو عمل بھی کیا جائے گا، وہ سوسائٹی کے لیے عذاب کا باعث ہے۔ اُس عذاب کو دور کرنے کے لیے مسلمان جماعت پر لازمی ہے کہ اُس پورے سسٹم کو توڑے۔ شاہ صاحبؒ نے ہر ایسے غلط معاہدۂ عمرانی کو توڑنے کے لیے یہ ارشاد فرمایا ہے:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

''انسانی معاشرے کا ہر قضیہ لامحالہ یا تو گھریلو معاہدے پر مشتمل ہوگا یا تبادلہ اشیا اور تعاونِ باہمی کا کوئی معاہدہ ہوگا۔ جب صحیح تفتیش و تحقیق میں فساد پیدا ہوجائے تو اُس کا حکم اُس معاہدے کو توڑ دینا ہے۔ اور ہر آدمی کو اپنی اصل حالت میں بقا کا حق ہے۔ اور اگر وہاں کسی ایک نے دوسرے پر ظلم اور زیادتی کی ہے تو اسی قدر عدل و انصاف کا نظام قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میں کوئی کمی کوتاہی نہ کی جائے''۔ (209)

حقیقت یہ ہے کہ ریاست قائم کرنے کی وَجہ یہ ہے کہ ہر ایک سوسائٹی میں موجود معاہدات خواہ وہ گھر کے نظام سے متعلق ہوں، یا قومی اور شہری نظام اور بین الاقوامی ڈھانچے سے متعلق ہوں، ان کا مقصد ہر ایک سطح پر سوسائٹی کی ضروریات پوری کرنا ہوتا ہے۔ اگر کوئی بھی معاہدہ ضرورت پوری نہ کر رہا ہو تو حکم یہ ہے کہ اس کو توڑ دیا جائے۔ چناں چہ میاں بیوی کی مثال دے کر کہا ہے کہ اگر دونوں جس سماجی ضرورت کی تکمیل کے لیے ایک چھت تلے جمع ہوئے ہیں، وہ پوری نہیں ہوتی اور ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑا انتہا تک پہنچ چکا ہے کہ اب اس کا کوئی حل نہیں تو حکم یہ ہے کہ اس تعلق کو توڑ دیا جائے۔ حتیٰ کہ مرد طلاق نہ دے رہا ہو تو قاضی کو بھی یہ اختیار منتقل ہوجاتا ہے کہ وہ حقیقی صورتِ حال کی بنیاد پر رشتہ توڑ دے۔ تاکہ مرد و عورت کہیں اور معاہدہ کرلیں۔ اسی طرح ریاست میں بھی اگر معاشی سسٹم پر قابض حکمران طبقے ایسے ہوں تو اُن کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کیا جائے گا۔

دین کے معاشی نظام کو علمی طور پر سمجھنے کی ضرورت و اہمیت

آج صورتِ حال یہ ہے کہ ہم نے اس گزشتہ عرصے میں اسلام کی ان اعلیٰ تعلیمات کا معاشی نظام نہ تو علمی طور پر لوگوں کے سامنے پیش کیا اور نہ ہی اس کی اساس پر پڑھنے پڑھانے کا کوئی نظامِ فکر اور تصور ہمارے سامنے رہا ہے۔ آج ہماری یونیورسٹیاں اور کالجز سرمایہ دارانہ اکنامکس پڑھاتی ہیں۔ وہ ایڈم سمتھ اور مارکس وغیرہ کے تصورات پر معاشیات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھاتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ زور لگائیں گے تو اسلامی معیشت کے نام پر محض زکوٰۃ، صدقات، خیرات، اوقاف کا ذکر کیا جاتا ہے، ان تصورات کا اسلام کے علمی نظام سے کوئی تعلق نہیں کہ اُسے اسلامی معیشت کے نام پر پڑھایا جائے کہ اس میں نہ معاشیات کی تعریف، نہ کوئی تقابلی جائزہ، نہ پیدائش دولت، نہ صرفِ دولت کی علمی بحث، نہ عاملین پیدائش دولت پر کوئی گفتگو، نہ اس کے حوالے سے کوئی متفقہ تصورات ہماری سوسائٹی میں پڑھائے جاتے ہیں۔

گزشتہ دوسو سال غلامی کے زمانے میں ہماری سوسائٹی پر سرمایہ داری نظام مسلط رہا ہے۔ آج اعلانِ آزادی کے بعد ستر سال سے بھی وہی نظام قائم ہے۔ اسی کے نتیجے میں ملکی اور قومی اثاثہ جات کی نجکاری کا قانون، انفرادیت کی بنیاد پر سرمایہ پرستی اور کھلی منڈی کے نام پر عالمی سامراجی معیشت کا نظام قائم ہے۔ اسی طرح عالمی سطح پر دوسرے ملکوں کی منڈیوں پر قبضے کا سامراجی طور طریقہ جاری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ظلم کا نظام ہے، جس سے آج ہماری پوری سوسائٹی عذاب میں مبتلا ہے۔ مسلسل قرضوں کی معیشت کے سبب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہر بچہ پیدا ہوتے ہی مقروض ہوتا ہے۔

وَجہ یہ ہے کہ ہم نے دین اسلام اور بالخصوص جس جامعیت کے ساتھ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اسلام کا فکر وعمل پیش کیا تھا، اس کو نہ اہلِ علم نے اس طریقے سے پھیلایا اور نہ ہی اس کی اساس پر اپنی معیشت قائم کرنے کے لیے ہم نے کوئی حکمتِ عملی بنائی۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں دین اسلام کی ان معاشی تعلیمات کو درست تناظر میں سمجھنے اور اس کے مطابق حکمتِ عملی بنانے اور جدوجہد وکوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

- -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوالات و جوابات

(نوٹ: لیکچر کے اختتام پر ناظمِ اجلاس نے صدرِ مجلس کی اجازت سے سوال و جواب کے سیشن کا آغاز کیا۔ چناں چہ اساتذہ اور طلبا نے سوالات کیے۔ حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ان کے جوابات دیے۔

اس موقع پر طلبا اور اہلِ علم کی طرف سے کیے گئے سوالات و جوابات یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔)

سوال: دنیا میں معاشی حوالے سے 1930ء، 1970ء، یا 2008ء کے بعد آنے والے بحرانوں (crisis) کا ذکر ہوتا ہے۔ ان کی ہم وجوہ ذکر کرتے اور ان کے حل کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ کیا شاہ صاحبؒ کے نظریات اور اُن کی تعلیمات میں اس قسم کے کرائسز کا کوئی ذکر ہے؟ اور کیا شاہ صاحبؒ نے ان کا کوئی حل پیش کیا ہے؟

جواب: یہ بحران (crisis) سرمایہ داری نظام کے ہیں۔ 1930ء کا بحران ہو، جو سرمایہ داری کی وَجہ سے پیدا ہونے والے ''تجارتی چکر'' کی وَجہ سے ہوا۔ تجارتی چکر کے نتیجے میں پیداوار زیادہ ہوگئی، طلب اس کی موجود نہیں تھی۔ مصنوعی طلب اور رسد کی اساس پر قوتِ خرید لوگوں سے ختم ہوگئی۔ تو بحران کی کیفیت پیدا ہوئی۔ اس کے بعد 1970ء کی دہائی میں جو بحران پیدا ہوا، وہ بھی سرمایہ داری کا پیدا کردہ تھا۔ 2008ء میں بھی جو معاشی بحران پیدا ہوا، وہ بھی سرمایہ داری کا ہے۔ مارٹ گیج سسٹم (Mortgage System) کے نتیجے میں یہ بحران پیدا ہوا کہ جب ایک پلاٹ مثلاً ایک کروڑ کا تھا، آپ نے اس پر دس جگہ قرض دے دیا، مثلاً دس کروڑ کا قرضہ جاری کر دیا۔ ہر آدمی جب پیسہ مانگنے کے لیے آئے تو ظاہر ہے کہ پیسہ تو نہیں ہوگا، یہی سوال ہے کہ کیا ایک اثاثہ پر نو گنا زیادہ قرض دیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جا سکتا ہے؟ تو یہ بھی سرمایہ داری نظام کا چکر ہے۔

ولی اللّٰہی فکر کی اساس پر ان بحرانوں کا تجزیہ یہ ہے کہ یہ جو تجارتی چکر یا مصنوعی طلب و رسد کا عمل اس وَجہ سے پیدا ہوا کہ جب آپ نے انسانیت کو ایک طرف رکھ دیا اور خود ساختہ تصورات کے تحت صرف سرمائے کے پرافٹ اور ریٹرن کی بنیاد پر سرمائے کی بالادستی کا سلسلہ شروع کردیا اور زر کی جو حقیقی نوعیت تھی، وہ ختم کر کے کرنسی نوٹ اور اب ڈیجیٹل نوٹ بھی آنے شروع ہوگئے، گویا مصنوعی عمل شروع کردیا تو اس کے نتیجے میں یہ بحران پیدا ہوئے ہیں۔ جب تک حقیقی معیشت نہیں ہوگی تو اسی طرح کے تضادات اور بحرانات آتے رہیں گے۔

سوال: ہیگل کے نظریۂ ''روح الکل'' اور شاہ صاحبؒ کے نظریۂ ''روح الکل'' میں بنیادی طور پر کیا فرق ہے؟ لگتا تو ایسے ہے کہ وہ بھی مذہب کی طرف سے ہے اور یہ بھی مذہب کی بنیاد پر ہے؟

جواب: شاہ صاحبؒ کے نزدیک ''روح الکل'' کے ساتھ ''طبیعت الکل'' بھی ہے اور ''شخصِ اکبر'' کا مکمل تصور ہے۔ اس طرح اُن کے نزدیک کائنات ان تینوں کے مربوط دائرے کی صورت میں وجود پذیر ہوئی ہے اور اسی سے کائنات ایک کلی وحدت کی صورت رکھتی ہے۔ جب کہ ہیگل کی طرف سے تو صرف ''روح الکل'' کی بات سامنے آئی ہے۔ اور وہ ''طبیعتِ کلیہ'' کے تصور سے عاری ہو کر طبیعی اور مادی دنیا میں جدلیت کے تصورات رکھتا ہے۔ اس سے کائنات کی وحدتِ کلی کا تصور سامنے نہیں آتا۔

سوال: آج کے معاشی نظام میں بینکنگ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ہمارے ہاں اسلامی معاشیات کے حوالے سے کچھ لوگ کام کر رہے ہیں۔ اس کے حوالے سے یہاں پر کچھ ماڈل بھی موجود ہیں۔ اس کو شاہ صاحبؒ کے فلسفے کی روشنی میں ہم کیسے دیکھ سکتے ہیں؟

جواب: پہلی بات تو یہ سمجھنی چاہیے کہ بینکنگ پوری معیشت نہیں ہے۔ معاشی نظام کا ایک حصہ اور پورشن ہے۔ بینک کا بنیادی تصور تو یہ ہے کہ اس میں لوگوں کی چھوٹی چھوٹی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بچتیں جمع ہوتی ہیں۔ اُن بچتوں کی بنیاد پر بینک تشکیلِ سرمایہ کا کام کرتے ہیں۔ بینک وہ جمع شدہ سرمایہ کسی سرمایہ دار کو استعمال کرنے کے لیے یا حکومت کو قرضوں کو شکل میں دیتا ہے۔ گویا کہ وہ تشکیلِ سرمایہ کی ایجنسی ہے، جو سرمائے کی فراہمی کے لیے سرمایہ داری نظام نے بنائی ہے۔ اس کا تعلق نہ براہِ راست پیدائشِ دولت سے ہے، نہ تقسیمِ دولت سے ہے، نہ تبادلۂ دولت سے ہے، اور نہ صرفِ دولت ہے۔ یہ اس کے ایک شعبے یعنی زر کو کنٹرول کرنے کے معاملے میں کام کرتی ہے۔ زر کی گردش اور مالیاتی پالیسی کے حوالے سے، بنیادی کام بھی سٹیٹ بینک کرتا ہے۔

اب اگر کسی ملک میں پیدائشِ دولت کیپٹلزم کے اصول پر ہو، تقسیمِ دولت، تبادلۂ دولت اور صَرفِ دولت سرمایہ دارانہ اصول پر ہو تو محض ایک ایجنسی، جو سرمائے کو منظّم (regulate) کرنے کی اتھارٹی ہے، اس کو اسلامی بنا لیا جائے یا غیر اسلامی رہے، کیا یہ بحث منطقی ہے؟ ہم سب کو معلوم ہے کہ یہ بینکوں کو اسلامی بنانے کے لیے جو تگ و دو شروع کی گئی تھی، یہ ضیاء الحق صاحب کے زمانے میں ہوئی۔ جب بینک اسلامی بنانے یا اسلامی معاشی نظام کو سامنے رکھ کر یہاں بات چلی تو دو کمیٹیاں بنائی گئیں: ایک ٹیکنیکل کمیٹی تھی، ماہرینِ معاشیات پر مشتمل۔ جس کے سربراہ اُس زمانے کے بیوروکریٹ غلام اسحاق خان تھے۔ دوسری کمیٹی مولانا تقی عثمانی کی سربراہی میں علما کی بنائی گئی تھی کہ اسلام کا معاشی نظام یا بینکنگ سسٹم بنا کر دیں اور اُن سے کہا تھا کہ آپ اس کو عمل میں لانے کا جو ٹیکنیکل ڈھانچہ ہے وہ بیان کریں۔

دونوں رپورٹیں موجود ہیں۔ غلام اسحاق خان کی کمیٹی نے جو ٹیکنیکل کمیٹی تھی، اس رپورٹ کے مقدمے میں لکھا ہے کہ اگر آپ واقعی اسلامی معاشی نظام بنانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آپ کو ملک کا پورا معاشی ڈھانچہ بدلنا پڑے گا۔ دولت کی پیدائش، تقسیم، تبادلہ اور تمام معاشی سسٹم اور جو پروسیجرز (procedures) ہیں، وہ سب بدلنے ہوں گے۔ تب تو ایک مکمل اسلامی معاشی نظام چل سکتا ہے۔ اس سرمایہ دارانہ سسٹم کے اندر رہتے ہوئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف بینک کو اسلامائز کیا جائے تو یہ ٹیکنیکلی طور پر ممکن نہیں ہے۔ عملاً ایسا ہونا ممکن نہیں۔

مولانا تقی عثمانی صاحب کی رپورٹ بھی پڑھ لیں۔ انھوں نے بھی بہ الفاظِ دیگر یہ اعتراف کیا تھا کہ اس سسٹم میں رہتے ہوئے یہ کام نہیں ہوسکتا، البتہ ہم اس کو اسلامائزیشن کی طرف لانے کے لیے کچھ حیلے اور کچھ طریقے اختیار کر سکتے ہیں۔ وہ حیلے علما جانتے ہیں، جیسے ''بیع العینہ'' کا حیلہ ہے۔ اسی طریقے سے ''اجارہ'' وغیرہ جیسے طریقے اختیار کرکے سرمائے کا ریٹرن کرائے کی صورت میں لینے کی کوشش کی گئی۔ اس طرح شرعی طور پر ناجائز ''صفقة فی صفقة'' (معاملہ در معاملہ) کی صورتِ حال پیدا ہوئی۔ کچھ حیلوں کے ذریعے سے انھوں نے اس کو اسلامی بنانے کی کوشش کی اور اس کے لیے بھی بہت سی کڑی شرائط بنانی پڑیں۔ چند شرطیں خود علما کی اس کمیٹی نے تجویز کیں کہ یہ ہوں گی تو یہ بینک کسی درجے میں اسلامی بنے گا، لیکن جب عمل درآمد کا مرحلہ آیا تو علما کو ایک طرف کر دیا گیا اور یہ رپورٹ بینکنگ سیکٹر کے ماہرین کے حوالے کر دی گئی۔ انھوں نے ان شرائط کو پیشِ نظر رکھے بغیر اُن حیلوں کی اساس پر ایک نظام بنایا تھا، جس پر خود مولانا تقی عثمانی صاحب کی اس زمانے میں ''البلاغ'' میں تنقید موجود ہے کہ ہم نے شرائط کے ساتھ بات کی تھی، مگر یہ انھوں (حکومتِ وقت) نے نہیں کیا۔ پھر کچھ عرصے کے بعد کچھ شرائط مانی گئیں۔ پھر بھی ترمیمات کا سلسلہ اب تک جاری ہے اور ابھی بھی اُن حیلوں میں وہ تمام شرائط کامل طور پر نہیں سامنے آئیں۔ نجی مجلس میں مولانا اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ہم جس طریقے سے چاہتے تھے، ویسا نہیں ہے، لیکن بس اس کو یوں سمجھا جائے کہ ایک اسلامی معاشی نظام کی طرف بڑھنے کی ایک ابتدائی ناقص اور ادھوری سی ایک کاوش ہے۔ تو یہ کوئی مکمل اسلامی بینکنگ نہیں ہے۔

دیکھیے! ہر سسٹم کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔ مثلاً کرولا کار کے اندر سوزوکی کا پرزہ نہیں لگا سکتے۔ اسی طرح سرمایہ داری ایک مکمل نظام ہے۔ بینک اس کا ایک کُل پرزہ ہے۔ سوشلزم ایک نظام ہے۔ اس کے شعبے، اس کے پرزے اپنے ہیں۔ اسلام کا اپنا ایک مکمل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاشی نظام ہے، اس کے اپنے کل پرزے ہیں۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک سسٹم کا ایک پرزہ نکال کر دوسرے میں لگا کر کہیں کہ یہ رواں ہوگیا۔ کیسے ہوگیا؟ اب میزان بینک وہی قرضہ دیتا ہے جو عام بینک دیتا ہے۔ میزان کا قرضہ مہنگا، دوسروں کا سستا کیوں ہے؟ پھر اگر وقت پر اُس نے قرضہ ادا نہ کیا تو عام بینک تو سود وصول کرتا ہے دُگنا تگنا جو بھی طے ہو۔ میزان والوں نے حیلہ بنایا کہ ''جبر فی التّبرّع''یعنی زبردستی ان سے کہا جائے کہ خیرات (charity) میں حصہ لو۔ وہ چیریٹی بھی ہمارے بینک میں جمع کرانی ہے، باہر نہیں دے سکتے۔ گویا کان اِدھر سے نہیں پکڑا، اُدھر سے پکڑ لیا۔ انھوں نے اُتنی شرح پر سود لیا ہے، آپ نے اس کو چیریٹی قرار دے کر لے لیا۔ کیا شریعت کے اندر ہدیہ اور صدقہ جبری طور پر لیا جاسکتا ہے؟ یہ تضادات ہیں۔ اس لیے اس کا ابھی مزید جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ جب تک سسٹم کے باقی امور سامنے نہ ہوں، تو کسی ایک چیز کو ہم اسلامی نہیں کہہ سکتے۔

سوال: پاک چائنہ اکنامک کوری ڈور CPEC سے معیشت کے اندر ایک نیا موڑ آیا ہے۔ اس تناظر میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے حوالے سے آپ کیا رہنمائی دیں گے؟ اقوامِ عالم کے ساتھ تجارت کے تناظر میں اگر دیکھ لیا جائے؟

جواب: اللہ کرے کہ اس کا فائدہ آپ کے ملک کو ہوجائے۔ خوشیاں تو ہم بہت منا رہے ہیں کہ چھیالیس ارب ڈالر چائنہ سے ہمارے پاس آرہے ہیں۔ لیکن دیکھئے! دنیا میں آپ کسی سے بھی قرضہ لیں، یا کسی کے ساتھ بھی مل کر کوئی معاہدہ کریں، وہ نفع بخش (fruitful) تبھی ہوتا ہے کہ جب ہمارے ہاں اپنا ایک مضبوط اور مستحکم سسٹم ہو۔ ہمارے ادارے فعال ہوں اور ہم اُس سے نتیجہ پیدا کرنے کی اہلیت اور صلاحیت رکھتے ہوں۔ پھر تو ترقی اور کامیابی ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر اُس کا نتیجہ دوسرا ملک — جو آپ کو اپنے مفادات کے لیے پیسہ دے رہا ہے — فائدہ اٹھائے گا۔ اب سی پیک سے سب سے زیادہ فائدہ چائنہ کا ہے کہ اُسے پچاسی فی صد سفر کی رعایت مل جائے گی۔ اب تک اُسے اپنا مال ایشیا اور افریقا میں پہنچانے کے لیے بحرالکاہل کا طویل ترین سمندری راستہ اختیار کرنا پڑتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھا، اب اُسے اپنا مال ایشیا میں پہنچانے کے لیے صرف پندرہ فی صد راستہ استعمال کرنا پڑے گا۔

ابھی آپ نے دیکھا کہ پچھلے سال (2016ء) میں چین کا ایک قافلہ (convoy) گزرا ہے، تو وہ اٹھارہ دنوں میں خنجراب سے گوادر کے گرم پانی میں پہنچا۔ یہاں چائنہ سے بحرالکاہل کے راستے سے آتا تھا تو تقریباً ایک ڈیڑھ مہینہ لگتا تھا۔ ان دنوں کا پیٹرول، جہاز کا خرچہ اور دیگر جو لیبر ہے وغیرہ، ان سب کی بچت اس کو ہوئی۔ آپ کو کیا ملا ہے؟ اس کے ساتھ ایک ڈویژن فوج تھی (ہم نے خود اس کا مشاہدہ کیا، میں اس وقت بنوں میں تھا، ہمارے سامنے سے وہ قافلہ گزرا) تو آپ دیکھئے کہ وہاں صرف فوج کو اس کا معاوضہ ملے گا کہ فوج کا پورا ڈویژن اس کی حفاظت کے لیے تعینات تھا۔ اب ہمارے ملک کو فائدہ تو تب ہوگا کہ جب ہمارے ہاں قومی تقاضوں کے مطابق ان وسائل سے استفادے کا سٹرکچر اور بہترین نظام موجود ہو۔

آپ بتلائیے کہ چھیالیس ارب ڈالر کا معاہدہ چینی صدر آپ کے ساتھ کر کے جاتا ہے اور وہ خنجراب سے گوادر تک سڑک بنا رہا ہے۔ یہاں سے جاتے ہی اگلے مہینے وہ انڈیا پہنچ گیا۔ مودی (بھارتی وزیراعظم) کے آبائی شہر احمد آباد گجرات میں اُس نے چھبیس ارب ڈالر میں بلٹ ٹرین چلانے کا معاہدہ کیا، جو کلکتہ سے چلے گی اور امرتسر آئے گی۔ اُس ٹرین کے نتیجے میں آپ بتلائیے کہ کلکتہ سے چلنے والی ٹرین امرتسر آ کر کیا کرے گی؟ امرتسر پر آ کر تو سرحد بند ہوگئی۔ تو کیا یہ کسی نہ کسی گریٹ گیم کا حصہ تو نہیں ہے؟ کہ کل کو یہی دروازہ کھلے اور آ کر آپ کے سی پیک کے ساتھ مل جائے۔ اور یہاں سے طورخم (افغانستان) چلا جائے تو آپ تو زیادہ سے زیادہ اس راہ داری کا کرایہ وصول کریں گے۔ یہی اب تک کا جو اندازہ اور تجربہ ہو رہا ہے۔ کیوں کہ قومی سوچ کے ساتھ ہمارا اپنا معاشی ڈھانچہ اور نظام موجود نہیں ہے۔

پھر ایک اَور بات بھی دیکھئے! سٹیٹ بینک کے اہم ترین لوگوں سے جو ہماری میٹنگز

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئی ہیں، اس کی روشنی میں یہ معلومات ملیں کہ آپ کے جو آڈٹ اور فنانس سے متعلق لوگ ہیں، ان کے بہ قول چائنہ کا یہ پیسہ آپ کے فنانس سسٹم میں داخل ہی نہیں ہو رہا۔ کس راستے سے آنا ہے؟ اور کس راستے سے خرچ ہونا ہے؟ یہ صرف یہاں کا حکمران طبقہ جانے یا چین کی کمپنیاں جانیں۔ چینی بینک براہِ راست شریک (involve) ہے۔ جب کہ آپ کے بینکوں میں، آپ کے سٹیٹ بینک میں وہ پیسہ کھاتوں میں نہیں چڑھ رہا کہ آپ کے پاس آیا ہو اور پھر یہاں سے آپ نے اخراجات کے لیے آگے مہیا کیا ہو۔ اگر ملک کے ملکیتی قومی فنانس سسٹم میں پیسہ داخل (inject) ہی نہیں ہو رہا اور قرضے کے طور پر آپ کے اوپر مسلط ہو رہا ہے، اس کے فوائد کون اٹھائے گا؟ اس طرح باہر ہی باہر کمپنیوں سے سودے ہو رہے ہیں۔

اس صورتِ حال میں یہاں کی ہر جماعت کے سیاسی مافیاز کا مطالبہ کیا ہے؟ چھوٹے صوبوں کا بھی یہی مطالبہ ہے کہ ہمیں CPEC کا روٹ بتاؤ کون سا ہے؟ تا کہ اُس روٹ پر غریبوں سے سستی زمینیں خرید لیں اور پھر مہنگے داموں سی پیک کو بیچیں۔ خنجراب سے لے کر گوادر تک یہ پورا روٹ دیکھ لیجیے۔ جیسے ہی روٹ کا اعلان ہوا ہے، یہاں موجود جتنے بھی سیاسی نمائندے کسی بھی پارٹی کے تھے، نون لیگ کے ہوں، پیپلز پارٹی کے ہوں، عمران خان کے ہوں، مولانا صاحب کے ہوں، انھوں نے اس روٹ پر آنے والی زمینیں غریبوں سے اونے پونے داموں میں خریدی ہیں۔ انھیں آگے فروخت کر کے کمانے کے منصوبے ہیں۔ وہی مافیاز جو سرمایہ دارانہ نقطہ نظر سے پہلے سے ملکی وسائل پر قابض ہیں، یہ فائدہ اُن کا ہوگا۔ عوام کا فائدہ تو تب ہوگا کہ جب عوامی مفاد یا رائے کلی کے تناظر میں سسٹم بنے۔ اخلاقِ فاضلہ کے تقاضوں پر سسٹم بنے۔ ٹیکنالوجی کا استعمال ملک کے قومی مفاد کے تناظر میں ہو تو ولی اللّٰہی نقطہ نظر سے سی پیک درست ہوگا۔ اگر ایسا نہیں تو ولی اللّٰہی نقطہ نظر سے سرمایہ داری نظام کا آلہ کار ہوگا۔

سوال: اسلام جب آیا تو وہ تھیسز (Thesis) کس سسٹم کا تھا؟ اور اس کے بعد پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اُس کا اینٹی تھیسز (Anti thesis) کیا آیا؟ اگر اینٹی تھیسز آتا ہے تو دنیا اسے قبول کرسکتی ہے؟ اور اگر نہیں کرسکتی تو اسلام کے بعد جو تھیسز بنے، اور ہم دوبارہ اسلام کو دوبارہ تھیسز کیسے بنا سکتے ہیں؟

جواب: یہ جو بات کی گئی تھی، وہ مارکسزم یا ہیگل کے فلسفے کے نقطہ نظر سے بیان کی گئی تھی۔ اسلام کا نقطہ نظر تو یہ نہیں ہے کہ انسانیت میں جدل کو تسلیم کیا جائے یا اس جدلیت کی اساس پر اس میں سے کوئی مشترکہ امر یا Synthesis نکالا جائے۔ ایک پورے نظام کے حوالے سے یہ تو مقدمہ ہی سرے سے غلط ہے۔ اسلام کا دعویٰ یہ ہے کہ کل انسانیت، نوع کے اعتبار سے ایک وحدت لیے ہوئے ہے۔ انسانی تقاضوں میں کالے، گورے، مشرقی، مغربی، مسلمان، غیر مسلم کا اپنے معاشی تقاضوں کے حوالے سے آپس میں کوئی جدل نہیں ہے۔ ہر انسان کو بھوک لگتی ہے، پیاس لگتی ہے، گرمی سردی سے بچاؤ کی ضرورت ہے، اس کی معاشی ضروریات ہیں۔ وہ معاشی ضروریات بلاتفریق رنگ، نسل و مذہب، وحدتِ انسانیت کی اساس پر کل انسانیت کی معاشی ضروریات کے مہیا کرنے کے لیے جو معاشی نظام وسائل فراہم کرے گا، وہ اسلامی نظامِ معیشت کہلائے گا۔

انسانوں میں پہلے جدل ماننا اور پھر جدل کی بنیاد پر ''سن تھیسز'' کا اشتراکی تصور لانا اور پھر اس کو اگلے مرحلے میں تھیسز قرار دینا، یہ ہیگلزم مارکسزم کی فلاسفی تو ہوسکتی ہے، اسلام کا نقطہ نظر تو نہیں ہے۔ کیا آج سے چودہ سو سال پہلے یا کئی ہزار سال پہلے انسان کو بھوک نہیں لگتی تھی؟ یا کم لگتی تھی؟ یا گرمی سردی سے بچاؤ کی اس دور میں اَور کوئی ضرورت تھی اور آج اَور ہے؟ ظاہر ہے کہ انسان کے نوعی تقاضوں میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ جب ان نوعی تقاضوں میں کوئی فرق نہیں پڑا تو اس حوالے سے وہ ایک نوعی وحدت کی صورت لیے ہوئے ہے۔ لہٰذا قیامت تک کے لیے چودہ سو سال پہلے اس کی ضروریات کی تسکین کا جو مجموعی ڈھانچہ اسلام نے دیا ہے، اس کی اہمیت آج بھی اُسی طریقے سے برقرار ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ ذرائع پیداوار میں تبدیلی آئی ہے تو وہ آنی بھی چاہیے اور وقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ساتھ آتی رہتی ہے۔ اب اُن ذرائع پیداوار یا اُس ٹیکنالوجی کو کل انسانیت کے مفاد کے لیے بنانا، یہ اسلام کی تعلیمات کا حصہ ہے۔ جو بھی ٹیکنالوجی آئے، اس کے تناظر میں احتیاجات کا تعین کریں اور اُسی کے مطابق ہی ان وسائل کو پیدا کر کے اُن وسائل کے ذریعے سے احتیاجات کی تسکین کا نظام بنائیں۔

سوال: آپ نے بڑے خوب صورت انداز میں اسلام کا معاشی نظام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فکر کے حوالے سے پیش کیا ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہوا کہ کیپٹلزم اور سوشلزم کے مقابلے میں اسلام بالکل different اور اعلیٰ اور ارفع نظام ہے، لیکن ہمارے سامنے ایک اَور مسئلہ یہ آتا ہے کہ فکرِ ولی اللّٰہی کے ایک بڑے شارح تھے مولانا عبیداللہ سندھیؒ (1944ء) اُن کے بارے میں عمومی طور پر یہ تأثر پایا جاتا ہے کہ وہ روس کے سوشلزم سے متأثر ہو گئے تھے اور انھوں نے ان کے نظریات کے پرچار کے لیے کام کیا۔ یہ شبہ کس حد تک درست ہے؟ اس کی وَجہ کیا ہے؟

جواب: اس کی وَجہ یہ ہے کہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ حریت پسند اور freedom fighter تھے۔ برطانوی سامراج کے خلاف انھوں نے آزادی کی جنگ لڑی۔ چوبیس پچیس سال باہر رہ کر اور پندرہ بیس سال ہندوستان میں رہ کر یہ جدوجہد اور کوشش کی۔ اس جدوجہد کے نتیجے میں اُن پر تحریکِ ریشمی رومال کے تناظر میں انگریزوں نے ایک مقدمہ اس عنوان سے دائر کیا تھا: ''ملکہ معظّمہ بنام عبیداللہ سندھی''۔ اُس مقدمے میں مولاناؒ کو برطانوی شہنشاہیت نے اپنا مجرم قرار دیا تھا۔ مولاناؒ جب مجرم قرار پائے تو مولاناؒ کا ملک میں داخلہ بند ہو گیا کہ وہ غدار ہیں اور انھوں نے بغاوت کی ہے، لہٰذا وہ اس ملک میں نہیں آسکتے۔

انڈیا ایکٹ 1935ء کے تحت جب یہاں سیاسی آزادی حاصل ہوئی اور جماعتوں کو الیکشن لڑنے اور صوبائی حکومتیں بنانے کی اجازت دی گئی تو پھر یہاں کے سیاسی لیڈروں نے بالخصوص مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ اور کانگریس کے لیڈروں نے باقاعدہ طور پر برطانیہ کو درخواست کی کہ ہمارے جتنے بھی باہر کے جلاوطن لوگ سیاسی لیڈر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں، ان کو واپس آنے کی اجازت دی جائے۔ اس لیے کہ سیاسی آزادیاں ہوں گی، الیکشن بھی لڑا جائے گا۔ چوں کہ مولانا سندھیؒ اپنے آپ کو صوبہ سندھ سے وابستہ کر چکے تھے تو سندھ کانگریس کے صدر پنڈت چوئتھ رام تھے۔ انھوں نے حکومتِ برطانیہ کو باقاعدہ آفیشل لیٹر لکھا کہ ہمارے سندھ کے ایک رہنما مکہ معظّمہ میں جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، ان کو واپس لایا جائے۔

برطانوی سرکار نے اُس خط کے جواب میں سندھ کانگریس کے پریزیڈنٹ کو لکھا کہ مولانا سندھیؒ کیمونسٹ ہو چکے ہیں۔ وہ روس گئے تھے اور انھوں نے سوشلزم قبول کر لیا۔ سوشلزم اور ہمارے سرمایہ داری نظام، دونوں کے درمیان جنگ ہے، اور ہم اپنے کسی بھی دشمن کو اپنے ملک میں آنے کی اجازت نہیں دے سکتے اور دو چار مزید اعتراضات اُن پر کیے۔ اس پر اس حوالے سے پنڈت صاحب نے حضرت سندھیؒ کو اس سلسلے میں ایک خط لکھا، جس میں اس حوالے سے سوالات کیے گئے تھے۔ جو آج بھی کراچی نیشنل میوزیم کے آرکائیو میں محفوظ ہے تو مولانا سندھیؒ نے 18 صفحات پر مشتمل اس کا جواب دیا۔ اُس میں خاص طور پر یہ الزام کہ حکومتِ برطانیہ نے کہا ہے کہ آپ سوشلسٹ ہیں اور آپ نہیں آسکتے۔ تو مولانا نے اس کا جواب لکھا کہ

میں روس گیا۔ وہاں رہا اور سوشلزم کا مطالعہ میں نے کیا۔ یہ بھی کہا کہ میں شروع میں یورپین زبان نہیں جانتا تھا۔ میں نے اپنے رُفقا کے ذریعے سے سوشلزم کا مطالعہ کیا مثلاً ظفر حسن ایبک وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ میرا علمی اور قانونی حق ہے کہ دنیا کے کسی بھی علم و فکر یا کسی بھی نظام کا میں مطالعہ کروں۔ اس پر دنیا میں کوئی پابندی (ban) نہیں لگا سکتا۔ جہاں تک سوشلزم کو قبول کرنے کی بات ہے تو یہ دعویٰ غلط ہے۔ میں نے کبھی بھی کمیونزم یا سوشلزم کو اپنا نصب العین قرار نہیں دیا۔ مولاناؒ لکھتے ہیں:

”میرا دعویٰ ہے کمیونسٹ ریولیشن کو میں نے کبھی اپنا سیاسی عقیدہ (کریڈ) نہیں بنایا اور نہ آئندہ میرے جیسے لوگوں سے یہ ممکن ہے۔ گورنمنٹ اپنی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

معلومات پر احتیاط سے نظر ثانی کرے گی تو وہ خود اس کی شہادت دے گی۔...
جو لوگ میری علمی سائیکالوجی سے واقف ہیں، وہ کبھی مان نہیں سکتے کہ میں کمیونسٹ کریڈ قبول کرسکتا ہوں۔''

میرا عقیدہ اورنصب العین (creed) اسلام ہے اور اس اسلام کی میں وہ تعبیر مانتا ہوں، جو امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے کی ہے۔اس سلسلے میں میرے دو استاد ہیں: ایک شاہ ولی اللہ اور دوسرے میرے اپنے براہِ راست استاد شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ۔ میں ان دونوں کا تعبیر کردہ اسلام مانتا ہوں۔ضروری نہیں کہ باقی لوگوں کی جو تعلیماتِ اسلام ہیں، میں ان کو تسلیم کروں۔

میں حکومتِ برطانیہ کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اپنی کسی سی آئی ڈی کی رپورٹ سے یا اپنی کسی دستاویز سے یہ ثابت کرے کہ میں نے کبھی اور کسی بھی مرحلے پر سوشلزم قبول کیا ہو۔ میرے جیسا دبنگ آدمی چھپ کر کوئی بات نہیں قبول کیا کرتا۔ مجھے جب پتہ چلا کہ میرا ہندو دھرم یا سکھ دھرم میرے مسائل حل کرنے کا قائل نہیں ہے تو میں نے بہ بانگِ دُہل ماں چھوڑی، بہن چھوڑی، غرض! ہر چیز چھوڑی، میں نے اسلام قبول کرلیا۔اگر روس جا کر مجھے ایک لمحے کے لیے بھی معلوم ہوتا کہ اسلام میرے مسائل کا حل نہیں ہے تو میں بہ بانگِ دُہل اعلان کردیتا کہ میں آج کے بعد اسلام چھوڑتا ہوں اور میں کمیونسٹ ہوجاتا۔لہٰذا میرے بارے میں غلط معلومات ہیں۔

مولانا سندھیؒ نے یہ خط لکھا اور اُس خط کو بنیاد بنا کر پنڈت صاحب کا برطانیہ سے پھر اگلا ڈائیلاگ ہوا۔مولانا سندھیؒ 1939ء میں یہاں آئے۔مولانا سندھیؒ پر سب سے پہلے برطانوی حکومت نے کمیونسٹ ہونے کا یہ الزام لگایا۔مولانا سندھیؒ یہاں آکر آرام سے تو نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ ظاہر ہے کہ انھوں نے یہاں کی سیاست میں حصہ لینا تھا۔ یہاں چاہے کسی پارٹی میں ہوتے، کانگریس میں تو پہلے سے تھے،مولانا انڈین نیشنل کانگریس کابل کی شاخ کے صدر بھی رہے تو انھوں نے آزادی اور حریت کی بنیاد پر کام کرنا تھا۔اس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رکاوٹ ڈالنے کے لیے ایک تو شرائط کے ساتھ مولانا سندھیؒ کو یہاں آنے کی اجازت ملی۔ دوسرے مولانا چوں کہ متحرک آدمی تھے، اور اُن کی تحریک سے برطانیہ کی حکومت ہلتی تھی، تو اس لیے برطانیہ نے ان کے خلاف لوگوں کے ذریعے سے یہ پروپیگنڈا کرایا کہ مولاناؒ کمیونسٹ ہوگئے اور کمیونزم کی باتیں کرنا شروع کردی ہیں۔ کیا کوئی آدمی مولاناؒ کی اپنی کسی تحریر سے یہ بات دکھا سکتا ہے کہ مولاناؒ نے کمیونزم یا سوشلزم کی بات کہی ہو؟ کوئی نہیں! یہ سب پروپیگنڈا ہے جو جھوٹ پر مبنی ہے۔ اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ایک سیاسی الزام تراشی ہے جو کسی دوسرے کو فیل کرنے کے لیے اور کام نہ کرنے دینے کے لیے کی جاتی ہے۔ پھر مولاناؒ نے آکر یہاں جو جدوجہد شروع کی اور ولی اللّٰہی فکر کی اساس پر سیاسی، معاشی، سماجی، علمی کام شروع کردیا تو اس سے برطانوی سسٹم نے لرزنا تھا۔ یہ بہت عجیب بات ہے کہ ولی اللّٰہی فکر پر کام کرنے کے باوجود مولاناؒ کمیونسٹ تھے؟!

ہندوستان میں مولانا سندھیؒ کے آنے کے بعد ان کے خلاف دو طبقے تھے: ایک طبقہ تو نام نہاد اسلام پسند یا رجعت پسند علما کا تھا۔ انھوں نے مولاناؒ پر یہ الزام تراشی کی کہ یہ کمیونسٹ ہوگئے۔ دوسری طرف اگر ہم کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں، اس نے باقاعدہ سرکلر جاری کیا کہ: ”ہمارا جو بھی کامریڈ ہے، وہ سوائے عبیداللہ سندھیؒ کے کسی بھی مولوی سے مل سکتا ہے۔“ انھوں نے لکھا کہ: ”ہر مولوی سے آپ مل سکتے ہیں کیوں کہ اُس کی رجعت پسندی کا توڑ کیا جاسکتا ہے، لیکن اگر نہیں مل سکتے تو عبیداللہ سندھیؒ سے۔“

گنگارام مینشن لاہور میں حکیم محمد قاسم صاحب اپنے مطب میں بیٹھتے تھے۔ وہ جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی کے فارغ التحصیل تھے اور حکیم اجمل خان کے شاگرد تھے۔ خود انھوں نے ہمیں اپنا واقعہ سنایا کہ میں کامریڈ بن گیا اور کمیونسٹ پارٹی میں چلا گیا۔ ہم اس کے سٹڈی سرکل میں شریک ہوتے تھے۔ اب چوں کہ ہم کمیونسٹ تھے، ظاہر ہے کہ ہمارے ماں باپ مسلمان خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ہمارے خلاف خاندان کے اندر بڑا ردِعمل تھا۔ اور ماں باپ بھی ہم سے چھوٹ گئے کہ ہم اپنے انقلابی جوش میں کمیونسٹ بن چکے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ ہمارے سٹڈی سرکل میں ایک دن کمیونسٹ پارٹی کا وہ سرکلر پڑھا گیا کہ یہ مرکز سے آیا ہے۔ یہ تمام کامریڈوں کے نام ہے کہ: ''وہ ہر مولوی سے مل سکتے ہیں مگر عبیداللہ سندھیؒ سے نہیں مل سکتے۔'' حکیم قاسم صاحب ہنستے ہوئے ضرب المثل بیان کیا کرتے تھے کہ: ''انسان کو جس چیز سے روکا جائے، انسان اُدھر ضرور بھاگتا ہے۔'' ہم نے کہا کہ یار ایسا کیسا مولوی ہے! جس سے کمیونسٹ بھی ڈرتے ہیں تو کیوں نہ اُس سے ملا جائے؟ ہم مولانا سندھیؒ کے پاس گئے۔ اب جب مولاناؒ سے بات چیت ہوئی اور ولی اللّٰہی فلاسفی پر انھوں نے گفتگو کی تو ہماری تو آنکھیں کھل گئیں۔ ہم نے کہا کہ بھئی! اس طرح تو ہمارا ایمان بھی بچتا ہے۔ ہمارا مقصد تو غربت کا خاتمہ اور ظلم وستم کو ختم کرنا تھا، اگر ہم کمیونسٹوں میں رہ کر یہ کام کریں تو اس میں تو ہمارا ایمان جاتا ہے۔ یہاں ایمان بھی بچتا ہے اور غریبوں کے لیے کام بھی ہوتا ہے۔ آم کے آم، گٹھلیوں کے دام۔ اس طرح ہم تو مولانا سندھیؒ کے عاشق ہوگئے۔ ہم نے کمیونسٹ پارٹی چھوڑی اور مولاناؒ کے شاگرد بن گئے۔ یہ عجیب کمیونسٹ ہے کہ جس پر کمیونسٹ پارٹی کہتی ہے کہ یہ مولوی اتنا شدت پسند ہے کہ ہمارے جدید لبرلزم اور کمیونزم کو توڑ رہا ہے اور ماشاء اللہ! علما کہتے ہیں کہ: ''یہ کمیونسٹ ہیں؟!''

سوال: آپ نے اسلامی معیشت کی بنیاد محنت کو قرار دیا ہے، جب کہ آج مشینی دور ہے۔ اس مشینی دور میں محنت تو تقریباً ختم ہوجاتی ہے۔ اس مشینی دور میں کیا رہنمائی ہوگی؟

جواب: انسانی محنت کے بغیر تو کوئی بھی کام نہیں ہوتا۔ مشین بھی ایجاد ہوجائے تو مشین کو چلانے کے لیے دیکھ بھال اور نگرانی کا نظام تو بنانا پڑے گا۔ اصل سوال یہ ہے کہ جو ٹیکنالوجی بھی دریافت ہوئی ہے، اس کا مفاد کس کو ہونا چاہیے؟ کیا اجتماع کو یا ایک مخصوص طبقے کو؟ انسان اس دنیا میں جب تک ہے تو ہر ایک ٹیکنالوجی کے استعمال کے لیے انسانوں کی ضرورت رہے گی۔ لہٰذا جو ٹیکنالوجی بھی دریافت ہو، تو اس کے نتیجے میں فائدہ تمام انسانوں کو ہونا چاہیے۔ یہ ایک مخصوص طبقے کے لیے نہیں۔

- -

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

صدارتی کلمات

پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا

سابق چیئرمین شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

حال ڈین فیکلٹی آف شریعہ اینڈ اسلامک سٹڈیز، منہاج یونیورسٹی، لاہور

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم. نحمدهٗ و نصلّی علیٰ رسولهٖ الکریم.

أمّا بعد! قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ فی کلامه المجید و الفرقان الحمید:

"وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا" (210) **صدق اللّٰہ العظیم.**

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ''جس نے بھی میرے ذکر سے منہ موڑا، یقیناً ہم اُس کے لیے معیشت کو تنگ کر دیں گے۔'' آج کے موضوع کا عنوان معیشت کے حوالے سے ہے۔ شاہ ولی اللہؒ کی فکر کے حوالے سے اسے آپ نے سنا۔ اس اتنے بڑے دل پذیر خطبے اور اتنی خوب صورت باتوں کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی گنجائش ہے۔ تاہم ایک بات ضرور اس میں اضافہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا: ''جو ہمارے ذکر سے منہ موڑے گا، تو اس کی معیشت تنگ ہوگی۔'' یہاں ذکر سے مراد اُصول ہیں۔ جب ہم اُن اصولوں پر عمل کریں گے، جب ہم معیشت کے اصولوں پر اُس کی اصل کتاب کے مطابق کام کریں گے تو یقیناً ہماری معیشت مضبوط ہوجائے گی۔ آج ہمارے جو اصول ہیں، ہم ان کو چھوڑے بیٹھے ہیں۔

امریکا میں ایک پروفیسر سے ملاقات ہوئی۔ اُن سے اسلام کے معاشی نظام پر کافی گفتگو رہتی تھی۔ میرا دوست تھا۔ ہم چائے اکٹھے پیا کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ اسلام کا یہ جو نظامِ معیشت ہے، وہ تمام نظاموں سے بڑھ کر ہے اور اس کے پاس تمام مسائل کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حل موجود ہے، جس سے کسی بھی سوسائٹی کو اچھے طریقے سے چلایا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ میری بات سے بڑا چونکا۔ اس نے کہا: کیا آپ کے پاس ایک نظام موجود ہے؟ میں نے کہا: بالکل موجود ہے۔ اس نے کہا کہ ہم اس بات کو نہیں مانتے کہ آپ کے پاس اسلام کا نظامِ معیشت ہے۔ ہاں! بس چند اصول ہیں آپ کے پاس، آپ ان اصولوں کو لے کر پھر رہے ہیں، اور آپ کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ بس یہ بہرحال ایک چیلنج ایبل (challengeable) لمحۂ فکریہ تھا میرے لیے کہ جس طرح ہماری تاریخ، ہمارا دین، ہمارے نبی پاک ﷺ کی تعلیمات اور قرآن مجید کی جو تعلیم ہے، ان کو اس نے مسترد (reject) کردیا۔

اصل لمحۂ فکریہ ہے کہ اتنا بڑا نظام جو ایک ہزار سال تک جس کا تذکرہ محترم مفتی صاحب نے بھی کیا ہے، وہ قابلِ عمل رہا اور وہ نظام برصغیر کے حوالے سے بھی ایک مضبوط اور پائیدار رہا۔ اب کیا مسئلہ ہوگیا ہے کہ آج ہم اس معیشت کے نظام کو کیوں نہیں دنیا کے نظام پر غالب کرسکے؟ جہاں جہاں کمزوریاں ہیں، مفتی صاحب نے اُن کی نشان دہی کردی ہے کہ ان کمزوریوں کے ازالے کے طریقہ ہائے کار پر اگر ہم چلیں گے تو ہمارا نظام بھی مضبوط ہوجائے گا۔ ہم بیرونی معیشت کے مقابلے میں جو ہمارا اپنا نظامِ معیشت ہے، اس کو ہم استوار کریں گے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت کے مقابلے پر ہم اُن اصولوں کو سمجھیں اور اُن پائیدار اصولوں پر عمل کریں، جو شاہ ولی اللہؒ نے آج سے دو سو سال پہلے ہمیں بتائے تھے۔ آج کی جو جو ضرورت ہے، اس ضرورت پر ہمیں عمل پیرا ہونا ہوگا۔ تب جا کر ہم کوئی کامیابی کی منزل طے کرسکتے ہیں۔

بہرحال بہت اچھی باتیں ہوئی ہیں۔ اب مزید اس پر کوئی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آج کی اس تقریب — جو موسیٰ پاک شہید چیئر کے زیراہتمام ہوئی ہے — میں انھیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اس کے جتنے بھی منتظمین ہیں، ان کا بھی میں شکریہ ادا کرتا ہوں، جس لیکچر کا اہتمام کیا گیا ہے، وہ ہمارے طلبا کے لیے، طالبات کے لیے، ہمارے پی ایچ ڈی اور ایم فل کے طلبا کے لیے اور اساتذہ کے لیے بھی میں سمجھتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں کہ ایک رہنمائی کا ریسورس (resource) ہے۔ اور فکری، سماجی اور معاشی رویوں میں ہمیں چینج (change) کی ضرورت ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ ہم جب سے تعلیم کے نظام میں آئے ہیں، لیکچرز ہی سنتے آئے ہیں، لیکن الحمدللہ! جو آج کا لیکچر ہے، اور اس سے پہلے کے جو لیکچرز ہیں، میں جناب مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور اُن کے علم کی قدر کرتا ہوں کہ انھوں نے ایک ایسا تجزیہ پیش کیا ہے جو شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی فکر سے ہم آہنگ ہو کر ہمیں اسلامی اصولوں پر چلانے کے ان شاء اللہ قابل بنائے گا۔ آخر میں مَیں تمام طلباء و طالبات کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے بڑے تحمل سے اور بڑی برداشت کے ساتھ اپنے آپ کو وقف کرتے ہوئے ایک لمحہ بھی یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ انھیں کوئی بوریت کا شائبہ ہو رہا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ ہمیں اسلامی اصولوں پر اور اسلام کے خصوصاً نظامِ معیشت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیوں کہ یہی ایک نظام ہے۔ بڑا افسوس ہوتا ہے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک نظام سرمایہ دارانہ نظام کی شکل میں ہم پر زبردستی مسلط ہے۔ ہم طوعاً و کرہاً اس پر عمل کیے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مشکل سے نجات دلائے۔ آمین!

- -

صدارتی کلمات کے بعد صدر شعبہ علومِ اسلامیہ جناب ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب نے طلبا اور طالبات کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ: ''یہ بڑا اہم لیکچر تھا اور اسلامی معیشت کے حوالے سے اس میں بہت سے نئے پہلو اور اسلام کے مکمل نظام سے متعلق بحث کی گئی ہے۔ اس لیے شعبۂ اسلامیات کے طلبا کا اس لیکچر کے حوالے سے امتحان لیا جائے گا۔ طلبا اس کی تیاری کریں۔''

☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانچواں خطبہ

چار روزہ خطبات سیریز کا
چوتھا لیکچر

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ
کا نظریۂ اِرتفاقات

مؤرخہ

20/اپریل 2017ء بروز جمعرات

مقام

سیمینار ہال شعبۂ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تمہیدی کلمات

پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

مسئول موسیٰ پاک شہید چیئر

شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

صدارت

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد چوہدری

قائم مقام وائس چانسلر و ڈین فیکلٹی آف فارمیسی، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

نظامت

پروفیسر ڈاکٹر محمد ادریس لودھی

ڈائریکٹر سیرت چیئر، شعبہ علوم اسلامیہ، زکریا یونیورسٹی ملتان

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تمہیدی کلمات

پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
مسئول موسیٰ پاک شہید چیئر
شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم.

محترم سامعین و سامعات! جس موضوع پر یہ لیکچر سیریز آپ کے سامنے ہو رہی ہے، اس کا جو بنیادی مقصد ہے، اس سے میرا خیال ہے کہ آپ اچھی طرح آگاہ ہو چکے ہوں گے۔ ہمیں اس بات کی بنیادی طور پر فکر کرنی ہے کہ اس وقت مجموعی طور پر دنیا میں مسلمان مغلوبیت سے دوچار ہیں۔ اس مغلوبیت سے نکلنے کے لیے یقیناً جذبات بھی موجود ہیں اور کاوشیں بھی ہیں، لیکن نتائج اس کے مطابق نہیں۔ اصل مقصد ہمیں اس بات کو پانا ہے کہ ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے؟ جذبات ہمارے ہاں بے پناہ ہیں اور بہت سے موقعوں پر اس کا ہم ثبوت بھی فراہم کرتے ہیں۔ قربانی کا جذبہ بھی ہے، مال خرچ کرنے کا جذبہ بھی ہے، جان دینے کا جذبہ بھی ہے، جان لینے کا جذبہ بھی ہے، لیکن ان تمام کوششوں اور قربانیوں کے باوجود صورتِ حال میں بہتری کے آثار نہیں ہیں۔ ایک زوال ہے کہ مسلسل بڑھتا جا رہا ہے۔

اس کا ہمیں اعتراف کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے ایک مخصوص دائرے میں رہ کر سوچتے رہیں گے تو نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔ جب ایک طرف ہم یہ دعویٰ رکھتے ہیں اور حقیقت بھی ہے کہ دینِ اسلام پوری انسانیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا دین ہے۔ یہ دین معاشرت کا دین ہے۔ یہ دین سیاست کا دین ہے۔ یہ دین معیشت کا دین ہے۔ اَخلاق کا دین ہے۔ یہ سارے ہمارے اظہارات ہیں کہ ہم ان کا تذکرہ کرتے ہیں، لیکن سوال یہی سامنے آتا ہے کہ ان چیزوں کے حوالے سے ہمارے اندر کتنی سوچ اور کتنی فکر موجود ہے؟ اس کے لیے کیا حکمتِ عملی موجود ہے؟

حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا تذکرہ محض ایک خراجِ عقیدت کے طور پر نہیں۔ اُن کا جتنا بڑا کام ہے، وہ یقیناً اس کام کے سبب اللہ کے ہاں سرخرو ہوچکے ہیں۔ اصل چیز یہ ہے کہ اُن کی جو محنت ہے، ان کا جو فکر ہے، اور خاص طور پر جو اُن کا منہجِ فکر ہے، ان کے سوچنے کا جو ایک انداز ہے کہ کس طرح چیزوں کو دیکھا جائے۔ کس طرح چیزوں پر غور کیا جائے۔ اس اندازِ فکر کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کچھ باتوں کو یاد کرلیں اور ان کو بغیر سوچے سمجھے دہرانا شروع کردیں۔ اصل مقصود یہ ہے کہ وہ اندازِ فکر، وہ نظامِ فکر، وہ طریقۂ فکر ہے کیا؟ وہ آج ہمیں کیا سبق دیتا ہے؟ کس طرح آگے بڑھنے کی دعوت دیتا ہے؟ انھوں نے جو نظامِ فکر دیا، آج اُس کے کیا تقاضے بنتے ہیں؟

جب تک ہم دین کو معاشرے کے دین کے طور پر، زندہ دین کے طور پر اور انسانیت کے دین کے طور پر نہیں دیکھیں گے، تو پھر نتیجہ گروہیتوں کا نکلتا ہے، فرقوں کا نکلتا ہے، مسلکوں کا نکلتا ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ کوئی بھی فرقہ اور مسلک ہو، اس وقت وہ بھی اندرونی طور پر متحد نہیں ہے۔ اُس کے اندر بھی آپ کو بہت ساری دراڑیں نظر آتی ہیں۔ جب ذہنیت ہی جھگڑے کی ہوگی، تنازعے کی ہوگی، ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی ہوگی اور اپنے آپ کو حرفِ آخر قرار دینے کی ہوگی تو تقسیم کا عمل کہیں نہیں رُکے گا۔ ہر فرقے کے اندر ذیلی فرقے نظر آئیں گے۔ پھر ان ذیلی فرقوں کے اندر مزید آپ کو تقسیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نظر آئے گی۔ بات یہاں تک آجاتی ہے — جو مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے کہی تھی — کہ ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنی ذات کو حق سمجھتا ہے اور اپنے علاوہ سب کو باطل سمجھتا ہے کہ میں جو سوچ رہا ہوں، میں جو کہہ رہا ہوں اور میری جو بات ہے، یہ دین ہے، اور باقی سب مرتد ہیں۔

اس ماحول کے اندر ہمیں اور خاص طور پر جو پڑھے لکھے لوگ ہیں، یونیورسٹی میں جب آپ پہنچتے ہیں تو یونیورسٹی سے بڑھ کر تو اَور کوئی ادارہ نہیں، اور یہاں یونیورسٹی کے فضلا ہوتے ہیں، گریجویٹس ہوتے ہیں، اُن سے یہ توقع ہوتی ہے کہ وہ سوسائٹی کی رہنمائی کریں، سوسائٹی کی قیادت کریں اور سوسائٹی کو اس گڑھے سے نکال کر آگے لے کر جائیں۔ وہ mob یا ہجوم کے پیچھے چلنے والے نہیں ہوتے۔ ہمارے ہاں موب چلتا ہے تو پھر لوگ اس کی قیادت سنبھال کر اور اُس ہجوم کو مزید مشتعل کر کے اپنی قیادت منوانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اصل میں ہمیں اس وقت صاحبِ فکر لوگوں کی ضرورت ہے، جو معاشرے کے مسائل پر حقیقی طور پر غور وفکر کریں۔ حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا سب سے بڑا حصہ (Contribution) یہ ہے کہ وہ ایک صاحبِ فکر شخصیت ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ انھوں نے بہت ساری کتابیں لکھ دیں اور کسی کتاب کا رُخ مشرق اور کسی کا مغرب کی طرف ہو۔ لکھنے والے بہت ہوتے ہیں دنیا میں۔ آپ کو بہت سارے لوگ مل جائیں گے اور کتابیں ان کی بہت سی ہوں گی، لیکن ان کتابوں کا کوئی مرکزی نقطہ نہیں۔ جو کچھ معلومات جمع ہوئیں، وہ کتاب والے نے لکھ دیں۔ کچھ ادھر سے پڑھا، کچھ ادھر سے سنا تو وہ کتاب بن گئی۔ جب کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتابوں کے اندر آپ کو ایک دوسرے کے ساتھ منطقی ربط نظر آئے گا۔ ایک مربوط فکر ہے۔ اور اسی مربوط فکر کی اور اسی منہج کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکچرز کی اس سیریز کا اصل مقصد یہ تھا کہ جس عظیم شخصیت سے ہم سب واقف ہیں، اُن کا نام ہم سب جانتے ہیں، ہمارے سلیبس میں بھی اُن کا تذکرہ ہے، ہمارے مدارس میں بھی ذکر ہے، ہمارے مدارس کی جو اسناد ہیں، ان کے اندر ذکر ہے، دیوبندی مدارس میں ذکر ہے، بریلوی مدارس میں ذکر ہے، اہلِ حدیث مدارس میں ذکر ہے، غرض! اُن کا تذکرہ بہت ہے، لیکن وہ شخصیت ہے کیا، اس کی فکر کیا ہے؟ اور اس فکر کی آج کیا اہمیت ہے اور اس کا کیا تقاضا ہے؟ یہ موضوع عام طور پر ہمارے ہاں بحث سے خارج ہے۔ اس وقت برصغیر میں جتنی بھی تحریکات — جو دین کے نام سے موجود ہیں — سب کی سب اپنی نسبت امام شاہ ولی اللہؒ کی طرف کرتی ہیں۔ اب وہ کتنے فی صد درست ہے، یہ ایک علاحدہ موضوع ہے، لیکن اُن کی شخصیت کا ایک بہت گہرا اثر (impact) موجود ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ تأثر محض ایک عقیدت کے طور پر یا ایک ماضی کی کہانی کے طور پر رہے گا؟ یا ایک قوتِ محرکہ کے طور پر؟ اگر ہمارے اندر سوچنے کا، غور و فکر کرنے کا، نتائج تک پہنچنے کا اور اُن نتائج سے معاشرے کو مستفید کرنے کا میکانزم پیدا ہوتا ہے تو پھر تو یقیناً ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اس شخصیت کی فکر سے انصاف کیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی شخصیت پر ان چار لیکچرز میں پوری طرح بات نہیں ہوسکتی۔ یہ شروعات ہے۔ ایک آغاز ہے۔ یقیناً اس آغاز سے مزید راستے کھلیں گے۔ اس وجہ سے آپ خواتین و حضرات نے تین دنوں سے جس موضوع پر گفتگو سنی اور صاحبِ گفتگو حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب، واقعتاً اس موضوع پر بڑی گہری دسترس رکھتے ہیں۔ خود آپ کو بھی اندازہ ہوا ہوگا کہ جو اُن کا مطالعہ ہے۔ اور پھر ان چیزوں کو جو ان کے سمجھنے کا انداز ہے، اور یہ سب چیزیں باقاعدہ انھوں نے حاصل کیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یعنی جیسے اُن کا اپنا مطالعہ ہے، اسی طریق سے اُن کا تعلق رہا ہے حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب سے، جو حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے شاگرد تھے۔ اُن سے امام شاہ ولی اللہ کی کتابوں کے حوالے سے، اُن کے فکر کے حوالے سے براہِ راست اُن کو تلمذ کا شرف حاصل ہے۔ اسی طرح اُن کے اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی پوری زندگی اسی فکر کی ترویج میں گزری۔ ان کی معیت، ان کی صحبت سے ظاہر ہے بہت کچھ آج کے دور کے حوالے سے حاصل کیا۔ سب سے اہم چیز یہی ہوتی ہے کہ فکر کی عصری تشکیل، اُس فکر کا عصری اطلاق اور آج کے مسائل پر غور وفکر، اصل چیز یہی ہوتی ہے۔ یہ فکر آج کیا تقاضا کرتی ہے؟

اس دوران پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد چوہدری صاحب قائم مقام وائس چانسلر تشریف لائے ہیں، ہم ان کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ڈاکٹر عزیر صاحب شعبہ فارمیسی کو بھی ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔

بات ہو رہی تھی کہ حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی جو شخصیت ہے، یہ محض ایک کتابی شخصیت یا محض ایک صاحبِ مزار شخصیت نہیں ہے، بلکہ صاحبِ فکر شخصیت ہے۔ اس چیز کو عقیدت کے بل بوتے پر منوانا مقصد نہیں ہے کہ ایک بڑے بزرگ تھے، بڑے اچھے آدمی تھے اور بڑا کام تھا، بلکہ شعور کی بنیاد پر، سوچ سمجھ کی بنیاد پر جاننا ہے کہ اُن کی فکر ہے کیا؟ وہ کیا نظامِ فکر رکھتے ہیں؟ کیا سوچ رکھتے ہیں؟ جن کے اثرات آج تک موجود ہیں کہ برصغیر کی کوئی بھی تحریک اُن کے نام سے اپنا تعلق جوڑے بغیر اپنے آپ کو مستند نہیں بنا سکتی کہ اس کی سند مشکوک سمجھی جاتی ہے۔ اس لیے ہر ایک اپنے آپ کو مستند قرار دینے کے لیے اور منوانے کے لیے اُن کا نام لے گا۔

اس لیکچر سیریز کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں ان کی شخصیت اور فکر کا علم ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اُن کے نظریات سے واقفیت ہو، جو معاشرے کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں، اُن کے علمی نظریات بھی ہیں، لیکن خاص طور پر ان نظریات سے آگہی ہو، جن کا سوسائٹی سے تعلق ہے، آج سوسائٹی کو ایک نئ تشکیل کی ضرورت ہے۔ ہمارا سماج بہت ہی بودا ہوچکا ہے۔ بہت ہی مضمحل ہوچکا ہے۔ اب اس کی ریفارمیشن (reformation) نہیں ہوسکتی۔ اس کی مرمت واصلاح نہیں ہوسکتی۔ اس کی مکمل طور پر نئ تشکیل کرنے کی ضرورت ہے۔ تو وہ نئ تشکیل کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ سوال ایک عرصے سے موجود تھا۔ اَور لوگوں نے بھی اس موضوع پر بات کی۔ ڈاکٹر اقبال نے اپنے خطبات کا عنوان بھی یہ رکھا "تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ"۔ اس کا مطلب یہ سوال سوسائٹی کے اندر موجود ہے۔

تشکیل جدید کے حوالے سے ہمیں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ہاں پوری ایک فکر ملتی ہے۔ پورا ایک نظام ملتا ہے۔ اس وجہ سے اس سیریز کا مقصد ہمیں اس چیز کی طرف دعوتِ فکر دینا ہے کہ ہم اس موضوع پر سوچیں۔ اس موضوع پر ہمیں پڑھنے کی ضرورت ہے۔ اس موضوع پر گفتگو کرنے کی ضرورت ہے۔ اس موضوع پر تبادلہ خیالات کی ضرورت ہے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ ہمیں آج کے مسائل کا اُن سے ربط تلاش کرنا ہے۔ پھر اُس کے حل کی طرف بڑھنا ہے۔ ایک بہت بڑی علمی کاوش کی ضرورت ہے۔

جب تک علم نہیں ہوگا، فکر نہیں ہوگا، تحریک کچھ مفید نہیں ہوگی۔ ہمارے ہاں تحریک چلانے پر بہت زیادہ زور ہے۔ ایک تحریک چلتی ہے، پھر دوسری چل پڑتی ہے، پھر کسی اَور ٹائٹل سے چل پڑتی ہے، تو ہماری مثال اُس ایک لطیفے کی صورت بن جاتی ہے کہ 1948ء میں ہمارے ہاں سے کچھ مجاہدین گئے تھے کشمیر کو آزاد کرانے کے لیے، تو ہمارے ایک مجاہد کے ہاتھ میں ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندو بنیا آ گیا۔ اُس ہندو بنیے کی خوب پٹائی کی گئی۔ اُسے کہا گیا کہ کلمہ پڑھے تو پہلے تو وہ مزاحمت کرتا رہا۔ جب بہت زیادہ مار کھا لی تو اُس نے ہمارے مجاہد بھائی سے، جو شمالی وزیرستان کے علاقے سے تعلق رکھتا تھا، کہا جی پڑھائیں خان صاحب! کیا پڑھنا ہے؟ کہا: اوہو! وہ تو مجھے بھی نہیں پتہ،آؤ! مولانا صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا پڑھنا ہے۔تو ہمارا حال بھی یہی ہے۔ اسلام، اسلام، اسلام،کوئی پوچھے بھئی کہ یہ ہے کیا؟ کہیں گے چلیں جی فلاں صاحب سے جا کر پوچھتے ہیں کہ وہ ہے کیا چیز؟۔تو پھر وہ جو بتاتا ہے، وہ ایک فساد ہوتا ہے، یوں ایک شغل شروع ہوجاتا ہے۔ بہر حال ہمیں ان چیزوں پر سنجیدگی سے سوچنے کی ضرورت ہے۔

ہم بہت ممنون ہیں کہ اپنے بڑے مصروف شیڈول میں سے حضرت مفتی صاحب نے وقت نکالا اور ہم نے اُن سے استفادہ کیا۔آج چوتھا لیکچر ہے۔اس کا تعلق خاص طور پر سوسائٹی کی تشکیل سے ہے۔شاہ صاحبؒ کا اپنا ایک خاص عنوان ہے ''ارتفاقات'' کا۔اس کی وضاحت بھی ہوگی۔اس کے مختلف مراحل کی بات بھی ہوگی اور سوسائٹی میں اس کے اطلاق کی بات بھی ہوگی۔موضوع کی اہمیت کے حوالے سے یقیناً آپ مستفید بھی ہوں گے۔

ہم یہ چاہیں گے کہ آپ نے چار دن یہ ساری گفتگو سنی ہے،تو اپنے تأثرات ہمیں لکھ کر دیں کہ آپ نے کیا محسوس کیا؟ آئندہ کے لیے اپنے ذہن میں اگر کوئی تجاویز ہیں، وہ دیں، ان شاء اللہ ہم اساتذہ موجود ہیں، شعبہ موجود ہے،تاکہ ان چیزوں کی روشنی میں جو آپ حضرات کی بہتری کے لیے ہوگا، ہماری بہتری کے لیے ہوگا،سوسائٹی کی بہتری کے لیے ہوگا، ہم اس کو مستقبل کے حوالے سے روبہ عمل لاسکیں۔ بہت شکریہ!

- -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نظریۂ اِرتفاقات

خطبۂ مسنونہ

نحمدهٗ و نصلّی علیٰ رسولهٖ الکریم. اما بعد!

فأعوذ باللّٰه من الشّیطان الرّجیم. بسم اللّٰه الرّحمٰن الرّحیم.

قال اللّٰه تبارک و تعالیٰ:

قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (211)

و قال النّبیّ ﷺ: ”کانت بنو إسرائیل تسوسهم الأنبیاء، کلّما هلک نبیّ خلفهٗ نبیّ آخر. ألا! لا نبیّ بعدی، سیکون بعدی خلفاء فیکثرون.“ (212)

و قال النّبیّ ﷺ: ”لا تزال طائفة من اُمّتی قائمین علیٰ الحقّ، لا یضرّهم من خالفهم.“ (213)

صدق اللّٰه العظیم و صدق رسولهٗ النّبیّ الکریم.

سماجی اور عمرانی معاہدے کی اہمیت

صاحبِ صدر اور معزز حاضرین، خواتین و حضرات!

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے افکار و تعلیمات کے حوالے سے یہ چوتھا لیکچر سوسائٹی کی اجتماعی تشکیل کے حوالے سے ہے۔ پہلے روز کے لیکچر میں یہ بات واضح کی گئی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تھی کہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی سوسائٹی کا جو تحلیل و تجزیہ پیش کیا ہے، اس کے مطابق اس معاشرے میں فکری انتشار، سیاسی اضمحلال اور معاشی عدمِ اطمینان کی کیفیت تھی۔ گویا کہ سوسائٹی کی اجتماعی شیرازہ بندی دِگرگوں تھی۔ انتشارِ فکر، فرقہ واریت، گروہیت، طبقاتی نظام اور فرسودہ خیالات و تصورات کے سبب سوسائٹی کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ اب ایک ایسے معاشرے میں جہاں مختلف مذاہب، مختلف زبانیں بولنے والے اور مختلف تہذیب و ثقافت سے وابستہ لوگ برعظیم پاک و ہند میں بستے ہیں، ان کے لیے ایک سماجی اور عمرانی معاہدہ (Social Contract) اور ان کی اجتماعی تشکیل کا ایک نیا قاعدہ، ضابطہ اور سسٹم قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ اُس دور کا تقاضا تھا۔ اس تقاضے کی تکمیل کے لیے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنا فلسفہ وفکر مرتب کیا۔

دوسرے لیکچر میں شاہ صاحبؒ کا جو فلسفہ وفکر ہے، اس کا ایک مربوط خاکہ آپ کے سامنے پیش کیا تھا۔ اُس میں انسانوں کے اجتماعی تقاضوں کی تکمیل کی ایک اہم ترین بحث ”مبحث الارتفاقات“ کا بھی ذکر کیا گیا تھا کہ یہ ایک مستقل موضوع کا تقاضا کرتا ہے۔ آج اسی عنوان پر ہم گفتگو کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اس مبحث میں شاہ صاحبؒ نے اپنا فلسفہ اجتماع مرتب کیا ہے۔ اس کی اس حوالے سے بھی اہمیت ہے کہ شاہ صاحبؒ ہی کا ہم عصر روسو 1712ء میں پیدا ہوا اور 1778ء میں اُس کا انتقال ہوا۔ جب کہ شاہ صاحبؒ کی پیدائش 1703ء کی ہے اور 1762ء میں انتقال ہوا۔

یورپ کی سوسائٹی کا تحلیل و تجزیہ کر کے، وہاں کے مسائل کے تناظر میں ایک نئے معاہدۂ عمرانی (Social Contract) پر روسو نے 1762ء میں اپنی کتاب فرانسیسی زبان میں شائع کی۔ اُسی کے زیرِاثر انقلابِ فرانس سے یورپ کی اجتماعی تشکیل کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ جو نہ صرف یورپین ممالک میں، بلکہ پھیلتا ہوا دنیا میں جن جن خطوں اور ممالک پر یورپ کا تسلط رہا، آج بھی قائم ہے۔ برطانیہ کے زیرِانتداب (نگرانی) رہنے والے ممالک میں دولتِ مشترکہ کے رُکن ملکوں میں اُسی طرح قائم ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

شاہ صاحبؒ کے فلسفۂ اِجتماع کا پسِ منظر

برعظیم پاک و ہند کے اس خطے کے اجتماعی تقاضے کیا تھے، بلکہ کل انسانیت کے اجتماعی تقاضے کیا ہیں؟ اُن کے لیے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے جو فلسفۂ اِجتماع مرتب کیا اور معاہدۂ عمرانی کی بنیادی تشکیل پیش کی، اُسے سمجھا جانا اس لیے بھی ضروری ہے کہ شاہ صاحبؒ کی ان تعلیمات کی اساس، دین اسلام ہے۔

یورپین فلسفۂ اِجتماع کی نوعیت

مغرب کی تعلیمات، اس کے فلسفہ وفکر کی اساس، جیسا کہ کل گفتگو میں عرض کیا گیا تھا، یورپ میں ابھرنے والے اُن فلسفیوں کے افکار رہے، جنھوں نے یورپ کی نشاۃِ ثانیہ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ جن میں ''نظریۂ مادیت'' کہ مادی نقطۂ نظر سے چیزوں کا مشاہدہ کرنا اور روح کا انکار کرنا اور ''نظریۂ ارتقا''، انسان کو صرف سماجی حیوان (Social Animal) قرار دے کر اُس کے حیوانی تقاضوں کی تکمیل کے امور متعین کرنا ہیں۔ یورپین معاہدۂ عمرانی کے امور اسی حوالے سے ترتیب دیے گئے ہیں۔ جو قوانین اور ضابطے حیوانی دور میں رہے ہیں، انھیں ہی پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ مثلاً Might is Right کہ طاقت ور ہی حکمران ہوتے ہیں۔ طاقت کی اساس پر ہی سیاسی نظام قائم ہوتے ہیں۔ جیسے جنگل میں جانوروں میں ایسے جانور کی بادشاہت ہوتی ہے، جو وہاں درندہ طاقت کے بل بوتے پر حکمران ہوتا ہے۔ یہی حیوانی قانون اور ضابطۂ حکمرانی یورپین حکمران طبقات کی تشکیل کی اساس بنا۔ بہ ظاہر اُسے ''اجتماع'' اور ایک ''معاہدۂ عمرانی'' (Social Contract) کہا گیا، لیکن اس معاہدے میں بھی طبقاتی طاقت فیوڈل لارڈز سے نکل کر مرکنٹائلزم چلانے والی بزنس کمیونٹی کے قبضے میں چلی گئی۔

یورپ میں 1776ء میں ایڈم سمتھ کی کتاب ''دولتِ اقوام'' آتی ہے، جس کے نتیجے میں مرکنٹائل دور کے بزنس مینوں کی اساس پر قائم طاقت فیوڈل لارڈز سے نکل کر زر پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کنٹرول رکھنے والی قوتوں کے قبضے میں چلی گئی۔ پھر جیسے ہی آگے چل کر سرمائے (capital) کی طاقت تخلیق پذیر ہوتی ہے تو یہ طاقت سرمایہ دار (capitalist) کے پاس چلی گئی۔

مخصوص طبقے کی آمریت یا جمہوریت

کہنے کو اُسے بہ ظاہر ایک معاہدۂ عمرانی کہا جاتا ہے، لیکن اس معاہدے کے دونوں فریق کے حقوق برابر نہیں ہیں۔ جمہوریت کا وہ نظام، جس میں سرمائے، جاگیر یا مذہبی پاپائیت کا جبر ہو، کہنے کو اُس کا نام جمہوریت ہے، لیکن سرمائے کے جبر سے قائم ہونے والی سیاسی طاقت، اجتماعی شیرازہ بندی کا کردار کیسے ادا کرسکتی ہے؟ اگر آج سے دس سال پہلے ہارنے والا امریکی صدارتی اُمیدوار یہ کہے کہ: ''چھ ملین ڈالر میرے پاس ہوتے تو میں امریکا کا صدر بن جاتا۔'' اس کے یہ جملے تاریخ میں محفوظ ہیں۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ مغرب اور اس کا ہم نوا سیاسی نظام عام انسانوں کی جمہوری رائے کی اساس پر نہیں، بلکہ جاگیردار (Land Lord) یا حکمران طبقہ (Ruling Class) سے تعلق رکھنے والے افراد، جمہوریت کے نام پر سیاسی، معاشی اور سماجی اداروں کی تشکیل کر رہے ہوتے ہیں، جس کے نتیجے میں کیپٹلزم، یعنی طبقات کے حامل اُمرا، لینڈ لارڈز، بزنس مین یا کیپٹلسٹ طاقت وقوت والے حکمران بن جاتے ہیں۔ حکمرانی کے تمام قاعدے اور ضابطے ان کے مفاد کے لیے کام کرتے ہیں۔

مارکسی فلسفۂ اِجتماع

اس کے ردِّ عمل میں یورپ میں اسی مادی فلسفہ اجتماع پر مارکس نے جدلیت (Dialectical) کی اساس پر جو نظام تجویز کیا تھا، جس کو سوشلزم یا اشتراکیت کہا گیا تو وہاں بھی پرولتاریہ کے نام پر آمریت قائم کی گئی تھی اور پارٹی کی ڈکٹیٹرشپ نافذ کی گئی۔ گویا عام انسانوں کے انسانی حقوق اور تمام جمہور کے حقوق اور مفادات کا یہ عمرانی معاہدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے ہی نہیں، بلکہ پرولتاریہ کی آمریت ہے یا ایک مخصوص پارٹی کی طبقاتی آمریت ہے۔

اب اس تناظر میں یہ جو دو ڈھائی سو سالہ دور گزرا ہے، اس میں فلسفۂ اِجتماع یا سماجی تشکیلِ نو کا مرحلہ یورپ کے نقطہ نظر سے زیرِ بحث رہا۔ ایشیا اور افریقا کے عوام یا انسانوں کے نقطۂ نظر سے وہ فلسفۂ اِجتماع تشکیل نہیں دیا گیا۔ چوں کہ پورا ایشیا وافریقا یورپ کا غلام رہا ہے، اس لیے غلام اپنی آزادانہ رائے سے اپنا نظام قائم نہیں کرسکتا۔ خواہ وہ علم وفکر کے نام پر ہو، سیاست ومعیشت کے نام پر ہو۔ ایشیا اور افریقا کے ممالک میں اسی عمرانی فلسفے کو مسلط کردیا گیا، عملاً بھی اور علماً بھی۔ تعلیمی ادارے بھی، تعلیم وتربیت بھی اسی نہج پر اور عملی ڈھانچہ بھی اس نہج پر قائم کیا گیا۔

دینی فلسفۂ اِجتماع کی ضرورت

اب ایسے ماحول میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دین اسلام کی تعلیمات اجتماعی نقطۂ نظر سے کوئی فلسفۂ اِجتماعیت دیتی ہیں؟ کل انسانیت کی فلاح و بہبود کا کوئی طریقۂ کار متعین کرتی ہیں؟ باقی مذاہب تو یورپین فلسفۂ اِجتماع کے تابع (surrender) ہو چکے ہیں۔ یہودیت، عیسائیت، ہندومت، بدھ مت، کنفوشس اِزم وغیرہ نے کہہ دیا کہ عبادت ہماری اور سیاست ومعیشت مغرب کی، گویا انھوں نے سمجھوتہ (compromise) کرلیا۔ کیا مسلمان ایسا کرسکتا ہے؟ جن کا دعویٰ ہے اور جو اس عقیدے پر یقین رکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لیے مبعوث ہوئے اور آپؐ کی تعلیمات کل انسانیت کے لیے ہیں۔ قرآن میں نبی اکرمؐ کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے:

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (214)

(اے محمدؐ! کہہ دیجیے! میں تم تمام کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں)

آپؐ آخری نبی ہیں۔ آپؐ کی رسالت قیامت تک کے لیے ہے۔ آپؐ کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا نہیں ہے۔ پھر مسلمانوں کا سیاسی نظام اور اجتماعیت گیارہ بارہ سو سال تک دنیا میں قائم بھی رہی۔ اس تناظر میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ دینِ اسلام کی تعلیمات کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اساس پر کل انسانیت کی فلاح و بہبود کا فلسفۂ اِجتماع کیا ہے؟

فلسفۂ اِجتماع کی حقیقت اور نوعیت

بات یہ ہے کہ سوسائٹی بنتی ہے سماجی معاہدات کے مجموعے سے۔ ایک فرد دوسرے فرد کے ساتھ قدم قدم پر معاہدے میں بندھا ہوا ہے۔ معاہدے کے بغیر انسانی زندگی کا کوئی پہلو نہیں ہوتا۔ میاں بیوی کے معاہدۂ نکاح، خریدار اور فروخت کنندہ کے معاہدۂ بیع، شہری سطح پر مختلف مارکیٹوں میں کام کرنے والے لوگوں کے درمیان سماجی معاہدات، صوبے اور ریاست میں حکومت اور عوام کے درمیان ہونے والے عمرانی معاہدات، ایک مملکت کے اندر قوم کی تشکیل کے سیاسی اور معاشی معاہدات، آئینی اور قانونی معاہدات اور ممالک اور اقوام کے درمیان بین الاقوامی معاہدات اور تعلقاتِ عامہ وغیرہ۔ ان معاہدات کے مجموعے کا نام سماج اور سوسائٹی ہوتا ہے۔ سوشیالوجی اس سے بحث کرتی ہے اور فلسفۂ اِجتماعیت اس کو ہدف بنا کر کام کرتا ہے۔ لہٰذا دینِ اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں کل انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے فلسفۂ اِجتماعیت کیا ہوگا؟

ارتفاقات پر مبنی امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا دینی فلسفۂ اِجتماع

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فلسفۂ اِجتماع یا سوسائٹی کے ان معاہدات کی اساسیات واضح کی ہیں۔ انھوں نے اپنے نظریۂ ارتفاقات میں فلسفۂ اِجتماعیت کی وضاحت کی ہے اور اس کے چار مراحل بیان کیے ہیں۔ ''ارتفاق'' کا لفظ بھی شاہ صاحبؒ کا اپنا خودساختہ نہیں ہے۔ یہ قرآن کا استعمال کردہ لفظ ہے۔ مسلمانوں کے لیے جہاں انعامات اور اچھی سوسائٹی کا تذکرہ آیا ہے، نیز جنت میں اچھے حالات کا تذکرہ آیا ہے، قرآن حکیم نے وہاں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ چناں چہ جہاں جہنم کے بُرے نتائج کا تذکرہ ہے، وہاں ''سَآءَتْ مُرْتَفَقًا'' (215) (کیا ہی بُری آرام گاہ ہوگی) ذکر کیا گیا۔ پھر جنت کے انعامات بیان کر کے کہا گیا: ''حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا'' (216) (کیا ہی اچھی آرام گاہ ہے)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ارتفاق کا مادہ ''رِفق'' سے ہے، یعنی آسانیاں اور سہولتیں پیدا کرنا۔ انسانی سوسائٹی کے تمام سماجی معاہدات اور تمام سطحوں میں زیادہ سے زیادہ سہولتیں بہم پہنچانا اور آسانیاں پیدا کرنا، خواہ یہ آسانیاں علمی سطح پر ہوں یا عملی حوالے سے ہوں۔ اسی طرح ارتفاقاتِ عقلیہ اور ارتفاقاتِ معاشیہ، یعنی عقلی مسائل اور عقلی عُقدے (cruxes) حل کرنے کے لیے جو قوانین اور ضابطے دریافت کیے جاتے ہیں، وہ عقل کے استعمال کی سہولتیں پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً ضرب، جمع، تقسیم وغیرہ کے لیے کلکولیٹر کی ایجاد جیسی جتنی بھی دریافتیں آئی ہیں، یہ انسان کی ذہنی استعداد کا اظہار اور ارتفاق ہے۔اسی طرح آج کمپیوٹر کا وجود میں آنا ہے۔ یہ وہ ارتفاقات یا سہولتوں کا نظام ہے، جس سے دماغی کام میں سہولت پیدا ہوتی ہے۔ اس سے عقلی مسائل جلد حل ہوتے ہیں۔ عقلی مشکلات کے حل کرنے کا جو صحیح طریقِ کار (method) ہے، وہ ''ارتفاقاتِ عقلیہ'' کہلاتا ہے۔

انسان کی دو خصوصیات؛ قوتِ عقلیہ اور عملیہ

انسان کی دو بنیادی خصوصیات امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے بیان فرمائی ہیں کہ انسان حیوانیت سے جب ممتاز ہوتا ہے تو ایک تو اُس میں ''زیادۃ القوّۃ العقلیہ'' یعنی اس کی قوتِ عقلیہ زیادہ اور بہتر ہوتی ہے۔ اور دوسرا ''براعۃ القوّۃ العملیہ'' یعنی قوتِ عملیہ کی مہارت اور صلاحیت ہے۔ (217) قوتِ عقلیہ کے لیے سہولتوں کا جو نظام بنایا جاتا ہے، اُسے ''ارتفاقاتِ عقلیہ'' کہا جاتا ہے۔ اس سے عقل کو کام کرنے میں آسانی رہتی ہے۔ اس کو اگر کوئی مشکل درپیش ہورہی ہے، تو اس کو حل کرنے کا طریقہ اس کے سامنے آجائے۔ اسی طرح عملی مشکلات اور مسائل حل کرنے کے لیے جو سہولتیں بہم پہنچائی جاتی ہیں، انھیں ''ارتفاقاتِ معاشیہ'' کہا جاتا ہے۔ یہ ارتفاقات سوسائٹی کے سماجی معاہدات کی تکمیل کے لیے تمام سہولتوں کے نظام کا کردار ادا کرتے ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نوعِ انسانی کی تین بنیادی خصوصیات

شاہ صاحبؒ نے کہا کہ انسان کو حیوان سے ممتاز کرنے والے بنیادی امور تین ہوتے ہیں۔ان امور کی وجہ سے انسان اجتماعی معاملات اور ارتفاقات میں منہمک ہوتا ہے:

1۔اجتماعی مفاد کا لحاظ

پہلی خصوصیت یہ ہے کہ انسانوں میں ''الرّأی الکُلّی'' (رفاہِ عامہ) کا تصور پایا جاتا ہے۔یعنی اجتماعی مفاد کے لیے کام کرنا،خواہ وہ گھر کے تمام افراد کے لیے ہو،سوسائٹی میں مارکیٹ کے لوگوں کے لیے ہو،ملکی سطح کے افراد کی اجتماعیت کے لیے ہو،قومی سطح کے تناظر میں ہو، یا بین الاقوامی سطح کے تعلقات کے حوالے سے ہو۔ اجتماعی مفادِ عامہ اور ''الرّأی الکُلّی'' کی ضد ''الرّأی الجُزئی'' ہے کہ انسان صرف ذاتی مفاد کے لیے کام کرے۔ یہ انسانی خصوصیت نہیں ہے، بلکہ حیوانی عادت ہے۔ حیوان ہمیشہ صرف اور صرف اپنے ذاتی مفاد کے لیے کام کرتا ہے۔اس میں اجتماعیت کا وہ درجہ نہیں پایا جاتا کہ وہ دوسروں کی سہولت، دوسروں کے فائدے، اُن کے مفاد کے لیے کسی قسم کا کوئی کام کرے۔نہ اُس کی ایسی استطاعت ہے، نہ اُسے ضرورت ہے۔انسان میں جیسے ہی اجتماعی زندگی کا آغاز ہوتا ہے،تو اس میں مفادِ عامہ، اجتماعی فلاح و بہبود، اجتماعی تصور کے تحت سوسائٹی کی تشکیل دینے کا عمل پایا جاتا ہے۔

2۔ایجاد وتقلید کا مادہ

دوسری اہم ترین خصوصیت، جو جانوروں میں نہیں ہے، انسانی سطح پر پائی جاتی ہے، وہ ایجاد وتقلید کا مادہ ہے کہ جیسے جیسے وقت گزرتا ہے اور نئے نئے پہلو سامنے آتے ہیں تو وہ نئی نئی ایجادات وجود میں لاتا ہے،نئی دریافتیں سامنے آتی ہیں،تخلیقات کرتا ہے، اجتماعی غور وفکر کے نتیجے میں نئی سے نئی ایجادات اور نئی سے نئی ٹیکنالوجی سامنے آتی ہے۔ انسان کی اجتماعیت کا دوسرا اہم ترین دائرہ ایجادات کی تخلیق ہے۔ پھر وہ پیدا شدہ یا دریافت شدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایجادات کی تقلید اور اتباع کرتا ہے۔ جب بھی کوئی نئی چیز، نئی ٹیکنالوجی سامنے آتی ہے اور لوگوں کو اُس سے کچھ سہولت ملتی ہے تو لوگ اس کی تقلید کرتے ہیں مثلاً فوراً اُسے خرید لیتے ہیں جیسے آج سے تیس چالیس سال پہلے موبائل فون کا کوئی تصور نہیں تھا۔ انسانی سہولت کی یہ چیز آئی تو لوگوں نے دھڑا دھڑ اس کی خریداری کی۔ آج ہر آدمی موبائل لیے پھرتا ہے۔ تو ایجاد و تقلید کا مادہ اس میں پایا جاتا ہے۔

3۔ حُبِّ جمال اور خوب سے خوب تر کی تلاش

تیسری بڑی خصوصیت جو شاہ صاحب واضح کرتے ہیں، اجتماعیت کے ارتقا اور ترقی میں، وہ یہ کہ انسان خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہے۔ اس میں ''حُبِّ جمال'' ہے۔ ضرورت تو ایک ناقص ادھوری چیز سے بھی پوری ہوسکتی ہے، لیکن وہ اس میں خوب صورتی چاہتا ہے، نزاکت چاہتا ہے، شفافیت چاہتا ہے، حسن چاہتا ہے، جمال کا گرویدہ ہے۔ اچھا مکان، اچھا لباس، اچھی چیزیں۔ اور پھر اُن کے لیے چیزوں کو ایجاد کرتا ہے اور پھر اُن کی تقلید کرتا ہے۔ یہ اجتماعی رویہ ہے۔

شاہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ ان تین خصوصیات کی وجہ سے انسان جب اپنی اجتماعیت قائم کرتا ہے تو اس کی چار بنیادی سطحیں ہیں، جنھیں شاہ صاحبؒ نے ''ارتفاقات'' کا عنوان دیا ہے:

1۔ ارتفاقِ اوّل
2۔ ارتفاقِ دوم
3۔ ارتفاقِ سوم
4۔ ارتفاقِ چہارم

ارتفاقِ اوّل اور اس کے بنیادی اُمور

حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے یہ ارتفاقات سکھانے سے متعلق اللہ پاک نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

''عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا''[218] (اللہ نے آدم کو تمام اسماء سکھائے۔)

اس کی تشریح کرتے ہوئے ''تفسیر جلالین'' میں امام جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ تمام اسما سکھائے، ”حتّٰی القصعة و القصیعة ... و المغرفة“ [219] (یہاں تک کہ پیالہ اور پیالی اور چمچہ وغیرہ) برتن کے استعمال کے طریقے وغیرہ وغیرہ تک ”اَسماء“ میں شامل ہیں۔ یعنی جو امور و آلات انسانی اجتماعیت کی تشکیل کے لیے ضروری تھے، وہ سکھائے گئے، جن کو انھوں نے استعمال میں لا کر سوسائٹی کی ترقی کے لیے کردار ادا کیا۔ سب سے پہلے وہ بنیادی اساسی امور ہیں، جو انسانیت سے وابستہ ہیں۔ اور اُس سے متعلقہ جتنے اوزار یا اشیاء وجود میں آئیں۔ ان تمام چیزوں کا تعلق اجتماع سے ہے۔ یہ ارتفاقِ اوّل ہے۔ جس کے بنیادی امور کو ارتقا کے مختلف مراحل سے گزارا گیا:

انسانیت کی سطح پر زندگی کے آتے ہی ان امور میں سب سے پہلا اجتماعی پہلو لغت اور زبان سے اظہار ہے۔ جس سے انسان اظہار مافی الضمیر کرتا ہے۔ دوسرے کے ساتھ اس کا انٹریکشن زبان سے ہوتا ہے۔ ورنہ خود کو مثلاً پیاس لگی ہے، اٹھ کر پانی پی لے، اسے بولنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح کھانے کے لیے خود کوئی کام شروع کر دے۔ اس طرح اُسے اظہار مافی الضمیر کی ضرورت نہیں رہتی۔ انسان بولتا تبھی ہے، جب وہ کسی دوسرے انسان کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے اور اپنی دلی کیفیت، اندرونی حالت کو دوسرے سے شیئر (share) کرنا چاہتا ہے تو اُسے بیان کرتا ہے۔ ارتفاقِ اوّل کی پہلی بنیادی چیز لغت اور زبان ہے۔ پھر اس لغت پر بھی شاہ صاحبؒ نے ”التّفهيمات الإلٰهيه“ میں بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے۔ ماہرینِ لسانیات کے مطابق لغات اور لسانیاتی اظہار کی کئی اقسام ہیں۔ یہاں شاہ صاحبؒ انسانی زندگی کے ابتدائی دور میں بننے والی اصل لغت اور لسانی ساخت کے وجود میں آنے کے اصول بیان کر رہے ہیں۔

آج ماہرین لسانیات اس پر گفتگو کرتے ہیں۔ کس اساس پر زبان بنی؟ حلق کے نچلے حصے یعنی اقصائے حلق سے لے کر ان ہونٹوں تک حروفِ تہجی کی تقسیم اور ترتیب کیوں کر وجود میں آئی؟ انسان نے اپنے ضمیر میں محفوظ معانی کو زبان دینے اور ان کے اظہار کرنے کے لیے کون کون سے طریقے اور ٹیکنیکس استعمال کیں۔ لسانیات کے ارتقا کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

پوری تاریخ اس لفظِ ''لغت'' کے اندر محفوظ ہے خواہ وہ کوئی بھی زبان ہو۔

اس کے علاوہ انسان میں کھانے، پینے، پہننے، گرمی سردی سے بچاؤ اور نسل کی بڑھوتری کے لیے امور ہیں، کاشت کاری ہے، صنعت ہے، تجارت ہے، قانون اور رسم و رواج کی ضرورت ہے، جس کے تحت افراد کے درمیان اختلافی مسائل کو حل کرنے کی سوچ موجود ہے۔ آلات اور اوزار ہیں، جن کو وہ اپنی ان تمام ضروریات کی کفالت کے لیے استعمال میں لاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ الغرض گیارہ کے قریب بنیادی امور، جن کا تعلق اُس کی سماجی سرگرمیوں سے ہے۔

ارتفاقِ اوّل میں دوسرے انسانوں سے ہمارا جو اجتماعی ربط (interaction) ہوتا ہے، اس کے کل گیارہ بنیادی امور شاہ صاحبؒ نے متعین کیے ہیں۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه'' میں فرماتے ہیں:

''(1) (لغت اور لسانیاتی اظہار:) ارتفاقِ اوّل میں سے (سب سے پہلے) وہ زبان اور لغت ہے، جس سے انسان اپنے دلی جذبات اور ذہنی خیالات کو الفاظ کے ذریعے بیان کرتا اور ان کا اظہار کرتا ہے۔

(یاد رہے کہ) اس سلسلے میں درجِ ذیل اصول کارفرما ہوتے ہیں:

(الف) ایسے افعال، شکلیں اور اجسام، جن سے کسی بھی طرح کی آواز نکلتی ہے۔ ایسی آواز یا تو ان چیزوں کے ساتھ جڑی ہوئی ہوتی ہے، یا اُن کے سبب سے پیدا ہوتی ہے، یا ان اشیا کے کسی اَور تعلق کی وَجہ سے پیدا ہو رہی ہوتی ہے۔ انسان ان آوازوں کی ہو بہو نقل اُتارتا ہے۔ اس سے مصدر وجود میں آتے ہیں اور پھر ان سے مختلف معانی کے لیے مختلف صیغے (ماضی وغیرہ) اور دیگر الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

(ب) ایسے کام اور امور جو آنکھوں کے سامنے بڑی مؤثر شبیہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بنائیں، یا پہلے مرحلے میں انسانی دل میں کوئی وجدانی اور جذباتی کیفیات پیدا کریں، انسان اس مؤثر شبیہ اور وجدانی کیفیت کو اپنی آواز کی صورت میں بیان کرتا ہے۔

(ج) پہلے دو اُمور کی بنیاد پر وجود میں آنے والے الفاظ کو وسیع تر معانی اور مفاہیم کے لیے مجازی طور پر اس لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ وہاں کسی مشابہت یا تعلق کی وَجہ سے کوئی قرینہ پایا جاتا ہے۔ لغات سازی کے چند مزید اصول بھی ہیں، جو ہم نے اپنی دوسری کتابوں (البُدور البازغہ، ص:67 وغیرہ) میں بیان کیے ہیں۔

(2) (غذائی ضروریات کا انتظام:) کاشت کاری کرنا، درخت لگانا، کنوئیں کھودنا اور کھانے پکانے اور سالن وغیرہ بنانے کے طور طریقے اختیار کرنا۔

(3) (استعمال کے برتن وغیرہ:) برتن بنانا اور (پانی کے لیے) مشکیزے وغیرہ بنانا۔

(4) (اپنی ضروریات کے لیے حیوانات کی دیکھ بھال:) جانوروں سے کام لینا اور اُن کی اس لیے دیکھ بھال کرنا، تاکہ اُن پر سوار ہو سکے، اُن کا گوشت کھائے، اُن کے چمڑوں کو استعمال کرے، اُن کے بالوں، اُون، دودھ اور اُن کی نسلوں کو اپنے زیرِ استعمال لانا۔

(5) (رہائش کا بندوبست:) ایسا مکان بنانا، جو گرمی اور سردی سے حفاظت کرے۔ وہ مکان خواہ غاروں کی صورت میں ہو، یا گھاس پھونس وغیرہ سے بنایا جائے۔

(6) (لباس کی تیاری:) ایسا لباس تیار کرنا، جو انسان کے ننگے بدن کی حفاظت کرے، خواہ وہ جانوروں کی کھال سے بنایا گیا ہو، یا درخت کے پتوں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بدن کو ڈھانپے، یا (دھاگے سے بُن کر) ہاتھوں سے تیار کیا گیا ہو۔

(7) (بیوی کا تعین:) مرد کا اپنے لیے ایسی بیوی کا تعین کرنا، جس میں کوئی دوسرا مرد اُس کے ساتھ شریک نہ ہو۔ پھر وہ اُس کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرکے اپنی نسل بڑھائے۔ اور خاتونِ خانہ گھریلو زندگی، بچوں کی پرورش اور تربیت وغیرہ میں اُس کی مدد کرے۔ انسانوں کے علاوہ نر جانور اپنے لیے کسی مادہ کو متعین نہیں کرتے، سوائے اس کے کہ اتفاقیہ طور پر وہ دونوں جانور اکٹھے رہتے ہوں، یا وہ دونوں پیدائشی طور پر جڑواں ہونے کی وَجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہوں وغیرہ۔

(8) (اَوزار اور آلات کی تیاری:) انسان ایسے اوزار بناتا ہے کہ جن سے کاشت کاری، درخت لگانے، کنوئیں کھودنے، جانوروں کو اپنے زیرِ استعمال لانے وغیرہ کے کام ہوتے ہیں۔ مثلاً کدال، ڈول، ہل چلانے کا پھلا اور رَسیاں وغیرہ۔

(9) (تعاونِ باہمی اور خرید وفروخت:) ایک دوسرے سے مال کا تبادلہ اور خریداری کرنا اور بعض کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاونِ باہمی وغیرہ۔

(10) (اجتماعی نظم ونسق کے لیے سربراہ کا انتخاب:) درست رائے اختیار کرنے کا ماہر اور مضبوط طاقت وقوت والا فرد اپنی قوم کا سربراہ بن جائے اور لوگ کسی نہ کسی طریقے سے اُسے اپنا سردار اور سربراہ مان لیں۔

(11) (تسلیم شدہ قانون کا ہونا:) اُن میں ایسا تسلیم شدہ قانون ہو، جو اُن کے جھگڑوں کو نمٹانے، سوسائٹی پر ظلم کرنے والے اور لڑائی جھگڑے کا ارادہ کرنے والے کا مقابلہ کرے اور کمزور آدمیوں کا تحفظ کرے۔“(220)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ارتفاقِ ثانی اور اس کے بنیادی اُمور

ارتفاقِ اوّل کے پہلے مرحلے میں جو بنیادی اجتماعی امور ہیں، انھیں جب اگلے مرحلے میں مذکورہ بالا تینوں انسانی خصوصیات کے تناظر میں پرکھا گیا تو اس سے ارتفاق کا اگلا مرحلہ وجود میں آتا ہے، جسے شاہ صاحبؒ کی اصطلاح میں ''ارتفاقِ ثانی'' کہا جاتا ہے۔ اجتماعی مفادِ عامہ کے تناظر میں چیزوں کا جائزہ لینا۔ اس نقطہ نظر سے جو چیز قرار واقعی ہے، اُسے قبول کرنا اور جو کمزور اور ناقص اور ''رائِ جزئی'' کی بنیاد پر ہے، اسے چھوڑ دینا۔ اسی طرح نئی ایجاد کے تناظر میں پُرانی ایجادات یا پُرانی چیزوں کی تقلید چھوڑ دینا، فرسودہ طریقوں کو پس پشت ڈال دینا۔ اسی طرح خوب صورتی اور جمال کے تحت جب تجزیہ کیا تو بدصورت چیز کو چھوڑ کر اگلی ترقی یافتہ اور خوب صورت چیز کی طرف چلے جانا۔ ارتفاقِ ثانی کی سطح پر افراد کی جماعتی زندگی مزید نکھر کر سامنے آتی ہے۔ اس مرحلے پر جتنے امور ہوتے ہیں، اُن کا تعلق ''حکمت'' (Science) سے ہوتا ہے۔

حکمت کی تعریف شاہ صاحبؒ نے کی کہ جہاں عقل کا استعمال ہو اور اجتماعی مفاد پیشِ نظر ہو اور اس تناظر میں چیزوں کو پرکھنا اور اُن کا ٹھیک ٹھیک استعمال کرنا۔ اس لیے عربی میں اس کی تعریف کی جاتی ہے کہ:

''معرفة الحقائق کما ھی، و وضعھا علیٰ محلّھا علی الصّواب.'' (221)

(حقائق کی کما حقہ معرفت حاصل کرنا اور ان کو اپنے محل پر درست طریقے سے رکھنا۔)

یعنی گرد و پیش کی اشیا، چیزوں اور ماحول کو حقائق کے تناظر میں پرکھنا، اُن کی معرفت حاصل کرنا اور اس طرح علم حاصل کرنا جیسا کہ وہ واقع میں ہیں۔ محض عقیدت کے تصورات کے تناظر میں نہیں بلکہ حقائق کے تناظر میں چیزوں کا جائزہ لینا۔ دستیاب اشیا اور ماحول کے تناظر میں ان چیزوں کو ایسے درست طریقے سے استعمال میں لانا کہ وہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

انسانیت کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید اور اجتماعی مفاد کے لیے زیادہ بہتر ثابت ہوں۔

اس کے نتیجے میں شاہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ انھی امور کو جب نکھارا گیا ہے تو معاشیات کے شعبے وجود میں آئے (جن کی تفصیلات کل کے لیکچر میں بیان کی گئی تھیں)۔ دولت کی پیدائش سے متعلق پیشے وجود میں آئے۔ دولت کی تقسیم، اشیا کی تجارت، وسائل کی دستیابی اور اُس کے استعمالات سے متعلق اُمور رفاہی شکل میں اگلے مرحلے میں داخل ہوئے۔

گھریلو نظام جو ارتفاقِ اوّل میں محض میاں بیوی کے معاہدے تک محدود تھا، وہ ارتفاقِ ثانی میں مزید بہتر بنا۔ اولاد کے ماں باپ پر کیا حقوق ہیں؟ ماں باپ کے کیا حقوق ہیں اولاد پر؟ گھر چلانے کے لیے، نظم ونسق چلانے کے لیے اس کی معاونت اور تعاون کرنے والے افراد کے کیا حقوق ہیں؟ معاشی وسائل ایک خاندان کیسے حاصل کرے گا؟ ان دستیاب معاشی وسائل کو وہ خاندان کے فائدے کے لیے کیسے استعمال میں لائے گا؟ اس سطح پر یہ اجتماعی تقاضے نئی شکل میں ابھرے، جن کے لیے شاہ صاحبؒ نے لفظ استعمال کیا ہے "تدبیرُ المنزِل" یعنی گھریلو نظام، یا ایک خاندان یا قبیلے کا نظام تشکیل دینا اور اُس کی تمام ضروریات کی کفالت کے لیے اس سطح کی اجتماعیت کو ترقی دینا۔

ارتفاقِ ثانی میں صرف خاندانی نظام ہی نہیں بلکہ اس مرحلے پر معاشی شعبوں کی ذیلی جماعتیں وجود میں آئیں۔ شاہ صاحبؒ نے کہا کہ تمام انسان اپنی تمام ضرورتیں ازخود پوری نہیں کرسکتے، انھیں دوسرے انسانوں سے تعاون کی ضرورت ہے تو اب اس مرحلے پر آکر انسانوں نے پیشے متعین کرلیے تاکہ زیادہ مہارت، زیادہ جمالیاتی حس، مفادِ عامہ کے لیے زیادہ بہتر کام، زیادہ اچھے طریقے سے ایجادات اور تقلید کا عمل وجود میں آئے تاکہ ذہن ایک ہی کام پر مرتکز (focus) ہوجائے۔ مثلاً کپڑا بُننے والوں کی الگ جماعت بن گئی۔ زراعت اور کاشت کاری کرنے والے لوگوں کی الگ سے جماعت وجود میں آگئی۔ تاجروں کی الگ سے جماعت وجود میں آگئی جو تجارت کے شعبے کو نکھارتے ہیں۔ دست کاری اور صنعت سے متعلق جو امور تھے، ان میں بھی الگ الگ جماعتوں کی صورت شروع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگئی۔ کوئی لباس بنائے گا۔ کوئی جوتا بنائے گا۔ کوئی فرنیچر بنائے گا وغیرہ وغیرہ۔ کیوں کہ جب آدمی اپنی پوری توجہات ایک ہی علم وفن یا ہنر پر فوکس کر لیتا ہے تو اس میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔ نئے نئے پہلو سامنے آتے ہیں۔ ایجاد وتقلید کا بنیادی جذبہ آگے بڑھتا ہے۔ مفادِ عامہ کی صورتیں سامنے آتی ہیں۔ جمالیاتی حس ترقی کرتی ہے۔

ارتفاقِ دوم کے پانچ بنیادی شعبے

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک جب انسان اپنی طبعی ابتدائی ضرورتیں حاصل کرلیتا ہے تو اجتماعی زندگی کی اصلاح کے تجربے کرتا ہے۔ وہ ارتفاقِ اوّل کے امور اور چیزوں کو زیادہ صفائی اور عمدگی کے ساتھ استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح وہ ارتفاقِ دوم میں ترقی کرتا ہے، جسے حضرت شاہ صاحبؒ مندرجہ ذیل پانچ شعبوں میں تقسیم کرتے ہیں:

1۔ حکمتِ معاشیہ Science of Livelihood

حکمتِ معاشیہ کی تعریف اور اُس کی دیگر تفصیلات امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے معاشی افکار پر مبنی گزشتہ لیکچر میں بیان کی جاچکی ہے۔ اس کے ذیل میں کھانے پینے، مکان، لباس اور معاشی ضروریات سے متعلق مباحث بیان کی گئی ہیں۔

2۔ حکمتِ منزلیہ Science of Home

ارتفاقِ ثانی کی سطح پر دوسرا شعبہ حکمتِ منزلیہ کا ہے۔ اس کی تعریف کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

> ”حکمتِ منزلیہ یہ ہے کہ جس میں اعلیٰ اَخلاق، تجرباتی علوم اور مفادِ عامہ کی رعایت رکھتے ہوئے اپنے گھر والوں اور ساتھیوں کے ساتھ معاملات کیے جائیں، تاکہ تمھارا اپنے رُفقا کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا عمدہ طریقے سے ہو اور بہترین تعلقات پر مبنی ہو“۔ (222)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس حکمت سے متعلق شاہ صاحبؒ نے درجِ ذیل چار بنیادی امور متعین کیے ہیں:

الف: معاہدۂ نکاح

اس کے ذیل میں شاہ صاحبؒ نے معاہدۂ نکاح اور شادی کی اہمیت اور ضرورت واضح کی ہے۔ پھر میاں بیوی کے حقوق اور ذمہ داریوں کا جامع تذکرہ کیا ہے۔ اس حوالے سے تفصیلات ''البدور البازغه'' اور ''حُجّةُ اللّٰه البالِغه'' میں بیان کی گئی ہیں۔

ب: اولاد اور ماں باپ کے باہمی حقوق

تدبیرِ منزل کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اولاد کی پرورش، تربیت عمدہ طریقے سے ہو۔ انھیں بہتر تعلیم دی جائے۔ ان کی صحت کا خاص خیال رکھا جائے۔ نیز ان میں اَخلاق کی بلندی پیدا کرنے کے لیے مناسب ماحول فراہم کیا جائے۔

اولاد پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ان کوششوں، مشقتوں اور تکلیفوں کا پورا خیال رکھیں، جو ان کی مناسب تربیت اور پرورش کے لیے اُن کے والدین نے برداشت کی تھیں۔ وہ ان کی عزت وتکریم سے اپنا دامن نہ بچائیں۔ ان کا کہنا مانیں۔ کبھی تلخ کلامی سے پیش نہ آئیں۔ وہی سلوک واحسان کریں، جو انھیں والدین کی جانب سے ملا تھا۔

ج: خدمت گاروں کے حقوق

اس ضمن میں حاکم اور محکوم کا باہمی تعلق بھی اہم درجہ رکھتا ہے۔ انسانی نفسیات کے مطالعے سے یہ بات واضح ہے کہ رُوئے زمین پر بسنے والے تمام انسان مزاجاً یکساں نہیں ہوتے۔ بعض طبعی طور پر قیادت کے اہل ہوتے ہیں اور حاکم بننے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں تو بعض اس سے محروم رہتے ہیں۔ تمام انسانوں کے درمیان یہ اختلاف ان کی استعداد کے اختلاف کا نتیجہ ہے۔ یہی وَجہ ہے کہ ہمارے مشاہدے میں روز ہی ایسے لوگ آتے ہیں جو پیدائشی طور پر روشن دماغ اور اعلیٰ فہم کے مالک ہوتے ہیں اور ایسے بھی جو کم فہم اور کُند ذہن ہوتے ہیں۔ چناں چہ ایک بہتر زندگی کی خاکہ کشی (تعمیر) کے لیے ان دونوں اقسام کا وجود لازمی ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ نتیجتاً ایک کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسرت اور راحت دوسرے کی مسرت اور راحت سے وابستہ اور اس کی رہینِ منت (احسان مند) ہے۔ چناں چہ ضروری ہے کہ دونوں اس باہمی رشتے کو مضبوطی سے قائم رکھیں۔ نیز ایک دوسرے کے رنج وغم، شادی ومسرت میں برابر کے شریک ہوں۔

د: صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے حقوق

اس سلسلے کی چوتھی کڑی عام انسانوں کے آپس میں رہن سہن اور تعلقات سے متعلق ہے۔ بعض افراد اِتفاقی حادثات اور بیماریوں کے سبب مختلف تکالیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ان حالات میں ذی استعداد (قابل اور صلاحیت) لوگوں کو ان تکلیف زدہ لوگوں کی مدد کرنی چاہیے اور ان کا سہارا بننا چاہیے۔ ان کے ساتھ خوش گوار تعلقات قائم رکھنے چاہئیں، تاکہ یہ لوگ احساسِ کمتری کا شکار نہ ہوں۔ اسی طرح تمام شعبوں میں ایک دوسرے کی معاونت بھی اچھی معاشرت کا جزو ہے۔ علاوہ ازیں مشکل اوقات میں رشتے داروں کا ایک دوسرے کے کام آنا' جسے شرعی اصطلاح میں ''صلہ رحمی'' کہتے ہیں، ایک اہم اور ضروری فرض ہے۔

3۔ حکمتِ اکتسابیہ Science of Professions

ارتفاقِ ثانی کی سطح پر افراد کے پیشے اور وسائل حاصل کرنے سے متعلق علم کو شاہ صاحبؒ نے حکمتِ اکتسابیہ سے تعبیر کیا ہے۔ چناں چہ اس کی تعریف کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:

''حکمتِ اکتسابیہ یہ ہے کہ اپنے معاشی معاملات میں خوش حالی اور عمدگی کے پہلوؤں کی رعایت رکھی جائے۔ چناں چہ ایسی محنت اور مشقت کی جائے کہ جس سے دوسرے معاملات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی احتیاجات کے وسائل بہتر طور پر اور عمدہ طریقے سے حاصل کیے جاسکیں''۔ (223)

یہ اُس وقت پیدا ہوتی ہے، جب بعض لوگ اپنی اپنی استعداد اور حالات و اسباب کے مطابق کسی خاص پیشے میں مہارتِ تامہ پیدا کرلیتے ہیں۔ مثلاً کوئی کپڑا بُننے کا ماہر بن

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے، کوئی اناج پیدا کرنا اپنا مخصوص پیشہ بنا لیتا ہے اور کوئی فنِ تعمیر میں کمال پیدا کر لیتا ہے۔ اس طرح انسانی معاشرے میں پیشہ وارانہ تقسیم پیدا ہوجاتی ہے، جس کی وَجہ سے بعض لوگ اپنے اپنے مخصوص کاموں میں پوری پوری مہارت حاصل کر لیتے ہیں۔

4۔ حکمتِ تعاملیہ Science of Trade

جب لوگ آپس میں مل جل کر رہتے ہیں تو لین دین اور خرید و فروخت کرنا، اُدھار لینے دینے، رہن وغیرہ کرنے کی حاجت ہوتی ہے۔ اس طرح باہمی تعاون سے طے کیے جانے والے معاملات سے حکمتِ تعاملیہ پیدا ہوتی ہے۔

5۔ حکمتِ تعاونیہ Science of Co-operation

جب انسانی اجتماع وسیع ہوجاتا ہے اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے تو کفالت، مشترکہ کاروبار، وکالت، مزدوروں سے کام لینے وغیرہ کے سلسلے میں حکمتِ تعاونیہ کے اصول پیدا ہوتے ہیں۔ اس میں ملک اور قوم کی ترقی کے لیے تعاونِ باہمی پر مبنی انجمن سازی اور جماعتوں کی تشکیل بھی شامل ہیں۔

ان پانچوں امور پر امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی کتاب ''البُدورُ البازِغہ'' کی پانچ فصلوں میں بڑی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اور ان تمام کے بنیادی اساسی امور اور قواعد وضوابط کی نشان دہی کی ہے۔

ارتفاقِ دوم کی سطح پر انسانی معاشرے میں پہلے درجے کی تنظیمات (Organizations) قائم ہوتی ہیں۔ چناں چہ معاشی امور کی انجام دہی سے وابستہ افراد کی جماعتیں ہوں یا پیشوں سے وابستہ لوگوں کی انجمنیں ہوں، گھریلو اور خاندانی نظام سے وابستہ اجتماعیت ہو یا باہمی تعاون سے متعلق جماعتیں اور تنظیمیں ہوں، ان تمام کا تعلق ارتفاقِ دوم کے ساتھ ہے۔ گویا ارتفاقِ دوم کے لوازمات میں سے یہ ہے کہ لوگ کسی نہ کسی جماعت کے ساتھ وابستہ ہو کر اپنے اپنے شعبے میں مہارت اور استعداد حاصل کرتے ہوئے انسانی معاشرے کی ترقی کے لیے کردار ادا کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب انسانی معاشروں کی انجمنیں اور جماعتیں طاقت ور اور مضبوط ہوتی ہیں تو اُن کے باہمی امور کو نمٹانے کے لیے ایک ملک میں قومی سطح پر سیاسی، معاشی نظام پر مبنی حکومتی اتھارٹی قائم کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہاں سے ارتفاقِ سوم کی حدود شروع ہوتی ہیں۔ ملکی سطح کے سیاسی اور معاشی امور کی چھان پھٹک کی جاتی ہے اور رائے کلی، حُبِّ جمال اور ایجادات کی روشنی میں تجربات کر کے خوب سے خوب تر ملکی نظام بنایا جاتا ہے۔

ارتفاقِ ثالث اور قومی حکومتی نظام کے بنیادی امور

ارتفاقِ ثانی کی سطح پر وجود میں آنے والی مختلف جماعتوں میں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ معاملات کا دائرہ وسیع ہوا۔ اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ ان کے تعلقات و معاہدات وجود میں آئے۔ ان امور کو انجام دیتے ہوئے اختلافات بھی ہو سکتے ہیں۔ معاشرے کی اجتماعیت میں — جو دراصل صحیح اسلوب پر قائم ہے — کچھ انفرادیت پسند طبیعتوں کی وجہ سے جھگڑے پیدا ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ نے کہا کہ اگر کسی سوسائٹی میں، کسی شہر میں مثلاً دس ہزار کے قریب آبادی ہو جائے اور مختلف جماعتیں وجود میں آ جائیں تو وہاں لازمی طور پر ایک نظمِ مملکت اور حکومت قائم کرنے اور ایک معاہدۂ عمرانی (Social Contract) کی ضرورت پیش آتی ہے۔ سیاسی ڈسپلن قائم کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

ارتفاقِ ثانی کی سطح پر قائم انھیں جماعتوں کے مجموعے سے اگلے مرحلے میں ایک ریاست کا وجود ہوتا ہے۔ جب ریاست وجود میں آئے گی تو اس کے لیے ایک اتھارٹی بنانی پڑتی ہے۔ قومی نظام بنایا جاتا ہے۔ اس قومی نظام کے تحت مختلف جماعتوں میں پیدا ہونے والے اختلافات کو ختم کیا جاتا ہے۔ اُن تمام معاشی سماجی امور کی انجام دہی کو حکومتی اتھارٹی کے ذریعے سے تاجروں، کاشت کاروں، صنعت کاروں اور دیگر امور سرانجام دینے والوں کو تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔ غرض! معاشرے کے تمام افراد کو جان، مال، عزت آبرو کے تحفظ کے لیے ایک قومی سیاسی نظام کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہیں سے ”ارتفاقِ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ثالث'' یا قومی نظامِ حکومت کا ایک ڈھانچہ سامنے آتا ہے۔

سیاسی حکومت کی ضرورت و اہمیت

شاہ صاحبؒ نے کہا ہے کہ اس ارتفاقِ ثالث کا بنیادی مظہر ایک سیاسی نظام کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے کہا کہ سیاسی نظام دراصل وہ ربط (connection) ہے، جو تمام جماعتوں کے درمیان موجود ہوتا ہے، جو انھیں باہم مربوط رکھتا ہے۔ اجتماع یا ایک شہر یا ریاست کے اندر جو افراد رہتے ہیں یا وہ مختلف گھروں میں رہتے ہیں یا مختلف پیشوں سے وابستہ ہیں، ان کے درمیان یہ جو ربط ہے، اس کو زیادہ سے زیادہ بہتر طور پر سرانجام دینے اور اس کو مربوط طور پر آگے بڑھانے کے لیے سیاسی نظام کی ضرورت ہے۔

شاہ صاحبؒ نے ملکی سیاست کی تعریف یہ کی ہے:

''و ھی الحکمة الباحثة عن کیفیة حفظ الرّبط الواقع بین أھل المدینة، و أعنی بالمدینة جماعة متقاربة تجری بینھم المعاملات، و یکونون أھل منازل شتّٰی.'' (224)

(ملکی سیاست ایک ایسی حکمتِ عملی اختیار کرنا ہے، جس میں کسی ملک میں بسنے والے لوگوں کے درمیان ملکی سطح کے روابط (معاہدۂ عمرانی) کی حفاظت (اور اس میں تغیر و تبدل) کی کیفیت سے بحث کی جاتی ہے۔ میری مراد ملک سے یہ ہے کہ اُس کے دائرۂ کار میں مختلف جماعتوں کے درمیان پیدا ہونے والے (سماجی، سیاسی اور معاشی حوالے سے) قریبی روابط اور دیگر معاملات طے ہوتے ہیں اور وہاں رہنے والے لوگ مختلف گھروں، محلوں اور شہروں میں بستے ہیں۔)

یعنی کسی ملک میں چند مختلف خاندانوں پر مشتمل لوگ اور مختلف جماعتیں ہیں، ان کے درمیان جو اُس سوسائٹی کے تقاضوں کے اعتبار سے ایک اَن دیکھا ربط ہے، اس مربوط

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نظام کی حفاظت سے متعلق امور پر بحث کرنا ''سیاست'' کہلاتا ہے۔ اسی طرح شاہ صاحبؒ نے شہر اور مملکت کی تعریف بھی کی ہے کہ میرے نزدیک مدینہ یا شہر سڑکوں، عمارتوں یا بلڈنگوں اور بازاروں کا نام نہیں ہے، بلکہ انسانوں کے جو انسانی رشتے ہیں، باہمی احترامات (considerations) ہیں، ان کی اجتماعیت، میرے نزدیک ''مدینہ'' (ریاست اور مملکت) ہے۔

مدینہ منورہ کا عنوان بھی مدنیت اور تمدن سے ہے۔ یثرب کو مدینہ اسی لیے کہا گیا کہ حضور ﷺ کی آمد سے پہلے وہاں کوئی شہری سول سوسائٹی نہیں تھی۔ اجتماعی طور پر کوئی مربوط نظام اور تہذیب و تمدن کی شکل موجود نہیں تھی۔ حضور ﷺ نے آ کر اُسے ایک تہذیب دی، ایک ریاست تشکیل دی اور اس کا ایک سیاسی نظام بنایا۔ اس لیے وہ یثرب جو مختلف قبائل اور علاقوں میں منقسم مختلف چھوٹی چھوٹی جماعتوں، یہودیوں اور اوس وخزرج کے قبائل اور خود یہودیوں کے پندرہ بیس قبائل پر مشتمل تھا، اس کو ایک یونٹی (unity) دی، ایک وحدت دی، اس لیے اس کو ''مدینہ'' کہا جاتا ہے۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مملکت کے لیے ''مصر'' کا لفظ استعمال کیا گیا۔ قرآن حکیم میں ہے کہ:

وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ

(اور تم کو لے آیا گاؤں سے بعد اس کے کہ جھگڑا ڈال چکا تھا شیطان مجھ میں اور میرے بھائیوں میں۔)(225)

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین اور بھائیوں سے کہا کہ اللہ تم لوگوں کو دیہات سے یہاں مصر لایا تو ''مصریت'' بھی تمدن، تہذیب، ثقافت اور سویلائزیشن (civilization) کہلاتی ہے۔

قومی ریاست کی عصری تشکیل کے تقاضے

شاہ صاحبؒ نے چھ بنیادی اساسی امور واضح کر دیے کہ قومی ریاست کی تشکیل میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کن کن امور کو پیشِ نظر رکھا جائے۔ شاہ صاحبؒ نے ''البدور البازغہ'' میں اس کی تفصیلات بیان کی ہیں:

1۔ جمہور کا تسلیم کردہ مسلمہ قانون اور عدالتی نظام

کسی ریاستی نظام کی تشکیل کے لیے معاہدۂ عمرانی وجود میں لایا جاتا ہے۔ اس کے لیے سب سے پہلے ایک آئینی اور قانونی نظام کی ضرورت ہے۔ اس حوالے سے شاہ صاحبؒ کے الفاظ ہیں:

''لا بُدّ لهم من سنّةٍ عادلةٍ مسلّمةٍ عند جماهيرهم يفزع إليها في فصل الخصومات.'' (226)

(ملک میں بسنے والے لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسا عدل و انصاف پر مبنی جمہور کا مسلمہ قانون اور نظام قائم کریں کہ جسے لوگوں کے جھگڑے نمٹانے کے لیے پیشِ نظر رکھا جائے۔)

یعنی اُس ریاست میں بسنے والے جمہور لوگوں کے اتفاق سے بننے والی ''سنتِ عادلہ'' یعنی عدل و انصاف پر مبنی طریقۂ کار اور قانون وجود میں آنا چاہیے۔ کوئی طبقہ، کوئی گروہ، کوئی جماعت اپنی گروہی طاقت کے بل بوتے پر اپنا خود ساختہ کوئی آئین اس پر مسلط نہیں کر سکتی۔ جمہور کی رائے سے قانون وجود میں آئے۔ کوئی بزنس کمیونٹی صرف اپنے مفاد کے لیے آئین اور قانون بنائے۔ کوئی لینڈ لارڈ محض اپنے مفادات کا آئین اور قانون مسلط کر کے کہے کہ یہ قانون کی حکمرانی (Rule of Law) ہے، یہ درست نہیں۔ لہٰذا پہلے قانون معلوم ہونا چاہیے، جس کی حکمرانی قائم کرنی ہے۔ قانون اگر جاگیرداری کے مفاد کا ہے اور سرمایہ دار کے مفاد کا ہے تو پہلے تو قانون کو چیلنج کیا جائے گا کہ یہ قانون کیا جمہور کے مفاد میں ہے؟ شاہ صاحبؒ نے دوٹوک ضابطہ بتا دیا، واضح کر دیا کہ کسی بھی قومی جمہوری ریاست کے لیے ضروری ہے کہ جمہور کے مفادات یا جمہور کی تسلیم شدہ (**مسلّمة عند جماهيرهم**) اساس پر قانون بنے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جو قانون جمہور کے ہاں متفق علیہ ہے، اسی قانون کی روشنی میں عدلیہ وجود میں آئے گی۔ عدلیہ کا بنیادی کام اُس طے شدہ قانون کی روشنی میں ان امور پر عمل درآمد کا جائزہ لینا ہے، جو سوسائٹی میں انجام پا رہے ہیں، خواہ جماعتوں کے درمیان ہوں یا حکمران اور عوام کے درمیان ہوں۔ شاہ صاحبؒ نے عدالتی نظام کے حوالے سے چند بنیادی قواعدِ کلیہ بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک اہم قاعدہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

> ''عدالت میں پیش ہونے والا قضیہ اور جھگڑا یا تو گھریلو تعلقات سے متعلق ہوگا، یا خرید وفروخت سے متعلق ہوگا، یا باہمی تعاون سے متعلق ہوگا۔ ایسے معاملات میں جب تحقیق وتفتیش سے اصل صورتِ حال کا فساد معلوم نہ ہو سکے تو پھر اُس معاملے کو ختم کر دیا جائے گا۔ اور ہر آدمی کو اس معاہدے سے پہلے کی حالت پر چھوڑ دیا جائے گا۔ اگر اس معاملے میں کسی نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو اُس کے مطابق کسی کی زیادتی کے بغیر عدل و انصاف کے ساتھ اُس زیادتی کا بدلہ دیا جائے گا''۔ (227)

2۔ مملکت کے داخلی تحفظ کے لیے پولیس کا نظام

کسی ریاست میں بسنے والے لوگوں کی جان مال کے تحفظ کے لیے ایک ایسے ادارے کی ضرورت ہے کہ جو سوسائٹی میں فساد مچانے والوں سے لوگوں کو بچائے۔ لوگوں کو چوری، ڈاکے، قتل و غارت گری اور لوٹ مار سے بچانے کے لیے سیکیورٹی کی تمام تر ذمہ داریاں اس ادارے کے سپرد ہوں۔ اس ارتفاق کو شاہ صاحبؒ نے ''شہر یاریت'' سے تعبیر کیا ہے۔

3۔ مملکت کے خارجی تحفظ کے لیے دفاعی نظام

کسی ریاست میں بسنے والے لوگوں کو ہر طرح سے امن و امان مہیا کرنے اور ملکی دفاع کے لیے بہادر لوگوں کی فوج کی ضرورت ہوتی ہے، جو قومی سلامتی کے لیے کردار ادا کرتی ہے۔ داخلی سطح پر پیدا ہونے والی بغاوت کو دور کرنے اور دوسری ریاستوں کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے مملکت پر حملہ آور ہونے کی صورت میں مستحکم دفاع کے لیے کردار ادا کرنے والے ادارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس ارتفاق کو شاہ صاحبؒ نے ''جہاد'' کے عنوان سے تعبیر کیا ہے۔ اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''انسانی اجتماع ایک دوسرے پر زیادتی کرنے، حسد کرنے اور بخل سے کام لینے سے خالی نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں، جو قتل، لوٹ مار اور اجتماعیت کو نقصان پہنچانے کی جرأت کرتے ہیں۔ وہ خاندانی نظام میں فساد مچاتے ہیں۔ مال لوٹتے، زمینوں پر قبضہ کرتے اور طاقت اور قوت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یا کسی دُنیوی حسد اور کسی ظلم کے خلاف عدالت میں مقدمہ کرنے یا دینی بغض اور عداوت کے سبب فساد مچاتے ہیں۔ ایسی صورت میں ایسے بہادر لوگوں کا اجتماعی ادارہ بنانے کی ضرورت ہے، جو فساد مچانے والے گروہوں کا مقابلہ کریں اور مملکت کو ان کے ظلم و ستم سے بچائیں۔... یہ ارتفاق ''جہاد'' کہلاتا ہے''۔ (228)

4۔ حکومتی نظم ونسق کے لیے انتظامیہ

کسی ریاست کے نظم ونسق کے لیے چوتھی چیز جو شاہ صاحبؒ نے اپنے فلسفہ ارتفاقات یا اجتماع میں بیان کی، وہ منتخب انتظامیہ ہے۔ ان کو شاہ صاحبؒ نے ''نقباء'' کہا ہے۔ اُن جماہیر کی رائے لینے والے یہ افراد سوسائٹی میں کس کردار کے اور کس شرط کے ہوں، اُن کے معیارات کیا ہونے چاہئیں؟ وہ بھی متعین ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے کہا کہ ہر نقیب یا منتخب نمائندے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اسی قوم میں سے ہو۔ اس کے علاوہ نہیں۔ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''ہر قوم کے لیے نقیب منتخب کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ: (۱) وہ اُسی قوم کا فرد ہو۔ (۲) عدل و انصاف قائم کرنے والا ہو۔ (۳) اُن کی مصلحتوں اور اُن کو نقصان پہنچانے والے مفاسد کو جانتا ہو۔ (۴) اُن کے حالات سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

باخبر ہو۔ (۵) اُن میں ہونے والے واقعات کی اچھی طرح تحقیق و تفتیش کرنے والا ہو"۔ (229)

نقبا کے مفوضہ امور بیان کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

"ان کاموں میں سے مملکت کی سرحدوں کی حفاظت، چوکیوں، قلعوں، دیواروں اور بازاروں کی تعمیر، دریاؤں پر پلوں کا بنانا، نہروں کا کھودنا، یتیموں کی شادی کرانا اور اُن کے مالوں کی حفاظت کرنا، غریب لوگوں پر صدقات و خیرات تقسیم کرنا، مرنے والوں کے متروکہ اموال کی ورثا میں صحیح تقسیم کرنا، اسی طرح عوام کی دیکھ بھال کرنا، مستقبل میں قوم کو پیش آنے والے معاملات کی پیش بندی کرنا، مال جمع کرنا اور ٹیکس وصول کرنا وغیرہ جیسے امور ہیں۔ ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا نام نقابت اور ولایت ہے اور ان کاموں کے کرنے والوں کو متولّی اور نقیب کہا جاتا ہے"۔ (230)

5۔ تعلیم و تدریس اور تربیتی ادارے

کسی ریاست کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہاں بسنے والے لوگوں کو علم و حکمت کی تعلیم و تدریس اور تربیت دی جائے۔ چناں چہ ایسے تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں، جو سوسائٹی کی ضروریات کے مطابق تعلیم و تربیت دیں۔ اُن کے اَخلاق درست کریں۔ اقدار و روایات کی تلقین کریں۔ اچھے اَخلاق کا درس دیں۔ گھریلو نظم و نسق اور باہمی معاملات کو خوش اُسلوبی سے سرانجام دینے کی تربیت دیں۔ وعظ و نصیحت کے ذریعے سے سوسائٹی کا مفید شہری بنانے کے لیے کردار ادا کریں۔ بداَخلاقی کے غلط نتائج سے آگاہ کریں۔ باہمی مباحثے، مکالمے اور خطابات کے ذریعے سے لوگوں کی تربیت کی جائے۔ اس ارتفاق کا نام موعظت اور تزکیہ ہے اور اس کو سرانجام دینے والا مزکی، مرشد اور واعظ ہوتا ہے۔

ان کے فرائض اور ذمہ داریاں بیان کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

"لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے معلم کی تعلیم و تربیت کے دو پہلو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہونے چاہئیں: ایک یہ کہ ایسی تعلیم دی جائے، جس سے اُن کے اَخلاق درست ہوں اور ارتفاقِ ثانی اور ثالث کا نظم ونسق بہتر طریقے سے قائم ہو۔ دوسرے یہ کہ ایسی تعلیم دی جائے، جس سے ان کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کا راستہ درست طور پر معلوم ہوجائے اور آخرت کے گھر میں اُن کی حالت درست طور پر منظّم ہوجائے''۔ (231)

6۔حکومتی نظام اور سربراہِ مملکت

کسی ریاست کے نظم ونسق کو چلانے کے لیے ایک باقاعدہ حکومتی نظام کی ضرورت اور اہمیت ہوتی ہے۔ سربراہِ مملکت کا انتخاب اور تقرر کیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے شاہ صاحبؒ نے ایک ایسے اجتماعی نظام کی نشان دہی کی ہے کہ جس میں لوگوں کی مختلف آرا، اُن کی طبیعتوں کے تضادات اور لوگوں کے اغراض و مفادات کے درمیان آخری فیصلہ کرنے والے ایک سربراہ اور حکمران کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس حوالے سے شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''مختلف جماعتوں اور لوگوں کے درمیان باہمی مربوط تعلقات کی وجہ سے کوئی مملکت ایک وحدت لیے ہوئے ہوتی ہے۔ اُس ریاست کی تمام جماعتیں اور خاندان اُس ایک فرد کے اعضا ہوتے ہیں۔ یقیناً ایک مملکت وحدت لیے ہوئے ہوتی ہے۔ مملکت کی وحدت کو صحیح طور پر محفوظ رکھنے اور اُس کے تمام فوائد کی تکمیل ضروری ہوتی ہے۔ وہ نظام جس کے ذریعے سے کسی ریاست کے تمام لوگوں کی صحت مند ترقی اور فوائد کا حصول ممکن ہو، حقیقت میں ''امام'' اور حکمران ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک ''امام'' سے مراد صرف ایک انسانی فرد نہیں ہوتا۔ ہاں! البتہ کوئی بڑی وسیع استعداد والا فرد اپنی صلاحیتوں کے سبب تمام معاملات کو درست طور پر سرانجام دے دے تو وہ ظاہری طور پر ''امام'' کہلاتا ہے''۔ (232)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

شاہ صاحبؒ نے حکومتی ڈھانچے کی تشکیل کے حوالے سے ایک بڑی اہم بات 1735ء میں ''حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه'' میں لکھی ہے اور اُسی زمانے میں ''البُدورُ البازِغه'' لکھی ہے۔ روسو کا معاہدۂ عمرانی (Social Contract) تو 1762ء میں آیا ہے اور انقلابِ فرانس تو اس کے ساٹھ سال بعد آیا ہے۔ شاہ صاحبؒ اُس زمانے میں کہتے ہیں کہ ''ليس الإمام عندنا هو الشّخص الواحد الإنساني'' یعنی ہمارے نزدیک حکمران صرف ایک فردِ واحد کی آمریت یا شخصی حکومت کی بنیاد پر نہیں ہے۔

حکومتوں کے قیام کی مختلف صورتیں

شاہ صاحبؒ ریاستوں کی تشکیل کے حوالے سے دو طرح کی مملکتوں کا تذکرہ کرتے ہیں: ایک مکمل ریاستی نظام، جسے وہ ''المدينة التّامّة'' کے عنوان سے تعبیر کرتے ہیں۔ دوسرا ناقص ریاستی نظام، جسے وہ ''المدينة النّاقصة'' کے عنوان سے تعبیر کرتے ہیں۔ مکمل ریاستی نظام چلانے کے لیے ایک ''امامُ الحق'' (مکمل نظام اور اُس کے چلانے والے سربراہِ مملکت) کی ضرورت و اہمیت واضح کرتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ:

> ''ملکی ریاستی نظام کا سربراہ ایک ایسا آدمی جو ریاست کے تمام امور کو اکیلا سرانجام دیتا ہے، وہ ''امامُ الحق'' ہوتا ہے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے''۔ [233]

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء'' میں اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ ایسی کامل اور مکمل حکومت کا نظام حضور اقدسؐ سے لے کر حضرت عثمانؓ کی شہادت تک قائم رہا، جہاں ایک ''امام الحق'' نے جماعت کی متفقہ اور اجتماعی طاقت کے ذریعے ایک کامل اور مکمل مملکت کا نظم و نسق چلایا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ایک درجے میں یہ نظام جاری رہا۔ پھر ''المدينة النّاقصه'' کی صورت پیدا ہوئی۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ مختلف علاقوں میں حکومتوں کے قیام کی مختلف نوعیتیں بیان کرتے ہیں۔ اس طرح دنیا میں رائج مختلف طور طریقوں کی نشان دہی کرتے ہوئے قومی حکومتی نظم و نسق کے حوالے سے بڑی اہم بات واضح کرتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

”عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ دو یا تین کاموں کے لیے ایک آدمی اور باقی کاموں کے لیے دوسرا آدمی مقرر کیا جاتا ہے۔ چناں چہ ناقص ریاستوں میں درجِ ذیل صورتیں ہوتی ہیں:

(الف) ہر ایک کام کو پورا کرنے کے لیے ایک طے شدہ طریقۂ کار مقرر کیا جاتا ہے۔

(ب) ہر ایک پیشے اور شعبے کے لوگ اپنے لیے ایک سربراہ مقرر کر کے اُس کی رائے کے مطابق کام کرتے ہیں۔

(ج) پوری قوم میں سے عقل منداور منتخب لوگوں کا ایسا اجتماع (پارلیمنٹ) ہو، جو اُن کا نظم ونسق چلائے۔

(د) کبھی صحیح سسٹم کو قائم کرنے کے لیے ایسے آدمی (نبی اور رسول) سے رہنمائی لی جائے، جسے غیب کی تائید حاصل ہوتی ہے اور اُس کی حقانیت کو لوگ تسلیم کرتے ہیں“۔ (234)

شاہ صاحبؒ نے اس دور کے تقاضوں کے تناظر میں بڑی اہم بات کہی ہے کہ ہمارے نقطہ نظر سے ریاست کی تشکیل خاص طور پر اُن معاشروں میں، جہاں نقائص اور کمزوریاں موجود ہیں، ”اجتماع عقلاء القوم و مبرزیھم“ کی اساس پر ہوگی، یعنی قوم کے عقل منداور منتخب لوگوں کا اجتماع یا پارلیمنٹ فیصلہ کرے گی۔ اس کے مطابق نظمِ مملکت چلایا جائے گا۔

واضح ہو کہ 1735ء میں جب ابھی یورپ کے ہاں جمہوریت کا کوئی تصور نہیں تھا، شاہ صاحبؒ یہ بات کہہ رہے ہیں، جو تین امور پر مشتمل ہے:

1۔ ایک یہ کہ اس اجتماع میں منتخب ہونے والا نمائندہ اسی قوم میں سے ہو۔ مولانا سندھیؒ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو آدمی قوم میں سے نہیں ہوتا، وہ قوم کی ضروریات اور تقاضوں کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ کسی دوسری قوم کا فرد آپ کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مشکلات اور مسائل کی نمائندگی کیسے کرسکتا ہے؟ قوم میں سے ہونا ضروری ہے۔

2۔ دوسرا یہ کہ وہ سمجھ دار اور عقل مند ہو۔

3۔ تیسرا یہ کہ "مبرز" یعنی منتخب ہو، وہ فرد جو عملی میدان میں اپنے تجربے، اپنے کردار، اپنے اعمال، اپنی عقلی، اپنی علمی و عملی خدمات کے تناظر میں یہ ثابت کر چکا ہو کہ وہ اس قوم کی نمائندگی کرنے کا حق رکھتا ہے۔ گویا جاہل، بے وقوف، احمق، لاپرواہ انسان، ذاتی مفادات پر کام کرنے والا اور اجتماعیت کے لیے کوئی خدمت سرانجام نہ دینے والا آدمی منتخب نمائندہ نہیں ہوسکتا۔ اگر وہ اپنی انفرادی سطح میں قوم کے لیے کوئی خدمت نہیں ادا کرسکتا تو اُس کی نمائندگی کیسے کرے گا؟

پھر جتنی جماعتیں اس سوسائٹی میں موجود ہوں، ان میں سے ان کا نمائندہ ہونا ضروری ہے۔ کسان ہیں، مزدور ہیں، زمین رکھنے والے ہیں، صنعت کار ہیں، تجارت والے ہیں، یعنی جن کی جماعت وجود میں آگئی ہو، جو قوم اپنی کمیونٹی اور اجتماعیت کی بنیاد پر ہے، ان میں سے نمائندہ ہوگا۔ یہ نہیں کہ غریب عوام کا نمائندہ سرمایہ دار ہے، تاجر ہے، جس نے اپنا مال بیچنا ہے۔ یہ نہیں کہ مزدور اور کسان کا نمائندہ لینڈ لارڈ اور فیوڈل لارڈ ہو جو اپنے مفادات کے لیے نمائندگی کرتا ہے۔ بلکہ سوسائٹی میں جتنی موجود جماعتیں ہیں، ان کی نمائندگی اسی تناسب سے اس اجتماع کے اندر ہوگی۔

قومی قیادت کی نوعیت

ظاہر ہے کہ ہر اجتماع کا ایک سربراہ ضروری ہے۔ شاہ صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ:

"و کلّ نظام فلا بدّ فیه من سائس." (235)

(ہر ایک نظام کے لیے ضروری ہے کہ اُس کا ایک سیاست کرنے والا سربراہ ہو۔)

ہر نظام کا ایک رہنما اور لیڈر ہوتا ہے۔ مملکت کے نظم و نسق کے لیے بھی ایک "سائس"، منتظم اور قائد چاہیے، فیصلہ کرنے والا ہونا چاہیے، جو ملکی فیصلوں کو اجتماعی شکل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دے کر اس پر عمل درآمد کرائے۔

قرآن حکیم نے طالوت کو بادشاہ مقرر کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے اُس کی قیادت کی یہ خصوصیات بیان کی ہیں:

”زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ“ (236)

(زیادہ فراخی دی اس کو علم میں اور جسم میں)

شاہ صاحبؒ نے کہا کہ کسی ریاست کے قائد اور سربراہِ مملکت کے لیے یہ ضروری ہے کہ:

(الف) وہ علم بھی اعلیٰ درجے کا رکھتا ہو۔ وہ دنیا کے تمام سیاسی، سماجی، معاشی، عمرانی، تمام معاملات کا فہم رکھتا ہو۔ اس کا علم وسیع ہو اور وہ باقی تمام لوگوں سے علم میں، تجربے میں، مشاہدے میں سب سے بہتر ہو۔

(ب) وہ آزاد ہو، کسی دوسرے کی ڈکٹیشن قبول کرنے والا نہ ہو، دوسرے ملکوں یا دوسرے حکمرانوں کی ڈکٹیشن کی اساس پر اس کے فیصلے نہ ہوں بلکہ آزادئ رائے اور حریت کے ساتھ فیصلہ کرے۔

(ج) بہادر اور دلیر ہو، یعنی اُس میں اعلیٰ درجے کی شجاعت ہو اور بزدل نہ ہو۔ بزدل کے حوالے سے ایک دلچسپ جملہ شاہ صاحبؒ نے استعمال کیا ہے: ”کادت الشّاة تبول علیه.“ (237) (بکری بھی اس پر پیشاب کر جائے گی) گویا بزدل آدمی کی کیا حیثیت؟ وہ حکمرانی کے لائق کیسے ہوسکتا ہے؟

(د) شاہ صاحبؒ نے خصوصیت کے ساتھ ”البدور البازغه“ میں لکھا ہے کہ اَخلاقِ فاضلہ مملکت کے سربراہ کے لیے لازمی اور ضروری ہیں۔ اسی طرح انتظامیہ کا سربراہ، اجتماع اور اس پارلیمنٹ کا سربراہ، اس کے وزرا عمدہ اَخلاق رکھتے ہوں۔

پھر شاہ صاحبؒ نے لازمی قرار دیا ہے کہ عدلیہ، انتظامیہ اور آئین وقانون کے تین دائروں کے بعد اگلے مرحلے میں سوسائٹی میں امن و امان قائم کرنا اس قومی نظام کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ضرورت ہوگی۔ اور اس کے لیے داخلی سیکیورٹی فورسز، یعنی پولیس یا وزارتِ داخلہ کے نظم و نسق کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طریقے سے دوسرے ملکوں سے تحفظ کے لیے فوجی طاقت اور قوت یا عسکری سپہ سالار کا ہونا بھی ضروری ہے۔ پھر جن بنیادی امور کو ایک قومی ریاست کی تشکیل کے لیے لازمی قرار دیا، ان میں سے ہر ایک کے معیارات بتلائے کہ سپہ سالار کی کیا خصوصیات اور تقاضے ہوں؟ ملک کے داخلی نظم و نسق میں امن و امان کو یقینی بنانے والی سیکیورٹی فورسز کے بنیادی اساسی امور کیا ہوں؟ انتظامیہ کے معیارات کیا ہوں؟ منتخب نمائندوں کے کیا معیارات ہوں؟ آئین اور قانون کی تشکیل کی بنیادی اساسیات کیا ہوں؟

شاہ صاحبؒ کے ہاں قانون ساز جماعت کو سوسائٹی کے مصالح و مفاسد معلوم ہونے چاہئیں اور اس کی بنیاد پر وہ علم التّشریع کے بنیادی اساسی اصولوں سے واقف ہو۔ قانون سازی ایک مستقل عمل ہے اس لئے سماجی لہروں کو سمجھنا اور اُن سماجی لہروں کے تناظر میں انسانی مسائل کا ادراک کرکے اُن کو حل کرنے کی بروقت قانون سازی کرنا ضروری ہے کہ اجتماع اس کے بغیر ترقی نہیں کرسکتے۔

پھر ایک اَور اہم ترین شعبہ شاہ صاحبؒ نے قومی ریاست کے لیے بیان کیا ہے کہ اُس سوسائٹی کو ہموار طریقے سے آگے بڑھانے کے لیے تعلیم و تربیت کا نظم و نسق قائم کرنا ضروری ہے۔ کوئی سوسائٹی اس وقت تک ترقی نہیں کرتی، جب تک کہ علم و شعور پھیلانے والی دانش گاہیں موجود نہ ہوں۔ ایسے تعلیمی ادارے موجود نہ ہوں، جو ان تمام امور کی تربیت دیں کہ تجارت اعلیٰ درجے پر کیسے کرنی ہے؟ عمارتیں اور بلڈنگیں کس طریقے سے بنانی ہیں؟ انسانی صحت کے علاج کے لیے ڈاکٹر اور طبیب کیسے تیار کرنے ہیں؟ اُن کے معیارات کیا ہوں گے؟ اسی طریقے سے مسلمان معاشرہ ہے تو وہاں دین کے پڑھنے پڑھانے کا علمی منہج بھی واضح ہونا چاہیے (اس علمی منہج کی تفصیلی گفتگو علم اسرارِ دین کے تناظر میں ہوچکی ہے۔ ملاحظہ ہو! تیسرا خطبہ)۔ شاہ صاحبؒ کے نظریات اور افکار، دو ٹوک علمی تشریح کرتے ہیں اور علمی منہج واضح کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شاہ صاحبؒ کے نزدیک ہر معاشرے میں یہ چھ بنیادی امور یا وزارتیں اور ان کے ذمہ دار افراد کا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔یعنی تعلیم، داخلی سلامتی، سرحدوں کا تحفظ، قانون سازی، انتظامیہ اور عدلیہ کا پورا نظام ضروری ہے۔شاہ صاحبؒ نے واضح کیا کہ یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ میں کسی بھی اجتماع کو ان شعبوں تک محدود رکھنا چاہتا ہوں، بلکہ جیسے جیسے سوسائٹی کا ارتقا ہوتا ہے، ضرورتیں ہوتی ہیں، وزارتیں اور ڈویژن بڑھتے رہتے ہیں، اُن میں ترمیم وتنسیخ بھی ہوتی رہتی ہے۔ یہ تو صرف اصولی قواعد وضوابط کی بات ہو رہی ہے۔ یہاں لازمی اور ضروری امور ذکر کیے گئے ہے۔اس سے ارتفاقِ ثالث یا قومی سطح کا معاہدۂ عمرانی اپنی ایک شناخت پیدا کرتا ہے۔ اس سے قوم ترقی کرتی ہے اور پوری اجتماعیت ہموار طریقے سے آگے بڑھتی ہے۔

ارتفاقِ رابع یا بین الاقوامی نظام

اس کے بعد شاہ صاحبؒ نے کہا کہ اس طرح ریاستیں اور ممالک یا قومی ریاستیں اور ڈھانچے کھڑے ہوجائیں اور ممالک بن جائیں تو پھر ایک ضرورت پیش آتی ہے کہ ملکوں کے درمیان بھی ایک بین الاقوامی نظام ہونا چاہیے۔انسانی فائدے یا انسانی اجتماعیت کا یہ چوتھا مرحلہ ہے، جس کو ''ارتفاقِ رابع'' کہا گیا۔اس لیے کہ ملکوں کے درمیان بھی جھگڑے ہوسکتے ہیں۔کوئی طاقت ور ملک کسی چھوٹے ملک کو ہڑپ کرسکتا ہے، امن و امان کو تباہ کرسکتا ہے، معاشی بدحالی میں مبتلا کرسکتا ہے، ان کی منڈیوں پر قبضہ کرسکتا ہے اور ان پر ظلم وستم مسلط کرسکتا ہے۔ایسی صورت میں ضرورت پیش آتی ہے کہ یہ ممالک مل کر ایک بین الاقوامی ڈھانچہ قائم کریں۔

شاہ صاحبؒ کے نزدیک ارتفاقِ رابع یا بین الاقوامی نظام یہ ہے کہ ممالک کے درمیان جو باہمی تعلقات یا ربط موجود ہے، وہ انسانی بنیادوں پر قائم ہونے چاہئیں۔یعنی انسانی اجتماعیت کے تناظر میں اُن بین الاقوامی روابط کی حفاظت کرنا، ہر قوم کے حقوق کا تحفظ کرنا، مذکورہ چھ امور میں ان کی معاونت اور اس کو زیادہ بہتر سے بہتر کرنا اور اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیے بہتر اقدامات کرنا۔

شاہ صاحبؒ نے کہا کہ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ بین الاقوامی قانون تمام ملکوں اور ریاستوں کا تسلیم شدہ ہو۔ یہ تسلیم کرنا کسی جبر سے نہ ہو، بلکہ ان کے جمہور کی اساس پر منتخب نمائندوں اور اُن کے ممالک کی آزاد مرضی سے وجود میں آئے۔ گویا آج کی طرح صرف پانچ ویٹو پاور رکھنے والے ممالک (امریکہ، برطانیہ، فرانس، روس اور چین) اپنا بنایا ہوا قانون اور ضابطہ دنیا کے ایک سو بانوے ملکوں پر مسلط نہ کریں۔ یہ بین الاقوامی قانون اور ضابطہ نہیں ہے۔ تعلقاتِ اقوام کی یہ بنیاد نہیں ہے۔ انسانیت کی ترقی کے بین الاقوامی قانون پر عمل درآمد کے لیے ایک اتھارٹی کی ضرورت ہے۔ اس اتھارٹی کے ٹائٹل کے لیے شاہ صاحبؒ نے ''خلیفہ'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یعنی وہ، تمام انسانوں کے لیے، جن کو اللہ تعالیٰ نے ''جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً'' (238) قرار دے کر بھیجا ہے، بلاتفریق رنگ، نسل و مذہب، اللہ کا نائب بن کر کل انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرے۔

خلافت دراصل وہ بین الاقوامی نظام ہے، جو ممالک کے باہمی تعلقات اور ان کو عدل و انصاف پر قائم کرنے کے لیے کردار ادا کرے۔ اس کا تعلق انسانی مسائل کے حل سے ہے۔ امن و امان کو یقینی بنانے سے ہے۔ بلاتفریق رنگ، نسل و مذہب معاشی خوش حالی اور ترقی سے ہے۔ انسانی اصولوں کی خلافت اور حکومت ہے۔ انسانی اصولوں کی ترقی کے لیے کردار ادا کرنا اور بہتر طریقے سے ایک بین الاقوامی فورس اور قانون بنانا ہے۔ تمام انسانوں کی مجموعی ترقی کا تعلیمی نظام بنانا ہے۔ عالمی عدالتِ انصاف بنانا ہے وغیرہ وغیرہ۔ بین الاقوامی سطح پر عدل، امن اور معاشی خوش حالی قائم کرنا اور اس کو یقینی بنانا اس خلافت کا کام ہے۔ یہ بین الاقوامی نظام ہے، اس کے لیے ایک بین الاقوامی طاقت کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ اتھارٹی تمام انسانوں کو انصاف فراہم کرے۔

یہ چار بنیادی ارتفاقات اور ان کے مراحل، اور اجتماعی تشکیل کے حوالے سے ان کے اصولِ کلیہ شاہ صاحبؒ کے نزدیک ایسے اصولِ مسلمہ ہیں کہ یہودیت ہو، عیسائیت ہو،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندومت ہو، یا دنیا کا کوئی مذہب اورفرقہ ہو، یا اسلام کی تعلیمات ہوں، تمام کے ہاں عقلی، نقلی اور کشفی طور پر ثابت شدہ اور مسلمہ ہیں۔ کسی کو اس سے اختلاف نہیں ہوگا۔ اس سے اختلاف کرنے والے ممکنہ طور پر دو طبقے ہو سکتے ہیں: ایک بالکل بے وقوف، جو جانوروں کی طرح ہوتے ہیں۔ دوسرے مجنون اور پاگل یا شرپسند طبیعتیں جو کسی بھی سطح کے کسی قانون کو نہیں مانتیں۔ ورنہ دنیا کی مہذب انسانیت، تمام مذاہب اور ملتیں، تمام سکول آف تھاٹ (schools of thought) اس کو بنیادی طور پر تسلیم کرتے ہیں۔

دورِ زوال میں حکمتِ عملی

شاہ صاحبؒ نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ سوسائٹی کی ضرورت تو یہ ہے کہ یہ چاروں ارتفاقات سوسائٹی کی کل انسانیت کی شیرازہ بندی کے لیے کردار ادا کریں لیکن اگر انسانیت پر زوال آ جائے، اجتماعی نظام میں کمزوری پیدا ہو جائے اور کسی مرحلے پر ''ارتفاقِ رابع'' ٹوٹ جائے، لوگوں کے درمیان لڑائی اور فساد پیدا ہو جائے تو پھر بہت لازمی اور ضروری ہے کہ ہر قوم اپنا قومی ارتفاق یا قومی جمہوری نظام اور اپنا ریاستی ڈھانچہ محفوظ کرنے کی فکر کرے۔ اقوامِ عالم کی فکر سے واپس لوٹ کر اپنے قومی ارتفاق، اپنے ریاستی ڈھانچے اور اپنی جغرافیائی حدود کے بنیادی تقاضوں کو ان اصولوں پر قائم رکھنے کے لیے کردار ادا کیا جائے۔ یہ بڑی اہم ترین حکمتِ عملی ہے کہ اگر کل انسانیت کے مفاد کا بین الاقوامی نظام باقی نہیں رہا تو قومی ریاستی نظام کو اس کی اساس پر بنایا جانا ضروری ہے۔

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض کوئی قومی ریاست ان اصولوں پر قائم نہیں ہے، وہ بھی ٹوٹ رہی ہے اور بکھر رہی ہے اور وہاں بھی مفاد پرست طبقہ غالب آ رہا ہے تو پھر کم از کم ''ارتفاقِ ثانی'' کی سطح کے عقل مند، باشعور لوگ، اپنی ایک اجتماعیت قائم کریں۔ اپنی جماعت بنائیں، ان اصولوں کے فروغ اور پھیلاؤ اور ان کو قائم کرنے کی حکمتِ عملی اختیار کریں۔ اس کے لیے عملی جدوجہد اور کوشش کریں۔ ایسا نہیں کہ سوسائٹی کو تباہی اور بربادی کے دہانے پر جانے کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ اگر ارتفاقِ ثانی بھی ٹوٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گیا تو یہ انسانیت کی تباہی ہے کہ ان اجتماعی اصولوں پر دعوت دینے، محنت کرنے، جدوجہد اور کوشش کرنے والی کوئی جماعت بھی نہیں رہی تو انسانی تباہی کا راستہ کھل گیا۔

ارتفاقات کی انسانی زندگی میں اہمیت

شاہ صاحبؒ نے ''حُجَّةُ اللّٰهِ البالِغه'' میں ایک بڑی اہم بات یہ بھی کہی کہ:

''إعلم أنّ الرّسوم من الارتفاقات، هي بمنزلة القلب من جسد الإنسان.'' (239)

(جاننا چاہیے کہ (انسانی زندگی کی سہولتوں پر مبنی) ارتفاقات میں رسومات' یعنی طور طریقوں کے نظام کی وہی حیثیت ہے، جو انسان کے جسم میں دل کی حیثیت ہے۔)

ارتفاقات کے اصول یا بنیادی امور اور ان کے قوانین اور ضابطوں کی اہمیت ایسی ہے جیسے انسانی جسم میں دل کی، کہ دل کام کرنا چھوڑ جائے تو انسان ختم ہوجاتا ہے۔ ارتفاقات درست طور پر قائم نہ ہوں تو معاشرہ تباہ ہوجاتا ہے۔ اجتماعیت کے یہ اصول بروئے کار نہ لائے جائیں تو معاشرے کی موت ہے۔

شاہ صاحبؒ مزید کہتے ہیں کہ:

''و إيّاها قصدت الشّرائع اوّلاً و بالذّات.'' (240)

(تمام ملتوں کی شریعتوں (دساتیر) میں براہِ راست یہی طور طریقے اور نظامِ ارتفاقات پہلی حیثیت رکھتے ہوئے بنیادی طور پر مقصود ہوتے ہیں۔)

یعنی تمام شریعتوں میں اور بالخصوص شریعتِ محمدیہ میں اوّلاً و بالذات (essentially and directly) اجتماعیت پر مبنی یہ ارتفاقات اور امور پہلا ہدف ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ:

''و عنها البحث في النّواميس الإلٰهية و إليها الإشارات.'' (241)

(الٰہی نوشتوں میں بھی انھیں امور سے بحث کی جاتی ہے اور انھی کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرف اشارات کیے جاتے ہیں۔)

یہی ارتفاقات ہیں کہ نوامیسِ الٰہیہ میں جن کی طرف اشارہ ہے۔یعنی مقدس نوشتے: تورات، زبور، انجیل اور خود قرآن حکیم میں انھیں امور کو روبہ عمل لانے کے بنیادی اشارات اور رہنمائی فراہم کی گئی ہے۔اور اسی کے لیے انبیا علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے۔

آج بڑی عجیب بات ہے کہ مذہب کے نمائندوں کے ہاں عقائد تو بجا طور پر اہمیت رکھتے ہیں، لیکن عقائد کے تناظر میں ارتفاقات کی اہمیت کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ان کے ہاں عبادات کی اہمیت پر گفتگو کی جاتی ہے، لیکن ارتفاقات یا اجتماعی تقاضوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ:

''سارے لوگ میری عبادت کریں تو میری خدائی میں کوئی اضافہ نہیں۔

اور سارے لوگ میرا انکار کر دیں، کفر کریں، عبادتیں چھوڑ دیں تو میری خدائی میں کوئی کمی نہیں۔''(242)

دین اسلام کی عبادات اور عقائد بھی انسانی فلاح و بہبود کے لیے ہیں۔جیسا کہ تفصیل سے علم اسرارِ دین کے حوالے سے گزشتہ لیکچر میں گفتگو ہو چکی ہے۔ان کا ہدف بھی دراصل انسانی اجتماعیت ہے، یعنی اس کرۂ ارض پر رہنے والے انسانوں کے اجتماعی تقاضوں کی تہذیب اور ترتیب قائم ہو۔تا کہ اللہ سے تعلق اور خدا پرستی کا لازمی نتیجہ انسان دوست اجتماعیت کی صورت میں ظاہر ہو۔شاہ صاحبؒ کی اس گفتگو سے واضح ہوا کہ تمام شریعتوں کا بنیادی، پہلا اور ذاتی مقصد یہی ارتفاقات کے طریقے ہیں کہ اجتماعیت کے ان اصولوں کو بروئے کار لایا جائے۔

سماجی تشکیل کے دو منہج اور طریقے

ان اصولی امور اور ان مسلمہ قاعدوں کی روشنی میں ریاستوں کے قومی اور بین الاقوامی نظام قائم کرنے کے دو منہج اور طریقہ ہائے کار امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ بتلاتے ہیں۔جیسا کہ ہم نے ''علم اسرارِ دین'' کے موضوع پر اپنے لیکچر میں ''سیاستِ ملیہ'' کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بحث میں ملتوں کی تشکیل کے دو طریقے واضح کیے تھے۔ وہ دو منہج درجِ ذیل ہیں:

(۱) ایک طریقہ حکما کا ہے کہ جن قوموں کے نزدیک جو کوئی عقل مند حکیم ہیں، بہترین سائنس دان یا کوئی نئی ایجادات اور دریافت کرنے والا ہے، خواہ نظریات کے حوالے سے ہو، ٹیکنالوجی کے حوالے سے ہو، اجتماعی تقاضوں کے حوالے سے ہو، تو وہ قومیں ایسے حکما کے طے کردہ اصولوں پر نظام بناتی ہیں۔ جیسے آج یورپ کا نظام قائم ہے۔ انھوں نے جس حکیم اور مفکر کو، مثلاً روسو، ڈارون، فیورباخ اور ایڈم سمتھ کو مانا یا دوسری طرف ہیگل اور کارل مارکس کے فکر کو تسلیم کیا، تو ان حکما اور مفکرین کے دریافت کردہ نظریات اور خیالات کے تناظر میں انھوں نے اپنا نظام بنایا۔

(۲) دوسرا طریقہ انبیا علیہم السلام کا ہے کہ انھوں نے انسانی معاشرے کی تشکیل کے طریقے، نظام اور اصول طے کیے ہیں۔ اُن کے مطابق عملی نظام بنایا جائے۔ بالخصوص اس آخری دور میں امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طے کردہ طریقوں اور اصولوں کے مطابق قومی ریاستوں اور بین الاقوامی نظام کی تشکیل کا عمل ہے۔

یہ دو دائرے ہیں۔ دونوں دائروں کا سمجھنا اپنی جگہ پر ضروری ہے۔ وہ معاشرہ یک طرفہ ہوگا جو صرف انسانی جسم کے تقاضوں کی تکمیل کے تناظر میں نظام بنائے گا۔ چناں چہ عام طور پر حکما، خاص طور پر مادی فلسفے کو سامنے رکھنے والے لوگ (جس پر پرسوں ہم نے گفتگو کی تھی) محض مادی نقطہ نظر سے معاشرے کی تشکیل کرتے ہیں۔ جنھیں عقل کی بنیاد پر ''مشائین'' کہا جاتا ہے۔ انبیاؑ کی تعلیمات کی حقیقت انسانی روح اور انسانی جسم کی جبلت یعنی بہیمیت اور مَلَکیت کے تناظر میں ہے، یعنی ایسا اجتماعی نظام ہو، جس میں اس کی روح بھی ترقی کرے اور اس کے جسم کے ارتفاقات اور ضرورتیں بھی ترقی کرتی رہیں۔ انسانی سماج کے ارتفاقات کا یہ جامع تصور انبیا علیہم السلام نے دیا۔

شاہ صاحبؒ نے ''حجّة اللّٰہ البالغہ'' میں تو چند اشارات کیے ہیں مگر اس کو پوری تفصیل کے ساتھ ''البدور البازغہ'' کے آخری مقالے میں بیان کیا ہے کہ ملتیں کیسے بنتی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہیں، ان کی اساس پر ارتفاقات کا نظام کیسے وجود میں آتا ہے، ملت ِمجوس نے کیسے بنایا، ستارہ پرست (نجّامین یعنی نجومیوں) نے کیسے بنایا، مادہ پرست (طبیعیین کی) ملت کیسے وجود میں آئی اور ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ کیسے وجود میں آئی اور اس کے ارتقا کے مراحل کیا ہیں؟ اور ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ کا آخری اور جامع ایڈیشن امام الانبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا پیش کیا؟

سماج کے لیے تباہ کن نظام کے مضمرات

ایک بات طے شدہ ہے کہ حکما کے طریقے پر سوسائٹی کی تشکیل ہو، یا انبیاؑ کے طریقے پر سوسائٹی کی اجتماعی تشکیل ہو، اگر سوسائٹی کے اس نظام کو چلانے والے اور اس اجتماع کو قائم کرنے والے حکمران طبقے انفرادی اور طبقاتی مفادات کی بنیاد پر کسی ریاست کا قومی نظام یا بین الاقوامی نظام تشکیل دیں گے تو یہ تباہی کا راستہ ہے۔ شاہ صاحبؒ نے کہا کہ حکما کی دریافت کردہ حکمتیں ہوں یا انبیا کے دریافت کردہ سنن اور طریقے ہوں، اپنے اصل قانون کے اعتبار سے درست ہوتے ہیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ معاشروں پر ایسے لوگ قومی سطح پر یا بین الاقوامی سطح پر سیاست پر قابض اور حکمران طبقے کی صورت اختیار کر جاتے ہیں کہ جن کے مفادات جزوی ہیں۔ وہ اپنے گروہ، اپنی نسل، اپنے طبقے کے اسیر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اقبال نے یورپ کے بارے میں کہا کہ ؎

اگر قبول کرے ، دینِ مصطفیٰ ، انگریز
سیاہ روز مسلماں رہے گا پھر بھی غلام

نسل کی بنیاد پر جو سماجی تشکیل کا عمل ہے کہ یہ نسل اعلیٰ (superior) ہے۔ یہ بزنس کلاس اونچی ہے، یہ لینڈ لارڈز بالاتر ہیں، یہ شاہ صاحبؒ کی اصطلاح میں ''رأیِ جزئی'' (انفرادیت پسندی پر مبنی رائے) کہلاتی ہے۔

انفرادیت پسند حکمرانوں کے رویوں کا تجزیہ

شاہ صاحبؒ ''حجّۃ اللّٰہ البالغہ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب ''رأیِ جزئی''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

والے طبقے حکمران بنتے ہیں تو وہ انسانی سماج میں درجِ ذیل منفی رویوں کے حامل ہوتے ہیں:

(الف) نقصان پہنچانے والے پیشے (اکسابِ ضارّۃ) اختیار کرتے ہیں۔

(ب) شیر جیسے درندوں کے پھاڑنے چیرنے والے اعمال (اعمالِ سبعية) کرتے ہیں۔

(ج) ظالمانہ ٹیکس لگاتے ہیں اور رعایا کا استیصال (جبايات منهكة، و خراج مستأصل) کرتے ہیں۔

حال آں کہ سیاست اور حکومت تو اس لیے تھی کہ لوگوں کی تمام جماعتوں میں امن، جان، مال، عزت و آبرو کا تحفظ اور ان کے پیشوں کو ترقی یافتہ بنانے اور فروغ دینے کے لیے کردار ادا کیا جاتا، مگر اُن کا معاملہ اُلٹا ہو جاتا ہے۔ چناں چہ محنت کش تاجروں سے مال سمیٹ کر ایک مخصوص حکمران طبقے کی کمپنیوں اور ان کے مفادات کے لیے کام کیا جاتا ہے۔ ظالمانہ ٹیکس لگائے جاتے ہیں۔ آزادی اور حریت کے قومی تقاضوں کے مطابق فیصلے کرنے کے بجائے غیر ملکی طاقتوں کی ڈکٹیشن پر نظام بنایا جاتا ہے وغیرہ۔

جب ایسے انفرادیت پسند طبقاتی سوچ رکھنے والے یا نسل پرست اور ایک مخصوص جماعت کی نمائندگی کرنے والے بزنس مین یا لینڈ لارڈ کسی سوسائٹی پر مسلط ہوتے ہیں تو وہاں طریقۂ حکما کا عنوان اختیار کیا جائے، وہ بھی فیل ہو جاتا ہے یا طریقۂ انبیا کا نام لیا جائے، وہ بھی فیل ہو جاتا ہے۔ دونوں کے نتائج منفی نکلتے ہیں۔

شاہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ حکمران طبقہ جو شروع میں ظلم کی طاقت کے بل بوتے پر آتا ہے تو اس کے نتیجے میں کوئی آدمی ان کے سامنے بولتا نہیں۔ لوگ جبر اور قہر کی وجہ سے اُن کے تابع رہتے ہیں اور پھر سوسائٹی کے جو مفاد پرست طبقات بڑے بڑے حکمرانوں کے خوشامدی، اُن کا تھیلا اٹھانے والے، ان کے مدد و معاون بن جاتے ہیں۔ اس طرح مافیاز (mafias) وجود میں آجاتے ہیں۔ جو تاجر چھوٹا ہوتا ہے، وہ بڑے بزنس مین کا چیلا ہوتا ہے۔ چھوٹا کاشت کار بڑے فیوڈل لارڈ کا نمائندہ بن جاتا ہے۔ فرد ایک چھوٹے شعبے سے تعلق رکھتا ہے، لیکن وہ بڑی چھلانگیں لگا کر، بڑے لوگوں کے ساتھ تعلقات پیدا کر کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مارکیٹ پر اپنی دہشت پیدا کرتا ہے۔ یہ بہت بڑی خرابی ہے۔ اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ ظلم وستم کا نظام مستحکم ہوتا جاتا ہے۔

جو اُس قوم کے انصاف پسند طبقات ہوتے ہیں، وہ شاہ صاحبؒ کے الفاظ میں "اُخریات القوم" یعنی پچھلی صفوں اور بنچوں پر بٹھا دیے جاتے ہیں۔ غصے سے خاموش رہتے ہیں۔ خواہش ضرور رکھتے ہیں کہ سسٹم بدلے، لیکن جبر وقہر کے عالم میں وہ غصے سے زیادہ سے زیادہ اپنے آپ کو بُرا بھلا کہتے رہتے ہیں یا گالیاں دیتے رہتے ہیں۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو کچھ "نیک" لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہ سیاست ہی بُری ہے، یہ ارتفاقات اور معیشت کی بحث ہی بُری ہے۔ بس نمازیں پڑھو، روزے رکھو، تسبیحات گھماؤ۔ دنیا ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ یوں مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔

شاہ صاحبؒ نے یہ منظر نامہ اپنے دور کی سوسائٹی کا بیان کیا ہے اور انھیں قیصر و کسریٰ کے مشابہ قرار دیا ہے۔ جس کی تفصیلات پچھلے لیکچرز میں جا بہ جا بیان کی جاتی رہیں، اس حوالے سے شاہ صاحبؒ کا یہ تاریخی جملہ ہے کہ:

"و ما تراہ من ملوک بلادک یغنیک عن حکایاتھم."

(یعنی عصر حاضر کے ملوک و سلاطین اور والیانِ ریاست کی عیاشیوں کو دیکھ کر تم ان (قیصر و کسریٰ) کی عیاشیوں اور زندگی کی لذات میں حد سے بڑھنے کا اندازہ لگا سکتے ہو۔) (243)

تیرے گرد و پیش کے حکمرانوں کے کرتوت، تمھیں قیصر و کسریٰ کے حالات یا پچھلے ظلم کی کہانیاں بھلا دیں گے۔ آج گرد و پیش میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ شاہ صاحبؒ کے زمانے میں کیا! بلکہ برصغیر پاک و ہند کی غلامی کے اس دوسو سال میں یہی کچھ ہوتا رہا ہے۔

سماجی تبدیلی کی ذمہ داری

اس موقع پر فریضہ کیا ہے؟ شاہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا:

"یجب بذل الجُھد علیٰ أھل الآراء الکُلّیة فی إشاعة الحقّ و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تمشيته، و إخمال الباطل و صدّه، فرُبما لم يُمكن ذٰلک إلّا بمخاصمات، أو مقاتلات، فيُعدّ كُلّ ذٰلک من أفضل أعمال البرّ." (244)

(اجتماعی مفاد کی سوچ رکھنے والے لوگوں پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ سچی اور حق بات کی اشاعت اور اس کے پھیلاؤ کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ اور باطل نظام کو ختم کرنے اور اس کا راستہ روکنے کے لیے کردار ادا کریں۔ بعض اوقات یہ کام مفاد پرست حکمرانوں سے مزاحمت اور لڑائی کے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔ ایسے موقع پر اس طرح کی (انقلابی) جدوجہد پر مبنی کام کرنا، نیکی کے تمام کاموں میں سے سب سے زیادہ افضل عمل ہوتا ہے۔)

وہ لوگ جو مفادِ عامہ اور رائی کلی کی سوچ رکھتے ہیں، ان پر واجب اور فرض ہے کہ وہ اپنی جدوجہد کے تمام ذرائع و وسائل خرچ کریں۔ اجتماعیت کے بنیادی علم کے فروغ اور اس حق کے امر کو غالب کرنے کی شعوری جدوجہد اور کوشش جاری رکھیں۔ اگر وہ بھی مایوس ہو کر بیٹھ گئے تو پھر انسانیت کی تباہی و بربادی کا راستہ کون روکے گا؟ ان کے لیے لازمی ہے کہ وہ اجتماعیت کے علم کی اشاعت کریں، اسے فروغ دیں اور اس کے پھیلاؤ کے لیے کام کریں، حق بات کو لوگوں کے سامنے بیان کریں۔ اور جو باطل طور طریقے اجتماعیت کی تباہی اور بربادی کے ہیں، ان کو اپنے علم و شعور کی بنیاد پر واضح کریں کہ یہ اجتماعیت کا نقصان ہے، یہ انسانی مفاد کے خلاف بات ہے اور باطل کا راستہ روکیں۔ اور اس راستہ روکنے کے دو طریقے بھی شاہ صاحبؒ نے بیان کیے:

"رُبما لم يمكن الا بمخاصمات أو بمقاتلات."

(الف) ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ دوسروں سے مباحثہ، مکالمہ، مخاصمہ، برابر کی سطح پر اُن سے بات چیت اور گفتگو کریں، اُن سے عمدہ طریقے سے مجادلہ کریں، دلائل اور منطق (logic) سے ثابت کریں۔ یہاں تشدد کے راستے کی بات نہیں ہو رہی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہاں تک کہ ''رأیِ کُلّی''اور مفادِ عامہ کا عملی کردار ادا کرنے والوں کی ایک منظّم قانونی طاقت بن جائے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تیرہ سال کی محنتوں کے نتیجے میں ایک جماعت وجود میں لائے۔

(ب) دوسرا یہ کہ قومی نظام کے قیام کے بعد اگلا مرحلہ ''مقاتلات'' (لڑائی اور جہاد) کا بھی آسکتا ہے۔ مگر پہلے مرحلے میں تو اپنے اوپر، اپنی ذات پر، اپنی سوسائٹی میں، اپنی اجتماعیت میں، اپنی شیرازہ بندی میں، مباحثے اور مکالمے کے ذریعے سے ان اجتماعی اصولوں کے علم وشعور کے فروغ کا عمل واجب ہے۔

شاہ صاحبؒ کے ہاں یہ کام کرنا فرض نماز اور دیگر بنیادی فرائض جو اللہ نے مقرر کیے ہیں، ان کو ادا کرنے کے بعد دنیا کا افضل ترین عمل ہے۔ تمام نوافل، مستحبات، وظائف اور مسنونات میں سے سب سے افضل ترین عمل (افضل أعمال البرّ) اُس زمانے میں یہی جدوجہد اور کوشش یعنی اس علم کی شمع کو روشن کرنا اور اس اجتماعیت کا شعور حقائق اور دلائل کے تناظر میں پھیلانا ہے۔ یاد رہے کہ سوسائٹی میں ''آرائے جزئیہ'' کے ماننے والے (جیسے ابھی مفتی سعید الرحمٰن صاحب نے بھی اُن کا ذکر کیا ہے) تحریک پر تحریک چلاتے ہیں، لیکن اس تحریک کے پیچھے جو علم ہے، شعور ہے، منظّم اجتماعیت، منظّم جدوجہد، مکالمے اور مباحثے کا انداز اور اُسلوب ہے، وہ تو موجود نہیں ہے۔ صرف تشدد اور انتہا پسندی کی بنیاد پر لڑائی بھڑائی کا عمل، قتل و غارت گری ہے۔ دنیا میں اس طرح سے تو معاشرے نہیں بدلتے۔

آج کے دور کا تقاضا

جن جن معاشروں میں ایک پائیدار تبدیلی یا تشکیل نو ہوئی ہے، وہ علم وشعور اور نظریے کی اساس پر جدوجہد اور کوشش کرنے والی منظّم اجتماعیت کے ذریعے سے ہوئی ہے۔ محض مار دھاڑ سے تو دنیا میں کوئی کام نہیں ہوتے۔ آج ہم نے یہ جو تشدد کا راستہ، دہشت گردی اور قتل و غارت گری کا راستہ اپنایا ہے، یہی خرابی کا راستہ ہے۔ علم وشعور کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

راستہ، عدمِ تشدد کے اصول پر جدوجہد کرنا ہے۔ دیکھیے! ہم مسلمانوں کے زوال پر بہت کُڑھتے ہیں، مگر زوال سے نکلنے کے لیے ہم صحیح طریقۂ کار کے مطابق کام نہیں کرنا چاہتے۔ آپ بتلائیے کہ مسلمانوں کا یہ زوال جنگِ عظیم اوّل میں آپ کی خلافت کے بین الاقوامی نظام کے خاتمے سے ہوا۔ اس برعظیم پاک و ہند میں انگریز کی آمد اور مغلیہ سلطنت کے زوال سے شروع ہوا۔ آپ نے عسکری بنیادوں پر اس ملک کے اندر رہتے ہوئے 1857ء تک جدوجہد اور کوشش کی، لیکن شکست کھائی اور 1857ء سے لے کر 1919ء تک بہ شمول جنگِ عظیم اوّل 18-1914ء کے دورانیے میں بین الاقوامی طاقت کے ساتھ مل کر جنگ اس لیے لڑی کہ خلافتِ عثمانیہ ہماری بین الاقوامی حکومت تھی۔ 1920ء کے بعد سے دنیا میں ریاستیں قومی سطح پر وجود میں آنے لگیں۔ ہمارا بین الاقوامی راستہ ختم ہوگیا کیوں کہ بین الاقوامی نظام ٹوٹ گیا۔ اب اس کے بعد نئی قومی حکمتِ عملی کی ضرورت تھی۔

عدمِ تشدد کی حکمتِ عملی پر جدوجہد

برعظیم پاک و ہند کے علما کے سرخیل شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ (وفات 1920ء) جب مالٹا سے واپس آئے، پچاس سال انگریز کے خلاف مسلسل جدوجہد اور کوشش کی۔ اُن کی برپا کردہ تحریکِ ریشمی رومال — جو خلافتِ عثمانیہ کی بین الاقوامی طاقت کے تعاون سے ہندوستان سے برطانوی سامراج کو نکالنے کے لیے ایک عسکری جدوجہد اور کوشش تھی — ناکام ہوگئی۔ اس صورتِ حال میں سوال پیدا ہوا کہ کیا ناکامی کے بعد پھر بھی بندوق اٹھائے رکھیں؟ حضرت شیخ الہندؒ نے طریقۂ کار اور حکمتِ عملی تبدیل کی کہ اب عدمِ تشدد کے اصول پر اس اجتماعیت کی جدوجہد اور تحریک کے فروغ کے لیے کام کرنا ہے۔ اب قومی ریاستیں وجود میں آرہی ہیں تو اب ہمیں قومی جمہوری بنیادوں پر اپنی ریاستوں کی تشکیل کے لیے کردار ادا کرنا ہے۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے اسی ولی اللّٰہی فلاسفی کی اساس پر استنبول (ترکی) میں اور پھر مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر بین الاقوامی حالات کا جائزہ لینے کے بعد بات کی کہ قومی ریاستوں کے زمانے میں ہم جب تک اپنا قومی جمہوری

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نظام مضبوط نہیں بناتے، یہاں کی تمام نسلوں، فرقوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کر کے بنیادی اصولوں پر اپنے قومی امور؛ انتظامیہ، مقنّنہ، عدلیہ، وزارتِ داخلہ، وزارتِ خارجہ وغیرہ وغیرہ تشکیل نہیں دیتے، اس وقت تک ہماری طاقت اور قوت نہیں پیدا ہوسکتی۔ دشمن سے اپنے حقوق چھیننے کا راستہ عوامی اور جمہوری طور پر ہے۔ الغرض! حریت پسند علما نے پچاس ساٹھ ستر سال تک انگریز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جنگ لڑی، خلافت کی بقا کے لیے کردار ادا کیا، تحریکِ خلافت چلائی، بین الاقوامی اسلامی نظام کی بقا کے لیے کردار ادا کیا۔

خلافتِ عثمانیہ کے بعد کی صورتِ حال

اس کے بعد مسلمانوں کے حالات بدلے اور ہماری طاقت ''خلافتِ عثمانیہ'' ٹوٹ گئی۔ جنگِ عظیم اوّل کے دو فاتح برطانیہ اور فرانس سامنے آئے اور پھر یورپ کی آپس کی بندر بانٹ میں جھگڑے اور لڑائیاں ہوئیں تو جنگِ عظیم دوم برپا ہوئی۔ اس کے دو فاتح روس اور امریکا سامنے آئے۔ ان چار ویٹو پاورز نے اقوامِ عالم کا نظام بنایا اور ریاستوں کی تشکیل کی۔ کیا ان چاروں میں سے کوئی ایک طاقت بھی اسلامی تھی؟ کوئی بھی نہیں۔ اس وقت بین الاقوامی نظام قائم کرنے والے یا سرمایہ داری نظام کے حامل تھے، یا سوشلزم کے۔ سوال یہ ہے کہ اب اُن کے زیرِ سایہ یا اُن کے ساتھ معاہدے کر کے جو ریاست وجود میں آئے گی، اس ریاست میں اسلام کا نظام قائم کیسے ہوگا؟ ایک ہی راستہ تھا کہ ہم قومی ریاست کی تشکیل کے اسلامی اصولوں کو سامنے رکھتے، وہ تو ہم نے پیشِ نظر نہیں رکھا۔ ہم سامراجی بین الاقوامی معاہدات میں جکڑ لیے گئے۔ چناں چہ آج آپ شرعی عدالت کے اندر جتنا مرضی سود پر بحث کرلیں اور ثابت کر دیں کہ سود حرام ہے، لیکن آپ عملاً کچھ نہیں کرسکتے کیوں کہ عالمی نظام بریٹن وڈز کانفرنس (Bretton Woods Conference, 1944) میں جب طے کرلیا گیا کہ دنیا بھر کا مالیاتی ڈھانچہ قرضوں کی معیشت اور سود کے اصول پر چلے گا، جسے چاروں ویٹو پاورز سمیت چوالیس ممالک نے قبول کرلیا۔ ایسے میں قومی طاقت حاصل کیے بغیر اُسے کیسے رد کیا جاسکتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پھر اسی طریقے سے 1947ء میں تجارت کے اصول اور گیٹ معاہدہ (GATT) سامنے آیا اور قرضوں کی معیشت کا معاہدہ سامنے آیا۔ عالمی بینک وجود میں آیا تو 1947ء کے بعد پاکستان کے سٹیٹ بنک نے آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک سے معاہدہ کرلیا۔ آپ ان معاہدات کے اندر بندھے ہوئے ہیں۔ لہٰذا جب تک اپنی ریاستی طاقت، اپنے فیصلے خود کرنے اور ''رأیِ کُلّی'' کے مطابق اپنا سسٹم بنانے کا اجتماعی شعور بیدار نہیں کرتے، اپنے اندر علمی استعداد نہیں پیدا کرتے، اپنی اجتماعیت نہیں تشکیل کرتے تو محض دیوانے کا خواب ہی ہوگا کہ ایسی حالت میں ہماری قومی ریاست کی تشکیل ہو۔

مسلم اُمت کی موجودہ صورتِ حال

اسلام کے نام پر ملکوں کی جو تقسیم کی گئی، ایک خلافتِ عثمانیہ کے ستاون ملک بنا دیے گئے۔ ایک جزیرۃ العرب کو سعودی عرب، عمان، کویت، قطر، بحرین اور سات امارتوں میں بانٹ دیا گیا۔ اور پورے مشرقِ وسطیٰ کے حصے بخرے کردیے گئے۔ پورا افریقا بھی بندر بانٹ کرلیا گیا۔ اس برعظیم پاک و ہند کے سات آٹھ ملک بن گئے تو ملکوں کی تقسیم در تقسیم کیا اجتماعی طاقت پیدا کرے گی؟ حال یہ ہے کہ ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان ملک میں چلا جائے تو اس کو ریاستی اسلامی حقوق تک نہیں ملتے۔ وہ خارجی (foreigner) کا ''خارجی'' رہتا ہے۔ اس لیے قومی ریاستی دور کے اندر قومی طاقت کا پیدا کرنا ضروری تھا، مگر پراگندہ فکری کا یہ حال ہے کہ ہمارے ہاں اسلام کے نام پر پہلے قومیت کو حرام قرار دیا گیا کہ اسلام تو قومیت کا انکار کرتا ہے۔ حال آں کہ ریاستی حدود میں ہم اقوامِ متحدہ کے بین الاقوامی معاہدے سے جڑے ہوئے ہیں۔ پھر بھی کہتے ہیں کہ اسلام قومیت کا انکار کرتا ہے۔ یعنی معاہدے میں ہم اپنی ''قومیت'' مان رہے ہیں، لیکن قومیت کی اساس کو کفر قرار دے رہے ہیں۔ اسی طریقے سے ہم بین الاقوامی معاہدات کے تحت جمہوریت کے پابند ہیں، مگر جمہوری تصور کو ہی خلافِ اسلام بنانے کے لیے یہاں کے اسلام پسند ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں اور ''خلافت بمقابلہ جمہوریت'' کے نعرے لگاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس صورتِ حال میں ولی اللّٰہی فکر کی عصری اہمیت

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اسلامی فکر کی اساس پر تین سو سال پہلے کہہ گئے کہ قانون ”جماہیر الناس“ کا بننا چاہیے۔ اجتماعی طاقت وقوت اور پارلیمنٹ کے عقل مند لوگوں کی اساس پر نظام بننا چاہیے۔ مگر ہم نے امام شاہ ولی اللہ کا فکر چھوڑ کر خود ساختہ اسلامائزیشن، فرقوں کی بنیاد پر کی ہے۔ اس کے اثرات اور نتائج آج ہم بھگت رہے ہیں۔ شاہ صاحب کو کسی مفکر سے متأثر قرار نہیں دیا جاسکتا، مثلاً روسو جو شاہ صاحبؒ سے سولہ سال بعد فوت ہوا ہے۔ جنیوا میں پیدا ہوا۔ وہاں کی زبانوں میں اس نے تحریر لکھی تو کیا شاہ صاحبؒ نے وہ زبان پڑھی تھی؟ مارکس تو شاہ صاحبؒ سے سوسوا سو سال بعد آیا۔ ایڈم سمتھ کی کتاب سب سے پہلے 1776ء میں چھپی اور شاہ صاحبؒ 1735ء میں یہ بات کہہ رہے ہیں۔ اس طرح شاہ صاحبؒ پر تو یہ الزام نہیں لگایا جاسکتا کہ شاہ صاحبؒ نے یورپ کے کسی فلسفے سے متأثر ہوکر یہ بات کہی۔ ہاں! بعد کے اسلام پسندوں کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے کہ اُن کی سوچ کسی سے متأثر ہوکر پروان چڑھی ہو۔

غفلت دور کرنے اور عقل وشعور اپنانے کی ضرورت

آج ہمیں غفلت کے تمام پہلو ختم کرنے ہوں گے۔ یہ جو ہم نیند کی حالت میں ہیں اور افتراق و انتشار اور اجتماعیت گریز فرقہ واریت کے اندر مبتلا ہیں، اس سے نکل کر عقل و شعور اور فہم و بصیرت کی اساس پر دین کے اس نظامِ فکر وعمل پر غور کرنے کے لیے وقت نکالیں۔ میں اہلِ علم سے درخواست کروں گا کہ پوری توجہ کے ساتھ شاہ صاحبؒ کے اس علم وفکر کو پہلے اچھی طرح پڑھیے اور سمجھیے۔ پھر سوالات ضرور قائم کیجیے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ جو کچھ ہم نے بتا دیا، وہ حرفِ آخر ہے۔ یہ تو سوچنے کے مواقع ہیں۔ اس علم وفکر کو سمجھے بغیر بات آگے نہیں بڑھے گی۔ پڑھیے کہ شاہ صاحبؒ کا بنیادی فکر کیا ہے؟ وہ اجتماعیت کی تشکیل کے بنیادی امور کیا بیان کرتا ہے؟ معاشی نقطہ نظر سے کیا سسٹم بیان کرتا ہے؟ کون سا علمی منہج اور فکری ڈھانچہ مربوط طور پر بیان کرتا ہے اور اس پر غور وفکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یونیورسٹی انتظامیہ کے لیے کلماتِ تشکر

آخر میں مَیں ان لیکچرز کو یہاں منعقد کرانے پر بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان کی انتظامیہ کا شکر گزار ہوں کہ ہمیں موقع دیا گیا کہ بات چیت اور گفتگو کے ذریعے سے ہم ایک مکالمہ کر سکیں۔ غور وفکر کی اس خوب صورت محفل کو سجانے کی وائس چانسلر صاحب نے منظوری دی، ان کا بھی شکریہ۔ اور موسیٰ پاک چیئر کے ہمارے محترم اور بہت ہی معزز اور بہت ہی علمی شخصیت مفتی ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب کا بھی شکریہ کہ انھوں نے یہ خوب صورت مجلس سجائی۔ شعبہ علومِ اسلامیہ کے سربراہ ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب صاحب کا شکریہ، انھوں نے پچھلی دفعہ ان موضوعات پر گفتگو کے لیے پُرخلوص دعوت دی اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی کہ ہم اس دعوت کو قبول کر سکے اور اس مجلس میں ہمیں یہ بات کرنے کا موقع ملا۔

آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا بھی شکر گزار ہوں کہ اُس نے توفیق دی کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فکر کی کچھ بنیادی باتیں بیان کی جاسکیں۔ یہ فکر ہمیں اپنے مرشد حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے، اپنے استاذ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ کی صحبت وتربیت اور بالخصوص امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتابوں کے عمیق مطالعے سے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا۔ اس میں جو صحیح اور حق ہے، تو یقیناً یہ اللہ کی توفیق سے ہے۔ اس میں جو ہم سے بیان کرنے میں کمی اور کوتاہی ہوئی تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور ہمیں اپنی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۚ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿٨٨﴾ (245)

صدق اللہ العظیم.

- -

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سوالات و جوابات

(نوٹ: لیکچر کے اختتام پر ناظمِ اجلاس نے صدرِ مجلس کی اجازت سے سوال و جواب کے سیشن کا آغاز کیا۔ چناں چہ اساتذہ اور طلبا نے سوالات کیے۔ حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے ان کے جوابات دیے۔

اس موقع پر طلبا اور اہلِ علم کی طرف سے کیے گئے سوالات و جوابات یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔)

سوال: آپ نے مسلمانوں کے لیے قومی سطح پر نظام قائم کرنے کی بات کی، لیکن جب بات آئی بین الاقوامی نظام کی تو اس پر آپ نے دو طریقے تجویز کیے ہیں: (۱) طریقۂ حکما اور (۲) طریقۂ انبیا۔ اب دنیا کے اندر مسلمان سات ارب آبادی میں سے سوا ایک ارب کے قریب ہیں اور باقی لوگ غیر مسلم ہیں۔ ہر جگہ مسلمانوں کا یہی کہنا ہے کہ ہم نے اپنا نظام ساری دنیا پر نافذ کرنا ہے، تو دنیا ٹھیک ہوگی۔ اس کے بغیر نہیں۔ اس کے لیے آپ کیا تجویز (suggest) کرتے ہیں کہ کیا وہاں "الرّأی الکُلّی" نہیں ہونی چاہیے؟ جیسے ہم اپنے تئیں "الرّأی الکُلّی" چاہتے ہیں تو پوری دنیا کے حوالے سے بھی "الرّأی الکُلّی" ہونی چاہیے، ان کے اندر ہمیں بھی اپنی بات کہنے کا حق حاصل ہے۔ اور دوسروں کو بھی اپنی بات کہنے کا حق ہونا چاہیے؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ جو بات حکما اور انبیا علیہم السلام کے دو طریقوں کی کی گئی ہے، یہ صرف بین الاقوامی نظام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ان دونوں طریقوں کے قاعدے اور ضابطے قومی نظام اور بین الاقوامی نظام دونوں کے لیے ہیں۔ دنیا کی ہر قوم کا قومی نظام دو طریقوں میں سے کسی ایک پر ہوگا۔ اصولِ کلیہ کی بات ہو رہی ہے کہ ہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قوم اپنا قومی نظام یا تو حکما کے طریقے پر بناتی ہے یا انبیا کے طریقے پر بناتی ہے۔ اس کا صرف بین الاقوامیت سے کوئی تعلق نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی قوم اپنے جمہور کی اساس پر جو نظام بنائے گی، اس کی اچھائی کی جزا یا برائی کی سزا بھی تو اُسی کو بھگتنی ہے! ہمیں اُنھیں حق دینا چاہیے کہ وہ جس طریقے پر اپنا نظام بنانا چاہتے ہیں بنائیں، لیکن جس معاشرے میں مسلمان اکثریت میں ہیں تو اسلام کے بنیادی تقاضوں کے مطابق اُن کے ملک کا نظام بننا چاہیے۔ اگر کہیں یہودی ہیں، عیسائی ہیں، یا سوشلسٹ ہیں، ظاہر ہے ہم وہاں تو اپنا نظام مسلط نہیں کریں گے۔ وہاں تو اُن کے مطابق اُن کا نظام وجود میں آئے گا۔

سوال: کیا خلافت کا مطلب شخصی نظام نہیں؟

جواب: نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ خلافت کا مطلب بھی بین الاقوامی اجتماع کا ہے۔ اور وہ بھی کل اقوام کے انسانوں کا نمائندہ اجتماع ہے۔ اور وہ بھی اپنی نمائندگی کا کردار اُسی اجتماعیت کی اساس پر ہی قائم کرے گا۔

دوسری بات شاہ صاحبؒ جس حقیقت کو واضح کر رہے ہیں، وہ یہ کہ اگر قدیم زمانے میں لوگوں نے ''بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ''(246) (علمی وجسمانی صلاحیت) کی اساس پر کسی شخص کو اپنا حکمران بنایا بھی ہے تو دراصل اُس کے ساتھ بھی اُمرا، علما، فقہا یا اُن کی اجتماعیّتوں کا نمائندہ اجتماعی ڈھانچہ کارفرما رہا۔ آج کی پولیٹیکل اصطلاح میں بھی ایسی شخصی حکومت ''آمریت'' کہلاتی ہے کہ جس میں قانون سازی کے اختیارات بھی اُسی فردِ واحد کے پاس ہوں، یعنی فرمانِ شاہی بھی وہی جاری کرتا ہو۔ اس پر عمل درآمد کے انتظامی اختیارات بھی وہ خود استعمال کرتا ہو۔ اپنے احکامات کے جواز (Justification) کے لیے عدالتی اختیارات بھی اُسی شخصیت میں مرتکز ہوں۔ یہی آمریت کہلاتی ہے، یہی فاسد ملوکیت کہلاتی ہے۔ اور یہی دراصل شخصی حکومت ہے۔

اب آپ بتائیں اسلام کے اس چودہ سو سالہ تاریخ میں کیا جو خلیفہ یا حکمران ہوتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، وہ شخصی قانون سازی کرتا تھا؟ نہیں! قانون ہمیشہ قرآن حکیم کا ہوتا تھا۔ قرآن وسنت کی اساس پر مجتہدین اور علما کی جوفنی یا علمی قانون سازوں کی کمیٹی ہوتی تھی، وہ قانون سازی کرتی تھی۔ حکمران کے پاس صرف انتظامی اختیارات ہوتے تھے۔ عدالت بھی آزاد ہوتی تھی۔ اگر عدالت وقت کے حاکم کو اپنی عدالت میں بلاکر کیس کی سماعت کرتی ہے اور آزادانہ فیصلے کرتی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ عدالت آزاد ہے۔

جمہوریت یہ ہوتی ہے کہ قانون سازی ایک جماعت کرے، اس قانون پر عمل درآمد کے انتظامی اختیارات دوسری جماعت کے پاس ہوں، جسے انتظامیہ کہا جاتا ہے۔ اُس پر چیک اینڈ بیلنس (check and balance) کا اختیار ایک تیسرے ادارے یعنی عدلیہ کے پاس ہو۔ اس کو اجتماعیت کہیں یا خلافت یا جمہوریت کا نام دیں۔ شاہ صاحبؒ اس کی ہی بات کرتے ہیں۔

سوال: کیا ریاست کی قومی تشکیل کا تصور اسلامی ہے؟

جواب: قومی ریاستی تشکیل کے نظریے کو آپ کس اصول کے تحت کہیں گے کہ یہ غیراسلامی ہے؟ سوسائٹی کی تشکیل وترتیب تو انتظامی امور میں سے ہے۔ انتظامی امور بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً کبھی حجاز ایک صوبہ تھا، نجد ایک صوبہ تھا، آج دونوں مل کر ایک ملک بن گئے ہیں۔ انتظامی تقسیم کے امور جیسے بھی وقوع پذیر ہوجائیں، اُس میں اسلام کا سوفٹ وئیر (software) چل جائے گا۔ یوں سمجھ لیں کہ قومی ریاستی تشکیل ایک ہارڈ وئیر (hardware) ہے۔ ہارڈ وئیر کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں، جیسے ماضی میں کمپیوٹر بہت بڑے کمرے پر مشتمل ہارڈوئیر کی صورت میں تھا۔ اب موبائل فون میں بھی ایک پورا کمپیوٹر ہے۔ تو گویا کہ اسلام ایک سافٹ وئیر ہے کہ جو ہر طرح کے انتظامی ڈھانچے میں اجتماعی مفاد کے حقوق کے تحفظ اور عدل وامن کے لیے بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اس کو آج سمجھنے کی ضرورت ہے۔

سوال: یہ میری خلش ہے کہ وہ عدلیہ اور پارلیمنٹ جس نے قانون بنانا ہے، اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اکثریت جب قانون کا معنی نہ جانتے ہوں، یہاں شعبہ قانون سے وابستہ لوگ بھی بیٹھے ہیں۔ تو ایسے پارلیمان اور ایسے ادارے جہاں اُن کو اپنی حیثیت کا شعور نہ ہو، تو وہاں ہم لوگ کیا کریں گے؟ آپ ہمارے لیے اس میں راستہ بتائیے۔؟

جواب: منتخب نمائندوں کا جو معیار (criteria) بیان کیا گیا ہے، وہی راستہ ہے کہ وہ باشعور ہوں، قومی تقاضوں سے واقف ہوں، امورِ ریاست کو سمجھتے ہوں اور قومی حلقوں کے حقیقی نمائندے ہوں۔ وہ معیار آپ اختیار کریں گے اور اُس کی بنیاد پر جو پارلیمنٹ بنے گی، تو وہ انسانی سوسائٹی کے اجتماعی فیصلے کرے گی۔ اب آپ کی پارلیمنٹ کا حال تو یہ ہے کہ پوری پارلیمنٹ سو رہی ہوتی ہے اور بل پاس ہوجاتا ہے۔ ابھی پنجاب اسمبلی میں خواتین کے حقوق کا بل پاس ہوا ہے۔ وہ انڈین قانون کا چربہ تھا۔ [247] اور پھر مستزاد یہ کہ خواتین کے لیے وہ قانون پاس ہوا تھا، مگر آپ نے دیکھا ہوگا ٹی وی پر کہ خواتین اراکینِ اسمبلی سے باہر نکلیں تو ان سے پوچھا گیا کہ یہ قانون عورتوں کے تحفظ کے لیے بنا ہے، آپ ذرا اس کی وضاحت کرسکتی ہیں؟ تو کسی نے کہا میں سوئی ہوئی تھی، کسی نے کہا میرا پرس یہاں تھا، کسی نے کہا بہت اچھا قانون ہے۔ بس اس کے علاوہ انھوں نے کوئی بات نہیں کی۔ آپ خود بتائیے کہ اب ان کا منظور کردہ قانون اسمبلی کا منظور کردہ ہے یا چند مخصوص افراد کا منظور کردہ ہے؟

سوال: انسانی معاشرے میں ''روایت اور رسم ورواج'' کی حقیقت کیا ہوتی ہے؟ اس حوالے سے تعلیم یافتہ طبقہ کی ذمہ داری کیا ہے؟

جواب: شاہ صاحبؒ نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ انسان عقلی لحاظ اور اپنی مزاجی ترجیحات کے سبب ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ حُبِّ جمال و لطافت، رائے کلی کے تقاضوں اور مفید تدابیر کی ایجاد و اختراع اور غور وفکر کی صلاحیتوں کے حوالہ سے تمام لوگ یکساں نہیں ہوتے۔ اسی وجہ سے ان میں ایک دوسرے کی صلاحیتوں، مہارتوں اور تجربات سے استفادہ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ باہمی تعاون ان کی نوعی ضرورت قرار پاتی ہے۔ معاشرے کے اہلِ عقل اور صاحبِ فہم وشعور انسانوں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ معاشرے کے عمومی مفاد میں بہتر رہنمائی کریں اور ضرورت کے مطابق متعلقہ ایجادات پر توجہ دیں۔ باقی افراد ان سے فائدہ اٹھائیں۔ عوام الناس ان پر اعتماد اس لیے کرتے ہیں کہ ان میں اس ضرورت کا احساس ہوتا ہے کہ اگر وہ عقل و دانش، اخلاقِ عالیہ اور صالح ارتفاقات کی حامل اجتماعیت کی پیروی نہیں کریں گے تو انہیں مشکلات پیش آئیں گی۔ زندگی جمود کا شکار ہو جائے گی۔ اس لیے کہ رائے کلی اور حُبِّ جمال کے تقاضوں کی تکمیل انسان کے نوعی تقاضوں میں شامل ہے۔

شاہ صاحبؒ نے یہ بھی بتایا ہے کہ انسانی معاشرے میں روایات اور رواجات کی پذیرائی دو طریقوں سے ہوتی ہے:

1۔ ایک تو یہ کہ عوام الناس ان عناصر کی پیروی کرنے لگیں جو طاقت واقتدار کے مالک ہوں اور جن کی قوت کے سامنے وہ کسی قسم کی مزاحمت کرنے سے گریز کریں۔ یوں ان کے احکام کو قبول کر کے ان کو اپنا چلن بنالیں اور وہ ان میں رواج کی حیثیت اختیار کر لیں۔

2۔ دوسرے وہ اعلیٰ اَخلاق کی مالک شخصیات ہوتی ہیں جو معاشرے کی اجتماعی فلاح کے لیے تدبر وحکمت کے ساتھ اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ وہ معاشرے کی صالح اور فاسد روایات کو پرکھتی ہیں۔ صالح اجزا کو فاسد اجزا سے علاحدہ کر کے ان کو معاشرے کی ترقی کے نئے تقاضوں سے ہم آہنگ کرتی ہیں۔ یہ لوگ فاسد رواج کے نقصانات سے لوگوں میں آگہی پیدا کرتے ہیں۔ وہ بنی نوعِ انسان کے تقاضوں کی صحیح ترجمانی کرتے ہیں۔ انسانی تقاضوں کے مطابق درست اور مفید رسوم واصول کو ترویج دیتے ہیں۔ اسی بنا پر کسی بھی معاشرے کے عروج و زوال اور استحکام وانتشار میں ان عناصر کا کلیدی کردار ہوتا ہے، جو عوام الناس میں اپنا مثبت یا منفی اثر و رُسوخ رکھتے ہیں۔ اس لیے معاشرے میں صالح روایات کا قیام و بقا وہاں کے شعور اور بصیرت رکھنے والوں کی فکری و عملی اجتماعی جدوجہد پر منحصر ہوتا ہے۔

- -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صدارتی کلمات

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد چوہدری
قائم مقام وائس چانسلر بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

پروفیسر ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب، پروفیسر ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب صاحب، اس تقریب کے مہمانِ خصوصی مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب اور حاضرینِ مجلس! السلام علیکم!

شعبہ علومِ اسلامیہ موسیٰ پاک شہید چیئر کے تحت چار روزہ لیکچر سیریز کا آخری دن اور اختتامی تقریب ہے۔ مہمان مقرر مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب کے چند علمی اور تفصیلی لیکچرز تھے، جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تعلیمات و نظریات کو سمجھنے میں طلبا و طالبات اور اہلِ علم کے لیے بہت مفید ثابت ہوں گے۔ آج کے دور میں ایسے لیکچرز کی بہت ضرورت اور اہمیت ہے، تاکہ اسلام کو آج کے دور کے حوالے سے سمجھا جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے سیاسی، معاشی اور سماجی تعلیمات میں جو جدید فکرِ اسلامی کی بنیاد رکھی ہے، آج اس کو سمجھ کر اسلامی معاشرے میں لانے کی ضرورت ہے۔ اس پروگرام کے انعقاد پر میں شعبۂ علومِ اسلامیہ اور موسیٰ پاک شہید چیئر دونوں کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔ یہ شعبہ اس سے پہلے بھی ایسے پروگرام کراتا رہا ہے، جو علم و تحقیق کے لیے بہت ضروری ہیں۔

بہت شکریہ!

☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

چھٹا خطبہ

سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے ایک اہم لیکچر

سماجی تشکیلِ نو کے اصول
اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں

مؤرخہ

۲۲ ربیع الاوّل ۱۴۴۱ھ / 20 نومبر 2019ء

مقام

بہادر آڈیٹوریم، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، کیمپس، لیّہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تعارُفی کلمات

حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی

صدر ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

صدارت

پروفیسر ڈاکٹر محمد حسن بُچہ

ڈائریکٹر بہاء الدین زکریا یونیورسٹی بہادر کیمپس لیہ

نظامت

جناب فاروق احمد

پرنسپل ووکیشنل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، چوک اعظم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تعارفی کلمات

از حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی

نحمده و نصلّی علیٰ رسوله الکریم، أمّا بعد!

میرے قابلِ احترام صدرِ مجلس اور میرے قابلِ احترام حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ! معزز مہمانانِ گرامی اور قابلِ احترام معزز حاضرین!

ہماری یہ بہت ہی سعادت کی بات ہے کہ آج ہم ''سماجی تشکیلِ نو کے اُصول؛ اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں'' کے موضوع پر گفتگو کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ دینِ اسلام، قرآن حکیم، نبی کریمؐ کی سیرتِ مبارکہ اور اُسوۂ حسنہ کی تعلیمات ہمارے اجتماعی مسائل کا حل کیا پیش کرتی ہیں۔ آج دنیا سائنسی ترقی میں بہت اعلیٰ مقام پر پہنچ چکی ہے، لیکن انسانیت کو جو مقام ملنا چاہیے تھا، آج وہ اسّی نوّے فی صد آبادی میں نظر نہیں آتا۔ قوموں کو عزت اور وقار اپنے قومی نظام اور سسٹم کی بہتری سے ملتا ہے۔ جتنا اچھا عزت والا سسٹم موجود ہو، قومیں اُتنی ہی عزت حاصل کرتی ہیں۔ اگر سسٹم میں غلامی ہو، معاشی نظام میں بھوک اور افلاس ہو، سماج میں بے انصافی ہو، انتشار اور افتراق سماج میں موجود ہو، ترقی کا عمل رُکا ہوا ہو، انسان مایوسی کی طرف بڑھ رہا ہو تو یہ علامت ہوتی ہے کہ اب اس دنیا کا جو سسٹم ہے، وہ ایسی قیادت کے ہاتھ میں ہے، جو انسانیت کی رہنمائی اور ترقی کا، پوری انسانیت کی ترقی کا صحیح پروگرام نہیں رکھتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت نبی کریمؐ کے زمانے میں بھی یہی حالات تھے۔ جہالت تھی، بھوک اور افلاس تھا، انتشار تھا، خاندان، قبائل آپس میں لڑ رہے تھے، مذہب فرسودہ ہو چکا تھا۔ قیصر و کسریٰ کے غلبے نے انسانیت کو تقسیم کیا ہوا تھا۔ مسجدِ حرام پر کفر و شرک کے حاملین کا قبضہ تھا۔ اور دنیا ایک زوال کی طرف تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ ایسے حالات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بہت ہی کرم کیا کہ ہمارے آخری پیغمبر سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت سے ہمیں نوازا۔ آپؐ نے مکہ معظّمہ میں ایک بڑی اچھی جماعت تیار کی۔ مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی قائم کی اور مسجدِ نبوی کی تعلیمات مسجدِ حرام کی آزادی کی تھیں۔

مسجدِ نبوی میں تیار ہونے والی جماعت کا نظریہ پوری انسانیت میں عدل وانصاف کے غلبے کا تھا، ظلم مٹانے کا تھا۔ قرآن حکیم کی تعلیم کی روشنی میں اللہ کی جانب سے ایک ہمیں بہت بہترین تعلیم دی گئی ہے، اور یہ بڑی اونچی تعلیم ہے۔ جتنی اونچی تعلیم ملتی ہے، انسان اتنا ہی اونچا تیار ہوتا ہے۔ یہ اونچی تعلیم ملی، اس پر صحابہ کرامؓ کی تربیت ہوئی۔ حضرت عمر فاروقؓ جیسے، حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسے، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، سینکڑوں صحابہ ہیں۔ یہ مسجدِ نبوی سے تیار ہوئے۔ یہ حضرات مسجدِ نبوی کے آزادی اور حریت کے نظریے پر تیار ہوئے۔ انھوں نے انٹرنیشنل سطح پر ایک ایسا نظام دیا، جس میں تعلیم بھی مفت تھی، علاج بھی مفت تھا، جس میں آزادی بھی تھی، رنگ و نسل اور مذہب و ملت کی بنیاد پر تفریق نہیں تھی۔ ہر قوم کو مذہبی آزادی بھی تھی، سیاسی اور معاشی آزادی بھی تھی۔ یہ اُس وقت کے حالات تھے۔ حضرت نبی کریمؐ نے جماعت تیار کر کے انسانی سوسائٹی میں ایک بہت بڑا انقلاب برپا کیا اور دین کو غالب کیا۔ اور انسانیت نے ایک ہزار سال تک اپنی ترقی کی منازل طے کیں۔

آج ہم دورِ غلامی کے اثرات سے دوچار ہیں۔ آج ہم سیاست میں بدامنی کا شکار ہیں۔ ہمارا معاشی نظام ظلم کے اصول پر ہے۔ وہ انسانیت کی بھوک نہیں مٹا سکا۔ آج ہم قرآن حکیم کے سسٹم کے غلبے سے محروم ہیں۔ ہم اس کی تلاوت کرتے ہیں، اس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عقیدت رکھتے ہیں، ثواب کی نیت سے پڑھتے ہیں، لیکن وہ ہمارے تعلیم کے مسائل کیا حل کرتا ہے؟ ہماری معیشت کے کیسے مسائل حل کرتا ہے؟ ہماری ترقی کی راہیں کیسے کھولتا ہے؟ آج عام طور پر ہم اس حوالے سے قرآن حکیم کو نہیں سمجھتے۔

ایسے حالات میں آج ضرورت تھی کہ ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے، جو نبوی حکمتِ عملی کی روشنی میں قرآن حکیم کو بہ طور سسٹم کے سمجھنے کی اہلیت پیدا کرے۔ قوموں کے عروج کے اصول کیا ہیں؟ اس کا تعارف ہو۔ جن قوموں پر زوال آتا ہے، اس کا تعارف ہو کہ وہ کن اصولوں پر چلتی ہیں تو زوال کا شکار ہو جاتی ہیں۔ قرآن حکیم اس میں ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے؟ سب سے مشکل کام صحیح تعلیم پر قیادت پیدا کرنا ہوتا ہے۔ کسی بھی قوم کے تعلیمی ادارے اگر صحیح تعلیم پر ہوں تو قیادت نیچے سے اوپر آتی ہے۔ اگر کسی قوم کے تعلیمی ادارے قیادت کی صلاحیت والی نسلِ نو کو تیار نہ کریں تو اس سے مفاد پرستی، خودغرضی، لالچ پیدا ہوتا ہے۔

ابھی دوست نے ایک آیت تلاوت کی تھی:

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَٰلَيْتَنَآ أَطَعْنَا ٱللَّهَ وَأَطَعْنَا ٱلرَّسُولَا ﴿٦٦﴾ (248)

جس دن قیامت کا دن قائم ہوگا، جہنمی جہنم میں جائیں گے تو وہ کیا کہیں گے؟ اے اللہ! ہمیں، ہمارے سرداروں نے گمراہ کیا تھا، دنیا میں ہم نے ان کی اطاعت کی تھی۔

إِنَّآ أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَأَضَلُّونَا ٱلسَّبِيلَا ﴿٦٧﴾ (249)

اے اللہ! ان کو ڈبل عذاب دے، انھوں نے ہمیں دھوکا دیا تھا، جھوٹ بولا تھا۔ یہ کیوں حالات پیدا ہوئے؟ اس لیے پیدا ہوتے ہیں کہ نئی قیادت سوسائٹی کے اندر جو انسانیت کا شعور رکھتی ہے، شعوری بنیادوں پر مسائل کا حل تلاش کرتی ہے۔ اس کا سیاسی شعور بھی بہت اونچا ہوتا ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیم سے لیا ہے۔ قرآن حکیم فرعون کی سیاست کے اصول کیا بتاتا ہے؟ اور موسیٰ علیہ السلام کی سیاست کے اصول کیا بتاتا ہے؟ نمرود کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیاست کے اصول کیا تھے اور دینِ حنیف ابراہیم علیہ السلام کے دین کی سیاست کے کیا علوم تھے؟ ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور ابولہب کی سیاست کن اصولوں پر تھی؟ اور نبی کریمؐ نے کن اصولوں پر سوسائٹی کے اندر ایک اچھا سیاسی، معاشی اور سماجی نظام قائم کیا؟ یہ قیادت کی صلاحیت ہوتی ہے۔

جس نظریے پر جو تعلیمی ادارہ بنتا ہے، اسی کے مطابق اس کے طلبا تیار ہوتے ہیں۔ آج اگر غلامی کے نظریے پر ہم تعلیمی ادارہ بنائیں گے تو غلام پیدا ہوں گے، کلرک پیدا ہوں گے، اگر آزادی اور حریت کے نظریے پر ہم تعلیمی ادارہ بنائیں گے تو اُس کے رجالِ کار مسجدِ نبوی کی طرح انسانی سوسائٹی میں بہت بڑی تبدیلی لانے کا باعث بنتے ہیں۔

ادارہ رحیمیہ 2001ء میں حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کیا تھا۔ آپؒ ولی اللّٰہی سلسلے کی شخصیت ہیں۔ جو تحریک آزادی ہندوستان (برصغیر پاک و ہند) کے اندر چلی، وہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور اُن کی جماعت نے چلائی تھی۔ اس میں رجالِ کار آزادی اور حریت کے مجاہدین پیدا ہوئے تھے، حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کا تعلق اسی آزادی اور حریت کی خانقاہ کے ساتھ ہے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، جن کو ہم "اسیرِ مالٹا" کہتے ہیں، آپؒ نے مالٹا کی جیل برداشت کی ہے۔ شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، اُن کے دستِ راست تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ، شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ آزادی اور حریت اور تحریکِ ریشمی رومال اور دیگر تحریکات کے بانیین میں سے تھے۔ اس کے سرپرستان تھے۔ اس کے سربراہ تھے۔ شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کا نظریہ یہ ہے کہ ہمارے آج کے تعلیمی اداروں میں، چاہے وہ کالجز ہوں یا مدارس، ان میں ایسے لوگ پیدا ہونے چاہئیں، جن کا شعور اجتماعی ہو، انسانیت گیر ہو۔ عالم گیر ہو۔ فنون کی تعلیم کالج سے ملے، ڈاکٹر بنے، اچھا انجینئر بنے، اچھا وکیل بنے، اچھا جج بنے، اور دور کے تقاضے کے مطابق سائنسی ترقیات کے حامل بنیں۔ یہ فنون کی تعلیم ہے۔ پھر قرآن حکیم اور حدیثِ پاک کی تعلیم اور اُسوہ حسنہ سے انھیں نوجوانوں کی ایسی تربیت ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ قیادت کی اہلیت پیدا کرلیں۔ قیادت کی اہلیت پورے سسٹم کی جامع ہوا کرتی ہے۔ اورفنون کی تعلیم کسی ایک شعبے سے وابستہ ہوتی ہے۔

اس لیے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ میں قرآن حکیم کی تعلیم کی روشنی میں کالج کے نوجوان کو، مدارس کے نوجوان کو، پروفیسرز کو اور وکلا کو جو بھی ہمارا جدید تعلیم یافتہ طبقہ ہے، اس کو قرآن حکیم کی تعلیم کی روشنی میں اور اُسوہ حسنہ کی تعلیم کی روشنی میں اور صحابہ کرامؓ کے اُسوہ کی روشنی میں انھوں نے جو نظام قائم کیا، پھر صحیح تاریخ کا تعارف کرانا، سسٹم کے طور پر دین کو پیش کرنا ہے۔ انسانیت کے اجتماعی مسائل کا حل دینِ اسلام کے پلیٹ فارم سے سکھانے کے لیے اس ادارے کا بنیادی طور پر قیامِ عمل میں لایا گیا۔

آج الحمدللہ! اس میں قرآن حکیم کی تفسیر بھی ہوتی ہے تو غلبۂ دین کے نظریے سے ہوتی ہے۔ محض ثواب کے نظریے سے نہیں۔ سوسائٹی میں دین کیسے غالب آئے گا؟ اور یہ نظامِ سرمایہ داری، یہ نظامِ سود، یہ بھوک پیاس پیدا کرنے والے نظام، جن کی وجہ سے افریقا اور ایشیا میں بھوک ناچ رہی ہے، یہ نظام کیسے بدلیں گے؟ اور ان کی جگہ پر انسانیت کی ترقی کا نظام کیسے وجود میں آئے گا؟ اس اصول پر قرآن حکیم، اسی اصول پر سیرتِ نبویؐ، اسی اصول پر سیرتِ صحابہؓ اور پھر اسی اصول پر جن اولیاء اللہ نے انسانی سوسائٹی میں کوئی بنیادی کردار ادا کیا ہے، اس کی خدمت کی ہے، اپنی ذمہ داری نبھائی ہے، اس کے تاریخی تسلسل کے ساتھ یہاں شریعت بھی پڑھائی جاتی ہے، طریقت بھی سکھائی جاتی ہے۔ سیاست بھی سکھائی جاتی ہے۔ اور دین تین ہی چیزوں کا نام ہے: شریعت، طریقت اور سیاست کا۔ اس پر الحمدللہ! آج ہزاروں علما، ہزاروں پروفیسرز، کالج کے نوجوان محنت کر رہے ہیں اور اپنے اس دور میں جس چیز کی ضرورت ہے، اس کے مطابق آگے بڑھ رہے ہیں۔

ہم دوستوں سے گزارش کریں گے کہ حضرت اقدس کی بات کو توجہ سے سنیں۔ انشاء اللہ آپ کو بہت کچھ فائدہ حاصل ہوگا اور اپنے نوجوانوں سے کہیں گے کہ اپنی زندگی کا لائحہ عمل قومی شعور کے ساتھ پیدا کرو۔ اجتماعی شعور کے ساتھ آگے بڑھو۔ انسانیت کے اجتماعی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسائل کو سمجھو۔ آج کے دور کے چیلنجز کیا ہیں؟ اس کے مقابلے کی اہلیت پیدا کرو۔ تمھارے سامنے سرمایہ داری کا چیلنج ہے، غربت کا چیلنج ہے، تعلیم کے مہنگا ہونے کا چیلنج ہے۔ علاج نہ ملنے کا چیلنج ہے۔ زوال کا چیلنج ہے۔ اگر نوجوان نے آج بھی سچے دل کے ساتھ غلبے کی نیت سے قرآن حکیم کو اپنے سینے سے لگا لیا اور نبی کریمؐ کے اسوہ حسنہ، انقلابی حکمتِ عملی کو اپنے سینے سے لگا لے تو ان تمام مسائل کا حل انشاء اللہ العزیز یہ آج بھی دنیا کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ اور اپنے اندر قیادت کی اہلیت پیدا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو قرآن حکیم کا فہم نصیب فرمائے اور سیرت النبیؐ کو آج کے دور کے تقاضے کے مطابق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

- -

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

سماجی تشکیلِ نو کے اصول اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں

خطبۂ مسنونہ

نحمده و نصلّی علیٰ رسوله الكريم، أمّا بعد! فأعوذ باللّٰه من الشّيطان الرّجيم. بسم اللّٰه الرّحمٰن الرّحيم. قال اللّٰه تبارک و تعالیٰ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (250) و قال اللّٰه تعالیٰ: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (251) و قال النّبیّ ﷺ: "بعثتُ لاتُمّم مكارم الأخلاق" (252) و قال النّبیّ ﷺ: "بعثتُ معلّماً" (253) و قال النّبیّ ﷺ: "كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء، كلّما هلک نبیّ خلفه نبیّ آخر، الا! لا نبیّ بعدی سيكون خلفاء فيكثرون." (254)

صدق اللّٰه مولانا العظيم و صدق رسوله النّبیّ الكريم.

صاحبِ صدر اور عزیز طلبا و طالبات!

سب سے پہلے تو میں اس کیمپس کی انتظامیہ کا شکر گزار ہوں کہ نبی اکرمؐ کی سیرت کے حوالے سے گفتگو کرنے کے لیے یہاں ہمیں مدعو کیا گیا۔ نبی اکرمؐ کی عظیم الشان شخصیت وہ ہے، جو کُل انسانیت کے لیے منارۂ نور ہے۔ قوموں کے لیڈر اور رہنما کسی ایک قوم اور نسل کے لیے نمونے کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ﷺ صرف کسی ایک قوم، کسی ایک نسل، کسی ایک خطے کے نبی اور رہنما نہیں ہیں، بلکہ پوری دنیائے انسانیت اور تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آپؐ کل انسانیت کے رہنما ہیں۔

آپؐ کا ہدف؛ انسانیت کی تعلیم و تربیت

نبی اکرمؐ کی جدوجہد کا بنیادی ہدف انسانیت کی تعلیم و تربیت ہے۔ انسانوں کو دنیا اور آخرت میں کامیاب بنانا ہے۔ انسانیت کی شناخت یہ ہے کہ وہ کسی سماجی اور اجتماعی زندگی کی تشکیل کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ انسان ''اُنس'' سے مشتق ہے۔ انسان میں اُنس و محبت، شفقت و رأفت موجود ہو تو حقیقت میں وہ انسان ہے۔ انسان دوسرے انسانوں کے ساتھ مل کر باہمی سماجی معاہدات اور تعلقات کے ساتھ ایک معاشرہ تشکیل دیتا ہے، ایک سوسائٹی بناتا ہے، ایک سماج کی تشکیلِ نو کرتا ہے۔ انبیا علیہم السلام کا ہدف انسانی سماج ہوتا ہے۔ جب ہم ''سماج'' کا لفظ بولتے ہیں، یا ''سوسائٹی'' کا اطلاق کرتے ہیں تو دراصل اس سے مراد انسانی سوسائٹی کے وہ تمام سماجی معاہدات ہیں، جو فرد کے فرد سے، قوموں کے قوموں سے، جماعتوں کے جماعتوں سے وجود میں آتے ہیں۔ جسے پولیٹیکل سائنس کی اصطلاح میں معاہدۂ عمرانی (social contract) کہا جاتا ہے۔ عمرانی نقطۂ نظر سے جو معاہدات وجود میں آتے ہیں اور یہ معاہدات؛ معاہدۂ نکاح سے لے کر معاہدۂ بیع اور قومی اور ملکی نظم و نسق چلانے کے سیاسی، معاشی اور سماجی معاہدات اور قوموں کے درمیان بین الاقوامی تعلقات اور عالم گیر معاہدوں سے عبارت ہوتے ہیں۔

انسانی سماج کی چار سطحیں

اس برعظیم پاک و ہند کے عظیم مفکر حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ انسانی سماج کی چار بنیادی سطحیں ہیں، جس سے سوسائٹی ارتقا پذیر ہوتی ہے۔ سب سے پہلے فرد کی تعمیرِ شخصیت سے معاشرہ آگے بڑھتا ہے۔ پھر خاندانی نظام وجود میں آتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پھر قومی سسٹم بنتے ہیں۔ پھر بین الاقوامی نظام وجود میں آتے ہیں۔ ایک فرد جو دوسرے فرد سے باہمی لسانی رابطوں سے آگے بڑھتا ہے تو اس پر اس کا خاندانی نظام بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ اس پر اس کا قومی اور مُلکی نظام بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ اور بین الاقوامی تعلقات بھی انسانی زندگی کو متأثر کرتے ہیں۔ جب سماج انسانی معاہدات کا مجموعہ ہے تو نبی اکرمؐ بالخصوص اور دیگر تمام انبیا علیہم السلام انسانی سماج کی تشکیلِ نو کرنے، اُسے بہتر بنانے اور اس کو نئے اُسلوب پر ڈھالنے کے لیے دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔

اُسوۂ حسنہ میں سیاست کی اہمیت

خطبے میں ایک حدیث پڑھی گئی ہے۔ امام بخاریؒ نے اسے روایت کیا ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ: ”کانت بنو اسرائیل تسوسھم الأنبیاء“ (بنی اسرائیل کی سیاست اُن کے انبیا علیہم السلام کرتے رہے)۔ سیاست کا مطلب سوسائٹی کے اجتماعی معاملات کو سمجھنا اور انھیں درست خطوط پر حل کرنا ہوتا ہے۔ دنیا اور آخرت میں کامیاب بنانے کی منظّم اجتماعی جدوجہد کو دین میں سیاست سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انبیا علیہم السلام انسانی معاشروں کی درست مینجمنٹ کرتے ہیں۔ ان کی اجتماعی تشکیل کے لیے کردار ادا کرتے ہیں۔ سیاست کا لفظ ہمارے ہاں بہت بدنام ہو چکا ہے۔ جھوٹ، دھوکا، فراڈ، جھوٹے وعدے، دھوکا دہی کا نام آج ”سیاست“ پڑ گیا۔ عربی میں لفظ ”سیاست“ ایک ایسی بہتر مینجمنٹ کو کہتے ہیں، جو کسی خاندان، کسی قوم اور بین الاقوامی تعلقات کی درست خطوط پر ترقی یافتہ صورت میں مینجمنٹ کرنے، نظم و نسق قائم کرنے، ترقی کے اقدامات کرنے کا نام ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ انبیاؑ کا ہدف یہی اجتماعی تعمیر و تشکیل ہوتا ہے۔

پھر حضورؐ نے فرمایا کہ: ألا لا نبیّ بعدی ، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ میرے بعد میرے خلفا ہوں گے اور وہ بڑی کثرت سے ہوں گے۔ جو بھی میرے پیغام کو لے کر اپنے اپنے دائرے میں درست مینجمنٹ کرے گا، زیادہ بہتر طور پر اپنی اپنی خانگی، قومی، اور بین الاقوامی ضروریات کی تکمیل کا نظام بنائے گا، وہ میرا خلیفہ ہے، میرا نائب ہے۔ گویا کہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

انبیا کی بعثت کا ہدف انسانیت کو زوال سے نکالنا، ظلم وستم کے ماحول سے نکالنا، پستی، غربت وافلاس، کم ہمتی اور بزدلی کے ماحول سے نکال کر ترقی کے اعلیٰ مقام تک پہنچانا ہوتا ہے۔

انبیا علیہم السلام کے اجتماعی نقطہ نظر: انسانیت کی ترقی

ہمارے سامنے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں انبیؑا کے جتنے واقعات بیان کیے ہیں، اگر ہم اُن کا اجتماعی نقطہ نظر سے تجزیہ کریں تو یہ بات بڑی واضح ہے کہ ہر نبی نے اپنے دور میں انسانیت کو ترقی کی نئی راہوں پر گامزن کیا ہے۔

1۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جدوجہد

وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں، جنھوں نے نمرود کے ظالمانہ ماحول سے نجات دلا کر آزادی اور حریت کی اساس پر کنعان میں ابراہیمی تحریک کا آغاز کیا اور پھر مکۃ المکرّمہ میں اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بٹھا کر اُس اعلیٰ ترین تحریک کے لیے نیا راستہ متعین کیا۔

2۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی شان دار سیاسی اور اقتصادی جدوجہد

وہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں، جنھوں نے کنعان سے نکل کر مصر کو نئی سویلائزڈ سوسائٹی، ترقی یافتہ قوم کے طور پر آگے بڑھایا۔ قرآن حکیم بیان کرتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے پندرہ سالہ اقتصادی اور معاشی منصوبہ بندی کے ساتھ صرف مصر ہی کے لوگوں کو نہیں، بلکہ کُل دنیا کے انسانوں کو جو اُس کے قریب ترین علاقے میں موجود تھے، یمن سے لے کر بالخصوص شام اور یورپ کے علاقوں تک کے انسانوں کے مسائل حل کیے۔ اس خوف ناک قحط کا مقابلہ کیا، درست معاشی حکمتِ عملی اور بہترین مینجمنٹ کے ذریعے سے کہ جس سے اگلے سات سال کے قحط میں انسانوں کی معاشی ضروریات کی کفالت کی گئی۔ مصر میں زراعت کے نئے طور طریقے متعارف کرائے گئے۔ آج بھی ہماری ایگریکلچر سے متعلق ریسرچ اس حقیقت کی نشان دہی کرتی ہے کہ زراعت کے ابتدائی طریقے مصر کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تہذیب یافتہ سوسائٹی میں ہی ہمارے سامنے آئے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام ہی کی جدوجہد سے زراعت کی پیداوار بڑھی۔ اُن کے دور میں پانی کے ڈیم بنائے گئے۔ نئ کاشت کاری کے اصول متعارف کرائے گئے اور اس کے نتیجے میں اتنی پیداوار ہوئی کہ جو نہ صرف اُن رواں سات سالوں کی ضروریات کی کفالت کرتی تھی، بلکہ اگلے سات سال کے لیے اُس گندم کو ذخیرہ کیا گیا۔ اُس کا قانون اور ضابطہ اور اُس کا پورا طریقۂ کار حضرت یوسف علیہ السلام نے متعارف کرایا۔ اس کے لیے ایک اصول اور ضابطہ واضح کیا کہ ''گندم اگر اپنی بالیوں میں ہی رکھ دی جائے تو اُس کو کیڑا نہیں لگتا''۔ صرف جو استعمال کی جائے گندم، وہ اُس میں سے نکالی جائے۔ اُس کے علاوہ اس کے بارے میں قرآن کہتا ہے، یوسف علیہ السلام نے کہا: فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ (255) اُسے اپنی بالیوں میں ہی محفوظ رکھ دو۔ پھر گندم کو محفوظ رکھنے کے لیے گودام بنانا، ذخیرہ کرنا، پھر قحط کے زمانے میں عدل و مساوات کے ساتھ ہر آدمی کو ایک خاندان کے لیے، ایک اونٹ بوجھ، ایک مخصوص عرصے کے لیے دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس حوالے سے منصفانہ تقسیم کا قانون اور ضابطہ متعارف کرایا۔ یہ مصر کی تہذیب و ترقی بالخصوص معاشی اور اقتصادی حوالے سے حضرت یوسف علیہ السلام کی تعلیمات سے ہمیں معلوم ہوتی ہے۔ (256)

3۔ حضرت داؤد و حضرت سلیمان علیہما السلام کی شان دار حکمرانی

وہ حضرت داؤد علیہ السلام یا حضرت سلیمان علیہ السلام ہوں، جنھوں نے یمن سے شام تک ایک ایسی شان دار حکومت اور خلافت کا نظام قائم کیا کہ جس کی خوش حالی کی حالت قرآن حکیم بیان کرتا ہے کہ یمن سے شام تک ہر کچھ فاصلے پر باقاعدہ سرائے بنائی گئیں، تجارتی قافلوں کی حفاظت اور تحفظ کا نظام بنایا گیا۔ دونوں طرف بڑے بڑے باغات کے ذریعے سے زرعی پیداوار کو ترقی یافتہ بنایا گیا۔ اس کی تقسیم کا منصفانہ نظام قائم کیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انقلابی کردار

یہی بات ہمیں موسیٰ علیہ السلام کی جدوجہد میں نظر آتی ہے کہ جن کے بارے میں قرآن نے کہا کہ ہم نے موسیٰ کوفرعون کی طرف اس لیے بھیجا تھا کہ وہ قوموں کو غلامی سے نجات دلائیں۔ خاص طور پر بنی اسرائیل کو جو غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجنے کا مقصد اللہ نے خود بیان کیا۔ سورت القصص میں ہے کہ:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ يَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (257)

کہ فرعون نے زمین میں سرکشی کی ہوئی تھی کہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا۔ لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا۔ اُس نے طبقاتی نظام بنایا ہوا تھا۔ بنی اسرائیل کو غلام بنایا، ان سے تمام کام کاج لیتا۔ بیگار لی جاتی۔ اُن کی عزتِ نفس پامال کی جاتی۔ قرآن نے خلاصے کے طور پر کہا کہ ”وہ فسادیوں میں سے تھا“۔ دنیا میں فساد مچاتا تھا۔ ایسے ماحول میں اللہ پاک کہتے ہیں:

وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ (258)

ہمارا ارادہ تھا کہ ہم اِن کمزور لوگوں پر، غریبوں، مزدوروں، کسانوں اور ہاریوں پر احسان کریں۔ وہ احسان کیا ہے؟ یہ کہ ہم انھیں زمین کا وارث بنا دیں اور انھیں وہاں کا حکمران بنا دیں۔ قرآن کے الفاظ ہیں: ”نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً“ ہم انھیں امام بنا دیں۔ رہنما بنا دیں۔ قائد بنا دیں۔ تخلیقی صلاحیتیں اُن میں پیدا کر دیں۔ اور انھیں نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ۔ زمین کا وارث بنا دیں۔ گویا کہ اس طبقاتی نظام کو ختم کرنے کے لیے حضرت موسیٰ نے جدوجہد اور کوشش کی اور اس کے لیے قوموں کی آزادی کو انتہائی ناگزیر قرار دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے وحی کی اور فرعون کی طرف بھیجا تو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اُسے صرف کلمے کی دعوت نہیں دی گئی۔ قرآن نے کئی جگہ پر حضرت موسیٰؑ کا پورا واقعہ بیان کیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ فرعون کے پاس جانا، قُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا (259) اُس سے نرمی سے بات کرنا اور اُسے سب سے پہلے یہ کہنا کہ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (260) بنی اسرائیل کو آزادی دے کر ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دو۔ سب سے پہلے بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا گیا۔ اس لیے کہ غلام قوم اپنا قومی نظام، اپنی قومی اُمنگوں اور ملی تقاضوں کے مطابق تشکیل نہیں دے سکتی۔ وہ تو آقا کی مرضی کے مطابق اپنا نظام بنانے پر مجبور ہوتی ہے۔ اس کا تعلیمی نظام، اس کا سیاسی نظام، اس کا معاشی نظام، اس کے تمام سماجی معاہدات آقا طے کرتا ہے کہ کن اصولوں پر اُس نے یہ معاہدات کرنے ہیں۔ اس لیے نبی آ کر سب سے پہلے قوموں کو غلامی سے نجات دلاتے ہیں۔ اُن میں آزادی اور حریت پیدا کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے قوم کو غلامی سے نجات دلا کر واپس وادیٔ سینا میں پہنچایا اور وہاں اُن کی حکمرانی کا راستہ ہموار کیا۔ حضرت موسیٰؑ کی جدوجہد سے جو اگلے دور کی تربیت یافتہ جماعت یوشع بن نون کی قیادت میں سامنے آتی ہے، اُس نے کنعان میں اپنی حکمرانی قائم کی۔ اپنا قومی نظم ونسق قائم کیا۔ آزادی اور حریت کے مطابق اپنا سیاسی، معاشی، سماجی نظام قائم کیا۔

5۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظیم الشان جدوجہد

اسی طرح ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو دیکھتے ہیں کہ انھوں نے اپنے ''حواریّین'' جو تیار کیے، اس نے سو دو سو سال میں یہ نتیجہ پیدا کیا کہ عیسائیت نے دنیائے مغرب میں ایک بہت بڑے خطے پر اپنی حکمرانی قائم کی۔ بہت بڑی ریاست انسانیت کی تہذیب وترقی کے لیے قائم کی۔ جس میں انسانی مسائل کے حل کرنے کا ایک مکمل نظام ہمارے سامنے آتا ہے۔

نبی اکرمؐ کی یہ حدیث دراصل حضرات انبیا علیہم السلام کی انھی تفصیلات کا خلاصہ بیان کرتی ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیا اپنے اپنے دور میں اپنی اپنی قوموں کی سیاست کرتے رہے ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

امام الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ: کل انسانیت کے لیے رحمت للعالمین

خود نبی اکرمؐ کا حال یہ ہے کہ آپؐ دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو وہ بھی سب سے پہلے مظلوموں کی مدد کرنے، ظالموں سے مزاحمت کرنے، بلاتفریق رنگ،نسل اور مذہب کے کل انسانیت کے لیے ایک بہترین قومی اور بین الاقوامی سماج کی تشکیلِ نو کرتے ہیں۔

آپؐ کی تریسٹھ سالہ زندگی کی تفہیم ضروری ہے

ہم سب جانتے ہیں کہ حضور اقدسؐ اس ربیع الاوّل کے مبارک مہینے میں اس دنیا میں تشریف لائے۔ 570 عیسوی میں ربیع الاول کے مہینے میں حضورؐ مکہ مکرمہ میں دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔ آپؐ ربیع الاول میں ہی دنیا میں تشریف لائے، ربیع الاول میں ہی ابتدائی طور پر سچے خواب نظر آنا شروع ہوئے۔ جو رمضان المبارک میں وحیٔ الٰہی کے نزول کا سبب اور ذریعہ بنے۔ ربیع الاول ہی وہ مبارک مہینہ ہے کہ جس میں نبی اکرمؐ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرتے ہیں۔ ہجرت کا مہینہ بھی یہی ہے۔ اور ربیع الاول ہی کا وہ مبارک مہینہ ہے کہ جس میں نبی اکرمؐ کی زندگی کے بہت سے اہم واقعات وقوع پذیر ہوئے، یہاں تک کہ آپ کی اس دنیا سے رُخصتی اور وفات بھی اسی ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی۔ 63 سال کی یہ زندگی کہ 570 عیسوی سے لے کر 632 عیسوی تک کے اس پورے دورانیے میں نبی اکرمؐ نے انسانی سماج کے لیے کیا کِیا؟ اسے سمجھنا آج ہمارے لیے بڑی ضرورت ہے۔ یوں تو نبی اکرمؐ کُل انسانیت کے رہنما ہیں، لیکن آج ہم مسلمانوں کو بالخصوص اس لیے نبی اکرمؐ کے اسوہ حسنہ کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ کیوں کہ ہم زوال سے دوچار ہیں۔

مسلمان ممالک کی زوال پذیر حالت کا جائزہ

دنیا میں 193 اقوامِ متحدہ کے ممبر ممالک میں 57 مسلم ممالک ہیں۔ جن میں کوئی ایک بھی ویٹو پاور نہیں رکھتا۔ 5 ویٹو پاور رکھنے والی طاقتیں جو حقیقت میں آزاد کہی جاسکتی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ جن کی رائے پوری دنیا پر اثر انداز ہوتی ہے، اُن میں کوئی بھی مسلم ملک نہیں ہے۔ وہ سب غیر مسلم ہیں۔ کیپٹلزم کی بنیاد پر امریکا، برطانیہ، فرانس ہو یا سوشلزم اور کمیونزم کی بنیاد پر روس اور چین ہو، یہ دو دنیا کے نظام ہائے حیات، اُن کے ماننے والے لوگ دنیا میں اس وقت بین الاقوامی قیادت کے منصب پر فائز ہیں۔ ہم سب ستاون مسلمان ملکوں کی حالت یہ ہے کہ ہم اپنی معیشت میں اُن کے محتاج، اپنی زراعت اور تجارت میں اُن کے محتاج، ہم اپنے سماج کی تشکیل کے لیے تعلیم و تربیت میں اُن کے محتاج۔ ہمارے ہاں ہمارے سماج کا تانا بانا یورپ کے زیراثر ہے اور اُن کے افکار و خیالات کے تناظر میں وجود میں آتا ہے۔

ایسے زوال کی حالت میں کہ ہماری نہ تو معاشی گروتھ ایسی ہے کہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں۔ قرضوں کی معیشت کا عالَم یہ ہے کہ مسلمانوں کا سب سے مقدس مقام سمجھا جانے والا سعودی عرب آج قرضوں کی معیشت میں جکڑتا جا رہا ہے۔ دس ارب ڈالر کا قرضہ آج اُس نے بھی لے لیا ہے۔ آپ دیکھیے کہ یہ قرضوں کی صورتِ حال کسی مُلک اور قوم کے لیے ترقی کی بات نہیں ہوتی۔ زوال کی حالت یہ ہے کہ ہمارا لٹریسی ریٹ سب سے کم، ہماری سیاست غیر مستحکم اور بدامنی کی شکار ہے۔ ہمارا معاشی نظام قرضوں کی مصیبت میں جکڑا ہوا۔ ہماری اجتماعیت انفرادیت کے مرض سے دوچار ہے۔ ایسی حالت میں ہمیں تو زیادہ ضرورت ہے کہ نبی اکرمؐ نے انسانی سماج کی تشکیلِ نو کے لیے جو بنیادی اصول متعین کیے تھے، ہم انھیں صحیح تناظر میں سمجھیں۔

بڑی بدقسمتی ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں جب ہم سیرت کانفرنسز کرتے ہیں، بیانات جاری ہوتے ہیں، تقریریں کی جاتی ہیں، اس میں صرف اور صرف حضورؐ کی انفرادی اور ذاتی زندگی کے بہت سے پہلو بیان کیے جاتے ہیں۔ یقیناً وہ باعثِ برکت ہیں، باعثِ ثواب ہیں، لیکن آپؐ کی اجتماعی زندگی کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپؐ کی سیرتِ مقدسہ کے تین دائرے

یہ بات ہمیں سمجھنی چاہیے کہ نبی اکرمؐ کی سیرتِ مقدسہ کے تین دائرے ہیں۔ آپؐ نے اپنی زندگی کے تریسٹھ سالہ دور میں جتنے اعمال کیے ہیں:

1۔ ان میں کچھ تو ایسے ہیں کہ جو صرف نبی اکرمؐ کے ساتھ خاص ہیں۔ کسی اُمتی کو اس کی نقل اُتارنے کی اجازت نہیں ہے۔ بہت سے ایسے اُمور ہیں:

الف: حضورؐ نے ایک فرد کی گواہی پر مقدمے کا فیصلہ کیا۔ یہ عمل اُمت کے لیے نہیں ہے۔ اُمت کے لیے قانون ہے کہ جب تک کسی معاملے میں دو گواہ نہ ہوں، عدالتی نظام میں اُس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

ب: نبی کرمؐ کی ازواجِ مطہرات کی تعداد زیادہ ہے۔ مسلمانوں پر پابندی ہے کہ وہ ایک حد سے اوپر شادی نہیں کر سکتے۔

آپ دیکھئے کہ یہ ایسے اعمال ہیں جو حضورؐ کی ذاتِ گرامی سے خاص ہیں۔

2۔ دوسرے وہ اعمال ہیں، جو آپؐ نے عام انسانی اصول پر طبعی طور پر اختیار فرمائے ہیں۔ آپؐ نے پگڑی پہنی ہے، آپؐ نے جُبہ پہنا، آپؐ نے خوشبو لگائی، آپؐ نے بڑی بڑی زُلفیں رکھیں، آپؐ نے حلوہ کھایا، وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ اُمور ہیں جو لوگوں کے لیے فرض نہیں ہیں۔ لوگوں کے لیے لازمی نہیں ہیں۔ کوئی اگر واقعتاً حضورؐ کی سیرت کے تمام تقاضے پورے کرتے ہوئے، حضورؐ کی عقیدت سے ان میں سے کسی ایک کو اپنی چاہت سے اختیار کر لے تو ٹھیک ہے۔ عشق کی وجہ سے ایسا کرے اُس کے لیے ثواب کا باعث ہوگا۔ لیکن اُمت کے لیے یہ فرض نہیں ہے۔ لازمی نہیں ہے۔

3۔ تیسرے ایسے بہت سے کام ہیں، جو حضورؐ نے کیے اور وہ کل انسانیت کے لیے بالعموم اور مسلمانوں کے لیے بالخصوص اُن کی اتباع کرنا فرض اور واجب ہے:

الف: حضورؐ نے نماز پڑھی تو کہا: صلّوا کما رأیتمونی اُصلّی (261)۔ نماز پڑھو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا۔

ب: حضورؐ نے حج کیا تو حضور نے فرمایا: **خذوا عنّی مناسککم**[262] لوگو! مجھ سے حج کے طریقہ کار سیکھ لو۔ جیسے مجھے حج کرتے دیکھا ہے، ویسے حج کیا کرو۔

ج: حضور نے اللہ کا حکم سنایا کہ روزہ رکھو جیسا کہ گزشتہ اُمتوں پر روزہ فرض کیا گیا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٨٣﴾[263]

حضورؐ نے سال بھر میں ایک مہینے کا روزہ رکھا۔ حضور نے تمام وہ اعمال کرکے دکھائے۔

د: حضور نے فرمایا: عدل و انصاف سے کام لو۔ جیسا کہ مجھے عدل و انصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے: أُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ[264] مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان عدل و انصاف سے کام لوں۔ تو مسلمانوں کو بھی حکم دیا گیا کہ: اِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ[265] عدل و انصاف سے کام لو کہ تقویٰ کے سب سے قریب تر یہی بات ہے۔

اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اجتماعی اُمور سمجھنا لازمی ہے

عزیز طلبا! اور طالبات! آج ہمیں یہ سمجھنا ہے کہ حضور نے سماجی تشکیل کے لیے جو اجتماعی اُمور اُمت کے لیے لازمی قرار دیے ہیں، اُن پر گفتگو کریں۔ ہمیں یہ سمجھنا ہے کہ نبی اکرمؐ نے اپنی تریسٹھ سالہ زندگی میں اجتماعی اُمور یا سماج کی تشکیل کے متعلق اُمور کون کون سے کیے ہیں۔ 570 عیسوی میں حضور دنیا میں آتے ہیں۔ اور 586 عیسوی میں حضورؐ ایک ایسے اجتماعی معاہدے میں شریک ہوتے ہیں کہ جو چیلنج مکے والوں کو درپیش ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

1۔ معاہدۂ حِلفُ الفُضول میں آپؐ کی شرکت

عبداللہ ابن جدعان کے گھر میں مکہ کے سردار اس لیے جمع ہوتے ہیں کہ ایک یمنی تاجر مکہ آتا ہے، اپنا تجارتی مال بیچتا ہے۔ جو خریدار ہے، وہ وہاں کا سردار ہے، وڈیرا ہے، وہاں کے حکمران طبقے کا ممبر ہے، وہ اُس تاجر کو کہتا ہے کہ کوئی پیسے نہیں ہیں، بھاگ جاؤ۔ اُس کے مال کی قیمت دینے سے انکار کرتا ہے۔ تاجر لُٹ گیا۔ مکہ کے اُس سرداری نظام میں ایسے بہت سے تاجر لوٹے جاتے تھے، وہ بولتے نہیں تھے، لیکن وہ زبیدی، یمنی تاجر دلیر اور بہادر نکلا، وہ جبلِ ابوقبیس پر جو مکہ کا ''ہائیڈ پارک'' تھا، جہاں اجتماعی معاملات پر گفتگو ہوتی تھی، وہاں اُس نے اپنی چادر لہرائی اور اُس نے کہا:

''او لوگو! مکہ والو! مجھے فلاں سردار نے لوٹ لیا ہے۔ اگر تم نے اُس کی لوٹ کے اس ظلم کا کوئی مداوا نہیں کیا تو میں پوری دنیا میں تمھارے بارے میں پروپیگنڈا کروں گا کہ تم لوگ تاجروں کو لوٹتے ہو۔ دنیا کا کوئی تاجر، یمن کا کوئی تاجر مکہ نہیں آیا کرے گا''۔ اُس کی اس دھمکی نے مکہ والوں کو سوچنے پر مجبور کیا۔ بنوہاشم کے سربراہ زبیر ابن عبدالمطلب تھے، جو نبی اکرمؐ کے چچا ہیں۔ انھیں یہ خبر معلوم ہوتی ہے۔ حضورؐ کو وہ ساتھ لے کر عبداللہ ابن جدعان کے گھر پہنچتے ہیں اور وہاں یہ سردار جمع ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اگر ہم اس تاجر کی دادرسی نہیں کریں گے تو ہمارا تجارتی نظام ٹھپ ہوجائے گا۔ اس لیے اس کے لیے کوئی ضابطہ بنانا چاہیے۔ کوئی معاہدہ کرنا چاہیے۔ چناں چہ نبی اکرمؐ اُس معاہدے میں شریک ہیں اور اُس معاہدے میں طے کیا گیا کہ: آئندہ ظالم کے خلاف ہر مظلوم کی مدد کریں گے۔ اس معاہدے کے حلف الفضول کے الفاظ ہیں:

''باللّٰہ لنکونّن یدًا واحدًا مع المظلوم علیٰ الظّالم''۔ (266)

اللہ کی قسم ہم ایک متحدہ طاقت ہیں۔ ایک مُکا ہیں، ایک اجتماعیت ہیں، جو ظالم کے منہ پر پڑے گا اور مظلوم کی ہم مدد کریں گے۔

آج دنیا کو سوشلزم کا مُکّا تو یاد ہے، مزدوروں اور کسانوں کے حق میں اس کے مُکّے کا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نشان تو لوگوں کو معلوم ہے، لیکن حِلف الفُضول — جس میں نبی اکرمؐ شریک ہیں — کا وہ "یداً واحداً" اجتماعیت کا "ایک مُکّا" کہ جس نے مظلوموں کی مدد کی، ہمیں یاد نہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ عام طور پر ہمارے مسلمان نوجوان کو اس کا کوئی علم نہیں۔ حضورؐ اس معاہدے میں شریک ہو کر مظلوموں کی مدد کا حلف اٹھاتے ہیں۔ آپؐ اس معاہدے کی تائید کرتے ہیں۔ نبوت ملنے کے بعد نبی اکرمؐ سے پوچھا گیا کہ آپ نے زمانۂ جاہلیت میں نبوت سے پہلے اس معاہدے پر دستخط کیے تھے، کیا نبی بننے کے بعد بھی آپ اس معاہدے پر قائم ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ: بالکل! میں اس پر قائم ہوں۔ اگر آج بھی کوئی آدمی سو سُرخ اونٹ — جو اُس زمانے میں بہت بڑی دولت سمجھی جاتی تھی — مجھے دے کر یہ کہے کہ تم اس معاہدے سے منحرف ہو جاؤ تو میں کبھی منحرف نہیں ہوں گا۔ آج بھی میں اس قسم پر قائم ہوں کہ مظلوموں کی مدد کروں گا ظالموں کے خلاف۔

2۔ آپؐ بہ طور صادق اور امین

586 عیسوی میں یہ معاہدہ ہوتا ہے اور 610 عیسوی میں نبی اکرمؐ پر وحی آتی ہے۔ قبل از نبوت کے 24 سال تک مسلسل نبی اکرمؐ نے اس معاہدے پر مِن وعَن عمل کیا۔ ہر مظلوم کی مدد کی ہر ظالم کے خلاف۔ روایات میں آتا ہے کہ ابوجہل مکہ کی گلیوں میں چُھپتا پھرتا تھا کہ کہیں محمدؐ سے ٹاکرہ نہ ہو جائے اور وہ کسی مظلوم کا ہاتھ پکڑ کر میرے سامنے کھڑا نہ کر دیں کہ بھائی! اس مظلوم کا حق دلواؤ؟ مکہ کے سربراہ کی حیثیت سے مظلوم کا ہاتھ پکڑ کر ابوجہل کا دروازہ آپؐ کھٹکھٹاتے اور اُسے باہر بُلا کر کہتے کہ اس کا حق فلاں ظالم نے چھین لیا، اُس حق کو دلوانے کے لیے کردار ادا کرو۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؐ اُس معاہدے پر پوری صداقت اور امانت سے عمل کرنے والے تھے۔ اسی وجہ سے حضورؐ کو صادق اور امین کہا جاتا ہے۔ آپؐ سچے ہیں کہ جو حلف اٹھایا ہے، جس میثاق کا حصہ بنے ہیں، جو آئین اور دستور اور قاعدہ مقرر ہوا ہے، آپؐ نے مِن وعن اس پر عمل کیا۔ "صادق" قرار پائے۔ آپؐ کے پاس امانتیں ہیں۔ آپؐ امانتوں کو پورے طور پر ادا کرتے ہیں۔ اس میں کوئی خیانت نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ جو وعدہ کرتے ہیں، اسے پورا کرتے ہیں اور وہ بھی بلا تفریق رنگ، نسل، مذہب تمام انسانیت کے لیے، تمام سماجی معاہدات میں نبی اکرمؐ عدل و انصاف کے ساتھ کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی صداقت ہے، یہی امانت ہے، یہی دیانت ہے، جس کی وجہ سے آپؐ صادق اور امین قرار پاتے ہیں۔

3۔ آپؐ کی غریب پروری اور مظلوموں کی مدد کا حال

آپ حضرات نے یہ حدیث ضرور سنی ہوگی کہ غارِ حرا میں حضورؐ پر پہلی وحی نازل ہوتی ہے۔ تو آپؐ کو اس تجربے سے کچھ خوف محسوس ہوا تو آپؐ غارِ حرا سے اُتر کر اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لاتے ہیں اور حضرت خدیجہ سے کہتے ہیں، بخاری شریف کے پہلے ہی باب کی روایت ہے، خدیجہؓ سے کہتے ہیں:

"لقد خشیتُ علیٰ نفسی" مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔

یہ جو اتنا بھاری علم مجھ پر نازل کیا گیا ہے، اس سے مجھے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ وہ بہادر اور دلیر عورتیں جنھوں نے مردوں کو حوصلہ دیا ہے، اُن میں ازواجِ مطہرات نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ حضورؐ کی ازواجِ مطہرات میں حضرت خدیجہؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت اُمّ سلمہؓ، یہ تین ایسی دلیر اور بہادر خواتین ہیں، جنھوں نے ہر مشکل مرحلے میں حضورؐ کو تسلی دی ہے، حوصلہ دیا ہے، آپؐ کی ہمت بڑھائی ہے۔ اس موقع پر خدیجہؓ نے نبی اکرمؐ کو مخاطب کر کے کہا:

نہیں! "و اللّٰہ لا یخزیک اللّٰہ ابدًا" اللہ کی قسم! کبھی اللہ آپ کو رُسوا نہیں کرے گا۔

4۔ آپؐ کی سیرتِ مقدسہ میں انسانیت کی خدمت کے پانچ کام

کیوں؟ پانچ وجوہات حضرت خدیجہؓ نے بیان کی ہیں۔ حدیث میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں:

1۔ "إنّک لتصل الرّحم": بے شک آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ رشتہ داروں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حقوق ادا کرتے ہیں۔

2۔ ”و تحمل الکلّ“: آپ لوگوں کا بوجھ اٹھا کر منزلِ مقصود تک پہنچاتے ہیں۔کوئی مزدور، کوئی ہاری بوجھ اٹھائے جا رہا ہے، بوڑھا ہے، نہیں اٹھا سکتا، حضورؐ اس کا بوجھ اپنے کندھے پر اُٹھا کے اُس کی منزلِ مقصود تک پہنچا دیتے۔

3۔ ”و تکسب المعدوم“: آپؐ جو آدمی کما نہیں سکتا، اُسے کما کر کھلاتے ہیں۔ ”معدوم الرّزق“ جس کے پاس رزق نہیں ہوتا، اپنی محنت اور مشقت سے اُس کو کما کر کھلاتے ہیں۔

4۔ ”و تقری الضّیف“: آپؐ مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔

5۔ ”و تعین علیٰ نوائب الحق“: پھر ایک بڑی جامع بات حضرت خدیجہؓ نے کہی کہ اے نبی! آپؐ نے ، انسانی حقوق جب بھی خطرے میں ہوں، جب بھی کسی مصیبت کی حالت میں ہوں، تو آپؐ اُن لوگوں کے حقوق ادا کرتے ہیں، اُن کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ (267)

حضورؐ کی سیرتِ مقدسہ کی یہ چوبیس سالہ زندگی ہے، جو حِلف الفُضول کے معاہدے سے لے کر وحیٔ الٰہی کے نزول تک کے دورانیے کا خلاصہ ہے، اس سے جامع سیرت کوئی بیان نہیں کرسکتا، جو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضورؐ کی بیان کردی۔ آپ دیکھئے کہ پانچوں کام انسانی خدمت کے ہیں، انسانی مسائل کے حل کرنے کے ہیں۔ اپنے سماج کو درست کرنے کے ہیں۔ لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے متعلق ہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے ان میں اللہ کی عبادت کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ حال آں کہ عبادت حضورؐ سے بڑھ کر کون سکتا ہے؟

5۔ غارِ حرا میں آپؐ کی عبادت کا اصل مقصد

عبادت ہی کے لیے تو حضورؐ غارِ حرا میں جا کر بیٹھتے ہیں۔ کیوں؟ اس کی بھی وجہ خود قرآن نے بیان کردی کہ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (268) ہم نے آپؐ کو پایا کہ آپؐ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مسائل کے حل میں سرگرداں ہیں۔ تو ہم نے آپ کو راستہ بتلایا۔ کیا نبی اکرمؐ مظلوموں کی مدد کرتے ہیں؟ لیکن مکہ کے باقی سردار تو اس معاہدے پر عمل درآمد نہیں کرتے۔ خود حضورؐ صادق بھی ہیں، امین بھی ہیں، لیکن اکیلا ایک آدمی کتنے انسانوں کے انسانی مسائل حل کرسکتا ہے؟ اس حوالے سے آپؐ پریشان ہیں، سرگرداں ہیں، سوچتے ہیں کہ اس کا کیا حل ہے کہ انسانیت پر ظلم نہ ہو۔ عدل و انصاف کا نظام قائم ہو۔ ظالموں کے ہاتھ روک لیے جائیں۔ اس کے لیے آپ پریشان ہیں تو قرآن کہتا ہے: ''فَهَدٰى'' ہم نے آپؐ کو راستہ دکھلا دیا۔ قرآن کے نزول کی صورت میں ہدایت دی۔

6۔ پہلی وحی کا نزول اور تعلیم و تربیت کے بنیادی انقلابی اصول

چناں چہ پہلی سورت العلق نازل ہوتی ہے۔ ابتدائی پانچ آیات میں حضورؐ سے کہا جا رہا ہے کہ: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ (269) اپنے ربّ کا نام پڑھیے۔ وہ ربّ جس نے آپؐ کو پیدا کیا، جس نے آپؐ کو علم و شعور دیا۔ علم کی اہمیت بیان کی۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (270) آپ جو جانتے نہیں تھے، اس کا علم اور کام کا طریقہ سکھایا۔ تعلیم و تربیت کے بنیادی اُصول اس سورت میں بیان کر دیے کہ تعلیم کے اہداف کیا ہونے چاہئیں؟ نبی اکرمؐ نے خود فرمایا کہ ''بعثت معلّما'' (271): مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ مجھے استاذ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ پہلی وحی میں ہی علم کی اہمیت واضح کی۔ قرآن نے علم کی اہمیت واضح کی ہے۔ لوگوں سے ایک سوال کیا ہے کہ:

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (272)

کیا وہ لوگ جو علم اور شعور رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو علم و شعور نہیں رکھتے، برابر ہیں؟ یقیناً دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ پھر علم کے مقاصد کیا ہوں گے؟ علم سے نتائج کیا لینے چاہئیں؟ اس پہلی ہی سورت میں علم کے نتائج بیان کر دیے، طریقۂ تعلیم اور اُس کے مقاصد واضح کر دیے کہ یہ علم و شعور جو سوسائٹی کے گرد و پیش کے ملاحظے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور اس حوالے سے موجود چیلنجز کے مقابلے پر اس علم سے کیا نتیجہ نکلنا چاہیے؟ اسے بیان کر دیا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قرآن حکیم کی روشنی میں تعلیم کے مقاصد

پہلی وحی میں ہی قرآن حکیم نے تعلیم کے درجِ ذیل مقاصد واضح کیے ہیں:

1۔ظلم کے خلاف حریتِ فکر اور آزادیٔ عمل پیدا کرنا

خبردار! یہ بات کسی طور پر قابل قبول نہیں کہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان پر ظلم اور زیادتی کرے۔ کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی (273) یہ بات درست نہیں کہ انسان سرکشی کرے، اپنی حدود کے دائرے سے باہر نکلے۔''طاغوت''، طغیانی اور سرکشی کسے کہتے ہیں؟ اس کی تعریف فرعون کے واقعے میں خود اللہ تعالیٰ نے بیان کردی کہ فرعون طاغوت تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب بھیجا تو کہا: اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (274) جاؤ فرعون کی طرف اس نے سرکشی کی ہے۔ اور سرکشی کیا ہوتی ہے؟ وہی جو ابھی شروع خطبے میں موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کے ضمن میں ذکر کی گئی کہ فرعون نے ایسی بالادستی قائم کی ہوئی تھی کہ بنی اسرائیل کی نسل کے لڑکوں اور مردوں کو قتل کرنا،عورتوں کو زندہ رکھنا، اُن سے خواہشات پوری کرنا، اور انسانوں پر طبقاتی نظام مسلط کرنا، فساد برپا کرنا، اُن کی طاقت اور قوت کو چھین لینا، دوسری قوموں کو غلام بنانا، اُن کی منڈیوں پر قبضہ کرلینا، یہ طاغوت اور سرکشی ہے۔

اللہ پاک نے اس سورت میں تین ''کَلَّآ'' کہے ہیں۔تعلیم وشعور کا سب سے پہلا ہدف یہ ہے کہ اگر کسی قوم پر ظلم ہو رہا ہو تو مظلوم قوم پر لازمی اور ضروری ہے کہ سب سے پہلے یہ نظریہ رکھے کہ کسی ظالم انسان کے ظلم، زیادتی اور سرکشی کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ مظلوم ظالم کے ظلم کو ہرگز ہرگز قبول نہ کرے۔ گویا کہ حریتِ فکر پیدا کرے۔ آزادیٔ رائے پیدا کرے۔ تعلیم کے نتیجے میں جو جوہر طلبا میں منتقل ہونا چاہیے، وہ یہ کہ وہ اپنی رائے سے ایک نئی چیز تخلیق کرسکیں۔ ایک نئی سوچ اُن کے اندر پیدا ہو۔ وہ لکیر کے فقیر نہ ہوں کہ کسی نے جو بات کہہ دی، اس کے پیچھے چل پڑے۔ علم سے تخلیقی صلاحیت پیدا ہونی چاہیے۔ تقلیدی علم وعمل، علم نہیں کہلاتا، وہ تو رٹّا ہے۔ وہ تو محض نقل ہے۔ اور دنیا میں نقل سے کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نتیجہ نہیں نکلتا۔ جب تک دل سے تخلیقی صلاحیتوں کے ساتھ کام نہ کیا جائے، علم کی پختگی پید انہیں ہوتی۔ کسی بھی فن اور شعبے کو ہم سیکھ رہے ہیں تو اس میں تخلیقی صلاحیتیں پیدا کرنا، اپنی رائے بنانا، اپنے آپ کو تربیت کے مرحلے سے گزارنا، یہ تعلیم کا پہلا اور بنیادی ہدف ہے۔ حریت فکر پیدا کرنا ضروری ہے۔

تاریخ نے دیکھا کہ حضورؐ کی اس تعلیم کے نتیجے میں وہ بلالؓ جو پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں تھا، حبشی اور کالے لوگوں کی ویسے بھی کوئی عزت نہیں تھی، انھیں غلام بنا کر اُن سے بیگار لی جاتی تھی، اُمیہ ابن خلف — جس کے وہ غلام تھے — ظلم وتشدد کرتا تھا۔ ابوجہل مارتا پیٹتا تھا۔ لیکن جب قرآن اُن کے سینے میں آیا، حضورؐ کی تعلیم انھوں نے قبول کی، تو وہی بلالؓ ہے، جو اپنی ایک رائے رکھتا ہے، اپنی رائے سے ایمان لاتا ہے اور جب ایمان لاتا ہے تو آقا بھی ظلم کرتا ہے، قریش کے سردار بھی ظلم کرتے ہیں، تپتی ریت پر ڈالتے ہیں۔ بلالؓ کہتا ہے کہ جو بات میں نے اپنی رائے سے قبول کرلی، جان جا سکتی ہے، میں اپنی رائے سے منحرف نہیں ہوسکتا۔ میں نے جو چیز سمجھ لی، جو شعور پیدا ہوگیا، جو میرے علم و فکر نے میرے سامنے راستہ کھولا ہے، میں اس راستے سے کسی صورت انحراف نہیں کروں گا۔ اس تعلیم نے بلالؓ میں حریتِ فکر پیدا کی، صہیب رومیؓ کی سوچ بلند کردی۔ سلمان فارسیؓ میں یہی فکر اور سوچ پیدا کی، یاسرؓ اور عمارؓ میں پیدا کی۔ کتنے ہی مظلوم صحابہؓ ہیں، جن کو حضورؐ نے جرأتِ فکر عطا کی۔ رائے کی بلندی ان کے اندر پیدا کی۔ اُن کی سوچ میں تخلیقی صلاحیت پیدا کی۔ جب غریبوں اور مظلوموں نے حضورؐ پر ایمان لا کر اس تعلیم کو قبول کیا، اس نے انھیں اعلیٰ درجے کا انسان بنایا، تو مکہ کے سردار کہنے لگے کہ اے محمدؐ! ہم آپ کی اس مجلس میں آ تو جائیں، لیکن کیا کریں آپ کی مجلس میں تو غریب کمزور لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم ان کے ساتھ بیٹھ کر، اپنے سے کم تر سماجی حیثیت کے لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر ہم تعلیم حاصل کریں گے؟ یہ تو ہمارے سٹیٹس کے خلاف ہے، یہ ہمارے تکبر اور طاقت کے خلاف ہے۔

حضورؐ نے ایک دفعہ ارادہ فرما لیا کہ چلو ان لوگوں کو بھی دین کی تعلیم سکھانے کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

لیے الگ سے ان کی مجلس بلا لیتے ہیں تو اللہ پاک نے تنبیہ نازل فرمائی۔ ''سورت الکہف'' میں اللہ نے فرمایا:

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (275)

اے محمد ﷺ ! جو لوگ عقل و شعور اور فہم و بصیرت سے انسانوں کے ساتھ بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں، آپ کو انھیں کے ساتھ رہنا ہے۔ ان کے لیے علاحدہ سے کوئی مجلس کا انتظام نہیں کرنا۔ کیا تم نے دنیا کی زیب و زینت کا ارادہ کرلیا ہے؟ جو اِن لیڈروں کے لیے اور ان بڑے بڑے سرداروں کے لیے الگ سے آپ نے مجلس بنانے کا ارادہ کرلیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ نازل فرمائی۔ اس پر حضورؐ نے ارادہ ترک کردیا۔

2۔ حضور ﷺ کی جانب سے کمزوروں کی مدد، دشمنوں کا اعتراف

اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت ابوسفیانؓ جب ہرقل کے دربار میں سوالوں کے جوابات دے رہے تھے تو اُس نے پوچھا تھا کہ جس آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اُن کے ماننے والے کون لوگ ہیں؟ ''**فأشراف النّاس يتبعونه أم ضعفائهم؟**'' (276) کیا وہاں کے بڑے بڑے سردار اور طاقت ور اشرافیہ لوگ ہیں؟ یا اُن کے کمزور لوگ ہیں؟ تو حضرت ابوسفیانؓ نے کہا کہ ''**بل ضعفائهم**'' مکہ کے کمزور لوگ حضورؐ کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ تو ہرقل نے کہا کہ ''ایسے ہی لوگ رسولوں کی اتباع کرتے ہیں''۔

نبی وہی ہوتا ہے کہ جس کی تعلیم کے نتیجے میں کمزوروں میں حریتِ فکر پیدا ہوجائے۔ وہ ترقی کی طرف جائیں۔ اُن کے اندر آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہو۔ اُن کی تخلیقی صلاحیتوں کو اُبھارا جائے۔ تو پہلا بنیادی کام تعلیم کا یہ ہے کہ انسانوں میں حریتِ فکر پیدا کی جائے۔ وہ آزادیٔ رائے سے آگے بڑھیں۔ اپنی آزادی کی اجتماعی جدوجہد کریں۔ اپنے فیصلے خود کرنے کی اہلیت بنائیں، یہ پہلا تقاضا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

3۔ ظالم ظلم سے باز نہ آئے تو مزاحمتی اقدام کرنا

تعلیم کا دوسرا مقصد۔ پھر اس سورت میں دوسرا ''کَلَّآ'' آیا ہے، یعنی یہ بات قابلِ قبول نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ (277) خبردار! اگر یہ ابوجہل ظلم سے باز نہیں آتا، جسے اُس دور کا ''فرعون'' کہا جاتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ: ''موسیٰ کے فرعون نے موسیٰ کو اتنی تکلیف نہیں دی، جتنی میرے فرعون نے مجھے تکلیفیں دی ہیں''۔ (278) یہ ''ابوجہل'' ہے۔ قرآن حکیم کہتا ہے: کَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ، اگر یہ ظلم سے باز نہیں آتا تو لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ، تو ہم اس کی پیشانی پکڑ کر گھسیٹ لیں گے۔ اٹھو مزدورو، کسانو! بلال، یاسر، صہیب، عمار، یاسر، اٹھو! اور ابوجہل کی پیشانی پکڑ کر گھسیٹ لو۔ مت ڈرو کہ سردار کی پیشانی ہے۔ مت ڈرو کسی حکمران کی پیشانی ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ قرآن نے جواب دیا: ''نَاصِیَةٍ کَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ'' (279) یہ پیشانی جھوٹی ہے۔ حِلف الفضول کا معاہدہ انھوں نے کیا تھا۔ اُس آئین کے مطابق عدل و انصاف کرنا ان کی ذمہ داری تھی۔ چوبیس سال کی تاریخ گواہ ہے کہ انھوں نے اس معاہدے پر عمل درآمد نہیں کیا۔ اس لیے یہ پیشانی جھوٹی ہے۔ جیسے نبی صادق تھے اس لیے کہ انھوں نے حلف الفضول کے معاہدے پر عمل کیا تھا، ایسے ہی یہ جھوٹے ہیں کہ جو اس معاہدے پر مبنی آئین بنایا، دستور بنایا، میثاق کیا، اُس کی پاسداری نہیں کی۔ آئین میں انسانی حقوق بڑے طمطراق سے لکھے ہوئے ہیں۔ اُس پر انھوں نے دستخط کیے ہوئے ہیں۔ لیکن اُس پر عمل نہیں کرتے۔ مظلوموں پر مزید ظلم ڈھاتے ہیں۔ سوسائٹی کو یرغمال بناتے ہیں۔ لہٰذا مت گھبراؤ۔ اس کی پیشانی پکڑو اور گھسیٹ لو۔

اس سے کیا ہوگا؟ یہی کچھ ہوگا نا کہ پہلی سورت میں قرآن کہتا ہے کہ فَلْیَدْعُ نَادِیَهُ (280) اس (ابوجہل) سے کہہ دو کہ اپنے دارالندوہ کے شریک لوگوں کو بلا لے۔ ''نادیہ''، ''نادی'' عربی میں مجلس کو کہتے ہیں۔ نادیہ جو اُس مجلس کا ممبر ہوتا تھا۔ ممبرانِ مجلس کے لیے نادیہ کہا جاتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ اگر اپنی ''نادیہ'' کو بلائے گا تو سَنَدْعُ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

الزَّبَانِيَةَ[281] ہم بھی اپنے سیاسی پیادے میدان میں کھڑے کردیں گے۔''زبانیہ'' کو کھڑا کردیں گے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے ''الزَّبَانِيَةَ'' کا ترجمہ کیا ہے کہ: ''ہم بھی بلاتے ہیں اپنے پیادے سیاست کرنے کو'' یعنی حضرات ابوبکر وعمر، وعثمان وعلی، صحابہ — رِضوانُ اللّٰہِ علیھم اَجمعین — کی جماعت اس کے مقابلے میں کھڑی کریں گے۔''نادیہ'' اور''زبانیہ'' کا مقابلہ ہوگا، دونوں کے درمیان ٹکراؤ ہوگا۔

3۔ ظالم کے ظالمانہ نظام کی اطاعت نہ کرنا

تعلیم کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ'' كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ ''[282] یعنی جب آپ نے علم وشعور اور حقائق کی دنیا میں قدم رکھ کر جو فیصلہ کرلیا، جوحق اور سچ آپ کے سامنے آ گیا۔ اُس کی موجودگی میں کسی ظالم کے ظلم کی اطاعت نہیں کرنی۔ خبردار! ہرگز ہرگز یہ بات قابلِ قبول نہیں ہے کہ کوئی انسان ایسے ظالم کی اطاعت اور فرماں برداری کرے۔ بلکہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو اور اللہ کا قرب تلاش کرے۔ مسلمان جماعت کو حکم دیا کہ اللہ سے تعلق قائم کرے اور اُس کا قرب حاصل کرے۔

اس طرح قرآن حکیم نے پہلی ہی وحی میں تعلیم کے حوالے سے تین بنیادی اُصول بیان کیے کہ:

1۔ پہلے سوچ اور فکر کو غلامی کے جھنجھٹ سے نکالا جائے۔ حریتِ فکر پیدا کی جائے۔

2۔ اگر ظالم ظلم سے باز نہیں آتا تو اُس کے مقابلے میں مزاحمت کی جائے۔

3۔ پھر اُس کی کسی بھی صورت میں اطاعت اور اُس ڈسپلن کو نہ مانا جائے جو ظلم اور زیادتی اور حقوقِ انسانیت کے مخالف ہو۔

آپ دیکھئے کہ یہ تعلیم سب سے پہلی سورت میں نبی اکرمؐ نے دے دی۔

قرآن حکیم کے علوم؛ آپؐ کی سیرتِ مقدسہ کے بنیادی اَخلاق ہیں

یاد رکھیے! نبی اکرمؐ کی سیرت کیا ہے؟ یہ سوال حضرت عائشہ صدیقہؓ سے صحابہؓ نے کیا۔ عائشہ صدیقہؓ اُمت کی معلّمہ ہیں۔ اپنے حجرہ مبارکہ میں حضورؐ کے بعد پچاس سال

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے تعلیم و تربیت کی ہے۔ پردے کے پیچھے حضرت عائشہ صدیقہؓ بیٹھ جاتیں۔ اور مسجد نبویؐ صحابہؓ سے بھری ہوتی۔ صحابہؓ نے سوال کیا اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کہ حضورؐ کی سیرت کیا ہے؟ اَخلاق کیا تھے؟ تو عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ''کان خُلُقه القرآن'' (283)، اُن کا خُلق اور اُن کا اَخلاق اور اُن کی سیرت قرآن ہے۔ قرآن اگر چلتا پھرتا دیکھنا ہو تو وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اس سے بڑھ کر سیرت بیان کرنے کا اور کوئی طریقہ نہیں کہ قرآن کی عملی تصویر حضرت محمد مصطفیٰؐ کی ذاتِ گرامی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے پچاس سال تعلیم دی ہے۔ وہ فقیہ ہیں۔ مجتہد ہیں۔ صحابہؓ کی بہت ساری غلطیوں کی اصلاح کی۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے ایک حدیث بیان کردی، حضرت عائشہؓ کو پتہ چلا تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ ابن عمرؓ نے بات نہیں سمجھی۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہے۔ اور پھر ایک دوسری حدیث حضور کی بیان کر کے مسئلے کو حل کر دیا۔ علما جانتے ہیں کہ بہت سے ایسے مسئلہ ہیں، جن میں عائشہ صدیقہؓ نے اصلاح کی ہے۔ علم اور تعلیم کی وہ اعلیٰ ترین حالت جو نبی اکرمؐ نے صحابہؓ اور صحابیات کو منتقل کی، اُس کا عملی نمونہ مردوں میں چار صحابہ اور عورتوں میں عائشہ صدیقہؓ اور اُم سلمہؓ ہیں کہ جن کی فقاہت، جن کی تعلیم و تربیت سے سینکڑوں ہزاروں صحابہؓ کی تربیت ہوئی ہے۔ اگلے دور میں تابعینؒ کی تربیت ہوئی ہے۔

ان اصولوں کی روشنی میں آں حضرت ﷺ کی انقلابی جدوجہد

قرآن حکیم نے آ کر سب سے پہلے آزادی اور حریت کا نظریہ دیا۔ چناں چہ تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں حضورؐ نے ان اُصولوں پر جو قرآن نے پہلی سورت میں بیان کردیے، صحابہؓ کی جماعت بنائی۔ تعلیم ایک فرد سے صرف ایک فرد تک نہیں ہوتی۔ تعلیم ایک نظریے پر ہوتی ہے۔ اُس نظریے کو عمل میں لانے کے لیے ایک اجتماعیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے اُستاذ شاگرد کا رشتہ قائم ہونا ضروری ہے۔ استاذ اپنے علم اور عمل سے طلبا میں وہ سوچ اور فکر منتقل کرتا ہے، جس فکر اور نظریے پر نصاب اور اصولِ تعلیم تیار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیے گئے ہوں۔ حضورؐ نے قرآن حکیم کے نصاب اور اصولِ تعلیم پر تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں صحابہؓ کی تربیت کی۔ آپؐ جب یہ تعلیم دے رہے ہیں تو مکہ والے حضورؐ کے بارے میں — نعوذ باللہ — کہتے ہیں کہ ''مجنون'' ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ آپؐ ''ساحر'' یعنی جادوگر ہیں۔ آپؐ حقائق پر مبنی علم کی شمع روشن کر رہے ہیں اور یہ لوگ آپؐ کو مجنون اور ساحر کہتے ہیں! آپؐ مکہ کے ظلم کے نظام کے خلاف اپنی اجتماعیت پیدا کر رہے ہیں۔ حالت یہ ہے کہ حضورؐ حج کے موقع پر قبائل کی طرف جاتے، عرفات اور منیٰ کے میدان میں لوگوں کو دعوت دیتے۔ سچے دین کی دعوت دیتے تو سگا چچا ابولہب ساتھ ساتھ پیچھے پیچھے چلتا۔ کہتا ہے کہ ''یہ میرا بھتیجا ہے''۔ — نعوذ باللہ — ''یہ مجنون اِدھر اُدھر کی پاگل پن کی باتیں کرتا ہے۔ اس کی بات نہ ماننا''۔ اب اگر گھر میں باپ نہیں ہے تو چچا باپ کی جگہ ہوتا ہے، وہ آ کر کسی طالبِ علم کے بارے میں کہے کہ یہ پاگل ہے، کسی استاذ کے بارے میں کہے کہ سر گھوم گیا اس کا، اس کی بات نہ ماننا، اس کے باوجود نبی اکرمؐ اس پُر مشقت حالت میں انسانیت کے لیے انسانیت کی آزادی اور حریت کی شمع بلند کر رہے ہیں۔ دارِ ارقم میں بیٹھے ہوئے ہیں اور وہاں مسجدِ حرام میں آپؐ کا داخلہ بند ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ابتدائی دور کے مسلمان ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: ''حضورؐ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل (عمرو ابن ہشام)، عتبہ (بن ربیعہ)، شیبہ (بن ربیعہ)، ولید (بن عتبہ)، اُمیہ ابن خلف، عقبہ (ابن ابی معیط) اور عمارہ بن الولید یہ سردارانِ مکہ ایک جگہ ٹولی بنا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضورؐ جب سجدے میں گئے تو انھوں نے مشورہ کیا کہ فلاں نے اونٹ ذبح کیا ہے۔ کون ہے کہ جب آپؐ سجدے کی حالت میں ہوں تو اُس اونٹ کی اوجڑی لا کر حضورؐ کی کمر پر رکھ دے، تو بدبخت دونوجوان اُٹھے اور جا کر اوجڑی اٹھا لاتے ہیں۔ حضورؐ جب سجدے میں گئے تو انھوں نے آپؐ کے سر مبارک اور کمر پر اوجڑی ڈال دی کہ آپ سر نہیں اٹھا پاتے۔ جیسے ہی سر اٹھاتے ہیں تو تکلیف کی وجہ سے سر اٹھایا نہیں جاتا۔ تو یہ سردار خانۂ کعبہ میں بیٹھ کر ٹھٹھا اور مذاق اُڑاتے ہیں، ہنستے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔توہین کرتے ہیں۔عبداللہ بن مسعودؓ ہزلی ہیں، قریشی نہیں ہیں۔قریشی سرداروں کے سامنے ایک ہزلی کمزور آدمی ہے۔ وہ ہزلی کیا کرسکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں دوڑا دوڑا حضرت فاطمہؓ کے پاس آیا۔حضرت فاطمہؓ ابھی بارہ تیرہ سال کی بچی ہیں۔ میں نے اُن سے کہا کہ تمھارے ابا جان کے ساتھ سرداروں نے یہ کام کیا۔ وہ تیزی سے آئیں، دلیر اور بہادر تھیں، نہیں گھبرائیں، باوجود کمزوری کے وہ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اُس کو دھکا دیتی رہیں اور انھیں بُرا بھلا کہتی رہیں۔تب حضورؐ کا سر مبارک اُٹھا۔نماز سے فارغ ہو کر حضورؐ نے ان سرداروں کو بد عا دی:

”اے اللہ! قریش کو پکڑ لے“

پھر اُن میں سے ہر ایک کے نام لے کر بد دعا کی:

”اے اللہ! ابوجہل کو، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، اُمیہ بن خلف، عقبہ ابن ابی معیط اور عمارہ بن ولید کو پکڑ لے“۔

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے ساتوں افراد کو بدر میں قتل ہوتے ہوئے دیکھا۔انھیں گھسیٹ کر بدر کے کنوئیں میں ڈال دیا گیا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے اُن پر لعنت بھیجی“۔ (284)

آپ دیکھئے کہ اتنی تکلیفیں برداشت کر کے نبی اکرمؐ نے جماعت تیار کی۔ پھر شعب ابی طالب میں تین سال قید رکھا۔ بھوک اور پیاس کی حالت میں۔ حضرت خدیجہؓ کھانا تیار کر کے اپنے بھائی حکیم ابن حزام کے ذریعے سے بھیجتی ہیں تو وہ بھی چھین لیا جاتا ہے۔ اتنی مصیبت اور مشقت میں جماعت تیار کرتے ہیں۔لیکن حضورؐ کے پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی۔آپؐ نے نوجوان تیار کیے۔

ہجرتِ مدینہ اور دشمنوں کے خلاف اعلانِ جہاد

پھر آپ ﷺ ہجرت پر مجبور ہوتے ہیں تو اللہ کے حکم سے مدینہ منورہ پہنچتے ہیں۔ جماعتی طاقت اکٹھی کرتے ہیں۔ وہاں ان نوجوانوں کو حکم ہوتا ہے:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا (285)

(حکم ہوا اُن لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں، اس واسطے کہ اُن پر ظلم ہوا)

تم مظلوم ہو اور مظلوم کو ظالم کے خلاف قتال کا حق ہے، لہٰذا اُٹھو اور ان کے مقابلے میں قتال کرو۔ قتال کا حکم فرض ہوتا ہے، بدر کا معرکہ لگتا ہے۔ حضورؐ نے مکہ مکرمہ میں تیرہ سال میں پوری تنظیمی مینجمنٹ کے ذریعے سے جو ایک منظّم تربیت یافتہ جماعت تیار کی تھی، اس کے ذریعے بدر کے معرکے میں اُس دشمن کو شکست دی، جو تین گنا زیادہ تھا۔ ابو جہل کی قیادت میں ایک ہزار کا لشکر اور اِدھر رسول اللہ ﷺ کے پاس تین سو تیرہ ہیں، لیکن آپؐ کی سیاست دیکھئے، آپؐ کی مینجمنٹ دیکھئے۔ اُس زمانے میں جنگی طریقۂ کار ہجومی جنگ کی بنیاد پر تھا کہ ایک ہجوم دوسرے ہجوم سے ٹکراتا تھا اور ظاہر ہے کہ جو ہجوم بڑا ہوتا تھا، وہ فاتح ہو جاتا تھا۔

حضور ﷺ کی جنگی حکمتِ عملی

حضورؐ نے تنظیم کی حکمتِ عملی بنائی۔ آپؐ نے تین صفیں بنائیں: ایک ٹیلے پر، پہلی صف میں نیچے وہ لوگ جن کے پاس تلواریں تھیں۔ تقریباً سو آدمی نیچے کھڑے کر دیے اور انھیں حکم دیا کہ تمھیں جب تک آرڈر نہ ملے، تم نے کوئی اقدام نہیں کرنا۔ اس سے اوپر بلندی پر نیزہ چلانے والے، نیزہ تقریباً پچاس فٹ پر کسی کو نشانہ بنا سکتا ہے۔ تو دوسری صف میں نیزہ چلانے والے کھڑے تھے۔ اس سے کچھ اَور بلندی پر تیراندازوں کی ایک صف بنائی۔ تین صفوں پر مشتمل اپنا نیا ملٹری اِزم متعارف کرایا، جس کو قرآن نے کہا: صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ (286) (قطار باندھ کر گویا وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی)۔

نبی اکرمؐ نے ان سب سے اوپر اپنا ہیڈکوارٹر بنایا۔ اور فرمایا کہ جس صف کو آرڈر ملے، اس نے حرکت میں آنا ہے۔ جب جنگ شروع ہوتی ہے اور دشمن یلغار کرتے ہوئے آتا ہے، سب سے پہلے جو تیرانداز ہیں، ان کو ٹارگٹ دیے گئے کہ اپنے تیروں کو ہجوم پر ضائع نہیں کرنا۔ جو دشمن کا لشکر حملہ آور ہو رہا ہے، ان میں جو ٹارگٹ تمھیں دیا گیا ہے، اسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو نشانہ بنانا ہے۔ فلاں سردار، فلاں سردار۔ اب سو فٹ دور تک تیر جاتا ہے۔ تو سو فٹ دور سے ہی نشانہ بنانا شروع کر دیا تیر اندازوں نے۔ ان کو کہا کہ حرکت میں آجاؤ۔ لشکر دشمن کا پچاس فٹ تک پہنچتا ہے۔ تو حضورؐ نے حکم دیا نیزہ بازوں کو کہ اب اپنے نیزے جو تمھیں ٹارگٹ دیے ہوئے ہیں، اگر کوئی بچ کر تمھاری زد میں آچکا ہے تو اس کو مارو۔ اور پھر اس کے بعد جو لوگ اُس سے بھی نکل کر تلواروں کی زد میں آجائیں تو اب تلوار والے اپنا کام شروع کریں۔

تینوں صفوں کو تین مرحلوں میں نبی اکرمؐ نے نئی جنگی حکمتِ عملی متعارف کرا کے اُس غزوۂ بدر میں اپنی تنظیمی طاقت سے جنگ جیتی۔ فرشتوں کی مدد اپنی جگہ پر رہی، لیکن فرشتوں کی مدد کا یہ قطعی مطلب نہیں کہ فرشتوں نے قتلِ عام بھی کیا۔ انھوں نے حوصلہ بڑھایا۔ ''اَیَّدَہٗ'' قرآن نے کہا ہے، نُصرت کی اُن کی، حوصلہ بلند کیا اُن کا۔ لیکن کام اُس تربیت یافتہ فورس نے کیا۔ تیرہ سال کی مینجمنٹ آج غزوۂ بدر کے میدان میں سیاسی مظہر کے طور پر سامنے آئی کہ اپنے سے تین گنا بڑی طاقت کو شکست دے دی۔ دنیا بھر کی اکیڈمیز میں حضورؐ کی یہ جنگی حکمتِ عملی پڑھائی جاتی ہے۔ پاکستان کا ایک جنرل گزرا ہے جنرل اکبر خان۔ اس نے ''حدیثِ دفاع'' کے نام سے کتاب لکھ کر جنگی نقشوں کی مدد سے پوری تفصیلات بتلائی ہیں کہ حضورؐ کے غزوات میں نیا ملٹری اِزم حضورؐ نے کیا متعارف کرایا، جس کے نتیجے میں دشمن کی طاقت کو شکست دی جا سکی۔ آپ دیکھیے کہ اس طریقے سے وہ جو حِلف الفُضول میں معاہدہ ہوا تھا، مظلوموں کی مدد کرنے کا اور ظالموں کے مقابلے پر، آپؐ نے اس کی تکمیل غزوۂ بدر میں کی۔

رسول اللہ ﷺ نے ''میثاقِ مدینہ'' پر مشتمل اجتماعی اصولوں کا تعین کیا

پھر مدینہ جا کر ایک نیا معاہدہ کیا، جسے ''میثاقِ مدینہ'' کہا جاتا ہے۔ یعنی جب مظلوموں کو آزادی دلوا دی، جزیرۃ العرب میں سے مکہ کے ریاستی نظام کی سیاسی طاقت توڑ دی، ستر بڑے بڑے سردار قتل کر دیے اور تاریخ نے دیکھا کہ ان ظالموں کو بالوں سے پکڑ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر گھسیٹ کر بدر کے کنوئیں میں ڈالا گیا۔ اس کے بعد حضورؐ نے ایک نیا میثاق کیا؛ ''میثاقِ مدینہ''۔ اس میثاقِ مدینہ میں سوسائٹی کے سماج کی تشکیل کے مزید اگلے چار اُصول متعین ہوئے:

1۔ پہلا اُصول آزادی اور حریتِ فکر تھا، جس پر نبی اکرمؐ نے پندرہ سال خرچ کیے۔ اور جب آزادی حاصل ہوکر مدینہ کی ریاست کی تشکیل ہوتی ہے تو ریاستی تشکیل کے لیے حضور ﷺ نے سماجی معاہدوں کو پورا کرنے کے لیے بنیادی اَساسی اُصول متعارف کرائے۔

2۔ انسانی معاہدات عدل و انصاف کے اصول پر ہونے چاہئیں۔ وہ یہ کہ بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب، نسلی اور مذہبی شناخت سے بالاتر ہوکر ہر ایک انسان کو عدل و انصاف ملے۔ جب ظلم کے خلاف آپ اقدام کر رہے ہیں، ظالم کا مقابلہ کر رہے ہیں، مظلوم کو آزادی دِلا رہے ہیں تو نیا سماج تشکیل دیتے وقت آپ کو آزادی اور حریت کے بعد ضرورت ہے کہ عدل کی بنیاد پر سماجی معاہدات وجود میں آنے چاہئیں۔ چناں چہ بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب حضورؐ معاہدہ کرتے ہیں۔ یہ میثاقِ مدینہ 52 دفعات پر مشتمل ہے۔ اس میں ساڑھے نو ہزار غیر مسلم مشرک یہودی شریک ہیں۔ حضورؐ کی مسلمان جماعت سے بھی پانچ سو ہیں۔ تین سو تیرہ وہ افراد ہیں، جو بدر میں تھے۔ مدینہ میں رہنے والی عورتیں اور بچے ملا کر کل صحابہؓ کی تعداد پانچ سو سے زیادہ نہیں تھی۔

آپ دیکھیے کہ یہ معاہدہ ہوتا ہے اور اس معاہدے میں کیا طے کرتے ہیں کہ

''أنّ یھود بنی عوف اُمّةً مع المؤمنین'' (287) بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک قوم ہیں۔ ایک اُمت ہیں۔ اُن کے بھی سیاسی، معاشی، سماجی حقوق ایسے ہی ہیں جیسے ایک مسلمان کے ہیں۔ چناں چہ حضورؐ کی عدالت میں مقدمہ آتا ہے ایک یہودی اور ایک منافق مسلمان کا۔ آپ دیکھیے کہ آپ ﷺ نے ان کے درمیان عدل و انصاف کا فیصلہ کیا ہے، جب آپؐ نے دیکھا کہ اس معاملے میں یہودی برحق ہے تو یہودی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ مسلمان کے خلاف فیصلہ کر دیا۔ اس طرح عدل کی بنیاد پر آئین بنایا اور اس پر عمل کیا۔

3۔ پھر اس آئین کے مطابق ایک ایسا سیاسی نظام بنایا، جو پُر امن ہے، وہ بھی بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب تمام انسانیت کے لیے ہے۔ کوئی فرق نہیں۔ ہر آدمی کے لیے امن ہے۔ حکومت کی ذمہ داری یہی ہوتی ہے کہ وہ سوسائٹی میں تمام لوگوں کی جان، مال، عزت آبرو کے لیے تحفظ اور امن فراہم کرے۔ امن کے بغیر قومی معاشرے آگے نہیں بڑھتے۔ حکومتوں کا فلسفہ ہی یہ ہے کہ بغیر امن و امان کے کسی حکومت کو حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اپنے جیسے انسانوں کو حکمران اسی لیے مانا جاتا ہے کہ وہ سوسائٹی کے لیے امن کو یقینی بنائیں۔

4۔ چوتھی بات یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے وہ معاشی نظام متعارف کرایا، جس سے معاشی خوش حالی پیدا ہوئی بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب تمام انسانوں کے لیے؛ یہودیوں کے لیے، مشرکوں کے لیے، مسلمانوں کے لیے۔ ایسا نظام جو تمام کے لیے منصفانہ معاشی سسٹم قائم کرتا ہے۔ یثرب جو ایک گاؤں تھا، بخار اور مصیبتوں کا گھر تھا، زراعت فرسودہ تھی۔ اَور تو کوئی چیز تھی نہیں۔ حضورؐ آئے تو یثرب کو مدینہ بنایا۔ ''مدینہ'' تمدن سے ہے، سویلائزیشن ہے، مدنیت ہے، نئی شہریت عطا کی۔ ایک نیا سماجی ڈھانچہ تشکیل دیا۔ آپؐ نے زراعت کے نئے طریقے متعارف کرائے۔ کھجوروں کے نئے بیج دریافت کیے۔ عجوہ کھجور حضورؐ کی وہی یادگار ہے، جو حضورؐ نے مدینہ میں کاشت کروائی تھی۔ پانی کا نیا طریقہ وضع کیا۔ درختوں کی سیرابی کے لیے کردار ادا کیا۔ اجتماعی طور پر کاشت سے ملکی پیداوار کو بڑھایا۔ پھر تجارت کو ترقی دی۔ مدینہ میں مسجدِ نبویؐ کے ساتھ ہی بازار لگایا۔ سوقِ مدینہ بنایا۔ تجارتی تعلقات قائم کیے۔ یمن کی تجارت، شام کی تجارت اس مدینہ سے، تمام قافلے یہاں سے آتے جاتے ہیں۔ ذرائع پیداوار (means of production) جو کسی معاشی نظام کی بنیاد ہوتے ہیں، یہ تینوں اُس پوری سوسائٹی کے لیے نبی اکرمؐ نے متعارف کرائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ دیکھئے! آپؐ کی جدوجہد سے سماجی تشکیل کے 4 بنیادی اُصول ہمارے سامنے آتے ہیں: (1) آزادی اور حریت کا فکر، (2) عدل وانصاف کا آئین، (3) امن وامان قائم کرنے والا مستحکم سیاسی نظام، (4) معاشی خوش حالی پیدا کرنے والا اقتصادی نظام۔ اس سے سوسائٹی ترقی کرتی ہے۔ نئی ٹیکنالوجی، نئے زاویے، سوسائٹی کی ترقی کے لیے متعارف کرانا، علم وشعور منتقل کرنا، یہ نبی اکرمؐ کی سیرت کا خلاصہ ہے۔

آپ ﷺ کی قائم کردہ سوسائٹی: ایک مہذب معاشرہ

آپ دیکھئے کہ یہ وہ اجتماعیت ہے، جس نے اُس پوری سوسائٹی کو ترقی دے کر ریاستِ مدینہ کی نوعیت اُس کو دی اور سوسائٹی میں ایک مہذب معاشرہ قائم کیا۔ خود قرآن نے یہ بات واضح کردی کہ مدینہ کی مثالی سوسائٹی وہ ہے کہ جس میں امن ہے، معاشی خوش حالی ہے۔ زوال پذیر سوسائٹی وہ ہے، جس میں بھوک ہے، افلاس ہے اور خوف اور دہشت کی چادر تنی ہوئی ہے۔

حضورؐ کی ایک حدیث سنا کر بات مکمل کرتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا:

"ثلاث مَن جمعهُنّ فقد جمع الإيمان"۔ تین باتیں ایسی ہیں، جس مسلمان جماعت میں پائی جائیں، وہ کامل ایمان والی ہے:

1۔ "الانصاف من نفسک": تمھارے دل سے عدل وانصاف کا نظریہ پھوٹنا چاہیے، پوری انسانیت کے لیے۔ للمسلم یا للعرب کی بات نہیں۔

2۔ اسی طرح دوسری بات فرمائی: "بذل السّلام للعالَم"۔ پورے عالم کی امن اور سلامتی کے لیے اپنی جان خرچ کرنا اور مال خرچ کرنا۔ بدامنی پیدا کرنے کے لیے نہیں، دہشت گردی کے لیے نہیں، امن کے لیے اپنی جان مال خرچ کرنا۔

3۔ تیسری بات فرمائی: "الانفاق من الاقتار"۔ معاشی وسائل تھوڑے بھی ہوں تو پوری سوسائٹی میں انھیں مل بانٹ کر استعمال کرنا۔ (288)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علم کے مقاصد؛ قومی آزادی کی حفاظت، عدل و انصاف، امن و امان اور معاشی خوش حالی

ایک بہتر اجتماعیت اور متوازن معاشرے کے لیے تینوں باتیں حضورؐ نے بیان فرما کر واضح کر دیا کہ سماج کی تشکیل انصاف، امن اور معاشی خوش حالی اور منصفانہ معاشی نظام کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

عزیز طلبا و طالبات! ہمیں آج یہ سمجھنا چاہیے کہ جو علم ہم حاصل کر رہے ہیں، اس کے مقاصد اپنی قومی آزادی کی حفاظت ہے۔ اپنے ملک کے لیے ایک عدل و انصاف پر مبنی بہتر نظام قائم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔ امن و امان کو یقینی بنانا۔ تشدد اور بدامنی کے راستے سے ہٹ کر عدمِ تشدد کے اصول پر جدوجہد اور کوشش کرنا۔ اور اپنی سوسائٹی کی معاشی ترقی کے لیے، معاشی وسائل کو آگے بڑھانے کے لیے، اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا، دوسروں کی دریوزہ گری کرنے کے بجائے اپنی قومی سوسائٹی کی ترقی کے لیے کردار ادا کرنا، یہ ہماری تعلیم کا ہدف ہونا چاہیے۔

آپ کسی بھی شعبے میں تعلیم حاصل کریں، لیکن اُس شعبے میں خدمتِ انسانیت کا جذبہ ہو۔ عدل و انصاف کی سوچ، امن و امان کو برقرار رکھنے، اور انسانی سوسائٹی میں خوش حالی کے لیے اپنی خدمات کو سرانجام دینے کا عزم اور ارادہ ہو۔ یہی ہماری قومی شناخت، ہمارے ملک کی ترقی، ہمارے ایمان کا کمال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی اکرمؐ کی سیرت کے ان تمام پہلوؤں کو سمجھنے اور اس کے مطابق پُرعزم جدوجہد اور کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ و آخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين.

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صدارتی کلمات

پروفیسر ڈاکٹر محمد حسن بُچہ

ڈائریکٹر بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، بہادر کیمپس، لیّہ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

آج کی اس محفل، اس سیمینار کے انعقاد میں عزیز طلبا و طالبات! مجھے نہایت خوشی ہے کہ ہمارے پاس علمائے کرام موجود ہیں۔ اور اس میں بھی خاص الخاص جناب مفتی آزاد رائے پوری جیسے عالم جو کہ نہ صرف دینی علوم کے حوالے سے، بلکہ عصری اور سماجی علوم کے حوالے سے بھی اپنا مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے اس میں آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے حوالے سے وہ کنسپٹ (Concept) جو اجتماعیت کا کنسپٹ ہے، جس کا تعلق سماج کی تشکیل سے ہے، سوسائٹی کی فارمیشن (Formation) سے ہے، اُس کے حوالے سے انھوں نے بڑی مدلل اور سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ ماشاء اللہ اُن کے علم کی بنیاد پر انھوں نے جس طرح سے اس انتہائی دقیق قسم کے ٹاپک کو اس ایک گھنٹے کے لیکچر میں سمویا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ میں اس حوالے سے کوئی بات اگر کروں گا تو وہ سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگی۔

اُن کے ہی خطبے میں سے چند بلکہ نہایت اہم ایک دو چیزیں مَیں عرض کرتا ہوں۔ جیسا کہ حضورؐ کا رول جو انھوں نے بہ حیثیتِ پولیٹیکل لیڈر یہاں پر بتایا ہے اور جس طرح سے انھوں نے اس سوسائٹی کو، اس نبوت کے بعد تھوڑے سے عرصے میں ٹرانسفارم (Transform) کیا، اور پھر اُس کے اثرات تھوڑے سے عرصے میں پوری دنیا تک پھیل

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گئے اور وہ آج تک موجود ہیں۔ میں آپ سے عرض کروں کہ اُن کا رول بہ حیثیت ایک سیاست دان کے ہو، ایک رہنما کے ہو، ایک استاد کے ہو، یا ایک جنگی کمانڈر کی حیثیت سے ہو، کہیں بھی اگر آپ ان کو دیکھتے ہیں تو اُس وقت کے حساب سے اور آج تک ان جیسا کوئی بھی نہیں ہے۔

اس کی مثال میں آپ کو یوں دوں گا کہ جب مائیکل ہارٹ نے کتاب لکھی "Hundred Great Men" اور اُس نے شروع سے لے کر آج تک سو بڑی شخصیات کا اُس میں اُس نے ایک تقابلی جائزہ لیا تو اس میں نمبر وَن پوزیشن پر حضرت محمد مصطفی ﷺ کا نام لکھا۔ اور پھر یہ نہیں کہ اُس نے وہ نام لکھا، اُس کے بعد وہ ریزنز (Reasons) دیتا ہے کہ کس طرح سے اُس درجہ بندی میں ہستیوں کے نام لکھے ہیں۔ اس میں نمبر وَن کی پوزیشن کے وہ حق دار اس لیے ہیں کہ انھوں نے اس سوسائٹی کے اوپر جو اِمپریشنز (Impressions) چھوڑے ہیں، وہ لامحدود ہیں، وہ رہتی دنیا تک ہیں اور آج تک اور اس کے بعد آنے والی دنیا تک اس کے اثرات ہم محسوس کرتے ہیں۔

آپ دیکھیں کہ اُنؐ کے صحابہ کرامؓ، اُن کے سکول کے پڑھے ہوئے لوگ، وہ لوگ جن کی ٹریننگ، جن کی تربیت آپؐ کے ہاتھ سے ہوئی اور اُن لوگوں نے بعد میں جو سوسائٹی ایون (even) تشکیل دی، وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ اُس میں مَیں کہوں گا کہ حضرت عمرؓ کا رول بہ حیثیت ایک پولیٹیکل لیڈر کے، اور ایک رولر کے وہ آپ کے سامنے آتا ہے۔ میں آپ کو بتاؤں کہ دنیا میں چار پانچ بڑے جنگی کمانڈر گزرے ہیں۔ جس میں ہم الیگزینڈر دی گریٹ کی بات کرتے ہیں، اس میں ہم چنگیز خان کی بات کرتے ہیں، جس میں ہم مسلمانوں میں حضرت عمرؓ یا اُن کے بعد جو کمانڈرز ہیں، اُن کی بات کرتے ہیں۔ آپ دیکھیے کہ منگولز یا چنگیز خان کی جو سلطنت تھی، وہ شاید ایریا کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو کسی بھی شخص کا سب سے بڑا ایریا تھا، جو اُس نے اپنی لائف ٹائم میں کاؤنٹر کیا تھا۔ آج کہیں آپ کو منگول سلطنت نظر آتی ہے؟ کہیں اُس کے اثرات نظر آتے ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ سُکڑ کر وہی منگولیہ تک محدود ہوگئی اور وہاں ایک سٹیچو موجود ہے چنگیز خان کا اور دنیا اُس کو ایک بڑے جنگی جارح کے طور پر جانتی ہے۔

اب اسی طرح آپ الیگزینڈر دی گریٹ (سکندر اعظم) کی مثال لے لیں۔ وہ مقدونیہ سے چلتا ہے اور یہاں ہمارے برصغیر تک پہنچتا ہے۔ رومن امپائر سے لے کر پرشین امپائر تک تمام یہ پورا علاقہ الٹی میٹلی (Ultimatley) اُس کے گھوڑوں کی ٹاپوں کے اندر آجاتا ہے اور وہ اس پورے علاقے کو فتح کرتا ہے۔ آج کہیں آپ الیگزینڈر یا اُس کے ماننے والے یا اُس کی کوئی فتوحات کے نشان ملتے ہیں؟ کہیں بھی نہیں ملتے۔

بات فتوحات کی نہیں ہوتی، بات یہ ہوتی ہے کہ اس فتح کے پیچھے، اس وکٹری کے پیچھے فلاسفی کیا ہے؟ اور اسلام کی اگر فتوحات کے حوالے سے آج دیکھیں، چاہے اُن جگہوں کے اوپر اسلامی سلطنت یا اسلامی مملکت آج موجود ہو یا نہ ہو، مسلمان آپ کو ان جگہوں پر ضرور ملیں گے، جہاں تک اسلامی فتوحات پہنچیں۔ اس کی وجہ وہ پیغام ہے، اس کی وجہ وہ فلاسفی ہے، جو آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی اور اُن کے سکھائے ہوئے لوگ جہاں تک پہنچے، اور انھوں نے جو پیغام وہاں پر چھوڑا، اس کے ماننے والے آج تک اور ہمیشہ وہ موجود رہیں گے۔ تو بات ہے اس پیغام کی، فلاسفی کی اور اُس پر عمل درآمد کی۔ اور موجودہ دور کے حوالے سے جیسا کہ مفتی صاحب نے سماج کی تشکیل میں اُس کا ذکر کیا ہے۔

میں اس کے ساتھ شکرگزار ہوں اپنے معزز مہمانوں کا کہ وہ یہاں تشریف لائے ہیں، انھوں نے مصروفیات میں سے وقت نکالا اور خاص کر ہمارے نوجوان طلبا و طالبات جو کہ اس ملک کا مستقبل ہیں، اس قوم کا مستقبل ہیں، اُنھوں نے ان کے قلوب کو، اُن کے اذہان پر دستک دی اور کوشش کی، تاکہ یہ چیزیں جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ نہایت ضروری ہیں آگے چل کر سوسائٹی تشکیل کے حوالے سے وہ اپنا حصہ ڈالیں۔ بہت شکریہ!

☆

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ساتواں خطبہ

سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں معاشرتی استحکام پر ایک اہم لیکچر

پاکستانی معاشرے کا استحکام

مسائل و تقاضے اور اُسوۂ حسنہ

مؤرخہ

۲۳ ربیع الاوّل ۱۴۴۱ھ/ 21 نومبر 2019ء

مقام

اکیزیکٹو ہال، انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ سائنسز

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعارفی کلمات

از حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن

ڈائریکٹر (ایڈمن) ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

صدارت

پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

سابق مسئول موسیٰ پاک شہید چیئر

شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

نظامت

ڈاکٹر مسعود عالم

کنسلٹنٹ پلمونالوجسٹ، انڈس ہسپتال، مظفرگڑھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعارفی کلمات

از حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن

الحمد للّٰہ و کفٰی و سلام علٰی عبادہٖ الّذین اصطفٰی، أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشّیطان الرّجیم. بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم.

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ، صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ (289) **آمین صدق اللّٰہ العظیم.**

جناب صاحبِ صدر ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعوان صاحب، ہمارے مہمانِ خصوصی حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ العالی ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ)، جناب مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب صدر ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ اور میرے عزیز دوستو!

یہ پروگرام ادارہ رحیمیہ اور آئی ایم ایس ڈیپارٹمنٹ کے تعاون سے منعقد ہو رہا ہے۔ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) بنیادی طور پر ایک تعلیمی ادارہ ہے۔ کوئی بھی ادارہ اپنے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ ہمارے اس ادارے کا نام اس نسبت سے رکھا گیا ہے کہ اس خطے میں شعور اور بیداری کی جو پہلی تحریک اُٹھی ہے، اس کے سرخیل حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور اُن سے پہلے حضرت مجدد الف ثانیؒ ہیں۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے جس درس گاہ میں تربیت پائی، شعور حاصل کیا اور اس کے نتیجے میں اعلیٰ درجے کے مجدد بنے، اُس کا نام ''مدرسہ رحیمیہ'' تھا۔ ان کے والدِ محترم حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے نام سے یہ مدرسہ موسوم تھا۔ ہماری نسبت انھیں بزرگوں کے ساتھ ہے۔ اور اسی حوالے سے ہم چاہتے ہیں کہ آج کے دور میں قرآن وسنت کی تعلیمات ان مجددین کے افکار کی روشنی میں سمجھی جائیں اور نوجوانوں میں شعور اور بیداری پیدا کی جائے۔

درس گاہ کی مرکزیت کے بغیر تربیت ہونا ممکن نہیں ہوتا۔ اس وقت میں جب ہم پاکستان کی صورتِ حال دیکھتے ہیں تو پاکستان میں تعلیم کے عنوان سے مختلف ادارے موجود ہیں۔ کچھ ادارے وہ ہیں، جو عصری تعلیم دیتے ہیں، کالجز اور یونیورسٹیز ہیں اور کچھ ادارے وہ ہیں، جو دینی تعلیم دیتے ہیں۔ سوسائٹی میں یہ دو بہت بڑے ذہن ہیں۔ جو دینی ادارہ ہے، وہ عصری علوم سے واقف نہیں ہے اور جو عصری علوم کے ادارے ہیں، وہ قرآن وسنت کی تعلیمات سے آشنا نہیں ہیں۔ اس لیے سوسائٹی میں ہمیں ایک تقسیم ملتی ہے۔ ہم جس خطے میں رہتے ہیں، یہ ہزاروں سالوں سے مذہبی خطہ ہے۔ ہم کبھی بھی لامذہبی نہیں رہے۔ مذہب کے عنوان پر ہی ہم تعلیم حاصل کرتے رہے، جدوجہد کرتے رہے۔ اسی پر ہماری پرورش ہوئی ہے۔

یورپ کی طرف سے ایک پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ آج مسلمان ذلت اور ناکامی کا شکار اس لیے ہے کہ انھوں نے مذہب کو اختیار کیا ہوا ہے۔ اور ہم نے ترقی اس لیے کی کہ ہم نے مذہب کو خیر باد کہہ دیا۔ اب اگر مسلمان مذہب کو خیر باد کہیں گے تو ترقی کرسکیں گے، ورنہ نہیں کرسکیں گے۔ یورپ کا پس منظر تو یہ ہے کہ اس خطے میں جن نظاموں نے جنم لیا ہے، جو فلسفی آئے ہیں، انھوں نے لامذہبیت کی اساس پر اُن کو تعلیم دی، جب کہ ہمارا خطہ کبھی بھی لامذہبی نہیں رہا۔

دینِ اسلام وہ دین ہے، جس نے تاریخِ عالم میں، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک انسانی معاشرے میں سب سے طویل مدتی اور سب سے وسیع نظام قائم کر کے انسانی مسائل کو حل کیا ہے۔ جب انسانیت زوال کا شکار تھی اور طبقات میں بٹی ہوئی تھی، فیوڈل لارڈز تھے، یورپ ڈارک ایج میں تھا تو اسلام عروج پر تھا۔ علم وشعور کے حامل لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عروج پر تھے، ہر شعبے میں تحقیقات ہو رہی تھیں۔ ہر شعبے میں ریسرچ کی مختلف میتھاڈالوجیز متعین کی جا رہی تھیں۔ تمدن کو تحفظ تھا۔ قوموں کو آزادی دلائی جا رہی تھی۔ امن تھا، خوش حالی تھی۔ ہزار بارہ سو سال تک ہم نے انسانیت کو امن اور خوش حالی دی، ترقی دی اور دنیا بھر میں جتنے علوم ہیں، ان کو محفوظ کیا۔ ان میں جو خامیاں تھیں، اُن کو دور کیا اور اُن علوم کو درست رُخ دے کر انسانیت کے مفاد میں ان کو استعمال کیا۔ اس لیے ہر قوم کے علوم، اُن کے تمدن کو محفوظ کرنا، اُن کو آزادی دینا، اُن کو امن دینا، اُن کو خوش حالی دینا، اُن کو ترقی دینا، یہ مسلمانوں کے مرہونِ منت ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب نویں صدی عیسوی سے لے کر تیرھویں صدی عیسوی تک یورپ ڈارک ایج میں تھا تو یہ مسلمانوں کی ہی یونیورسٹیاں تھیں، قرطبہ کی اور اندلس کی یونیورسٹیاں، جنھوں نے یورپ کو تعلیم دے کر جہالت سے، جاگیرداریت سے اور غلامی سے نکال کر اُن کو ترقی کا تمدن سکھایا۔

میرے محترم دوستو! آج ہمارے نوجوانوں کے سامنے بڑا سوال ہے کہ ایک طرف تو دنیا کی ترقی ہے اور دوسری طرف اُن کے بنیادی خمیر میں مذہب شامل ہے۔ اب مسلمان نوجوان کیا کرے؟ مغربی حوالے سے ترقی اختیار کرتا ہے تو مذہب چھوڑنا پڑتا ہے اور روایتی اور رسمی مذہب کی طرف جاتا ہے تو دنیا کی ترقی رُکتی ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ہم نے دین اسلام کو اس کی حقیقی تعلیمات کی روشنی میں نہیں سمجھا۔ اگر ہم آج کے دور کے مجددین کی تعلیمات کے مطابق دین کا شعور اور اس کی بیداری پیدا کریں، اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نہ تو ہمیں دنیا چھوڑنی پڑتی ہے اور نہ ہمیں آخرت کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ دین سے بیزاری غلط پروپیگنڈا ہے اور ہم تاریخ میں دیکھیں سب سے بڑے انقلابات، انسانی سماج میں شعور پیدا کرنے والے، انسانی علوم کو ترقی دینے والے، وہ سہولتیں، وہ چشمے دین سے ہی پھوٹے۔ اور اس کی بنیاد پر ہم نے ترقی کی ہے۔

ہمارا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) ایک ایسا دینی ادارہ ہے جو قرآن وسنت کی تعلیمات کی اساس پر حضرت مجدد الف ثانیؒ، امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور اُن کی جماعت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے طرزِ فکر و عمل پر قائم کیا گیا۔ وہ ان حضرات کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے سماجی مسائل پر غور و تدبر کر کے نوجوانوں میں بیداری، شعور، اپنے سماجی اجتماعی مسائل کو حل کرنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ اُس پر مکالمہ اور ڈیبیٹ کرواتا ہے کہ ہم اپنے مسائل کیسے حل کریں اور کیسے ترقی کی طرف آگے بڑھیں۔

میرے محترم دوستو! قومیں تب ترقی کرتی ہیں، جب اُن کے اندر قومی یونٹی پیدا ہو، ایک وحدت پیدا ہو۔ اور وحدت یقیناً ایک فکر سے پیدا ہوتی ہے۔ جو قومیں انتشار کا شکار ہوں، اُن کا کوئی قومی نصب العین نہ ہو، کوئی قومی نظریہ نہ ہو، اُن کو یہ علم نہ ہو کہ قومی اعتبار سے ہمارا دوست کون ہے، ہمارا دشمن کون ہے، ہمیں اس قوم کی قیادت اور انسانیت کی قیادت کے لیے کون سی انسانی صلاحیتیں پیدا کرنی ہیں، کون سے اَخلاق اختیار کرنے ہیں۔ تو وہ قوم ترقی نہیں کرسکتی۔ ہم اور آپ چوں کہ تعلیم سے وابستہ ہیں، تو میں تعلیم کے حوالے سے نشان دہی کرنا چاہوں گا کہ 72 سال گزرنے کے بعد بھی آج تک ہم اپنے قومی نظامِ تعلیم کو متعین نہیں کر سکے کہ ہم نے قوم کو تعلیم کیا دینی ہے؟ ہمارا ملک ایسا ہے کہ جس میں دنیا بھر کے نظامِ تعلیم اور نظریہ ہائے تعلیم رائج ہیں۔

یورپ اپنے نظریے سے تعلیم دے رہا ہے اور ہمارے کالجز اور یونیورسٹیز اُن سے تعلق رکھتے ہیں۔ امریکا اپنے نقطہ نظر سے یہاں پر تعلیم اور تربیت دینا چاہتا ہے۔ چائنہ اپنے نقطہ نظر سے تعلیم دیتا ہے۔ یہاں کی آرمی اپنا ایک نظامِ تعلیم رکھتی ہے۔ یہاں کے گورنمنٹ سکولز اور کالجز کا اپنا ایک نقطہ نظر ہے۔ اور غریب بچوں کے لیے وہ سکول اور کالجز ہیں، جو ٹاٹ سکول اور کالجز ہیں، جہاں پر غریب کا بچہ پڑھتا ہے۔ پھر دینی ادارے جو بالکل الگ تھلگ ہیں، ایک بالکل الگ دائرہ، فرقہ وارانہ بنیادوں پر تعلیم، اس میں بھی پانچ نظامِ تعلیم ہیں، جو فرقے کی بنیاد پر ہیں۔ کبھی بھی صالح تعلیم فرقے کی، علاقے کی بنیاد پر نہیں ہوتی۔ قومی، اجتماعی اور انسانی سوچ کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ ان میں قومی اور انسانی اَخلاق پیدا کیے جاتے ہیں۔ قومی صلاحیتیں اُن میں پیدا کی جاتی ہیں، لیکن ہمارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہاں بدقسمتی سے دین جو انسانیت کو رہنمائی دیتا ہے اور دین اسلام جو عالم گیر مذہب ہے، جس نے کل انسانیت کے مسائل حل کرنے ہیں، وہاں انسانیت کے بجائے دیوبندیت، بریلویت، شیعیت، اہل حدیث، مودودیت وغیرہ فرقوں کی بنیاد پر تعلیم دی جاتی ہے۔ اور ہر فرقہ چاہتا ہے کہ میرے فرقے کے لوگ زیادہ ہوں۔ اور اس میں بھی فرسودگی کی حالت یہ ہے کہ اپنے دینی علوم سے سماجی مسائل کو حل کرنے کا کوئی سلیقہ اور ملکہ نہیں، اور وہ اصول اور معیار جس کی بنیاد پر سماجی مسائل کو حل کیا جاسکے، اُس کی تعلیم اور تربیت کا بندوبست نہیں ہے۔

جب یہ صورتِ حال ہمارے ملک میں ہے تو نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ مختلف قسم کے ذہن' سوسائٹی کے اندر اپنا خام مال خام تعلیم کے ذریعے سے پیدا کرتے ہیں۔ تعلیم نے افراد کے اندر کام کرنے کی صلاحیت پیدا کی، لیکن کس کے لیے؟ قومی سوچ کیا ہے؟ نظریۂ تعلیم کیا ہے؟ اجتماعی نتائج کیا حاصل کرنے ہیں؟ اُس کا شعور نہیں ہے۔ اس لیے آج ہمارے پاکستان میں جتنے بھی تعلیمی ادارے ہیں، وہ ملازمت کے نقطہ نظر سے ہیں، قیادت کے نقطہ نظر سے نہیں ہیں۔ قومیں قیادت کے نقطہ نظر سے ترقی کرتی ہیں، لیکن اگر کسی تعلیم کا بنیادی مقصد صرف دوسروں کی ملازمت ہو، غلامی بجا لانا ہو، وہ پنجابی میں کہتے ہیں کہ 'نوکری تے نخرہ کی'۔ نوکر نوکر ہوتا ہے، اس لیے یہ طبقہ دنیا بھر کے لیے بڑا اچھا خام مال ہے۔ ملٹی نیشنل ادارے کو ضرورت ہوتی ہے تو یہ کھپ جاتے ہیں، این جی اوز کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ کھپ جاتے ہیں۔ مڈل ایسٹ کو ضرورت ہوتی ہے تو وہاں ایڈجسٹ ہوجاتے ہیں۔ امریکا کو ضرورت ہوتی ہے تو وہاں ایڈجسٹ ہوجاتے ہیں۔ یورپ کو ضرورت ہوتی ہے تو وہاں ایڈجسٹ ہوجاتے ہیں۔ اور سوال یہ ہے کہ قوم کے لیے نتائج کیا ہیں؟ ایک امریکی دنیا میں جہاں بھی جائے گا، وہ اپنی قوم کا نمائندہ بن کر جائے گا۔ ایک جرمن جرمنی کا ہونے پر فخر کرتا ہے۔ ایک چائنیز اپنے چائنیز ہونے پر فخر کرتا ہے۔ وہ کبھی بھی اپنے چائنیز ہونے پر کمپرومائز نہیں کرے گا۔ اپنے ملکی وقار پر کمپرومائز نہیں کرے گا۔ اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نظریے پر کمپرومائز نہیں کرے گا، لیکن پاکستان کا نظریہ کیا ہے؟ اس کا نصب العین کیا ہے؟ اُس نے قوم کی قیادت کے لیے کیا اقدامات کرنے ہیں؟ اپنے مسائل کیسے حل کرنے ہیں؟ جب نظامِ تعلیم ہی انتشار کا شکار ہے اور تقسیم و تفریق کا شکار ہے، فرقہ واریت اور پست ذہنیت پیدا کی جاتی ہے۔ ملازمت کی ذہنیت پیدا کی جارہی ہے تو انسانی صلاحیتوں کا اُبھرنا، اُن کا ترقی کرنا، یقیناً سوسائٹی کے اندر ناپید نظر آتا ہے۔ اس لیے 72 سال میں ہم ملک میں کوئی قیادت نہیں پیدا کرسکے۔ 72 سال میں ہم وہ نتائج نہیں پیدا کرسکے، جو قوم آزادی کے بعد کوئی نتیجہ پیدا کرتی ہے۔

میرے محترم دوستو! ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) ان حالات میں کالج اور یونیورسٹی کے گریجویٹس اور مدارس کے فضلاء کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا کرتا ہے۔ ان سب کو مشترکہ طور پر دعوت دیتا ہے کہ آئیں، ہم مکالمہ کریں۔ گفت وشنید کریں۔ سوالات قائم کریں۔ جوابات پر غور کریں۔ ہمارا جو مین پوائنٹ ہو، وہ یہ کہ ہم اپنے سماجی، معاشی، سیاسی، اجتماعی، قومی مسائل کو کیسے حل کرسکیں؟ قرآن و سنت اس سلسلے میں ہماری کیا رہنمائی کرتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو سامنے رکھیں کہ اُس دور میں عرب کے قومی مسائل اور انسانیت کے مسائل آپؐ نے کیسے حل کیے ہیں؟ اُس کے لیے کیا اصول دیے ہیں؟ اور اُن اصولوں کو لے کر ہم آج کے دور میں اپنے مسائل کو کیسے حل کرسکتے ہیں؟

یہ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) ہمارے بزرگ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے 2001ء میں لاہور میں قائم کیا تھا۔ یہ ادارہ ایک ٹرسٹ ہے، کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہے۔ کسی کی اجارہ داری نہیں ہے۔ اس ادارے کے مختلف کیمپسز پورے ملک بھر میں قائم ہیں۔ جیسا کہ یہ پروگرام ہمارے ریجنل کیمپس ملتان کے تعاون سے BZU میں منعقد ہو رہا ہے۔ کراچی میں، سکھر میں، ملتان میں، راولپنڈی میں، پشاور میں، کوئٹہ میں، صادق آباد میں اس کے ریجنل کیمپسز ہیں۔ ہم فاصلاتی نظامِ تعلیم کے طرز

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر کام کر رہے ہیں اور مکالمے پر یقین رکھتے ہیں۔ ہمارے پاس جو نوجوان آتے ہیں، ہم مکالمے کے ذریعے سے، تبادلہ خیال کے ذریعے سے آزاد ماحول میں گروپ بندی، فرقہ واریت، لسانی تعصّبات، علاقائی تعصّبات اور طبقاتی سوچ سے بالاتر ہو کر اپنے قومی اور اجتماعی مسائل پر غور و تدبر کرتے ہیں اور گفت وشنید کرتے ہیں۔

یہ ادارہ مروّجہ سیاست اور روایتی سیاسی عمل سے بالاتر ہے۔ یہ کسی فرقے سے تعلق نہیں رکھتا۔ یہ اس خطے کے جو فریڈم فائٹرز گزرے ہیں، اور اس خطے کے جو حقیقی حریت پسند رہنما ہیں، ان سے رہنمائی لینے کی دعوت دیتا ہے۔اس کے واسطے سے قرآن وسنت کا شعور پیدا کر کے ایک نوجوان میں یہ صلاحیت بیدار کرنا چاہتا ہے کہ وہ قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے مسائل پر غور و تدبر کر کے اپنے مسائل کو حل کر سکیں۔ اس لیے آپ دیکھ رہے ہیں کہ آج بھی جو موضوع ہم نے رکھا ہے، یہ موضوع پاکستانی معاشرے کا استحکام، اس میں مسائل کیا ہیں؟ اور اس استحکام کے قیام کے تقاضے کیا ہیں؟ اس پر ہم سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں غور و تدبر کریں گے۔ آپ احباب سے گزارش ہے کہ آپ دل جمعی کے ساتھ اس میں شریک ہوں اور اس میں یقیناً آپ دوستوں کی جو تجاویز ہوں گی، وہ بھی ہمارے لیے بہت اہم ہیں۔اس لیے آپ سے آخر میں تجاویز بھی لی جائیں گی اور سوالات و جوابات کا موقع بھی دیا جائے گا۔ اس لیے جن احباب کے ذہن میں سوالات پیدا ہوں، وہ اپنے پاس نوٹ کر لیں، تا کہ بہتر انداز میں ہم اس طرح کی نشستوں کو آگے بڑھا سکیں۔ بہت شکریہ!

- -

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

پاکستانی معاشرے کا استحکام
مسائل و تقاضے اور اُسوۂ حسنہ

خطبۂ مسنونہ

نحمدهٗ و نصلّی علٰی رسولهٖ الكريم، أمّا بعد ! فأعوذ باللّٰه من الشّيطان الرّجيم. بسم اللّٰه الرّحمٰن الرّحيم. قال اللّٰه تبارك و تعالٰى: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [290] و قال اللّٰه تعالٰى: وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ [291] و قال النّبیّ ﷺ: كانت بنو اسرائيل تسوسهم الأنبياء كلما هلك نبی خلفهٗ نبی آخر ألا لانبی بعدی سيكون خلفاء فيكثرون. [292] و قال النّبیّ ﷺ: لا تزال طائفة من اُمّتی قائمين علٰى الحقّ، لا يضرّهم من خالفهم. [293]

صدق اللّٰه مولانا العظيم و صدق رسوله النّبیّ الكريم.

صاحبِ صدر اور عزیز طلبا و طالبات!

ہم یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی روشنی میں اپنے معاشرے سے متعلق اُمور پر تبادلۂ خیالات کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ یقیناً ربیع الاوّل کے مہینے میں حضور اقدس ؐ کی سیرتِ مقدسہ سے رہنمائی لینا' ہمارے ہاں ایک روایت بن چکا ہے۔ یوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو ہمیں پورے سال اور پوری زندگی نبی اکرمؐ کی سیرتِ مقدسہ سے رہنمائی لینے کی ضرورت ہے، لیکن ایک روایت اس ماہِ مبارک میں حضورؐ کی سیرت پر گفتگو کرنے سے متعلق رہی ہے۔ یہ ماہِ مبارک وہ ہے کہ جس میں نبی اکرمؐ دنیا میں تشریف لائے اور ٹھیک چالیس سال کی عمر مبارک میں نبی اکرمؐ پر سچے خواب — نبوت کی ابتدائی صورت میں ظاہر ہونا — شروع ہوئے۔ اسی ماہِ مبارک میں آپؐ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور اسی ماہِ مبارک میں اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ گویا کہ آپؐ کی زندگی کے اہم ترین نقطہ ہائے انقلابات (turning points) وہ ہیں، جن کا تعلق اس ماہِ مبارک سے ہے۔

سیرتِ نبویؐ کا مطالعہ: آج کے اجتماعی دور کا بنیادی تقاضا ہے

عزیز طلبا و طالبات!

آج ہمیں یہ سمجھنا ہے کہ حضور اقدسؐ کی زندگی کے، کسی مملکت کے استحکام سے متعلق، کسی معاشرے کو درست خطوط پر استوار کرنے سے متعلق کون سے ایسے اُمور ہیں، جنھیں پیش نظر رکھ کر اپنے ملکی مسائل کو سمجھنے اور ان مسائل کے حل کرنے کے بنیادی تقاضے اور ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوسکیں۔ آج اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اس لیے کہ ہم گوناگوں مسائل سے دوچار ہیں اور زوال کی حالت میں ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر مسلمان ممالک اپنی سیاسی اور اجتماعی طاقت سے محروم ہیں۔ ایسے میں زیادہ ضروری ہوجاتا ہے کہ ہم پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ سے رہنمائی لے کر اپنے اجتماعی مسائل حل کرنے کے لیے غور و فکر کریں اور آپؐ کی اجتماعی زندگی سے متعلق پہلوؤں پر توجہ دیں۔

ہمارے ہاں سیرتِ نبویؐ کے نام سے جو گفتگو کی جاتی ہے، اس کا بڑا تعلق حضورؐ کے انفرادی اوصاف و خصائص سے ہوتا ہے کہ نبی اکرمؐ نے اپنے ذاتی اور شخصی تناظر میں کون سا لباس زیبِ تن فرمایا؟ کون سا کھانا پسند فرمایا؟ کون سی خوشبو پسند فرمائی؟ وغیرہ وغیرہ، لیکن اجتماعی نقطہ نظر سے انسانی سماج میں کیا تبدیلی پیدا کی؟ انسانی معاشروں کو کس تناظر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سمجھا؟ سوسائٹی کے مسائل سمجھ کر انھیں حل کرنے کا طریقۂ کار کیا اختیار کیا؟ اس پر عام طور پر گفتگو نہیں کی جاتی۔ جس ادارے کے ہال میں ہم یہاں موجود ہیں، اس کا بنیادی ہدف ہی مینجمنٹ ہے۔ مینجمنٹ کا بنیادی اساسی اُصول مسائل سمجھنا، اُن کا درست ادراک کرنا، اُن کی درجہ بندی کرنا اور پھر اُن سے نمٹنے کے لیے ایسی صحیح حکمتِ عملی اختیار کرنا، جس کے ذریعے سے درست طور پر مسائل حل ہوں۔ جن مقاصد کے لیے جس شعبے میں بھی ہم کام کر رہے ہیں، مثلاً تجارت ہے، زراعت ہے، انتظامی نظم ونسق ہے، اجتماعیت سے متعلق جتنے شعبہ ہائے زندگی ہیں، ہم انھیں حسن وخوبی کے ساتھ ایک معیار کے مطابق کرنے کی اہلیت اور صلاحیت پیدا کریں۔ مینجمنٹ کے نقطہ نظر سے اگر حضور اقدسؐ کی سیرتِ مقدسہ کا مطالعہ کیا جائے تو وہ بہت فکر افروز ہے۔ وہ اجتماعی شعور کی بلندی کے لیے ایک واضح اور روشن راستہ ہمارے سامنے متعین کرتا ہے۔

حضور ﷺ کی سیرتِ مقدسہ پر ایک اِجمالی نظر

عزیز طلبا و طالبات!

ہم دیکھتے ہیں کہ حضور اقدسؐ کی ولادتِ مبارکہ 20/اپریل 570ء ربیع الاوّل کے مہینے میں ہوئی تھی۔ نبی اکرمؐ ربیع الاوّل ہی کے مہینے میں 632ء میں اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس 63 سالہ حیاتِ مبارکہ میں آپؐ نے انسانی مسائل کو کس نظر سے دیکھا؟ اُن کی کیا درجہ بندی کی؟ اور اُن سے نمٹنے کے لیے آپؐ نے کیا حکمتِ عملی اختیار کی؟

ظالموں کے خلاف مظلوموں کی مدد کے معاہدے میں شرکت

سیرت کی کتابوں میں ہم پڑھتے ہیں کہ نبی اکرمؐ 16 سال کی عمر میں، جب آپؐ نے شعور کی آنکھ کھولی۔ ایک نوجوان محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے گرد و پیش، اپنے ملک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اپنے معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو آپؐ نے ایک ایسے اجتماع میں شرکت کی، جس کے نتیجے میں ایک معاہدہ وجود میں آیا، جسے حِلف الفُضُول کہا گیا ہے۔ گویا کہ نوجوان محمدؐ نے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ مکہ میں جو ظلم کا نظام موجود تھا، مکہ کے سردار باہر سے آنے والے تاجروں کو لوٹتے تھے، لوگوں کو غلام بنا کر اُن سے بیگار لیتے تھے۔ دیگر قوموں اور نسلوں کو حقیر سمجھ کر اُن سے پستی اور ذلت کا سلوک کرتے تھے۔ اس پورے ماحول میں نبی اکرمؐ نے جو مشاہدہ کیا، وہ یہ کہ اس معاشرے میں ایک ایسا طبقاتی نظام قائم ہے کہ ایک طرف ظالم ہے اور ایک طرف مظلوم ہیں۔ گو مکہ کے معاشرے میں بڑی خرابیاں تھیں، بہت سے مسائل تھے، بہت سی مشکلات تھیں، لیکن درجہ بندی میں جو سب سے اوپر مسئلہ قرار پاتا ہے اس اجتماع میں، وہ ظلم ہے۔

حِلفُ الفُضُول کا معاہدہ اگر ہم پڑھیں تو اس میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ اس اجتماع کے تمام لوگ اس بات پر حلف اٹھاتے ہیں کہ ہم سب مل کر ایک متحدہ طاقت اور قوت ہیں۔ اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں:

"بِاللّٰہ! لنکونّن یداً واحداً مع المظلوم علٰی الظّالم." (294)

(اللہ کی قسم! ظالموں کے خلاف، مظلوموں کی مدد کے لیے ہم ایک متحدہ ہاتھ اور قوت ہیں۔)

اللہ کی قسم ہم سب ایک مٹھ ہیں، ایک ہاتھ ہیں، ایک مُکا ہیں، ایک اجتماعیت کی صورت ہیں۔ اس اجتماعیت کا مقصد ظالم کے خلاف اقدامات کرنا ہے اور مظلوم کی مدد کرنا ہے۔ مظلوموں کی مدد کے لیے یہ اجتماع حلف اُٹھاتا ہے اور ظالم کے خلاف اقدامات تجویز کرتا ہے۔ اس جرگے یا اجتماع کے سربراہ حضرت زبیر بن عبدالمطلب ہیں، جو بنو ہاشم کے سردار ہیں۔ حضورؐ اُن کے ساتھ ہیں۔ آپؐ ہی کی مشاورت اور آپؐ ہی کی تحریک معلوم ہوتی ہے کہ زبیر اس پر ڈٹ جاتے ہیں۔ اور یہ معاہدہ وجود پذیر ہوتا ہے کہ ہم ظلم کے خلاف متحدہ طاقت بن کر اقدامات کریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ موقع اُس وقت ہے، جب ایک یمنی تاجر کو ایک سردار لوٹ لیتا ہے اور وہ جبل ابی قبیس پر کھڑے ہو کر مکہ کے ظالم تاجروں کے بارے میں نشان دہی کرتا ہے کہ انھوں نے میرا مال لوٹ لیا۔ مجھے پیسے دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ گویا کہ گردو پیش میں بے شمار مسائل میں سے نوجوان حضرت محمدؐ — 16 سال کی عمر میں — جب آپؐ ابھی شعور کی آنکھ کھولتے ہیں، گردو پیش کے معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو جو سب سے بڑا مسئلہ آپؐ کے سامنے آتا ہے، وہ ظلم اور اس کا خاتمہ ہے۔ ظلم کی نشان دہی کی ہے کہ ایک طبقہ ظالم ہے اور ایک طبقہ مظلوم ہے۔ مظلوموں کی ہمیں مدد کرنی ہے ظالموں کے خلاف۔ اب جب یہ بات معاہدے کے طور پر طے ہو جاتی ہے تو نبوت سے پہلے آپؐ کی اگلی چوبیس سالہ زندگی وہ ہے کہ جس میں آپؐ نے اپنے تئیں پوری کوشش کی ہے کہ اس مسئلے کے حل کے لیے تمام تر اقدامات کیے جائیں۔ حضوؐر کی سیرت سے متعلق جو بنیادی پوائنٹس محفوظ ہیں، ان میں ایک حِلفُ الفُضول کا معاہدہ ہے۔

پھر یہی نہیں، روایات میں آتا ہے کہ اس معاہدۂ حِلفُ الفُضول کے بعد ابوجہل حضوؐر سے چھپتا پھرتا تھا۔ حضوؐر کو کسی مظلوم کے بارے میں پتہ چلتا کہ کسی سردار نے اس کا حق غصب کر لیا تو آپؐ اُس کا ہاتھ پکڑتے، ابوجہل کا دروازہ کھٹکھٹاتے، گلی بازار میں مل جاتا تو وہاں اُسے پکڑ کر کھڑے ہو جاتے اور فرماتے کہ اس پر فلاں سردار نے ظلم کیا ہے، اس کا حق دلواؤ۔ تم جو یہاں کے حکمران اور سربراہ ہو، تمھاری ذمہ داری ہے کہ ان مظلوموں کی مدد کرو۔ معاہدے پر تمام لوگوں کے دستخط ہیں، حِلف الفضول کے معاہدے کے تحت ان سے ظلم کا ختم کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

صادق اور امین کی حیثیت سے آپؐ کی شناخت

اگلے چوبیس سال آپؐ کی پوری زندگی ظلم کے خاتمے، اور ظالم کی مزاحمت کرنے میں گزرتی ہے۔ ظالم کے خلاف مزاحمت کرتے ہیں۔ سردار خوف زدہ رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے جو معاہدہ کیا، اس پر پورے صدقِ دل سے جب عمل کیا تو آپؐ کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''صادق'' اور ''امین'' کہا گیا۔ صداقت کا لقب اس معاہدے پر مِن وعَن عمل کرنے کی وجہ سے آپؐ کو ملا۔ لوگوں کی امانتیں اُن کے گھر تک پہنچانے، اُن کے راز کی حفاظت کرنے، مظلوموں کی مدد کرنے، پوری دیانت داری کے ساتھ اُمور سرانجام دینے کی وجہ سے ''امین'' کا لقب ملا۔ اجتماعی مسائل کے حل کے لیے یہی صداقت اور امانت ہے، جو نبی اکرمؐ کی شناخت بن کر اُبھری۔

لوگوں کی شراکت سے اجتماعی کردار کا عملی نمونہ

پھر اس پورے عمل میں آپؐ کی تمام ذمہ داریاں اجتماعیت کی صورت لیے ہوئے ہیں۔ ہر معاملے میں معاشرے کو اپنے ساتھ شریک کیا ہے۔ خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی ہے۔ مکہ والوں نے رزقِ حلال کا بندوبست کیا ہے۔ اس سے عمارت تعمیر ہو چکی ہے۔ حجر اسود نصب کرنے کا موقع آتا ہے تو اختلاف پیدا ہوتا ہے کہ کون آدمی یہ اعزاز حاصل کرے کہ حجر اسود اپنے اصل مقام پر نصب کر دیا جائے۔ کافی اختلاف کے بعد یہ طے ہوا کہ جو صبح کو سب سے پہلے آئے گا، وہ نصب کرے گا۔ جھگڑا نمٹانے کا ایک طریقہ طے کر دیا۔ صبح نبی اکرمؐ سب سے پہلے حرم میں تشریف لائے۔ اُصول اور قانون اور معاہدے کے مطابق آپؐ اکیلے اس بات کے حق دار تھے کہ حجر اسود اُٹھا کر اپنے اصل مقام پر رکھ دیں۔ لیکن آپؐ نے مسائل کے حل کا جو طریقۂ کار اپنایا، وہ اجتماعی تھا۔ اپنی چادر مبارک بچھائی۔ حجر اسود اُٹھا کر اُس میں رکھا اور ہر قبیلے کا سردار طلب کیا اور اُن سب سے کہا کہ چادر اٹھانے میں تمام شریک ہو جائیں۔ اجتماعیت کو برقرار رکھا۔ جو مسئلہ پیدا ہو چکا تھا، جس میں ہر آدمی کے دل میں یہ کسک رہتی کہ ہم اس اعزاز سے محروم رہ گئے، لیکن آپؐ نے سب کو اس اجتماعی عمل میں شریک کر لیا۔ وہ سب لوگ چادر اُٹھا کر حجرِ اسود نصب کرنے کی جگہ پر قریب لے آئے تو آپؐ نے اسے اُٹھا کر مقررہ مقام پر نصب کر دیا۔ آپ دیکھئے کہ مسائل کو سمجھنا اور مسائل کو حل کرنے کی اجتماعی حکمتِ عملی اپنانا یہ نبی اکرمؐ کی سب سے بڑی خصوصیت ہے، جو قبل از نبوت بھی اپنی صداقت اور امانت کی صورت میں واضح ہو چکی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

آپؐ کے اجتماعی کردار کے اظہار کا ایک اہم ترین موقع

دوسرا اہم ترین موقع وہ ہے کہ جب آپؐ پر وحی آتی ہے اور وحی کے بعد حضورؐ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچتے ہیں اور اور اُن سے جو تجربہ ہوا ہے، اُسے بیان کرتے ہیں۔ فرشتے کے بھینچنے اور اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ [295] پڑھانے سے متعلق واقعات انھیں بتاتے ہیں۔ ایسے موقع پر گھبراہٹ اور بے چینی آپؐ پر طاری ہوئی۔ اس کا اظہار حضرت خدیجہؓ کے سامنے حضورؐ نے کیا: ''خشیتُ علٰی نفسی'' (مجھے اپنی جان کا ڈر ہے) تو حضرت خدیجہؓ نے جو بات آپؐ کی سیرت سے متعلق ہمیں بتلائی، وہ یہ کہ ''لا یُخزیک اللّٰہ ابداً'' [296] کبھی بھی اللہ آپ کو رُسوا نہیں کرے گا۔ اس لیے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ مسافروں کی خدمت کرتے ہیں۔ ''تکسب المعدوم'' جو لوگ کما نہیں سکتے، آپؐ انھیں کما کر کھلاتے ہیں۔ ''تحمل الکلّ'' جو مزدور بوجھ نہیں اٹھا سکتا، آپؐ ان کا بوجھ اٹھا کر ان کی منزلِ مقصود تک پہنچاتے ہیں۔ نیز آپؐ کے بارے میں حضرت خدیجہؓ فرماتی ہیں کہ ''و تُعین علٰی نوائب الحقّ'' انسان کسی قدرتی آفت یا کسی مصیبت میں گرفتار ہوجائیں تو آپؐ ان کے مددگار بنتے ہیں۔ ان پانچوں اُمور کا تعلق انسانی سماج کے اُن مسائل سے ہے، جو مظلوموں سے متعلق ہیں۔ ایک مسافر جس کا کوئی یار و مددگار نہیں ہوتا، اُس کے حقوق کا تحفظ کرنا، ایک ایسا آدمی جو کما نہیں سکتا، اُسے کما کر کھلانا، ایک وہ کمزور جو بوجھ نہیں اٹھا سکتا، اس کا بوجھ اٹھانا۔ یہ مظلوموں کی مدد ہے۔

وحیٔ الٰہی کی روشنی میں ظلم کے خلاف مزاحمتی فکر و عمل کا اعلان

پھر یہی نہیں، بلکہ جب نبوت آپؐ کو ملتی ہے تو اُس میں بھی جو بنیادی حکم دیا گیا، وہ یہ کہ ظلم کے اس نظام کو کسی صورت میں قبول نہیں کیا جاسکتا۔ سورت العلق سب سے پہلی سورت ہے۔ اس کی ابتدائی پانچ آیات میں اللہ کا نام پڑھنے، اس کے ساتھ وابستہ ہونے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان پانچ آیات میں بھی تعلیم کی اہمیت واضح کی گئی ہے کہ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (297) انسان جسے نہیں جانتا، اللہ نے وہ تعلیم دی ہے۔ تو تعلیم کا مقصد کیا ہے؟ تعلیم کے اہداف کیا ہیں؟ تعلیم کے نتائج کیا ظاہر ہونے چاہئیں؟ انبیا کی تعلیم بالخصوص کن مقاصد و اہداف کے لیے آتی ہے؟

آپ چوں کہ اس درس گاہ کے طلبا ہیں، علم حاصل کر رہے ہیں۔ یوں تو ہر آدمی کو اپنی ہوش سنبھالنے سے لے کر موت تک علم کا طالب رہنا چاہیے، لیکن ایک طالبِ علم کو اپنی رسمی طالبِ علمی کے زمانے میں علم کی طلب ہونی چاہیے اور علم کے پیچھے جو مقصد کارفرما ہے، جو نظریہ ہے، وہ واضح رہنا چاہیے کہ آپ کس مقصد کے لیے تعلیم حاصل کر رہے ہیں؟ کیا صرف ملازمت؟ کیا صرف کوئی دُنیوی راحت؟ یا کیا صرف اپنے ذاتی مسائل حل کرنے کے لیے؟ یا اجتماعی مقاصد کے لیے علم حاصل کیا جائے؟

قرآنی تعلیم کے تین مقاصد و اہداف

قرآن حکیم کہتا ہے کہ تعلیم کے مقاصد و اہداف یہ ہیں کہ ہر فرد اپنی سوسائٹی میں ظلم کی پہچان پیدا کرے اور پھر وہ ہر طرح ظلم کو قبول کرنے سے انکار کرے۔ اپنی آزادی اور حریت کو اپنے لیے، اپنے اجتماع کے لیے محفوظ بنانے کی جدوجہد اور کوشش کرنا، یہ تعلیم کا بنیادی ہدف ہے۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (298) جو انسان نہیں جانتا تھا، اللہ نے وہ تعلیم دی۔ اُس تعلیم کا آغاز ہی کہاں سے ہوتا ہے؟ ان آیات میں درجِ ذیل نکات بڑی وضاحت سے بیان کیے گئے ہیں:

1۔ کسی انسان کی سرکشی اور ظلم قابلِ قبول نہیں

ارشادِ خداوندی ہے: كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى (299) خبردار! ہرگز ہرگز یہ بات قابل قبول نہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان پر سرکشی کرے، ظلم کرے، زیادتی کرے۔ لَيَطْغٰٓى کی تفسیر خود قرآن حکیم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں بیان کردی کہ فرعون کی سرکشی اور طغیانی کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن حکیم کہتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَ جَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَآءَهُمْ وَ يَسْتَحْيِي نِسَآءَهُمْ ؕ (300)

(فرعون چڑھ رہا تھا ملک میں، اور کر رہا تھا وہاں کے لوگوں کو کئی فرقے، کمزور کر رکھا تھا ایک فرقہ کو، اُن میں ذبح کرتا تھا ان کے بیٹوں کو، اور زندہ رکھتا تھا اُن کی عورتوں کو۔ بے شک وہ تھا خرابی ڈالنے والا۔)

''علو فی الارض'' قرآن کی ایک اصطلاح ہے، بالا دستی اور آمریت پر مبنی ایسا نظام، جس کے ذریعے سے دوسرے انسانوں، قوموں اور نسلوں کو غلام بنا کر اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے۔ اُن کے لڑکوں اور مردوں کو قتل کیا جائے اور اُن کی لڑکیوں کو زندہ رکھا جائے۔ طبقاتی تقسیم پیدا کر دی جائے۔

دوسرے یہ کہ وہ بڑا فسادی تھا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

يُذَبِّحُ أَبْنَآءَهُمْ وَ يَسْتَحْيِي نِسَآءَهُمْ (301)

فساد کی دوسری جگہ پر تعریف کی کہ فسادی وہ ہے کہ جو

وَ إِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (302)

(اور جب پھرے تیرے پاس سے دوڑتا پھرے ملک میں، تا کہ اس میں خرابی ڈالے اور تباہ کریں کھیتیاں اور جانیں، اور اللہ ناپسند کرتا ہے فساد کو۔)

فسادی وہ ہے، جو معاشی وسائل کو آگ لگاتا ہے، نسلوں کو تباہ و برباد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے فسادی کو پسند نہیں کرتا۔ اسی فساد کو ''طاغوت'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ اِذْهَبْ إِلٰى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغٰى (303) (جاؤ فرعون کی طرف کہ اُس نے سرکشی کی ہے)۔

یہاں سورت العلق کی اس آیتِ مبارکہ میں واضح طور پر کہا گیا کہ یہ بات کسی طور پر بھی قابل قبول نہیں ہے کہ کوئی انسان کسی دوسری قوم، نسل، فرد کو غلام بنا کر اُس کا استحصال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرے، اُس کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکے، استحصال کرے، اس پر ظلم اور زیادتی کرے، یہ ظلم قابل قبول نہیں۔

علم شعور دیتا ہے۔ حریتِ فکر عطا کرتا ہے۔ آزادی سے سوچنے کا موقع دیتا ہے۔ حقائق کا ادراک کرنے اور مسائل کی نشان دہی کا طریقہ سکھاتا ہے۔ جو علم سوچنے سمجھنے کی تخلیقی صلاحیت طالبِ علم میں منتقل نہیں کرتا، وہ علم نہیں ہے۔ علم محض رٹنے کا نام نہیں ہے۔ علم محض نقل یا تبلیغ کا نام نہیں ہے۔ علم کے ذریعے سے اساتذہ اپنے طلبا میں وہ مہارت منتقل کرتے ہیں، جس سے اُن میں تخلیقی اُبھار پیدا ہوتا ہے۔ پھر وہ اپنے ملک اور قوم کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے کردار ادا کرسکیں۔ یہ تبھی ہوگا کہ جب اُن کے ذہنوں پر کوئی بھی مسلط کردہ ظلم یا جبر نہ ہو۔ نہ سرمائے کا جبر ہو، نہ جاگیر کا جبر ہو، نہ مذہبی پاپائیت کا جبر ہو۔ نہ کوئی ظلم و زیادتی کا عمل ہو۔ علم اُس کے فکر کو بلند کرے۔ اس میں تخلیقی صلاحیت پیدا کرے، تقلیدی نہیں۔ تقلیدی صلاحیت تو طوطا بھی سیکھ لیتا ہے، وہ بھی ''میاں مٹھو چوری کھانی ہے'' کہتا ہے۔ وہ بھی ذکر کرنے لگ جاتا ہے۔ وہ تقلیدی علم ہے۔ اللہ نے انسان ایک ایسی مخلوق بنائی ہے، جس کے بارے میں اس نے کہا: ہم نے اس کو ''احسنِ تقویم'' بنایا ہے، اس کے اندر تخلیقی کام کرنے کی صلاحیت ہے۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ انسان جانوروں سے جن بہت سی خصوصیات سے ممتاز ہوتا ہے، وہ یہ کہ انسان میں ایجاد و تقلید کا مادہ ہے۔ پہلے جو علوم ہیں، ان کو سمجھنا اور نئی چیزیں ایجاد اور تخلیق کرنا۔ یہ انسان کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔

2۔ ظلم کے خلاف عملی مزاحمت بھی ضروری ہے

قرآن نے پہلی بات جو واضح کی، وہ یہ ہے کہ کسی طرح کے ظلم کو انسانی معاشرے میں قبول نہیں کیا جاسکتا۔ یہ صرف فکر اور نظریہ ہی نہیں ہونا چاہیے، بلکہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد جب ایک طالبِ علم میدانِ عمل میں جاتا ہے تو اسے عملی کردار بھی ادا کرنا چاہیے۔ جو علم ہم حاصل کرلیں اور پریکٹیکل اس کا کچھ نہ ہو۔ باہر جا کر عملی طور پر وہ کام نہ کرسکیں تو یہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بھی درست نہیں۔ اس تعلیم کے نتیجے میں عملی طور پر ہمیں کیا کام کرنے ہیں؟ اُس کے بارے میں بھی قرآن کی اسی سورت میں یہ دوسرا نکتہ بیان کیا گیا کہ

كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ (304)

اگر یہ ظالم ظلم سے باز نہیں آتا، جو کہ ابوجہل ہے، ظالم لوگ ظلم سے باز نہیں آتے تو پھر کیا ہونا چاہیے؟ اب حریتِ فکر کے ساتھ طلبا کی پوری اجتماعیت تعلیم حاصل کرکے باہر معاشرے میں جائے اور وہاں ظلم کا ماحول موجود ہو اور وہ ظلم کی مزاحمت کے لیے عملی طور پر کوئی جدوجہد نہ کرے تو ایسی تعلیم کس کام کی؟

قرآن نے کہا: لَئِن لَّمْ يَنتَهِ اگر یہ ظلم سے باز نہیں آتا تو لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ تو ہم اس کی پیشانی پکڑ کر گھسیٹ لیں گے، تاکہ تعلیم حاصل کرنے والے نوجوان میں عملی طور پر اُبھار پیدا ہو کہ ہماری اجتماعیت، ہماری متحدہ طاقت، ہمارے نوجوانوں کی قوت اُس ظالم کو اُس کی پیشانی سے پکڑ کر گھسیٹ لے گی۔ قرآن حکیم صحابہؓ سے کہہ رہا ہے کہ مت ڈرو، حضرت بلال حبشیؓ سے کہا جا رہا ہے، حضرت صہیب رومیؓ سے کہا جا رہا ہے، حضرت یاسرؓ اور حضرت عمارؓ سے کہا جا رہا ہے، مظلوم اور کمزور انسانوں سے کہا جا رہا ہے کہ اٹھو اور اپنے سردار کی پیشانی پر ہاتھ ڈالو۔ مت گھبراؤ کہ سردار کی پیشانی ہے، ظالم کی پیشانی ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ (305) اس کی پیشانی جھوٹی ہے، خاطی اور مجرم ہے، یعنی انسانیت کے خلاف جرائم کرنے والی ہے۔

اس آیت میں اُس بداَخلاق اور ظالم کے دو وصف بیان کیے کہ وہ جھوٹا بھی ہے کہ حِلفُ الفُضول کے معاہدے پر آئین اور قانون اور دستور جو میثاقِ مکہ ہے، اس کو مانتا بھی ہے، اس معاہدے پر دستخط بھی کرتا ہے، لیکن عمل درآمد نہیں کرتا، جھوٹا ہے۔ حضورؐ اس معاہدے کی پاسداری کرتے ہیں تو "صادق" اور "امین" ہیں۔ اور ابوجہل اور اُس کے حواریّین اس پر عمل نہیں کرتے تو قرآن کہتا ہے کہ "كَاذِبَةٍ" (جھوٹی جماعت) "خَاطِئَةٍ" (بددیانت اور مجرم جماعت)، ان کی پیشانیاں جھوٹی ہیں، یہ خطا کار ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ مجرم ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ یہ ظالم اپنے دارالندوہ کے جو شریک ممبران ہیں، اُن کو بلائے گا۔ تو اس کو کہہ دو کہ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ (306) "نادی" مجلس کو کہتے ہیں، دارالندوہ جو مکہ میں سرداروں کا فورم بنا ہوا تھا، اس کو کہہ دو کہ اپنے پارلیمنٹ کے ممبران کو بلا لے۔ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ (307) ہم بھی اس کے مقابلے میں اپنی "زبانیہ" اُتاریں گے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ "الزَّبَانِيَةَ" کا ترجمہ کرتے ہیں کہ ہم بھی اپنے "سیاسی پیادے" ان کے مقابلے کے لیے میدان میں اُتاریں گے۔ چناں چہ "زبانیہ" اور "نادیہ" کا مقابلہ ہوگا، دونوں کے درمیان ٹکراؤ ہوگا، خواہ مزاحمت کتنی ہی کیوں نہ ہو۔

3۔ کسی صورت ظلم کے نظام کی اطاعت نہیں ہے، بلکہ اللہ کا قرب ضروری ہے

تیسری ایک اَور بات بیان کی ہے کہ جب آپ نے اپنے علم و شعور، اپنی حریتِ فکر سے ایک مسئلے کا تعین کرلیا کہ یہ ظلم ہے اور ظالم کے خلاف مزاحمتی جدوجہد شروع کردی تو اب "كَلَّا ۖ لَا تُطِعْهُ" (308) اب کسی صورت ظالم کی اطاعت نہیں کرنی۔ اس کی بات نہیں ماننی، بلکہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہونا ہے۔ اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ اللہ پر اعتماد رکھنا ہے، جو احکم الحاکمین ہیں۔ اس پر ایسا تعلق اور اعتماد ہو، جس سے آپ کے حوصلے ہمیشہ بلند ہوں۔

قرآنی تعلیم کے نتائج؛ مذکورہ بالا مقاصد کا حصول

آپ دیکھئے کہ یہ تین نکاتی ایجنڈا، جو علم کے نتائج کی صورت میں کسی علم و شعور پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے۔ قرآن حکیم کی پہلی ہی سورتِ مبارکہ میں یہ واضح کردیا۔ اور نبی اکرمؐ کی پوری سیرتِ مقدسہ اسی کی عکاس ہے کہ آپؐ نے مکہ مکرمہ میں جس نوجوان کو بھی تعلیم دی، اور اُس نے وہ علم سیکھا، مسلمان ہوتا تھا تو سب سے پہلے وہ قرآن سیکھتا تھا۔ اور سب سے پہلے یہ سورت سیکھتا تھا۔ سورت العلق پڑھتا تھا۔ عربی زبان اُس کی اپنی زبان تھی۔ قرآن کی زبان جب اُن کے سینوں میں اُترتی تو وہ حریتِ فکر بلند کرتی۔ اندازہ لگایئے کہ اُس بلال حبشیؓ نے، جو جاہل بھی ہے اور معاشی طور پر پست بھی ہے، غلام بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے، کالا کلوٹا بھی ہے، قریشیوں کے ہاں اُس کی کوئی عزت نہیں ہے۔ جب اُس نے یہ کلمہ پڑھا اور یہ سورت پڑھی تو وہی بلالؓ ہے کہ جس کی حریتِ فکر کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ابوجہل تپتی ہوئی ریت پر ڈال کر اُن کی آزادانہ رائے سے انھیں تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ وہ کہتا ہے تم نے ہماری اجازت کے بغیر یہ بات کیوں مان لی؟ ہم سے اجازت تو لیتے۔ جیسے فرعون نے اُن جادوگروں سے کہا تھا کہ میری اجازت کے بغیر تم نے موسیٰ پر ایمان لانے کا فیصلہ کرلیا؟ تم تو میرے غلام ہو۔ میرے تابع ہو۔ تمھیں تو خود سوچنے کا اور فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، لیکن آپ دیکھیے کہ بلالؓ میں حریتِ فکر پیدا ہوئی۔ صہیب رومیؓ ہیں، یاسرؓ ہیں، عمارؓ ہیں، مظلومین اور کمزور لوگوں میں حریتِ فکر پیدا کردیا۔ اور وہ مزاحمت کی علامت بن گئے۔

سیرتِ نبویؐ کا ایک بڑا اِمتحان

یہاں تک کہ مکہ کے سردار حضورؐ کو دعوت دیتے ہیں، جب انھوں نے تحریک کو بڑھتے ہوئے دیکھا، اس تعلیم و تربیت اور اس نظریے اور شعور کے ساتھ تربیت کے مرحلے کو آگے بڑھتے دیکھا تو انھوں نے اگلی پلاننگ کی۔ ہمیشہ ظالم اور سرمایہ دار جب دیکھتا ہے کہ عوامی طاقت اُٹھ رہی ہے تو پھر لیڈرشپ کو خریدنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ آپؐ مکہ کے سردار بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو سردار ماننے کے لیے تیار ہیں۔ آپ کو سرمایہ اور دولت چاہیے تو سونے کا ڈھیر لگانے کے لیے تیار ہیں۔ آپ مکہ کی کسی خوب صورت خاتون سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو وہ کرانے کے لیے تیار ہیں۔ ان میں سے بتائیے کون سی چیز چاہیے؟ آپ ہمارے ساتھ شراکتِ اقتدار کرلیں۔ اس کے اندر رہ کر جو تبدیلی لانا چاہتے ہیں، وہ لے آئیں۔ اس سسٹم کے اندر رہتے ہوئے اسی پارلیمنٹ کے ممبر بن جائیں۔

حضورؐ نے فرمایا کہ:

> ”خدا کی قسم! اگر ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیا جائے اور پھر کہا جائے کہ آپ ہماری پیش کش قبول کرلو تو ایسا نہیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہو سکتا‘‘(309)۔

اللہ نے جو مجھے حق پیغام دیا ہے، میرے علم و شعور اور میرے نبوت کے تقاضے سے جو بات مجھے یقینی طور پر معلوم ہو چکی ہے، اس کے مطابق مجھے پورا سسٹم بدلنا ہے۔ یہ ادھوری باتیں اور شراکتِ اقتدار کے پہلوؤں سے میرا کوئی تعلق نہیں۔

ہجرتِ نبویؐ اور ظلم کے خلاف غزوات کی صورت میں عملی مزاحمت

آپؐ تیرہ سال تک مسلسل صحابہؓ کی یہ تربیت یافتہ جماعت تیار کرتے ہیں۔ مدینہ کے پچاسی چھیاسی نوجوان حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ وہ اس نظریے کی تعلیم و تربیت حاصل کرتے ہیں۔ وہ آپؐ کو یثرب آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ آپؐ ان سے ایک معاہدہ کر کے مکہ سے منتقل ہو کر یثرب پہنچتے ہیں، جو بعد میں ”مدینةُ النّبی“ قرار پایا۔

مدینہ منورہ میں آپؐ مہاجرین و انصار کی اس اجتماعی طاقت کو اکٹھا کر کے بدر کے مقام پر لے آتے ہیں۔ جب اللہ نے حکم دے دیا أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا (310) تو آپؐ جنگ کا فیصلہ فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اب مظلوموں کی طرف سے لڑائی لڑنے کا وقت آ گیا ہے۔

جہاد و قتال کی علت اور سبب ظلم ہے

یاد رکھیے! جہاد اور قتال کا بنیادی سبب اور علت ظلم ہے، کفر نہیں۔ ہر کافر سے لڑائی نہیں۔ ہر ظالم سے لڑائی ہے۔ یہ پچھلے چالیس پچاس سال میں یہاں کے مذہبی طبقے نے، یہاں کی اسٹیبلشمنٹ نے، یہاں کے مقتدر طبقوں نے جو ہمارے دماغوں میں ڈال دیا کہ دنیا کے ہر کافر سے مسلمان لڑتا ہے، یہ غلط ہے۔ قتال کی علت بیان کرتے ہوئے ارشادِ خداوندی ہے: ”بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا“ کہ وہ مظلوم ہیں۔ مظلوموں کو قتال کرنے کی اجازت ہے۔

غزوۂ بدر کے موقع پر مقابلے اور مزاحمت کا پورا عمل نبی اکرمؐ اختیار کرتے ہیں۔ تاریخ نے دیکھا کہ بدر کے میدان میں ظالم ستر بڑے بڑے سردار راستے سے ہٹا دیے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

گئے۔ ان کی سیاسی کمر توڑ کر رکھ دی گئی۔ ستر بڑے بڑے سردار گرفتار کر لیے گئے۔ ظالموں کے خلاف مزاحمت کا جو معاہدۂ حِلفُ الفُضول حضورؐ نے کیا تھا، اس کی تکمیل آپ دیکھئے مدینہ منورہ پہنچ کر بدر کے معرکے میں ہو جاتی ہے۔ آپؐ ظالموں کا خاتمہ کرتے ہیں۔ مکہ کی ظالمانہ ریاست کی سیاسی طاقت توڑ دیتے ہیں۔

ریاستِ مدینہ کی تشکیل کا بنیادی میثاق؛ اجتماعیتِ انسانیت کا شاہکار

پھر مدینہ پہنچ کر آپؐ کل انسانیت کی فلاح و بہبود کا ایک نیا تاریخی معاہدہ کرتے ہیں، جسے ''میثاقِ مدینہ'' کہا جاتا ہے۔ ''میثاقِ مدینہ'' ریاستِ مدینہ کی تشکیل کا بنیادی معاہدہ ہے۔ چناں چہ نبی اکرمؐ 52 دفعات پر مشتمل اُس جغرافیائی حدود میں بسنے والے تمام اقوام اور قبائل سے ایک متفقہ اور اجتماعی معاہدہ کرتے ہیں۔

اب آپ دیکھئے! یہاں بھی آپؐ کی بہترین مینجمنٹ، آپؐ کا سیاسی شعور، آپؐ کی مسائل پر گہری گرفت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ یثرب کی آبادی میں ساڑھے نو ہزار مشرک یہودی اور غیر مسلم اور صرف پانچ سو مسلمان ہیں مرد اور عورت سب ملا کر۔ آپ دیکھئے کہ ایسی دس ہزار کی آبادی میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، ایسی سیاسی مینجمنٹ آپؐ اختیار کرتے ہیں کہ سربراہ حضورؐ ہیں اور ریاست میں اس بات کا عہد کیا جاتا ہے کہ بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب تمام لوگ اس ریاست کے یکساں شہری ہیں۔ ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ ہوگا۔ حتیٰ کہ یہودیوں سے جو معاہدہ کرتے ہیں، اس میں تحریر ہے اس میثاقِ مدینہ میں کہ: ''أنّ یھود بنی عوف اُمّة مع المؤمنین'' (بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک قوم ہیں)۔[311] ایک اُمت ہیں۔ ایک اجتماع ہے۔ گویا کہ سیاسی اور معاشی اجتماع میں انسانی بنیادوں پر معاملات طے پائیں گے۔ عقیدے کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوگا۔ عقیدہ کسی کا کچھ بھی ہے، لیکن انسان ہے، تو انسانی نقطہ نظر سے ان کے درمیان تمام معاملات عدل و انصاف پر مبنی ہوں گے۔ اس معاہدے میں نہ صرف یہودِ بنی عوف سے، بلکہ اُن کے ذیلی کوئی بارہ تیرہ کے قریب

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

یہودی قبائل ہیں، جن سے الگ الگ انھیں شرائط کے ساتھ معاہدہ ہوا کہ وہ اُمّۃ مـــع المؤمنین ہیں۔

گویا کہ بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب ایسا عادلانہ آئین اور قانون آپؐ تشکیل دیتے ہیں، جو تمام انسانوں کے مسائل انسانی بنیادوں پر حل کرتا ہے۔ تہذیب، ثقافت، رنگ و نسل، مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں۔ اس سے بالاتر نہیں۔ حتیٰ کہ یہودی اگر مسلمان کے خلاف مقدمہ لے کر آتا ہے اور یہودی سچا ہے تو حضورؐ یہودی کے حق میں فیصلہ کرتے ہیں مسلمان منافق کے خلاف فیصلہ ہوتا ہے۔ کئی واقعات ہیں، سورت النساء کا ایک پورا رکوع اسی موقع پر نازل ہوا۔ (312)

چوری پر ہاتھ کاٹنے کا قانون بھی اسی تناظر میں آیا کہ جب یہودی کے خلاف ایک مسلمان مقدمہ لے کر آیا، چوری کا جھوٹا الزام اُس پر لگا، یہودی کو بری الذمہ قرار دیا گیا، مسلمان منافق کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا۔ تو وہ منافق مدینہ چھوڑ کر مکہ پہنچ گیا۔ دشمن کے ساتھ مل گیا۔ کفر اختیار کرلیا۔ مرتد ہوگیا۔ آپ دیکھئے! یہ عدل و انصاف ہے۔ یہ عدل و انصاف کا آئین اور قانون بنایا۔

قومی آزادی اور حریتِ فکر کے بعد عدل و انصاف کا بنیادی اَساسی اُصول

قومی آزادی اور حریتِ فکر کے بعد دوسرا بڑا بنیادی مسئلہ جو حضور ﷺ نے حل کیا، وہ یہ کہ ریاست کی تشکیل میں مذہب، نسل، عقیدہ، زبان، تہذیب و ثقافت کا کوئی عمل دخل نہیں ہوگا۔ انسانی حوالے سے عدل کے ترازو کے دونوں پلڑے برابر ہوں گے۔ اس سے زیادہ ترقی یافتہ انسانیت کا منشور کوئی اَور ہوسکتا ہے؟ آپؐ رحمۃ للعالمین ہیں۔ تمام انسانوں کے لیے رحمت ہیں۔ اور رحمت تبھی ہوں گے کہ جو آئین و دستور بنائیں، جو ضابطہ اور حلف اور میثاق کریں، وہ بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب ہو۔

مدینہ منورہ کی تمام آبادی پر مشتمل حضورؐ نے جو حکومت قائم کی، سیاسی طاقت پیدا کی، اس سیاسی طاقت سے امن و امان کو یقینی بنایا۔ بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب ہر ایک کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جان، مال، عزت آبرو کا تحفظ دیا۔ ہر یہودی کو بھی تحفظ ہے۔ ہر مشرک کو تحفظ ہے۔ ہر مسلمان کو تحفظ ہے۔ اوس اور خزرج کو بھی، بنو قریظہ کو بھی، بنو نضیر کو بھی، غرض! ہر طبقے کو امن و امان دیا۔

حکومتوں کا بنیادی کام امن و امان قائم کرنا ہے۔ آج ہم پولیٹیکل سائنس کی بنیادی فلاسفی یہی پڑھتے ہیں کہ اپنے جیسے انسانوں کی انسان حکومت اس لیے قبول کرتا ہے کہ اپنی داخلی سیکیورٹی فورسز — جنھیں آج پولیس کہا جاتا ہے — اور اپنی دفاعی سیکیورٹی فورسز — جنھیں فوج کہا جاتا ہے — کی طاقت کے بل بوتے پر ایسی اتھارٹی قائم کی جائے کہ ہر انسان جو اُس جغرافیائی حدود میں بس رہا ہے، اُس کو امن و امان، جان و مال، عزت و آبرو کا تحفظ حاصل ہو۔ اگر کوئی حکومت انسانوں کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام ہے، اُسے حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں۔

نبی اکرمؐ نے ان مسائل کو سمجھا اور ان مسائل کے حل کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کی۔ پھر یثرب جو ایک چھوٹا سا قصبہ، بیماریوں کی آماج گاہ، زرعی طور پر پس ماندہ، معاشی طور پر کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا، آپؐ اس کو ریاستِ مدینہ کی صورت میں اس کا مرکز بنانا چاہتے ہیں۔ آپؐ نے اُس کی زراعت کو ترقی دی، اس کی صنعت کو ترقی دی، اس کی تجارت کو ترقی دی اور اس کو ایک ایسا مرکزی شہر بنا دیا، جو تمدن اور تہذیب کا گہوارہ بنا۔ مدینہ کو ''مدینہ'' اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ تمدن اور مدنیت سے عبارت ہے۔ سویلائزیشن، نئی تہذیب، نئی سوسائٹی کی تشکیل نبی اکرمؐ نے کی۔ اس علاقے کے مسائل دیکھے اور ان مسائل کے حل کرنے کی درست مینجمنٹ نبی اکرمؐ نے کی۔

حجۃ الوداع میں انسانی ترقی کے اُصولوں کا بیان

تقریباً نو دس سال مدینہ منورہ کی ریاست کا نظم قائم کر کے پھر حجۃ الوداع کے موقع پر کل انسانیت کو مخاطب کر کے کہہ دیا:

''إنّ دمائکم و أموالکم، و أعراضکم حرام علیکم کحرمة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یومکم هٰذا، فی بلدکم هٰذا، فی شهرکم هٰذا". (313)

(بے شک تم انسانوں کا خون محترم ہے اور انسانوں کی محنت و مشقت سے کمایا ہوا مال اور تمھاری عزتیں بھی ایسے ہی محترم ہیں، جیسے یہ دن محترم ہے، یہ شہر محترم ہے، جیسے یہ مہینہ محترم ہے۔)

تم حرم کا احترام کرتے ہو اور انسانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹتے ہو؟ تم حرم کی مسجدوں کا احترام تو کرتے ہو، مگر لوگوں کی خون پسینے کی کمائی، اُن کے مال و دولت پر ڈاکے ڈالتے ہو، کتنا بڑا جرم ہے۔

آپ ﷺ کل انسانیت کے لیے رحمت کا انقلاب بن کر آئے

اس طرح آپؐ واضح طور پر کُل انسانیت کے لیے رحمت بن کر آئے۔ ابوجہل اگر انسانیت کے لیے زحمت تھا تو حضورؐ رحمۃ للعالمین بن کر آئے اور ایک مکمل انقلاب پیدا کر دیا۔ جب حضورؐ دنیا میں تشریف لائے تو ابوجہل جیسا جاہل، علم سے کورا اور ظالم حکمران تھا۔ حضورؐ دنیا سے 632ء میں تشریف لے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا عالم اور انسانیت کے لیے امن و امان کا نمونہ، انسانیت کی عزت و احترام کرنے والا رہنما انسانیت کو دے کر گئے۔ کتنا بڑا انقلاب ہے۔ سیاست بدل دی، معیشت بدل دی، تہذیب بدل دی، ثقافت بدل دی، پورا کا پورا تجارت، زراعت، صنعت کا نظام بدل دیا۔ سماجی زندگی کے تمام پہلو بدل دیے اور نئے حقوق کا، انسانی فلاح و بہبود کا ایک قومی اور بین الاقوامی نظام قائم ہوا۔ یہ نبی اکرمؐ کی سیرتِ مقدسہ کا ایک مختصر سا خاکہ ہے۔

ہمارے مسائل کا حل سیرتِ مقدسہ میں ہے

اب اگر اس تناظر میں ہم اپنی سوسائٹی کے مسائل کا ادراک کرنا چاہیں تو یقیناً آپؐ کی سیرتِ مقدسہ میں ہمارے لیے بہت بڑا اُسوۂ حسنہ ہے۔ مسائل کے اِدراک کے لیے سوسائٹی کے بنیادی نظام کا مطالعہ ضروری ہے۔ اور کسی بھی نظام کے تجزیے کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ اُس کی جڑیں کیا ہیں اور کتنی گہری ہیں۔

مسائل کی نشان دہی کا نبویؐ طریقہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے

نبی اکرمؐ نے مکہ کی ریاست میں اُس ظلم کی نشان دہی کی، جو عمرو بن لُحئی نے ڈھائی تین سو سال پہلے مکہ مکرمہ میں اپنی حکمرانی کے زمانے میں قائم کیا تھا۔ اُس نے حکمران بن کر اُس ابراہیمی اور اسماعیلی تعلیم کے حامل مرکز مکہ مکرمہ میں ظالمانہ طور طریقے متعارف کرائے۔ جیسے سود خوری، ظلم اور زیادتی، لوٹ کھسوٹ اور تین سو ساٹھ بت لا کر خانۂ کعبہ میں رکھ دیے۔ یہ بت ان تمام مقدس ہستیوں کے تھے، جو مکہ میں لوگوں کو پانی پلانے، حاجیوں کی خدمت کرنے، لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے والے لوگ تھے۔ یہ لات، منات، عزیٰ کون تھے؟ انسانی خدمت کا اعلیٰ نمونہ اختیار کرنے والے لوگ تھے۔ ان کے بت اس بنیاد پر بنا کر رکھ دیے کہ اصل میں تو یہ خدا کے ساتھ شریک ہیں، خدا کے کاموں میں اس کی مدد کرتے ہیں۔ اُن کے بت بنا کر مکہ میں لا سجائے۔ نبی اکرمؐ کی آمد سے تقریباً تین سو سال پہلے عمرو بن لُحئی نے مکہ کا نظام بگاڑا تھا۔ (314) اس بگاڑ کو حضورؐ نے سمجھا کہ یہاں کفر و شرک ہے، ظلم اور زیادتی ہے، مظلوم ہیں۔ اور ہمیں ان ظالموں کے مقابلے میں جدوجہد اور کوشش کرنی ہے۔

اس تناظر میں پاکستانی نظام کا جائزہ

بالکل بعینہٖ اگر آپ پاکستان کے سسٹم کا جائزہ لینا چاہیں اور آپ پاکستانی معاشرے کے استحکام کے لیے فکرمند ہیں، مسائل کی نشان دہی چاہتے ہیں، تو ہمیں آج سے تین سو سال پہلے کی تاریخ پر جانا ہوگا:

1۔ معاہدات توڑ کر برصغیر پر انگریز سامراج کا ظالمانہ سیاسی تسلط

اس برعظیم پاک و ہند کی تاریخ پڑھنے والے ہم سب جانتے ہیں کہ 1757ء میں سراج الدولہ کو شکست دے کر ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان کے اہم ترین صوبے بنگال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر قبضہ کیا تھا۔ پھر وہ پورے ہندوستان میں مسلسل غداری، معاہدات کو توڑ کر قبضہ کرتے چلے گئے۔ آئے تھے تجارت کے لیے، قابض حکومت پر ہو گئے۔ ہر کیے ہوئے معاہدے کو توڑا، ان کی خلاف ورزی کی۔ ہمارے سامنے تاریخ موجود ہے۔ 1849ء میں اس پنجاب پر قبضہ ہوا ہے، پنجاب کے حکمران رنجیت سنگھ کے ساتھ جو معاہدات تھے، وہ توڑے۔ ملتان کے گورنر دیوان مول راج سے جو معاہدات تھے، انھیں توڑ کر ملتان پر قبضہ کیا۔

آپ دیکھیے کہ پھر اس کے بعد 1843ء میں سندھ کے تالپور میروں سے معاہدات توڑ کر حیدر آباد، کراچی اور پورے سندھ پر قبضہ کیا۔ غلامی کی سیاہ رات اس سوسائٹی پر مسلط کر دی۔ یہاں مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ شان دار دورِ حکومت میں جو عدل و انصاف کا نظام موجود تھا، اُسے توڑ کر یہاں جو سسٹم متعارف کرایا گیا، وہ انسانیت دشمنی کا تھا۔ مالیاتی نظام متعارف کرایا گیا تو سود خوری اور سرمایہ داری کا نظام تھا۔ کیپٹل کی بالادستی کو بنیاد بنا کر پورے معاشیاتی اور مالیاتی قوانین تشکیل دیے گئے۔ لارڈ میکالے کی سفارشات پر 1835ء میں یہاں کا تعلیمی نظام بدل دیا گیا۔ یہاں کے پہلے تعلیم یافتہ تمام لوگوں کو جاہل قرار دے کر انگریزی لازمی کر دی۔ اغیار کی زبان سیکھنے کو لازمی اور ضروری قرار دے دیا۔ تعلیم یافتہ وہ شمار ہونے لگا، جو اپنی ماں بولی بولنے کے بجائے سات سمندر پار سے آنے والے حکمرانوں کی بولی سیکھے اور بولے۔ یہ تعلیم کا معیار قرار پایا۔

2۔ ظالمانہ تعلیمی نظام کا تسلط

آپ اُس زمانے کے سکولوں کی تعلیمی پالیسی کا جائزہ لیں، اب تو اس پر بڑی تحقیقی کتابیں آگئیں۔ آپ طلبا کو انٹرنیٹ پر تمام چیزیں مل جائیں گی۔ خود آکسفورڈ اور کیمبرج نے اس پر تحقیقات اور ریسرچ کرائی ہیں اور آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے اردو میں اس ریسرچ کو باقاعدہ ایک کتاب کی صورت میں چھاپا ہے۔ نو آبادیاتی دور میں یہاں کا تعلیمی نظام کیسے زہریلا بنایا گیا۔ غلام بنانے کے لیے سسٹم تشکیل دیا گیا۔ 1835ء کا تعلیمی نظام ہو یا 1853ء کی تعلیمی اصلاحات ہوں، یا 1862ء میں دوبارہ تعلیمی اصلاحات کے نام پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تغیر وتبدل کیے گئے ہوں، 1947ء تک تمام تعلیمی رپورٹس دیکھ لیجیے، جس کے ذریعے سے نوآبادیاتی دور میں غلامی مسلط کرنے کا کام کیا گیا۔ اس کو ''تعلیمی دہشت گردی'' کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اس طرح ظالمانہ طور پر یہاں کا تعلیمی نظام لوگوں کو مفلوج بنانے کے لیے مسلط کیا گیا۔

3۔ ظالمانہ عدالتی نظام کا قیام

1828ء میں یہاں کا محمڈن کریمنل لاء ختم کر کے برٹش کریمنل لاء نافذ کیا گیا۔ جرائم کو فروغ دینے کے لیے نیا عدالتی نظام بنایا گیا۔ یہاں کی قوم کو غلام بنانے کے لیے وہ عدالتی پروسیجر متعارف کرائے گئے، جس کے ذریعے سے انصاف فراہم نہیں ہونا تھا۔ خود ریاست بہاولپور اور دیگر ریاستوں میں اس نظام کے خالق پینڈرل مون نے انگریزوں کے اعترافات جمع کیے ہیں۔[315] انگریزوں نے یہ نظام اس لیے بنایا ہے کہ یہاں کے لوگ اپنے مقدمات میں اُلجھے رہیں۔ اُس کے مطابق سوسائٹی کے اندر یہ لوگ آپس میں دست بہ گریبان رہیں۔ ہماری طرف متوجہ نہ ہوں۔ آزادی اور حریت کا شعور ان میں بیدار نہ ہو۔ ان کے درمیان مقدمے بازی چلتی رہے۔

ابھی آپ نے تین سال پہلے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ سپریم کورٹ کے باہر خیر پور ٹامے والی بہاول پور کے ایک دیوانی مقدمے کا سو سالہ تاریخی تسلسل سامنے آیا۔ 1918ء میں وہ مقدمہ دائر ہوتا ہے اور ابھی تک سپریم کورٹ میں اس کا فیصلہ نہیں ہوا، سو سال ہو گئے۔ مقدمے کے تمام فریقوں نے — جو مقدمہ دائر کرنے والوں کے پوتے نواسے تھے — ستمبر 2017ء میں سپریم کورٹ کے باہر مقدمے کا ننانوے سالہ کیک کاٹا تھا۔ انھوں نے کہا کہ اس مقدمے کو ہمارے دادا پردادا نے دائر کیا تھا اور یہ اب تک چل رہا ہے۔[316] اس سے اندازہ لگائیے کہ ہمارا عدالتی نظام کیسے تباہ و برباد کیا گیا۔

انتظامی اداروں کی ظالمانہ ساخت کا تسلط

اسی طریقے سے 1861ء میں یہاں کی داخلی سیکیورٹی فورسز پولیس کا سفاکانہ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ظالم نظام ہماری سوسائٹی پر مسلط کیا گیا۔ حال آں کہ 1857ء میں برطانیہ نے اپنے ملک کے شہریوں کے لیے امن وامان کا ایک بہترین پولیس سسٹم قائم کیا تھا۔ جب کہ ایک ایسا پولیس سسٹم جسے پہلے آئرلینڈ میں نافذ کر کے اس پر قبضہ کیا گیا تھا۔ وہی ظالمانہ پولیس سسٹم ہم پر مسلط کیا گیا۔

1803ء میں یہاں کا بیوروکریٹک سسٹم بدلا گیا۔ ایسا ظلم کا نظام دنیا کے کسی خطے میں نہیں، جو یہاں آپ کے ہاں بیوروکریسی کی صورت میں مسلط ہے۔ 1873ء میں آپ کے لیے جاگیرداری نظام کی اساس پر پانی کی تقسیم کا کینال ایکٹ مسلط کیا گیا، جس کے نتیجے میں پوری سوسائٹی میں پانی کی غیر منصفانہ تقسیم کی گئی۔ جس میں کاشت کار اور ہاری کے لیے کچھ نہیں، جاگیردار اور غدار کے لیے سب کچھ ہے۔ 1857ء کی جنگِ آزادی میں ایک ایک مجاہد کو گرفتار کرانے پر یہاں کے جاگیرداروں، گدی نشینوں اور پیروں نے ایک ایک مربع وصول کیا۔ اس حوالے سے ملتان کے گدی نشین اور پیر بڑے مشہور ہیں۔ اس طرح ہر ایک طبقے میں غداری کے نئے طور طریقے متعارف کرائے اور ان کے ذریعے سے ملک وقوم پر غلامی کی سیاہ رات مسلط کی گئی۔

ظالمانہ سیاسی نظام کا تسلط

جب سیاست کے حوالے سے یہاں کے انگریز دور میں اجتماعی نظم ونسق قائم کرنے کی بات کی جائے تو آپ دیکھئے کہ 1891ء کے میونسپلٹی کے نظام سے لے کر 1935ء تک جتنی بھی آئینی اور قانونی اصلاحات یہاں پر نافذ کی گئیں، ان میں یہاں کے عوام کو حقِ خود اِرادیت نہیں دیا گیا۔ جو لوگ انگریزوں کے مفادات کے محافظ تھے، وہی اسمبلیوں میں پہنچتے تھے۔

آپ دیکھئے کہ جیسے عمرو بن لُحَیّ نے مکہ کے نظام میں حضورؐ کی آمد سے دو ڈھائی سو سال پہلے کفر اور ظلم پر مبنی خرابیاں پیدا کی تھیں، وہی کام یہاں آپ کے معاشرے میں انگریز سامراج کی غلامی کے زمانے میں ہوا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے کیا۔ ہندوستان ہی کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دولت لے کر ہندوستان کو غلام بنا لیا گیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس خطے کو لوٹ کر بین الاقوامی طاقت حاصل کی، جو دراصل آج دنیا کی بڑی ملٹی نیشنل کمپنیوں کی ماں ہے۔ انٹرنیٹ نے ہر چیز سہولت کے ساتھ آپ کے سامنے رکھ دی۔ آپ طالبِ علم ہیں، ایک کلک سے معلوم کر سکتے ہیں۔ ہر کمپنی کا تسلسل تلاش کیجیے تو سب سے آخر میں وہ ایسٹ انڈیا کمپنی سے جا ملے گا۔ اب تو اس پر کتابیں آچکی ہیں۔ (317)

آپ مینجمنٹ کے طالبِ علم ہیں، آپ دیکھئے کہ آپ کی سوسائٹی میں معاشی مینجمنٹ کرنے والی کون سی قوتیں ہیں۔ ان کے پیچھے کون ہے؟ وہی ایسٹ انڈیا کمپنی کا پورا تسلسل ہے، انھیں کے وارثین ہیں، انھیں کے بنائے ہوئے خاندان ہیں، جو وال سٹریٹ پر قابض ہیں، جو آج لندن کی مارکیٹوں پر قابض ہیں، پیرس اور دوسرے تمام سرمایہ دار ملکوں کی مارکیٹ کو جنھوں نے کیپچر کیا ہوا ہے۔ آپ دیکھئے کہ پوری سوسائٹی کو یرغمال بنا لیا گیا۔ اس طریقے سے پوری سوسائٹی میں کفر، ظلم اور غصب کا نظام قائم ہوا۔

اس خطے میں ولی اللّٰہی سلسلے کے حریت پسند علما کا کردار

اس خطے کے حریت پسند امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے لے کر 1947ء تک یہاں کے رہنماؤں اور علمائے ربانیین نے آزادی اور حریت کے لیے بڑی عظیم جدوجہد کی ہے۔ انھوں نے انبیا علیہم السلام کا مشن سمجھتے ہوئے کہ جیسے انبیاؑ نے حریتِ فکر پیدا کر کے اپنے اپنے خطے میں تبدیلی پیدا کی، اور خاص طور پر امام الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں ایک تبدیلی پیدا کی تو اسی طرح انھوں نے یہاں آزادی اور حریت کی تحریک برپا کی اور دو سو سالہ اس آزادی کی جدوجہد کے نتیجے میں 1947ء میں 14 اور 15 اگست کی درمیانی رات بارہ بجے دو آزاد ریاستیں قائم ہوئیں۔ ہم نے اُس وقت دعویٰ کیا کہ اسلام کے نفاذ کے لیے ہمیں ریاست چاہیے۔ اس طرح پاکستان کی صورت میں ریاست وجود میں آگئی۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ہمارے مسائل کی جڑ غلامی کے نظام کا تسلط ہے

اس 72 سالہ دور میں ہمارے تمام مسائل کی جڑ وہ سسٹم ہے، جو غلامی کے زمانے میں انگریز سامراج نے یہاں بنایا تھا۔ اس غلامانہ سسٹم کا آج نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر حریتِ فکر نہیں رہی۔ ہم تعلیم حاصل کرتے ہیں رسمی طور پر۔ ڈگری لیتے ہیں، اس لیے کہ ڈگری لینا ضروری ہے۔ آپ کے ایک صوبے کا وزیرِاعلیٰ (سردار اسلم رئیسانی) بڑے فخر سے کہتا ہے کہ: ''ڈگری ڈگری ہوتی ہے، اصلی ہو یا جعلی ہو''۔ اگر تعلیم کا یہ معیار ہے کہ صوبے کا چیف منسٹر تعلیم کے منہ پر طمانچہ مارتا ہے کہ ہمیں ڈگری چاہیے بس۔ مہارت ہے یا نہیں، سکِل ہے یا نہیں، مینجمنٹ کی صلاحیت ہے یا نہیں، اس سے کوئی غرض نہیں۔

1۔ غلامانہ عدالتی نظام کے پیدا کردہ مسائل

آپ دیکھئے کہ وہی فرسودہ عدالتی نظام ہم پر مسلط ہے۔ آج ہمارے چیف جسٹس صاحب کہتے ہیں کہ ہم یہاں (انگریز کے) قانون کے مطابق انصاف کرنے کے لیے بیٹھے ہیں، نہ کہ حقیقی طور پر انصاف فراہم کرنے کے لیے۔ ہم عدل و انصاف کے ذمہ دار نہیں ہیں۔[318] نیز ایک اَور چیف جسٹس صاحب فرماتے ہیں کہ ہم بہ حیثیت ادارہ قوم کو عدل و انصاف فراہم کرنے میں ناکام ہوچکے ہیں۔[319] سوال یہ ہے کہ 1947ء سے لے کر اب تک کے ذمہ دار کون ہے؟ اس کا تعین بھی تو آپ کریں۔ کیا یہ وہی نظام نہیں ہے، جو انگریز نے 1828ء میں قائم کیا تھا؟ آپ کی پارلیمنٹ کو کس چیز نے روک رکھا ہے کہ آپ نیا عدالتی نظام نہیں بنا سکتے؟

2۔ غلامانہ زرعی نظام کے پیدا کردہ مسائل

آپ مینجمنٹ کے طالبِ علم ہیں۔ معاشی مینجمنٹ، سیاسی مینجمنٹ اُس وقت تک نہیں ہوسکتی، جب تک کہ کسی ملک کا بندوبستِ اراضی، اُس میں موجود معدنی وسائل کی نشان دہی نہ ہو۔ اب یہاں 1924ء میں بندوبستِ اراضی ہوا تھا، اس کے بعد آج 2019ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آ گیا، تقریباً سو سال ہو چکے ہیں۔ کیا اس سو سال میں ہمارے سماج نے کوئی ارتقا نہیں کیا؟ ہمارا سماج آگے نہیں بڑھا؟ شہر بڑھ گئے، علاقے پھیل گئے۔ ہر شہر کے اندر آبادی بڑھ گئی، ہر گاؤں میں تبدیلیاں آ گئیں، لیکن ہمارے پاس اس کی تفصیلات نئے بندوبستِ اراضی کی صورت میں موجود نہیں ہیں۔ اس حوالے سے ہمارے محکمہ ریونیو کے پاس کوئی ڈیٹا اور کوئی ریکارڈ نہیں۔ ہم نے آزاد قوم کی حیثیت سے کوئی نیا نظام نہیں متعارف کرایا۔

آج بھی ہمارا پورا زرعی نظام اور اُس کا ریونیو کلیکشن سسٹم اکبرِ اعظم کے زمانے کا بنا ہوا ہے۔ یہ آج پٹواری کا ریکارڈ، جس سے فردِ ملکیت جاری کی جاتی ہے، یہ پٹواری، گرداور، تحصیل دار، یہ اکبرِ اعظم نے بنائے۔ پانچ سو سال پرانا نظام کیا نئے دور کے چیلنجز کا مقابلہ کرسکتا ہے؟ پرانے ریونیو نظام کی جو بنیاد تھی، وہ سرسائی، مرلے، کنال اور ایکڑ پر تھی۔ جو نو پر تقسیم ہوتا ہے۔ اور جدید دنیا اعشاری نظام یعنی دس پر تقسیم کی بنیاد پر چل رہی ہے۔ ہمیں بڑا فخر ہے کہ ہم نے اراضی کا ریکارڈ کمپیوٹرائز کر دیا ہے۔ ہمارے چیف منسٹر بڑے فیتے کاٹتے ہیں کہ ہم نے سارا ریونیو نظام کمپیوٹرائزڈ کر دیا۔ کیا صرف اراضی کا ریکارڈ سکین کرنے کا نام کمپیوٹرائزڈ کرنا ہے؟ پہلے آپ جدید اصولوں پر بندوبستِ اراضی کریں اور مینول سسٹم تو بنائیں کہ اعشاری نظام پر زمین کی تقسیم برابر اور مساوی ہو۔ آج فرد نکلتی ہے اور اُس کے اندر پوائنٹ کے بعد کتنے اعشاریہ اور کتنے اعداد ہوتے ہیں؟ جب اعشاری نظام پر پہلے مینول سسٹم بنے گا تو کمپیوٹرائزڈ ہو کر کوئی نتیجہ پیدا کرے گا۔ زمینوں کی جھگڑے، لڑائیاں اور ان لڑائیوں کے ذریعے سے یہاں کا مافیا جو کمائی کر رہا ہے، مسائل کھڑے کرتا ہے، اُن مسائل کے حل کرنے کے لیے تو درست مینجمنٹ کی ضرورت تھی۔

3۔ غلامانہ معاشی نظام کے پیدا کردہ مسائل

اسی طرح معاشی نقطہ نظر سے ہماری صورتِ حال یہ ہے کہ ہمارے ملک کا پہلا بجٹ 21/ فروری 1948ء کو پیش کیا گیا۔ یہ بجٹ ملک کے پہلے وزیر خزانہ ملک غلام محمد نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چالیس رُکنی دستور ساز اسمبلی کے سامنے پیش کیا تھا۔ پہلا بجٹ ہی دس کروڑ روپے خسارے کا تھا۔ کتابوں کے مطابق 89 کروڑ کا کل بجٹ پیش کیا گیا۔ 79 کروڑ آپ نے کہا کہ ہمارے پاس کسی طریقے سے آ گئے اور جس طریقے سے آئے، اُس کے بھی کھاتوں کی اگر پڑتال کی جائے تو ایران کے راستے سے شہنشاہِ ایران نے آپ کو بھیک دی، وہ ایک الگ کہانی ہے۔ ہم کاغذ پر موجود بجٹ کی بات کرتے ہیں کہ آپ نے کہا 79 کروڑ ہماری آمدن ہے اور 89 کروڑ کا آپ بجٹ پیش کر رہے ہیں۔ 10 کروڑ کا خسارہ 1948ء کے بجٹ میں ہوا۔ اور وہ دن اور آج کا دن، 400 کھرب روپے کا قرضہ آپ پر مسلط ہے۔ ہر آنے والا بجٹ قرضے سے بنتا ہے۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک سے قرضہ لیتے ہیں، دوسرے ملکوں کے سامنے بھیک مانگتے ہیں۔ اس طرح اپنا ہر آنے والا بجٹ بناتے ہیں۔

4۔ بڑھتے ہوئے قرضوں کے مسائل

قرآن تو کہتا ہے جہاں بھوک اور افلاس اور قرضوں کی مئے پی جاتی ہو، وہ زوال پذیر معاشرہ ہے۔ نبی اکرمؐ نے تو مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ فرمایا کہ: ''صلّوا علیٰ صاحبِکم'' (320)، اپنے ساتھی کی خود نماز پڑھ لو، میں اس کی نماز نہیں پڑھوں گا۔ قرض کا معنی ہے کاٹنا۔ قرض کو عربی میں ''قرض'' بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ یہ کاٹتا ہے۔ یہ تعلقات کو، رشتوں کو، ایک دوسرے کے ساتھ رشتوں کو منقطع کرتا ہے۔ آپ دیکھئے کہ یہ قرض کی لعنت ہم نے اپنے اوپر مسلط کی ہے۔

5۔ کرپشن اور لوٹ کھسوٹ کے مسائل

ہماری معاشی صورتِ حال یہ ہے کہ ہر سال ترقیٔ معکوس کے ساتھ ہمارے قرضے کا حجم بڑھ جاتا ہے۔ باہر سے قرضہ آتا ہے ملک اور قوم کو ترقی دینے کے لیے اور ہمارے منتخب یا غیر منتخب حکمران طبقے یہاں سے لوٹ کر دولت وہیں پر برطانیہ پہنچاتے ہیں، وہیں کوٹھیاں بنگلے خریدتے ہیں۔ اگر پہلے انگریز ہندوستان لوٹ کر دولت باہر پہنچا رہے تھے تو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

آج یہاں کا حکمران طبقہ ہمارے اوپر قرضے مسلط کر کے وہی پیسے دوبارہ اُن کے پاس پہنچا دیتا ہے یا دبئی پہنچا دیتا ہے۔ کیوں؟

6۔ سیاسی حوالے سے گھمبیر ہوتے مسائل

اسی کے ساتھ آپ اپنے سیاسی نظام کو دیکھئے کہ 1947ء کے بعد 1970ء تک تو بالغ رائے دہی کی بنیاد پر کوئی الیکشن نہیں ہوا۔ تقسیم سے پہلے 1946ء میں الیکشن ہوا تھا۔ وہ بھی مخصوص افراد کے ووٹوں سے اسمبلی کے نمائندے منتخب کیے گئے۔ 1947ء کے بعد صرف بلدیاتی سطح کے کچھ الیکشنز ہوئے۔ پہلی مرتبہ 1970ء میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر پہلا الیکشن ہوتا ہے۔ اور آج یہ تیرھواں الیکشن ہے، جو ابھی پچھلے سال 2018ء میں آپ کے ہاں ہوا۔ ہر الیکشن میں ہارنے والی پارٹی کہتی ہے فراڈ ہوا، دھوکا ہوا، دھاندلی ہوئی۔ گویا ہر الیکشن کے بعد اسمبلیوں کے نتائج کو سوالیہ نشان بنا کر رکھ دیا گیا۔

مسائل کی بنیادی بات یہ ہے کہ ہم نے ظلم کے یہ تمام پہلو قبول کیے ہوئے ہیں۔ اس کے مقابلے میں کوئی اجتماعی کاوش ہم نے نہیں کی۔ اس پر ہم نے سنجیدہ طور پر غور وفکر نہیں کیا۔

ان مسائل کے حل کرنے کی شعوری کوشش کیوں نہیں؟

آپ دیکھئے کہ سیاسی حوالے سے اگرچہ ملک میں پارلیمنٹ موجود ہے، لیکن پارلیمنٹ کوئی آئین اور قانون بنانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ نہ عدالتی نظام بدلتی ہے، نہ مالیاتی نظام بدلتی ہے، نہ سودخوری کا سسٹم ختم کرتی ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل بنائی، 6 ہزار سفارشات ٹیبل پر موجود ہیں، اسمبلی میں پیش نہیں کی جا رہیں۔ جب 1973ء میں آپ نے آئین منظور کیا تو اس ملکی آئین میں کہا گیا دس سال بعد اُردو ہماری قومی زبان ہوگی۔ آج بھی وہ اُسی طرح ذلیل وخوار ہو رہی ہے۔ آئین میں کہا گیا آپ کا سودی نظام دس سال میں ختم کر دیا جائے گا، 1983ء میں یہ دس سالہ دور بھی گزر گیا۔ پھر ایک آمر مطلق نے مزید دس سال کی مدت بڑھا دی۔ اس کے بعد آج تک چالیس پچاس سال کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عرصہ گزر گیا۔

آپ دیکھئے کہ کس طرح ملکی مسائل کی نشان دہی کرنے میں اجتماعی طور پر ہماری نااہلیت ثابت ہوئی۔ اور ان مسائل کے حل کرنے کے لیے جو حکمتِ عملی ہونی چاہیے، وہ بھی ہم سے غائب ہے۔

سیرتِ نبویؐ ہمیں اس بات کا احساس دلاتی ہے کہ آپؐ کی سیرت کی روشنی میں ہم — بالخصوص جو تعلیم یافتہ نوجوان ہیں — اپنی سوسائٹی کے مسائل کا درست ادراک کریں۔ ہماری تعلیم کا ہدف حریتِ فکر ہو۔ تخلیقی صلاحیت پیدا کرنا ہو۔ محض تقلیدی عمل نہ ہو۔ عقل و شعور سے چیزوں کو سوچنا اور پرکھنا ہو۔ مسائل کی اجتماعی نقطہ نظر سے نشان دہی کی جائے۔ اُن کے حل کے لیے جو نبی اکرمؐ نے طریقۂ کار اختیار کیا کہ مظلوموں کی مدد اور ظالموں کے خلاف مزاحمت، اجتماعی نظام کو اجتماعی نقطہ نظر سے قائم کرنے کی سوچ اور فکر ہماری زندگی میں آئے۔ ہم عدل، امن اور معاشی خوش حالی کے خوگر بنیں۔ ہم سوسائٹی کے مفید شہری بنیں۔ تعلیم ہمارے اندر یہ بلندی پیدا کرے کہ ہم فرقہ واریت، نسل پرستی، دہشت گردی، مذہبی افتراق و انتشار کے دائرے سے نکل کر اجتماعی مسائل کو اجتماعی انسانی بنیادوں پر سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت کے حامل ہوں۔

ہم نے پہلے دیوار کھڑی کی کہ مسلمان اور غیر مسلم کا جھگڑا، پھر مسلمانوں کی اُن کے درمیان درجہ بندی کی۔ اگر مذہبی شناخت رکھتے ہیں تو فرقوں کا جھگڑا اور اگر مذہبی شناخت نہیں رکھتے تو نسلوں اور زبانوں کا جھگڑا، لسانی فرقہ واریت، یا نسلی فرقہ واریت کے زیر اثر ہم ووٹ لیتے اور دیتے اور حکومتی نظام کا حصہ بنتے ہیں۔

دینی اور قومی حوالے سے طلبا کی شعوری ذمہ داریاں

درس گاہوں اور جامعات میں تعلیم حاصل کرنے والے طالبِ علموں کی ذمہ داری ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو سامنے رکھتے ہوئے حریتِ فکر، عقل و شعور اور فہم و بصیرت کے ساتھ اپنے اجتماعی مسائل کا خود ادراک کریں۔ تخلیقی صلاحیتوں کے ساتھ نبی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اکرمؐ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنے اجتماعی مسائل کے حل کرنے کے لیے کردار ادا کریں۔ تبھی ہم پاکستان کو استحکام دے سکتے ہیں۔ اب یہ ریاست مستحکم ہونے کی منتظر ہے۔ استحکامِ پاکستان ہماری سب کی قومی اور اجتماعی ذمہ داری ہے۔ آپ پاکستان سے باہر جہاں بھی جائیں گے، کوئی عزت نہیں پائیں گے۔ آپ تعلیم حاصل کرکے امریکا چلے جائیں، برطانیہ چلے جائیں، سعودی عرب چلے جائیں، دوسرے درجے کے شہری ہوں گے۔ وہاں آپ کے سیاسی اور معاشی حقوق سلب ہوں گے۔

اب تو شناختی کارڈ کا بین الاقوامی نظام آ گیا ہے۔ اس کے مطابق آپ پاکستانی نژاد ہیں۔ دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے ملک میں چلے جائیں، آپ کی شناخت پاکستانی کی حیثیت سے ہوگی۔ پاکستان کی عزت ہے تو آپ کی عزت ہے۔ اور اگر آپ کے پاکستان کی عزت نہیں ہے، یہاں کا سسٹم خراب ہے، یہاں بگاڑ موجود ہے، یہاں ظلم ہے، یہاں معاشی بدحالی ہے، یہاں بدامنی ہے، یہاں دہشت گردی ہے تو آپ کتنے ہی ذاتی طور پر نیک ہوں، دنیا کے جس ائیر پورٹ پر اُتر کر آپ پاسپورٹ دکھائیں گے، آپ کو لائن سے الگ کر دیا جائے گا۔ جوتے دکھاؤ، کپڑے اُتار کر دکھاؤ کہ کوئی ہیروئین تو نہیں لے کر آ رہے۔ آپ کا وزیر اعظم، وزیر خارجہ، وزرا امریکا کے ائیر پورٹ پر چار چار گھنٹے ذلیل کیوں ہوتے ہیں؟ ملک کی عزت ہو، وقار ہو، شناخت ہو، طاقت اور قوت ہو تو کسی کی میلی نظر ہمارے قومی وجود پر نہیں پڑ سکتی۔ ہمارے قومی وجود کی بقا ہمارے قومی اور دینی شعور پر ہے۔ نوجوان طاقت جو اگلے دور میں قیادت کے منصب پر فائز ہو، اس کی اجتماعی تنظیم اور اس کا شعور ہی ایک نتیجہ پیدا کرے گا (آمین!)۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سیرتِ مبارکہ کو سمجھنے اور اس کے تناظر میں اپنے مسائل کو حل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

- -

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

سوالات و جوابات

(نوٹ: لیکچر کے اختتام پر ناظمِ اجلاس نے صدرِ مجلس کی اجازت سے سوال و جواب کے سیشن کا آغاز کیا۔ چناں چہ اساتذہ اور طلبا نے سوالات کیے۔ حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ان کے جوابات دیے۔

اس موقع پر طلبا اور اہلِ علم کی طرف سے کیے گئے سوالات و جوابات یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔)

سوال: میرا تعلق سوشیالوجی ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔ سر جس طرح آپ نے کہا کہ مدینہ کی جو ریاست تھی، اس میں عقیدے کی کوئی ریاستی انٹرفیرنس نہیں تھی۔ تو سر کیا ہم مدینہ کی ریاست کو ایک سیکولر ریاست کہہ سکتے ہیں؟

جواب: دیکھیے! ایک ہے رواداری اور برداشت کی بنیاد پر انسانی مسائل کے حل کرنے کا عمل۔ اور ایک سیکولرازم کی اصطلاح کا وہ پس منظر ہے، جو یورپ میں مذہبی پاپائیت کے خلاف استعمال کیا گیا کہ وہاں کی پاپائیت، وہاں کا مذہب انسانی مسائل حل کرنے سے قاصر تھا۔ تو یورپین لوگوں نے اس سے آزادی حاصل کر کے لامذہبیت اور لادینیت کی بنیاد پر اپنی سوسائٹی کے مسائل حل کرنے کا طریقہ اختیار کیا۔ سیکولرازم کی اصطلاح کا پس منظر ایک خاص یورپین معاشرت کا رہا ہے۔ ایشیائی قوموں کی شناخت یہ ہے کہ اُن کے سامنے مذہبی رواداری کا تصور رہا ہے کہ مذہبی برداشت کے ساتھ انسانی مسائل حل کیے جائیں۔ مذہب کی نفی نہیں ہے۔ مذہب کی شناخت کے ساتھ اُن کے جو اجتماعی، سیاسی، معاشی مسائل ہیں، اُن کو حل کرنے کے لیے کردار ادا کیا جائے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ کا کیا خیال ہے کہ جو خود نبی ﷺ ہیں، جن پر اللہ کی کتاب نازل ہوئی ہے، وحیٔ الٰہی جن پر نازل ہوئی اور وہ اللہ کی جانب سے دیے ہوئے علم کی بنیاد پر انسانی مسائل حل کر رہے ہیں، وہ مذہب کے بانی ہیں۔ ان کے کام کو سیکولر کیسے کہا جا سکتا ہے؟ آج جو مذہب کا بنیادی تصور پیدا ہو چکا ہے، وہ رسمیت کا ہے۔ کسی سوسائٹی میں ایسے مذہب کی کوئی گنجائش نہیں ہے، جو ظلم کا نمائندہ بن کر آئے۔ وہ مذہب جو انسانی مسائل کے حل کرنے کے لیے آیا ہے، اُسے ''دین'' کہا گیا ہے۔ دین اجتماعی مسائل کے حل کرنے کا شعور دیتا ہے۔ نبی اکرمؐ نے اُس کی اساس پر ریاست قائم کی۔ خود اللہ پاک نے کہا ہے: لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (321) ہم نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے، تاکہ آپ اسے تمام ظالمانہ نظاموں پر غالب کریں۔ آپؐ نے اس دین حق کو مدینہ کی ریاست میں روبہ عمل لا کر انسانی مسائل حل کیے ہیں۔

سوال: میں لاء ڈیپارٹمنٹ کا طالبِ علم ہوں۔ میرا سوال یہ ہے کہ جس فکر کی آپ نے بات کی، اس فکر کے پرچار کے لیے سٹوڈنٹس اور انسٹیٹیوشنز پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟ اور فکر سے زیادہ عمل کی اِمپورٹنس (اہمیت) ہوتی ہے تو ہم اس فکر کو کیسے عمل میں ڈھال سکتے ہیں۔

جواب: دیکھئے! جب تک آپ تعلیمی اداروں میں پڑھ رہے ہیں، آپ کا عمل پڑھنا اور سمجھنا ہے۔ اب ایک آدمی اگر میڈیکل سائنسز پڑھ رہا ہو تو اُسے کہا جائے کہ جی تم پڑھ تو بہت کچھ رہے ہو، عمل کیوں نہیں کر رہے؟ بھئی! عمل تو جب پانچ سال پورے ہوں گے، پورا علم حاصل کر لے گا، میدانِ عمل میں اُترے گا، اُس وقت اُس کی عملی ذمہ داری ہے۔ تعلیم کے زمانے میں تو ہمارا عمل یہی ہے کہ جس علم کو حاصل کر رہے ہیں، اُس کو نظریے کے ساتھ، شعور کے ساتھ، اعلیٰ مقاصد کے ساتھ، انسانی خدمت کی اساس پر حاصل کریں۔ علم کے تمام زاویے، حقائق کا ادراک کرنا، ان پر غور و فکر کرنا، مسائل سمجھنا، مسائل کی درجہ بندی کرنا، اُس کے لیے جدوجہد اور کوشش کرنا، تعلیم کے زمانے میں آپ کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اوڑھنا بچھونا ہونا چاہیے۔ اگر یہ تعلیمی کردار آپ نے صحیح طریقے سے حاصل کر کے اپنے اندر مہارتیں حاصل کر لیں تو ضرور نتیجہ پیدا ہوگا۔ لیکن اگر چار پانچ سال یہاں گزارے اور علم میں یہ مہارت پیدا نہیں کی اور یہاں آپ ابھی سے عمل کے اندر پڑ گئے تو علم مکمل طور پر نہیں آتا۔ ایک وقت میں ایک ہی کام ہوتا ہے۔ اس وقت تعلیم کے زمانے میں تعلیم کو اعلیٰ سطح پر حاصل کرنے کی جدوجہد اور کوشش کرنی چاہیے۔

سوال: میرا تعلق ماس کمیونی کیشن سے ہے۔ میں نے ایک حدیث سنی ہے اور اس کے تناظر میں میرا سوال ہے۔ حدیث یہ ہے کہ اسلام جب غالب آجائے تو وہ کفار یا غیر مسلم کے لیے تین شرائط رکھتا ہے کہ وہ یا جزیہ دیں، یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں، یا مسلمان ہو جائیں۔ تو اگر یہ سچ ہے تو جو غیر مسلم ایک ریاست کے اندر رہتا ہے اور وہ پُرامن بھی ہو تو ابھی آپ نے کہا کہ اسلام کی لڑائی ظالم سے ہے، کافر سے نہیں ہے۔ تو ان دونوں میں جو تضاد نظر آتا ہے، اُس کے بارے میں آپ رہنمائی کریں۔

جواب: آپؐ کا عمل یہ تھا کہ جب آپؐ جہاد کے لیے کوئی لشکر کسی بستی کی طرف بھیجتے تھے تو سب سے پہلے اُسے دعوت دی جاتی تھی کہ وہ دین کے مکمل ایسے سسٹم کو قبول کرے، جس سے دنیا کا بھی فائدہ ہو اور آخرت کا بھی فائدہ ہو۔ دنیا میں بھی ترقی ہو اور آخرت میں بھی موت کے بعد بھی اُس کے لیے اچھے نتائج سامنے آئیں۔ کلمہ پڑھ لے، مسلمان ہو جائے۔ گویا کہ دینِ اسلام ایک مکمل پروگرام ہے، جو صرف دنیا ہی نہیں، بلکہ آخرت کے فائدے کے لیے بھی ہے۔

اچھا! اب اگر ایک آدمی یہ آپشن اختیار کرتا ہے کہ نہیں جی! میں مکمل مسلمان نہیں ہوتا، کلمہ نہیں پڑھتا تو اُس کے بعد دوسرا آپشن رکھا جاتا ہے کہ ٹھیک ہے، آپ مسلمان نہیں ہونا چاہتے، ہم آپ کو زبردستی مسلمان نہیں بنائیں گے۔ لیکن ایک عدل و انصاف کا نظام قائم رکھنا، ریاست کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے لازمی اور ضروری ہے کہ آپ ہمارے ڈسپلن کو، جس کا تعلق سیاسی امن سے ہے اور معاشی ترقی کے اُن اقدامات سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے، جن کا تعلق تمام انسانوں سے ہے، آپ اس ڈسپلن کو قبول کریں گے۔ اور ظلم اور کفر کا جو سیاسی اور معاشی نظام ہے، اُس کا آپ کو انکار کرنا ہوگا۔ کیوں کہ ظلم انسانیت کے لیے بہت بڑا جرم ہے اور ظلم کسی صورت میں قابل قبول نہیں ہے۔ اب جب آپ ہماری ریاست کا حصہ بنیں گے تو اس ریاست کی تشکیل اور اس کے اخراجات کے لیے، امن و امان کے لیے لازمی ہے کہ آپ کے پاس وسائل ہوں۔ جیسے مسلمان زکوٰۃ بھی دیتا ہے اور جان بھی دیتا ہے۔ اُسے جہاد میں فوجی خدمات بھی سرانجام دینی ہیں اور زکوٰۃ بھی ادا کرنی ہے، بلکہ اگر زکوٰۃ سے زائد بھی ریاست کو ضرورت ہو تو مسلمان دے گا۔

اب کافر سے یہ کہا جا رہا ہے کہ ٹھیک ہے آپ غیر مسلم رہنا چاہتے ہیں تو رہیں، ہمارے ملک میں امن سے رہیں۔ ہم آپ سے کوئی فوجی خدمات بھی نہیں لیں گے، لیکن ہم آپ کو سیکیورٹی دے رہے ہیں، امن و امان دے رہے ہیں، آپ کے لیے عدل و انصاف کا ماحول پیدا کر رہے ہیں تو اس کے لیے آپ کو ٹیکس ادا کرنا ہوگا۔ جزیہ ایک ٹیکس ہے، تاکہ اس کے ذریعے سے آپ کا امن و امان کا سسٹم قائم کیا جاسکے۔ دنیا کے ہر ملک میں اور خود کفر کے نظام میں بھی یہ ٹیکس موجود تھا، بلکہ مسلمانوں نے آ کر تو اس ٹیکس کی شرح بہت ہی کم کردی۔ کسریٰ ایران جو ٹیکس لیتا تھا، عمر فاروقؓ کی حکمرانی میں جب یہ لوگ آئے تو حضرت عمرؓ نے اس کا نصف، بلکہ اس سے بھی کم ان کے اوپر ٹیکس نافذ کیا۔ اس کو جزیہ کہا جاتا ہے۔

اگر وہ یہ کہیں کہ نہیں صاحب! ہم آپ کے امن و امان کا سیاسی نظام قبول کرنے کے لیے بھی تیار نہیں، ہم قیصر و کسریٰ کا جو ظلم کا نظام ہے، اس ظلم کے نظام کو طاقت کے بل بوتے پر قائم رکھیں گے اور ہم آپ سے لڑیں گے۔ لڑنے پر وہ آمادہ ہوں گے تو پھر ہم آپ سے جہاد اور لڑائی کریں گے۔ یہ تیسرا آپشن آخری ہے۔

حالات و تعلیمات کی ایک ترتیب سمجھنی چاہیے کہ یہ واقعہ کیسے وقوع پذیر ہوا اور اس کا پس منظر کیا ہے۔ ہمارے ہاں ہوتا یہ ہے کہ چوں کہ باقی تمام شعبوں میں تو علم حاصل کرنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ میڈیکل سائنسز ہے، مینجمنٹ ہے وغیرہ، لیکن قرآنی اور نبی اکرمﷺ کی سیرت سے متعلق جو علمی سسٹم ہے، اس کا علمی منہج ہے، اس کو علم ہی نہیں سمجھتے۔ اور سب سے بڑی بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ ہمارے مذہبی علما بھی اس کو چند رسومات کا مجموعہ سمجھ کر ہی بیان کرتے ہیں۔ کسی علمی میکانزم، کسی اجتماعی نظام کے تحت اس پر گفتگو نہیں کی جاتی۔ وہ جو کچھ بیان کر رہے ہوتے ہیں، انھیں خود اس کے سیاسی، معاشی، سماجی نتائج پر توجہ نہیں ہوتی۔ ہر آدمی کسی طریقے سے بیان کرنا چاہے، کردے، اور جو چاہے جیسے مرضی ہو، نتائج اخذ کرلے، یہ طریقہ درست نہیں۔

یاد رکھیے! دینِ اسلام کا ایک پورا سسٹم ہے۔ اس کا ایک علمی طریقۂ کار ہے۔ ایسے نہیں ہے کہ جناب آپ یہ نہیں کریں گے تو ہم تم سے لڑنا شروع کردیں گے۔ کفر کی بنیاد پر لڑنا ہوتا تو جب وہ کلمے کا انکار کرتے ہیں، جزیہ مانگے بغیر ہی لڑکر، مار کر اُن کا مال چھین لیا جائے تو جزیے سے زیادہ مال آئے گا یا نہیں۔ جب ٹیکس لے کر آپ اپنی ریاست میں اُس کو پُرامن رہنے کی اجازت دے رہے ہیں تو یہ اُن کے لیے عین انصاف ہے۔ دنیا میں کون سا سسٹم ہے، جو بغیر ٹیکس کے چلتا ہے؟

سوال: میرا تعلق انسٹیٹیوٹ آف مینجمنٹ سائنسز ہے۔ میں تین سوالات پوچھنا چاہتا ہوں:

1۔ انٹرنیشنل لیول پر مسلمانوں میں جیسے آپ نے بات کی، پاکستانی جاتے ہیں تو تین چار گھنٹے چیکنگ ہوتی ہے۔ لیکن لاسٹ ڈے میں دو تین دن پہلے جب انڈیا کے ایک اداکار شاہ رُخ خان امریکا گئے، اُن کی بھی تین چار گھنٹے چیکنگ ہوئی تھی۔ یہ صرف مسلمان ہونے کی وجہ سے ہی ہے، یا اس میں کچھ دوسرے عناصر بھی ہیں؟ آپ بتائیے گا۔

2۔ پاکستانی معاشرے کے استحکام کے لیے، یا کسی بھی معاشرے کے استحکام کے لیے سب لوگوں کو ایک پیج پر ہونا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن پاکستانی علما ہی جب ایک پیج پر نہیں ہوں گے تو کیسے استحکام آئے گا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

3۔ آخری سوال کہ اسلام نے روڈ بند کرنے اور لوگوں کو پریشان کرنے کا کبھی درس نہیں دیا، لیکن جو لوگ اسلام کے نام پر سیاست میں ہیں، وہ لوگ ایسا کر رہے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟

جواب: بھئی! ہم سارے ممالک اس وقت جو جنوبی ایشیا کے ہیں، وہ غلام ممالک سمجھے جاتے ہیں۔ اور اُن ممالک کی شناخت اُن عالمی سامراجی طاغوتی قوتوں کے نزدیک ایسی ہے کہ وہ اُن کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں، وہ ایسا ہی ظالمانہ ہے۔ کم از کم ہماری غیرت تو جاگنی چاہیے۔ اور اگر مسلمان ہونے کے ناطے بھی شاہ رُخ خان کے ساتھ جو کچھ کیا ہے تو پھر مسلمانوں کی غیرت بھی جاگنی چاہیے کہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر اپنی عزت اور شناخت پیدا کرنے کے لیے ہم نے کیا جدوجہد اور کوشش کی؟

جہاں تک دوسرے سوال کا تعلق ہے، تو بھئی! علما ہی نہیں، ماشاء اللہ یہاں کے جہلا بھی ایک پیج پر نہیں ہیں۔ گریجویٹ بھی ایک پیج پر نہیں ہیں۔ اب آپ دیکھئے کہ مولوی تو فتوے لگاتے ہیں کہ جو اُن کے فرقے کو نہیں مانتا، اس کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اور یہاں کی جو لیڈر شپ ہے، جو اُن سے سیاسی اختلاف رکھے تو وہ غدار ہوتا ہے۔ سیاست میں غداری کے فتوے لگتے ہیں۔ پارٹیاں ہیں جو ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ملک کا جو نظامِ تعلیم ہے، وہ فرقہ وارانہ ہے۔ وہ طبقاتی ہے۔ چاہے وہ پانچ مدرسوں کے بورڈ ہوں، وہ دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، شیعہ اور مودودی صاحب کے ماننے والوں کا جماعتِ اسلامی کا وفاق ہے تو ان میں سے پانچ طرح کے مذہبی لوگ نکل رہے ہیں۔ ایسے ہی اگر آپ عصری نظامِ تعلیم کو دیکھئے تو ایچی سن کالج ہے، لارنس کالج ہے، ایف سی کالج ہے، عام یونیورسٹیاں ہیں، پھر جو پرائیویٹ آکسفورڈ سکول سسٹم ہے، فلاں سسٹم ہے، فلاں سسٹم ہے، دس بارہ کے قریب سسٹم ہیں۔

ایک پیج پر ہمارا نظامِ تعلیم نہیں ہے۔ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں ہے، جس نے اپنے تمام لوگوں کے لیے ایک نظامِ تعلیم نہ رکھا ہو۔ امریکا میں ایک نظامِ تعلیم ہے۔ ہر امریکی شہری کو یہودی ہو، مسلمان ہو، عیسائی ہو، اُسے وہی ایک نظامِ تعلیم پڑھنا ہے۔ کسی کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پرائیویٹ طریقے سے اپنا نیا نظامِ تعلیم بنانے کی اجازت نہیں ہے۔ چین ہے، وہ ایک نظامِ تعلیم رکھتا ہے۔ روس ہے، وہ ایک نظامِ تعلیم رکھتا ہے۔ پاکستان میں دس طرح کے نظامِ تعلیم کو ہم نے اجازت بھی دی ہوئی ہے، بلکہ تعلیمی مافیاز کو طلبا کو لوٹنے اور اُن کے والدین کی جیبیں خالی کرنے کی بھی اجازت دی ہوئی ہے۔ طبقاتی تعلیمی نظام ہمارے ایک پیج پر نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ وہ چاہے علما ہوں، انجینئرز ہوں، ڈاکٹرز ہوں۔

آپ کسی سرکاری محکمے میں چلے جاؤ، اس محکمے میں اگر دس کلرک ہیں تو دس کے دس قبلہ وکعبہ ہیں۔ پانچ چھ افسر ہیں تو ہر ایک کی اپنی اپنی ایک دوسرے کے ساتھ ٹھنی ہوئی ہے۔ کسی میڈیکل کالج میں چلے جاؤ، کسی یونیورسٹی میں چلے جاؤ، کھینچا تانی ہے۔ انفرادیت کا مرض پیدا ہوگیا۔ سرمائے کی ہوس اور سرمایہ لوٹنے کا عمل ہے۔ تو جب کوئی قوم اس چکر میں پڑ جائے تو اس میں وحدتِ فکری کیسے پیدا ہوگی؟ ہمارے مسائل کے حل میں سب سے اہم بات یہ بھی ہے کہ ہم اپنی قومی اُمنگوں اور ملّی تقاضوں کے مطابق یکساں نصابِ تعلیم اور یکساں نظامِ تعلیم قائم کریں۔ ہم مسلمان ہیں، حضورؐ کے اُمتی ہیں، قرآن اور حدیث اور سنت کے ساتھ ساتھ ہمیں علاج معالجے کی ضرورت ہے۔ ہمیں قومی سطح پر عمارتیں اور بلڈنگیں بنانے کی ضرورت ہے۔ ہمیں سائنس میں ترقی کی ضرورت ہے۔ ہر شعبے میں ہمارے ماہرین موجود ہوں اور ایک نظامِ تعلیم ہو اور ایک چھت تلے ہم پڑھیں۔ تب ہماری قوم میں وحدتِ فکری پیدا ہوگی۔ سوسائٹی مجموعی طور پر ترقی کرے گی۔ ورنہ تو ایسے ہی حال رہے گا۔

تیسری بات آپ نے پوچھی ہے۔ ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ جو علما اپنی سیاست کے لیے عام انسانوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں، وہ غلط کرتے ہیں۔ حضورؐ کا ارشادِ گرامی ہے: ”**إيّاكم و الجلوسَ بالطُّرُقات**“ (322) (خبردار! راستوں پر نہ بیٹھا کرو)۔ اگر مولوی صاحبان خود پڑھنے پڑھانے کے باوجود بھی راستے روک رہے ہیں تو کم از کم اس حدیث کو تو دیکھنا چاہیے کہ: ”خبردار! راستوں پر مت بیٹھو“۔ جب کہ راستوں کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا کہ راستے کھلے رکھو۔ اُس زمانے میں اونٹ ایک بڑی سواری سمجھا جاتا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ اُس پر بوجھ لادنے کی وجہ سے اُس کی جو چوڑائی ہوتی تھی، تو حضورؐ نے فرمایا کہ دو اونٹ آسانی سے سڑک سے گزر جائیں۔ اتنی چوڑی سڑک ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ لوگ کیا کرتے تھے کہ دروازے کے سامنے بیٹھ جاتے تھے۔ اپنے دروازے کے سامنے چارپائی بچھائی، وہاں بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے اُس سے منع کیا کہ راستے مت روکا کرو۔ تو کچھ صحابہؓ نے کہا کہ جی ہمارے گھر بڑے تنگ ہیں۔ بسا اوقات کوئی مہمان ملنے آجاتا ہے تو ہمیں مجبوراً باہر بیٹھنا پڑتا ہے۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ:

"فإذا أبيتم إلّا المجلس فأعطوا الطّريق حقّه". (323)

(اگر مجبوری سے کسی وقت بیٹھنا بھی پڑے تو راستے کا حق ادا کرو۔)

ہر چلنے والے کا راستہ مت روکو۔ ہر گزرنے والے کو سلام کرو۔ اور خواتین خصوصاً گزر رہی ہیں تو نگاہیں نیچی رکھو۔ تو راستے کے آداب بیان کیے ہیں۔ بڑی بدقسمتی تو یہ ہے کہ سماجی زندگی سے متعلق جو ہمارے فرائض اور واجبات نبی اکرمؐ نے بتلائے ہیں، اُن کو ہم نے چھوڑ دیا۔ بس حلوہ کھانے کی سنت یاد ہے، پگڑی پہننے کی سنت یاد ہے، خوشبو لگانے کی سنت یاد ہے، جن کاموں سے انسانوں کو اذیت پہنچتی ہے، اُن سے حضورؐ نے روکا، وہ ہمارے سامنے نہیں ہے۔ آج کل کے اپوزیشن میں موجود علما کی سیاسی لڑائی حکومت سے ہے اور دھرنا دے کر راستہ عوام کا روک رکھا ہے۔ ایسا کرنا قطعی طور پر غلط بات ہے۔

سوال: میرا تعلق ڈی وی ایم ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔ ہمارے ہاں ایک یہ کنسپٹ پایا جاتا ہے کہ جہاد کا حکم اسلامی ریاست دے گی اور وہی تعین کرے گی کہ جہاد کی کہاں ضرورت ہے؟ کس کے خلاف ضرورت ہے؟ کس وقت ضرورت ہے؟ اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے قوانین اسلامی قوانین سے متصادم بھی ہیں۔ تو کیا اس صورت میں ہم یہ قبول کر سکتے ہیں کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے؟ اور اس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ یہ جہاد کا وقت ہے یا نہیں؟ اور وہ علاقے کا اور فرقے کا تعین کرے گی کہ کس کے خلاف یہ سب کچھ ہونا ہے؟

جواب: پہلے تو جہاد کو سمجھئے کہ جہاد کیا ہے اور کیوں ہے؟ پہلے جہاد کی فرضیت کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقاصد و اہداف ہمیں معلوم ہونے چاہئیں۔ اور جہاد کا جو بنیادی پس منظر ہے، وہ سامنے آنا چاہیے۔ اب آپ بتلائیے کہ تیرہ سال نبی اکرمؐ مکہ مکرمہ میں رہے تو آپؐ کو قتال کرنے سے روک دیا گیا۔ كُفُّوٓا اَيْدِيَكُمْ (324)۔ حکم دیا گیا کہ ''اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو''۔ دیگر جو اعمال تھے، توحید کا نظریہ ہے، تربیت ہے، اَخلاق سازی ہے، وہ نبی اکرمؐ نے سکھائی۔ جہاد کا فریضہ کب ہوا؟ جب نبی اکرمؐ مدینہ منورہ پہنچے اور ریاست کے سربراہ بنے، تب آپؐ کو حکم دیا گیا کہ آپ اب جہاد کریں۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (325)

اور جہاد سے متعلق احکامات آئے۔ اس سے فقہا نے جو بنیادی قانون اَخذ کیا ہے، وہ یہ ہے کہ جہاد کا حکم ریاست دے گی۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ دشمن کا تعین کرے کہ کون دشمن ہے اور اُس دشمن کے خلاف جدوجہد کس وقت، کیسے اور کس طریقۂ کار سے کرنی ہے؟

تمام فقہ اور حدیث کی کتابیں اُٹھا کر دیکھیں۔ دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق امام اور حکمران ہی جہاد اور قتال کی اجازت دیتا ہے۔ پرائیویٹ جہاد اور قتال کا کوئی کنسپٹ اور کوئی تصور دینِ اسلام کی تعلیمات میں نہیں ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ دیکھئے! جہاد کا تعلق کسی سیاسی نظام کے دفاع کے لیے ہوتا ہے۔ کسی سیاسی نظام کو قائم رکھنے اور کسی دشمن طاقت سے اپنی حکومت کو محفوظ رکھنے کے لیے ہوتا ہے۔ اب جب اسلامی ریاست ہوگی تو اُسے دفاع کی ضرورت ہوگی۔ اگر ریاست ہی اسلامی نہیں ہے، وہاں اسلام نافذ ہی نہیں ہے تو آپ کس ریاست کا دفاع کرنے چلے ہیں؟ غیر اسلامی ریاست کا دفاع کرنے چلے ہیں؟ یا تو آپ اس بات کا اعلان کریں کہ پاکستان اسلامی ریاست نہیں ہے۔ اور یا یہ اعلان کریں کہ پاکستان اسلامی ریاست ہے۔ اگر اسلامی ریاست ہے تو یہاں آپ کا یہ مطالبہ کہ اسلامی نظام نافذ کرو، یہ بے معنی ہے۔ یہاں کی مذہبی جہادی طاقتیں کہتی ہیں کہ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ ہونا چاہیے۔ تو اگر نافذ ہے تو پھر کس چیز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا مطالبہ ہے؟ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کی ریاست غیراسلامی ہے تو جہاد ہمیشہ ریاست کے مفاد میں ہوتا ہے۔تو پھر آپ غیراسلامی ریاست کے تحفظ کے لیے جان لڑانا چاہتے ہیں؟ اس کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے؟ کہ ریاست اسلامی نہیں ہے۔ جہاد ایک اجتماعی عمل ہے۔ جنگ یا دفاع یا دفاعی سیکیورٹی فورسز کا تعلق ریاست سے متعلق ہوتا ہے۔ اور ریاست آپ کے خیال کے مطابق غیراسلامی ہے۔ تو غیراسلامی ریاست کا دفاع کرنے کو دین کیسے کہا جاسکتا ہے؟

یہ بڑی غلط سوچ لوگوں نے پچھلے چالیس سال سے اختیار کرلی ہے۔ یہاں ایک مخصوص مقصد کے لیے افغانستان میں امریکا کو مطلوبہ نتائج لینے تھے تو یہاں پروپیگنڈا کیا گیا کہ پرائیویٹ جہاد بھی ہوسکتا ہے۔ بغیر ریاست کے بھی ہوسکتا ہے۔آپ بتلائیں کہ یہ جو کچھ جہاد کے نام پر ہوا ہے، کیا یہاں کی فوج اور اسٹیبلشمنٹ کی مرضی کے خلاف ہوا ہے؟ آج سارے مسلمان مذہبی لیڈر سراج الحق صاحب، قاضی صاحب، فضل الرحمٰن صاحب، نورانی میاں، یہ سب کے سب کہہ رہے ہیں کہ تمھارے کہنے پر ہم نے یہ اسلحہ اُٹھایا تھا۔تم ہمارے استاد ہو۔ استاد کو پکڑتے نہیں اور شاگرد کو پکڑتے ہو۔ کیوں؟ کون استاد تھا تمھارا؟ اگر یہ پاکستان اُس وقت غیراسلامی تھا، فوج غیراسلامی تھی تو اُس غیراسلامی فوج کے احکامات کیوں مانے؟ اور آج اگر وہی تمھیں دہشت گرد قرار دے رہی ہے تو اپنے کیے کی سزا بھگتنی چاہیے۔

جہاد کا متفقہ قانون جو چودہ سو سال سے پوری اُمت میں موجود رہا ہے، وہ یہ کہ جہاد اور قتال ریاست کا فریضہ ہے۔ ریاست فیصلہ کرے گی۔ پہلے ریاست تو بناؤ۔ حضورؐ نے ریاستِ مدینہ بنائی تو پھر اگلا کام شروع ہوا۔ اپنی ریاست کو اسلامی بنانے کے لیے جو جدوجہد اور کوشش نبی اکرمؐ نے کی، ایک فکر، ایک نظریہ، ایک تعلیم، ایک تربیت، ایک سیاسی معاشی اقدامات، یہ سب کام کیے اور ریاست وجود میں آئی تو پھر اُس کے دفاع اور تحفظ کے لیے نبی اکرمؐ نے اگلا اقدام کیا ہے۔ ریاست بنی نہیں اور کندھے پر لٹھ لے کر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

نکل پڑے جہاد کرنے کے لیے۔تو وہ جہاد فی سبیل اللہ ہوگا یا کچھ اَور راستے کا جہاد ہوگا کہ جس کے پھل کسی اور نے کھائے۔ افغانستان میں آپ نے جہاد کیا، نتیجہ امریکا نے نکالا، قبضہ امریکا کا ہوگیا۔تو آپ کے جہاد کے نتائج اور ثمرات کس نے استعمال کیے؟ امریکا نے۔ ریاست کو اسلامی بنیادوں پر تشکیل دینے سے پہلے تشدد کا راستہ اور پرائیویٹ اسلحے کا استعمال، ایسا اسلام میں کچھ نہیں ہے۔

سوال: میرا تعلق بلوچستان سے ہے۔ میرا ایک سوال یہ ہے کہ جب ہم ہندوستان کی آزادی کی بات کرتے ہیں تو غیر مسلم کی جو جدوجہد ہے، اُس کو نظرانداز کرتے ہیں۔ اُن لوگوں کو ہیرو مانتے ہیں، جنھوں نے یہاں آکر اُن کے بندے توڑے اور مالِ غنیمت کے نام پر مالوں کو لوٹا۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ مدینہ کی ریاست قائم ہونے کے بعد جنگ کا راستہ کیوں اختیار کیا گیا؟ کیا یہ عدمِ تشدد سے ممکن نہیں تھا؟

جواب: دیکھیے! بڑی بنیادی سی بات ہے۔آپ کے ایک سوال کا تعلق تو آپ کے تعلیمی نصاب سے ہے۔آپ کا تعلیمی نصاب جو کچھ آپ کو پڑھاتا ہے، آپ اس کے مطابق پڑھتے ہیں۔ برعظیم پاک و ہند کی آزادی میں دو سو سال تک مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں نے مل کر آزادی کی جنگ لڑی ہے۔ دونوں میں کوئی تفریق نہیں تھی۔ آپ سب سے بڑی مثال یہاں دیتے ہیں حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس جدوجہدِ آزادی جس میں سیّد صاحب نے جنگ لڑی، آپ کے توپ خانے کا سربراہ ایک غیر مسلم تھا، جو اس جدوجہد میں شریک تھا۔آپ کو معلوم ہے کہ جب مسلمانوں نے آزادی کے لیے جدوجہد اور کوشش کی تو اُس میں سیّد صاحبؒ نے ایک خط لکھا مہاراجہ گوالیار ہندو راؤ کو کہ آؤ ہم مل کر بیگانگانِ بعیدالوطن انگریز سامراج سے آزادی کی جنگ لڑیں۔اور جب ہم انگریز کو یہاں سے بھگا دیں، پھر ہم مل کر فیصلہ کریں گے کہ ہم نے اپنی ریاست، اپنی یہاں کی اس دھرتی کا نظم ونسق کس طریقے سے اور کن خطوط پر چلانا ہے؟ (326)

یہ بات طے شدہ ہے کہ آزادی کی دوسوسالہ جدوجہد میں مسلمان اور غیر مسلم حریت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

پسند رہے۔ اور غداری میں جیسے مسلمان غدار میر جعفر، میر صادق نے بنگال اور میسور میں، مولوی تراب علی اور حکیم احسن اللہ خان وغیرہ نے دہلی میں غداری کی۔ جیسے ان لوگوں نے غداری کا کردار ادا کیا، ایسے ہی ہندوؤں میں بھی، غیر مسلموں میں بھی بڑے بڑے غدار گزرے ہیں، جنھوں نے یہاں انگریزوں کے لیے غداری کا کردار ادا کیا، جیسے مہاراجہ بنارس' جو ہندو یونیورسٹی بنارس بنانے والا ہے۔ اور سینکڑوں ہندو ایسے فرقہ پرست ہیں، جنھوں نے یہ سارے کام کیے، جو آج راشٹریہ سیوک سنگھ کی صورت میں ہندوستان پر حکمرانی کر رہے ہیں۔ ایسے بہت سارے غدار بھی ہیں۔ تاریخ کو حقائق کے تناظر میں پرکھنا چاہیے۔ ہمارے ہاں یہ جو بیانیہ بن گیا ہے کہ ہر اچھا کام تو مسلمان کے کھاتے میں ڈالنا ہے اور ہر بُرا کام کسی غیر مسلم کے کھاتے میں ڈالنا ہے، ایسا کرنا تاریخ مسخ کرنا ہے۔ جو تاریخی حقائق ہیں، ان کا انکار کرنا ہے۔ یہ بات ہمیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے۔

آپ کا دوسرا سوال نبی اکرمؐ کی ریاستِ مدینہ کی تشکیل سے متعلق ہے۔ آپ دیکھئے کہ جب حضورؐ نے ریاستِ مدینہ تشکیل دی تو اُس ریاست کے خلاف کارروائی کرنے والا کون تھا؟ سب سے پہلے مکہ کی سیاسی طاقت' عربوں کی کل قومی طاقت اس لیے جمع کر رہی ہے اور مدینہ پر حملہ کر کے مدینہ کی سیاسی طاقت کو سلب کرنے کے لیے منصوبہ بندی کر رہی ہے۔ نبی اکرمؐ نے اسی لیے مکہ پر حملہ کرنے کے بجائے کہاں کا رُخ کیا تھا؟ ابوسفیان کا وہ تجارتی قافلہ جو شام سے آ رہا ہے، اُس کو روکنے کے لیے کہ اس کے ذریعے سے دباؤ بڑھایا جائے، مکہ کی اقتصادی طاقت کو روکا جائے۔ اگر ستر آدمی بدر میں گرفتار کر کے لا سکتے ہیں تو اُس قافلے کے ساتھ بھی تو ستر ہی آدمی تھے، جو ابوسفیان لے کر آ رہے تھے۔ کیا لڑائی لڑنا آپؐ کا مقصد تھا جو مدینہ سے نکلے ہیں؟ آپؐ نے اس تجارتی قافلے کو ہدف بنایا، تاکہ دشمن کی اقتصادی شہ رگ پر ہاتھ رکھا جائے۔ اقتصادی طاقت ہی سیاسی طاقت کو جنم دیتی ہے۔ اور ریاست کی تشکیل کے بعد عدمِ تشدد کا اُصول یہ ہوتا ہے کہ دشمن کی اقتصادی طاقت کو بغیر جنگ لڑے ہوئے اس طریقے سے ختم کیا جائے کہ اُس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی سیاسی طاقت سر نہ اُٹھا سکے۔

اب جب جیسے ہی مکہ والوں کو پتہ چلتا ہے کہ ہمارے تجارتی قافلے پر حملہ ہو رہا ہے، اُس کے راستے میں رُکاوٹیں کھڑی کی جا رہی ہیں، تو وہ اپنے دفاع کے نام پر بدر پہنچتے ہیں۔ اور لڑائی کے ارادے سے مکہ سے نکل کر باہر آتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر آپ تاریخ پڑھیں تو ابوسفیان کا قافلہ جب بحیرۂ احمر کے ساتھ ساتھ حضورؐ کے قافلے کی زد سے نکل گیا تو ابوسفیان نے باقاعدہ ابوجہل کو پیغام بھجوایا کہ اب خطرے کی کوئی بات نہیں ہے، میں حفاظت سے واپس جا چکا ہوں۔ آپ لوگ واپس مکہ چلے جائیں۔ جب لڑائی کے لیے حضورؐ آ ہی نہیں رہے، آپؐ کا ٹارگٹ ابوسفیان کا قافلہ ہے اور ابوسفیان بھی ابوجہل کو کہہ رہا ہے کہ واپس چلے جاؤ، مگر ابوجہل نے بڑے تکبر سے کہا کہ نہیں! اب ہم جنگ لڑیں گے۔ ان کو اب صفحۂ ہستی سے مٹائیں گے۔ بڑے رجزیہ شعر پڑھے، سارے لوگوں کو جمع کیے رکھا۔ لڑائی کے لیے تیار کیا۔ جنگ کے اقدامات کے لیے تیاری کرنے والا کون ہے؟ مکہ کا لشکر ہے۔

آپ بتاؤ کہ جب دشمن آپ کی ریاست کے درپے ہو، آپ کی اجتماعی طاقت کو فنا کرنے کے درپے ہو تو پھر مقابلہ کرنا ہے یا نہیں؟ وہاں بزدلی ہے کہ آپ کہیں کہ تم لڑنا چاہتے ہو، ہم تو عدمِ تشدد کی بنیاد پر نہیں لڑتے، ہم بھاگ کر واپس مدینہ جاتے ہیں۔ اس کا مطلب سوائے دشمن کو اپنے گھر بلانے کے اور کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، دو دو ہاتھ کر لیتے ہیں۔ اب غیرت کا معاملہ ہے۔ اب اجتماعیت کا معاملہ ہے۔ اب یہاں سے پیچھے ہٹنا درست نہیں۔ اس لیے صحابہؓ سے پوچھا کہ دیکھو! اس وقت ہمارا ہدف تھا وہ قافلہ، وہ قافلہ تو ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ تم بتاؤ اگر لڑنا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں لڑنا چاہتے تو ہم واپس چلے جاتے ہیں۔ سب نے کہا کہ نہیں! جب دشمن ہم سے لڑنا چاہتا ہے، اس وقت واپسی کا قدم اٹھانا تو شکست تسلیم کرنا ہے۔ اپنی موت پر دستخط کرنا ہے۔ وہ ٹرننگ پوائنٹ آ گیا کہ جہاں اب لڑائی کرنا ضروری ہے۔ اللہ نے بھی فرما دیا کہ اب کفر کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جڑ کاٹنا ضروری ہے۔

یہ نبی اکرمؐ کی سیرت کا پورا پس منظر ہے۔ بات وہی ہے کہ ہمارے نوجوانوں کو دین علمی طور پر سمجھنا چاہیے۔ سیرت کو علمی نقطہ نظر سے سمجھنے کے لیے سوالات کرنے چاہئیں، گفتگو کرنی چاہیے۔ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ آپ کھلے دل سے جو چاہیں سوال کریں، علمی بنیادوں پر دینی اُمور اور افکار کو سمجھیں۔ دین کو جب تک ہم علم و فکر کی بنیاد پر سائنٹفک طریقے سے نہیں سمجھیں گے تو ہمارے سوالات حل نہیں ہوں گے۔ اِدھر اُدھر سے سنی سنائی باتیں، آدھی ناقص قسم کی باتیں ہم تک پہنچتی ہیں اور اُس کی بنیاد پر دین کے بارے میں ہم اپنے ذہن میں ایک تصور قائم کر لیتے ہیں۔ پھر اُس پر اپنی پوری عمارت کھڑی کرتے ہیں۔ یہ درست بات نہیں ہے۔ ایک ڈاکٹر جو علمی اور سائنٹفک انداز میں امراض کو سمجھتا ہے اور ایک بے چارہ کمپوڈر / ڈسپنسر یا اس کے ساتھ دو چار دوائیوں کے نام یاد رکھنے والا کام کرتا ہے، دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ہمیں علمی طور پر دین پر شعور اور کمانڈ حاصل کرنی ہے، تاکہ ہمارے کنسپٹ کلیئر ہوں۔ ادارہ رحیمیہ یہی مواقع فراہم کرتا ہے۔ آپ نوجوان ہیں، وقت لگائیں، جدوجہد اور کوشش کریں۔ ہمارے وہ دوست جن کی دعوت سے آپ یہاں آئے ہیں، اُن کے ساتھ ملیں تو ضرور آپ کے تمام سوالات کے جوابات اس فورم سے دیے جائیں گے۔

سوال: میں زوالوجی ڈیپارٹمنٹ سے ہوں۔ اسلام ہمیں سکھاتا ہے اور آپ نے بھی بتایا کہ ظلم انسانیت کے لیے ناقابلِ قبول ہے۔ لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ کشمیر، برما، فلسطین میں مسلمانوں کے ساتھ جو ظلم کی انتہا ہو رہی ہے، اور اقوامِ عالم کے ساتھ ساتھ اس دنیا میں جتنے بھی مسلمان ہیں، وہ بھی اس کو روکنے کے حوالے سے اہتمام نہیں کر رہے۔ تو اس حوالے سے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

جواب: دعا کرنی چاہیے۔ کیوں کہ 'ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات'! آپ ستاون مسلمان ممالک ہیں، لیکن اقتصادی اعتبار سے، سیاسی اعتبار سے، معاشی قوت کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حوالے سے آپ کوئی طاقت نہیں رکھتے۔ اب جب یہ کشمیر کا مسئلہ اُٹھا اور یہاں ہمارے بھڑ کیلے لیڈروں نے کہا کہ ہمیں کشمیر فتح کرنے کے لیے میدان میں اُترنا ہے تو لوگوں نے آئینہ دکھایا کہ آپ تو آئی ایم ایف سے قرضوں کی بھیک مانگ کر اپنا ملک چلا رہے ہیں۔ بڑی مشکل سے سات ارب کے ریزرو ہیں۔ انڈیا کے پاس چار سو ارب روپے کے ریزرو ہیں۔ معاشی طاقت تو وہ ہے۔ آپ کا ساتھ تو سعودی عرب نے بھی نہیں دیا۔ وہ تو مودی کو ایوارڈ دے رہا ہے۔ آپ کا ساتھ تو کویت، قطر اور متحدہ عرب امارات نے نہیں دیا۔ جب انسانی مسائل کے حل کرنے کے لیے آپ کوئی کردار ادا کریں گے اور سب سے پہلے اپنے ملک کی، اپنی اجتماعی طاقت کی، اپنی قوت کو مضبوط بنانے کی حکمتِ عملی اپنائیں گے تو کسی کی مجال نہیں ہے کہ وہ دنیا میں کسی مسلمان معاشرے پر کسی طرح کا ظلم کرے۔

ظلم کو کسی فرقے کے تناظر میں دیکھنا درست بات نہیں۔ مظلوم مظلوم ہے۔ آپ نے حدیث سنی ہوگی کہ مظلوم اگر چہ غیر مسلم اور مشرک بھی ہو، اُس کی پکار عرش تک پہنچتی ہے۔ بات یہ ہے کہ جو ہم نے اپنے لیے ماحول پیدا کر دیا ہے بھیک مانگنے کا، یہاں کے لیڈروں نے ملک اور قوم کی دولت لوٹ لوٹ کر دوسرے ملکوں میں پہنچانے کا، قرضوں کی شراب پینے کا، تو اس کے نتیجے میں جو کچھ کمزوری ہمارے قومی وجود کو لاحق ہے، وہ ہمیں اقدام کرنے سے روکتی ہے۔ اپنی طاقت پیدا کرنا یہ سب سے پہلی بات ہے۔ اللہ نے بھی حکم دیا: أَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ [327] پہلے طاقت پیدا کرو اور طاقت ایک بہتر فکر، اعلیٰ جدوجہد، اجتماعیت، نظم و ضبط اور درست مینجمنٹ سے آتی ہے۔ بے شعوری، غفلت اور انسانیت کے لیے منفی کردار ادا کرنے کے نتیجے میں طاقت سلب ہوتی ہے۔

سوال: میرا تعلق گیلانی لاء کالج سے ہے۔ ہم لوگ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا نام لیتے ہیں۔ مدینہ کی ریاست کی طرف گامزن ہیں۔ انگریز کے دیے ہوئے نظام کو ترک کر کے اسلامی نظامِ عدل کو نافذ کرنے کے لیے حکومتِ پاکستان کو، اس ریاست کو کیا اقدام کرنے چاہئیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: اپنے فکر اور سوچ میں یک سو ہونا ضروری ہے۔ دینی حوالے سے سیاسی شعور اور معاشی و اقتصادی معاملات کا شعور حاصل کرنا ضروری ہے۔ اپنے پاؤں پر خود کھڑے ہونا اور نوجوانوں میں معاشی ترقی کے لیے تخلیقی صلاحیت پیدا کرنا ضروری ہے۔ جب تک اجتماعی طور پر ہمارے اندر یہ تمام پہلو نہیں ہوتے تو کوئی ریاست محض باتوں سے نہیں بن جاتی۔ ہم نے ستر سال سے اپنے آئین میں لکھ دیا کہ ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' تو کیا اسلامی جمہوریہ لفظ لکھنے سے ایسا ہو جائے گا؟ ہمارے آج کے حکمران ''ریاست ِمدینہ'' کا نعرہ لگائیں، جب کہ وہ ''ریاستِ مکہ'' توڑنا نہ چاہیں۔ حضورؐ نے ریاستِ مدینہ بنائی تھی ریاستِ مکہ توڑ کر۔ ہم انگریزوں کے بنائے ہوئے نظام کو توڑنا نہ چاہیں اور آزادی اور حریت کی بنیاد پر اپنا عدالتی، سیاسی، معاشی نظام تشکیل نہ دیں تو ریاستِ مدینہ کیسے بنے گی؟ اس کے لیے ضروری ہے کہ پرانے فرسودہ نظام کو ختم کیا جائے۔

آپ دیکھئے کہ مسلمانوں کا نظام دنیا میں ایک ہزار سال تک رہا ہے۔ آج یہ کیپٹل اِزم جس کی بنیاد پر نظام بنایا گیا، بڑی مشکل سے اس کی دوسوا دوسو سال عمر ہے۔ اور سوشلزم کی عمر ایک سو سال بھی نہیں ہے۔ 1917ء میں انقلابِ روس آیا۔ آج سو سال ہوگئے۔ تو جس نظام نے ایک ہزار سال تک تمام انسانوں کو بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب انسانی مسائل کے حل کرنے کا راستہ ہموار کیا، اس کو سیکھنے میں دِقت کیا ہے؟ جب تک ہم دین کو اس طرح سیکھیں گے نہیں، اس کو عملی طور پر سمجھیں گے نہیں تو نتیجہ کیسے پیدا ہوگا؟

سوال: میرا تعلق وزیرستان سے ہے۔ آپ نے ظلم کے بارے میں بہت باتیں کیں۔ میں اس کے بارے میں آپ سے کچھ سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ یہاں ہمارے وزیرستان میں جو ظلم ہو رہا ہے، اس پر آپ بات نہیں کر رہے۔ لیکن جو ملتان یا پنجاب میں ہو رہا ہے، اس پر آپ بات کرتے ہیں، لیکن وزیرستان کے ظلم پر آپ بالکل بات نہیں کرتے۔ وجہ کیا ہے؟ کیا آپ ڈرتے ہیں کسی سے؟ دوسری بات یہ ہے کہ وزیرستان میں چیک پوسٹوں پر لوگ جاتے ہیں۔ ریڈ مائنز ہیں۔ ریڈ مائنز کا مسئلہ یہ ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جو ہمارے مخالف ہیں، جس نے حفاظت کے لیے یہاں پر نصب کیے ہیں۔ تیسرا جو اہم مسئلہ ہے، وہ یہ کہ نامعلوم افراد آتے ہیں اور لوگوں کو اُن کے گھروں میں اُن کے بچوں کے سامنے مارتے ہیں۔ کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ آپ اس پر بات کیوں نہیں کرتے؟

جواب: ہم تو ہر ظلم کے خلاف بات کرتے ہیں۔ کوئی بھی کہیں بھی کسی جگہ پر بھی ظلم ہو رہا ہو۔ اب آپ دیکھئے کہ آپ کے وزیرستان کو فاٹا سے نکال کر ملک کے بندوبستی علاقے میں شامل کرلیا گیا ہے۔ ابھی آپ کے صوبہ خیبر پختونخوا کے ساتھ پورے فاٹا کی تمام ایجنسیز شامل کردیں۔ وہاں تھانہ، پولیس، تحصیل سب کچھ قائم ہوگیا۔ اب آپ بتلائیے کہ ہم اس پورے نظام پر بات کررہے ہیں کہ جو ہمارے ملک کا پولیس سسٹم ہے، ہمارے ملک کا عدالتی نظام ہے، ہمارے ملک کا سیاسی اور معاشی سسٹم ہے، یہ انگریزوں کے زمانے کا بنایا ہوا ہے۔ اس وقت انسانی حقوق کے ادا کرنے کے لیے اس میں جان نہیں رہی۔ یہاں جو مفاد پرست طبقہ ہے، وہ اس سسٹم سے ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے۔ انسانی مسائل حل نہیں کررہا۔

اب آپ بتائیے کہ یہ سسٹم اگر فاٹا میں بھی ہے اور یہی سسٹم ملتان میں بھی ہے، یہی سسٹم لاہور اور کراچی اور کوئٹہ میں بھی ہے اور پورے سسٹم میں جو ناکارگی اور فرسودگی ہے کہ انسانی مسائل کو حل کرنے سے قاصر ہے تو اس میں فاٹا شامل ہوگیا کہ نہیں؟ یہ ظلم تو بالکل ظلم ہے کہ جو آپ بتا رہے ہیں کہ زیادتی ہے۔ کیا دن دیہاڑے یہاں بندے نہیں اٹھائے جا رہے؟ ہر جگہ اٹھائے جا رہے ہیں۔ تو اجتماعی نقطہ نظر سے آپ سوچیں۔ جب ایک خاص خطے کی بات کریں گے تو وہیں کوئی نہ کوئی لسانی جھگڑا ہوگا۔ وہ کہیں گے کہ لسانی مسئلہ ہے۔ کبھی کہیں گے نسلی جھگڑا ہے۔ کبھی کہیں گے کہ کوئی اَور چیز فرقہ واریت کے تناظر میں ہے۔ طالبِ علم کا کام ہے کہ وہ علمی طور پر سسٹم کا جو اجتماعی تقاضا اور دائرہ ہے، اُسے سمجھے اور اس کے تناظر میں حکمتِ عملی اپنائے۔ وہ چاہے فاٹا ہو، خواہ کوئی ایجنسی ہو، خیبر پختونخوا ہو، بلوچستان ہو، سندھ ہو، پنجاب ہو، یہ سب ہماری دھرتی ہے۔ ہماری قوم کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شناخت ہے۔ پاکستان کی وحدت کا حصہ ہے۔ اُس کی اجتماعیت میں استحکام تبھی آئے گا کہ جب ہم ٹھنڈے دل کے ساتھ مظالم ڈھانے والے سسٹم کو پکڑیں گے۔ مزعومہ افراد، شخصیات اور اداروں کے پیچھے جائیں گے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اس سے سوائے افتراق و انتشار پیدا ہونے کے اور کچھ نہیں ہوگا۔ اجتماعی طور پر مسائل کو سمجھ جائیں، یہی علم کہلاتا ہے۔ اور اسی علم کے حصول کے لیے ہم یہاں آئے ہیں۔ اس شعور کو پیدا کریں گے تو درست نتیجہ نکلے گا۔

سوال: میں انسٹیٹیوٹ آف مینجمنٹ سائنسز کا سٹوڈنٹ ہوں۔ آپ نے جہاد کی بات کی۔ افغانستان کے جہاد کے بعد کیا علمائے کرام کو یہ علم نہیں تھا کہ کیا بات صحیح اور کیا غلط ہے؟ وہ فوج کے دباؤ میں کیوں جہاد پر گئے؟ اور اگر پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے، یہاں ایک منظّم فوجی ادارہ ہے تو پھر جہادی تنظیموں کی کیا ضرورت ہے؟

دوسرا سوال میرا یہ ہے کہ بعض علمائے کرام فرقہ واریت کو فروغ کیوں دیتے ہیں؟ اگر ہم ایک ہی مسئلہ ایک ہی کے فرقے کے دو علمائے کرام سے پوچھ لیں تو 100% وہ متضاد جوابات دیتے ہیں۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ آپ نے قرضے کی بات کی۔ پاکستان پر اربوں کھربوں کا قرضہ ہے۔ کیا اس قرضے کی ذمہ داری صرف حکمرانوں پر ہے؟ قرضے میں کوئی سبسڈی ملتی ہے تو ہم عوام تک پہنچتی ہے۔ پیٹرول 65 روپے ملا، ہم نے ڈلوایا، نواز شریف یا عمران خان نے نہیں۔ تو ہم حکمرانوں کو کیوں کہتے ہیں کہ قرضہ انھوں نے لیا اور کھایا۔ ہم اپنے آپ پر بلیم کیوں نہیں کرتے؟

جواب: یہ دو سوال جو آپ نے پہلے کیے ہیں جب آپ کا جہاد شروع ہوا تھا، ہم نے بھی یہ سوال کیے تھے کہ آپ کو کیا فائدہ ہے؟ ہمارے جو بزرگ مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ تھے، انھوں نے اس زمانے میں یہی سوال پوچھا تھا کہ جب جہاد کا تعلق ریاست سے ہے، تو یہ پرائیویٹ جہاد کیوں شروع کر دیا؟ اور اس جہاد کے نتیجے میں جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کچھ ہوگا، حضرتؒ نے اُسی وقت فرمایا تھا کہ ہمارے یہ مدارس، یہ مساجد اور سارا دینی کام جتنا بھی ہے، یہ متأثر ہوگا۔ بلکہ اس جہاد کی آڑ میں جو آج فوج چلا رہی ہے، اس میں خود فوج کے پاؤں بھی جلیں گے۔ اور اس وقت یہ اس کو دہشت گردی قرار دے کر اس کے خلاف کام کرے گی۔ یہ سوالات تو ہر صاحبِ عقل وشعور نے اُس زمانے میں کیے۔ لیکن آپ کو پتہ ہے کہ جیسے یہاں ہر شعبے میں لوگ مل جاتے ہیں، ایسے ہی اس شعبے میں باقی لوگ بھی اس کے لیے استعمال ہوئے۔ تو دیکھنا اور سوچنا یہ ہے کہ یہ سوالات اٹھائیں۔ ان پر غور وفکر کریں۔ ان کے جوابات دیکھیں۔ جماعتوں کا جائزہ لیں کہ کون سی جماعت ہے، جس نے ان سوالات کو سامنے رکھ کر مؤقف اپنایا تھا اور کون سی جماعت ہے، جس نے ان سوالات کو نظر انداز کر کے کوئی فیصلہ کیا تھا۔

جہاں تک آپ کے تیسرے سوال کا تعلق ہے تو آپ یہ دیکھئے کہ آپ کو پیٹرول پر کون سی سبسڈی مل رہی ہے، جس میں آپ اُس کا ٹیکس ادا نہیں کرتے۔ آپ تو پیٹرول کی اصل قیمت پر 65 روپے زائد دے رہے ہیں۔ ٹیکس کی صورت میں دے رہے ہیں۔ پھر فیصلہ کرنے کا اختیار حکمرانوں کا ہے، یا عوام کا ہے؟ آج دنیا میں جو بہادر اقوام ہیں، ان پر پابندیاں لگی ہوئی ہیں، لیکن اُن کی ریاست نے، اُن کے عوام نے اُن پابندیوں کو برداشت کرتے ہوئے اپنی اجتماعیت کے لیے ایک شناخت پیدا کی ہے۔ آپ کے ہاں صورتِ حال کیا ہے کہ مصنوعی طور پر ذرا سا معاشی مسئلہ پیدا کیا جاتا ہے اور قرضوں کی بارش آپ کے ملک پر ہوجاتی ہے۔ اس کے فیصلے کون کرتا ہے؟ جب ہم سسٹم کے طور پر اجتماعیت کو دیکھیں گے تو اجتماعیت کی اتھارٹی کس کے پاس ہے؟ مینجمنٹ کس کے پاس ہے؟ حکومت کس کے پاس ہے؟ قرضے وہ لیں اور قرضے یہاں سے لے کر دوسرے ملکوں میں منتقل کردیں، جرم تو ہمارے حکمران کرتے ہیں۔ ہماری نااہل قیادت کا جرم ہے۔ اُس عام انسان کا، غریب، ہاری اور کاشت کار کا کیا جرم ہے، جو ایک لیٹر پیٹرول ڈلواتا ہے اور اُس پر 65 روپے ٹیکس ادا کرتا ہے۔ ملک اور قوم پر بوجھ پڑتا ہے۔ قرضوں کی پوری

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

معیشت آپ کی پوری سوسائٹی پر، تمام لوگوں پر گرفت رکھے ہوئے ہے۔ یہ حکمران طبقے کا کردار ہے۔اس کے علاوہ اَور کیا ہے؟

سوال: میرا تعلق فوڈ سائنس ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔ میں آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں کہ آپ بات کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کی دوسرے ممالک میں کوئی عزت نہیں ہے، وقارنہیں ہے۔اس کی بڑی وجہ ہے کہ مسلمان تعداد میں تو زیادہ ہیں، دوسری اقوام سے، جیسے اسرائیل ہے، دوسرے ممالک ہیں، لیکن جو مسلمانوں کے قابل بندے ہیں، اُن کی کمی ہے۔کوالٹی آف لیڈر کی کمی ہے۔آج اس نشست میں علمائے کرام کی طرف سے عوام کو شعور دیا جائے کہ آپ تعداد کو نہ لیں، لیکن افراد کی جو شخصیت ہے، یا اُس کی جو خصوصیات اپنائی جائیں تو قابل انسان پیدا ہوں گے۔سائنٹسٹ پیدا ہوں گے۔انجینئرز پیدا ہوں گے۔تو اس سے ملک میں اسلام ترقی کرے گا۔

جواب: جہاں تک علما کی ذمہ داری کی بات ہے تو سب سے پہلے آپ اُن علما میں تمام اہلِ علم شامل ہیں، جو انجینئر علما، ڈاکٹر علما، سیاست دان علما، مذہبی علما، قرآن کے علما، سارے علما شامل کریں۔یعنی یہ علما کا لفظ صرف مذہبی تعلیم حاصل کرنے والوں کے لیے آپ مخصوص کریں یا علما اپنے لیے مخصوص کریں تو یہ درست بات نہیں ہے۔علم تو ہر شعبے کا ہمیں حاصل کرنا ہے۔ ہم سب علما اہل علم ہیں اور اس میں تمام شعبوں کے طالبِ علم بھی شامل ہیں۔ کیوں کہ طالبِ علم بھی تو مستقبل کے علما ہیں۔ وہ انجینئر ہوں گے، ڈاکٹر بنیں گے، پروفیسر بنیں گے، قرآن کے عالم بنیں گے،تو جتنے بھی اہلِ علم ہیں، ہم سب اجتماعی طور پر حلف اٹھائیں کہ ہم اپنے علم کے ذریعے سے اپنے اندر کوالٹی پیدا کریں گے۔محض تعداد پر زور نہیں دیں گے، اپنی اجتماعیت کو قائم کریں گے اور اپنے علم سے اپنے ملک اور قوم کو اور اپنی اجتماعیت کو فائدہ پہنچائیں گے۔تو ضرور ہمارے اندر تبدیلی پیدا ہوگی اور یقیناً اس کے لیے ہم جدوجہد اور کوشش کرکے دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوں گے۔

- -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صدارتی کلمات

مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
سابق چیئرمین موسیٰ پاک شہید چیئر، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہٖ الکریم، أمّا بعد!

سب سے پہلے تو میں یونیورسٹی کی طرف سے شکریہ ادا کروں گا آج کے محترم مہمانِ خصوصی کا۔ حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری نے بڑی تفصیل کے ساتھ آپ سے مکالمہ کیا۔ آپ نے ایک بہت بڑا فرق محسوس کیا ہوگا کہ عام طور پر ہمارے ہاں گفتگو یک طرفہ ہوتی ہے کہ اسٹیج پر لوگ بیٹھے ہوتے ہیں، وہ سنانا چاہتے ہیں، وہ سننا نہیں چاہتے۔ لیکن آج کی اس نشست کی یہ خوبی رہی کہ دو طرفہ مکالمہ ہوا، گفتگو ہوئی۔ اصل میں تعلیم کی یہی روح ہے جو آج ہماری کلاس روم میں نہیں ہے۔

میں خود چوں کہ یونیورسٹی میں ایک طویل عرصہ رہا ہوں، یہ بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ ہمارا استاد کلاس میں سوال کو پسند نہیں کرتا۔ اور سوال کرنے والا مستقل طور پر اُس کا ہدف بن جاتا ہے۔ حال آں کہ جب سوال کو آپ ڈِسکریج کریں گے، روکیں گے تو پھر سوچ ترقی نہیں کرتی۔ سوچیں اُسی وقت پھلتی پھولتی ہیں کہ سوالات پیدا ہوں، اُن کا حل تلاش کیا جائے۔ اسی طرح ہم آگے بڑھ سکتے ہیں۔

اسی سے آپ کو یہ بھی اندازہ ہوگیا کہ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کا طریقۂ کار کیا ہے؟ وہ کس طرح چیزوں کو پیش کرنا چاہتا ہے؟ اس کی کوئی روایتی یا رسمی تعلیم نہیں ہے کہ مخصوص قسم کے کلاس روم کے اندر، مخصوص اوقات کے اندر کچھ چیزیں پڑھانی ہوں اور اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعد کوئی ڈگری دینی ہو۔ یہ ڈگری دینے والا انسٹیٹیوشن نہیں ہے۔ یہ سوچ کو بڑھانے والا ہے کہ زندگی کے کسی بھی شعبے میں کوئی بھی شخص ہو، وہ سوچنے کی طرف آئے، سوال کی طرف آئے، سوال کے جواب کی تلاش میں جائے۔ اگر ہمارا نوجوان اس طرف آجائے کہ اُس نے ہر بات پر غور کرنا ہے، سوچنا ہے، سوال قائم کرنا ہے، سوال کا جواب حاصل کرنا ہے، اُس کی روشنی میں اپنے علم کو آگے بڑھانا ہے تو آپ کی تعلیم کا جو حقیقی مقصد ہے، وہ آپ کو حاصل ہوسکتا ہے۔

آج جس کی طرف لیکچر میں بار بار توجہ دلائی گئی، وہ یہی ہے کہ ہمارے اندر اجتماعیت موجود نہیں ہے۔ یہ جتنے بھی آپ سوالات کر رہے ہیں، اُس کے پیچھے یہی وجہ ہے کہ آپ فرقہ واریت کی شکایت کرتے ہیں، کبھی آپ حکمرانوں کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں اس چیز کو بتاتی ہیں کہ سوسائٹی بکھری ہوئی ہے۔ پاکستان نام کا ایک جغرافیہ تو ہے، لیکن پاکستان کے اندر وحدتِ فکری نہیں ہے۔ کسی بھی فورم پر آپ چلے جائیں۔ پچھلے دنوں آپ نے رپورٹ پڑھی ہوگی الیکشن کمیشن میں سو سے زیادہ سیاسی جماعتیں رجسٹرڈ ہیں۔ اور جو سرگرم جماعتیں ہیں، اُن کا بھی آپ نے کردار دیکھ لیا ہے۔ اُن کا نقطہ نظر بھی آپ کے سامنے موجود ہے۔ یعنی کوئی بھی کسی بھی زندگی کے شعبے میں اپنے کاز کے ساتھ مخلص نہیں رہا۔ اور سب کے سب اس ایک نکتے پر متفق ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو دھوکا دیا جائے۔ تو یہ دھوکے کی سیاست ہماری سوسائٹی کے اندر ہے۔ دھوکے کی معیشت ہماری سوسائٹی میں ہے۔ دھوکے کا مذہب ہماری سوسائٹی میں ہے۔ دھوکے کے اَخلاق ہماری سوسائٹی میں ہیں۔ اس چیز کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جب ہمارے اندر سوچنے کا، سمجھنے کا، چیزوں کو صحیح طور پر پرکھنے کا ایک عمل شروع ہوگا تو وہ ہمارا حقیقی آغاز ہوگا۔ وہیں سے پھر ہم آگے بڑھ سکیں گے۔ پھر اُس کے بعد سوچیں گے کہ ہم نے مسائل کو کس طرح حل کرنا ہے۔

پھر دوسری بات جو ان سوالات سے بار بار ظاہر ہوئی کہ کسی اور سے آپ توقع رکھ رہے ہیں کہ وہ کیوں نہیں کرتا؟ اُس نے ایسا کیوں کیا؟ وہ تو بھاڑ میں جائے جو بھی ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ نے کام کرنا ہے۔ ہم یہ سوچیں کہ یہ پاکستان ہمارا ہے۔ ہم نے اس میں اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ ان لوگوں سے ہم نے کیا توقعات رکھنی ہیں کہ جنھوں نے پاکستان کو 72 سال سے لوٹا ہوا ہے اور لوٹ رہے ہیں۔ جو پاکستان کے اندر حکمران اپنے علاج کے لیے بھی کوئی ہسپتال نہیں بنا سکے۔ اسی سے آپ اندازہ کر لیں کہ عام آدمی کے لیے اُن کے کیا جذبات ہوں گے؟ اس لیے ان میں سے کسی سے کوئی توقع نہیں رکھنی۔ پھر تو آپ آگے بڑھیں گے۔ ہر پانچ سال کے بعد کوئی ڈگڈگی بجانے والا آجاتا ہے۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ چلو اس کو آزما لیتے ہیں۔ پھر اگر کوئی پانچ دس سال منظر سے ہٹ جاتا ہے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ اب شاید یہ سُدھر گیا ہوگا۔ اب پھر اس کو آزما لیتے ہیں۔ یہ ہماری سب سے بڑی کمزوری ہے۔ اس وجہ سے ہمیں اس مخمصے سے نکلنا ہے۔

آج کی نشست کا جو بنیادی فوکس تھا، وہ اسی چیز کو اُبھارنا تھا کہ آپ چیزوں کو سمجھنے کی طرف جائیں، اپنی تعلیم کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں، اپنے حالات کو سمجھنے کی کوشش کریں، خطے کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ دنیا کہاں پہنچ گئی، اس کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ملکوں کے ساتھ اپنا موازنہ کریں۔ اب ہم ہندوستان کے ساتھ دشمنی میں تو موازنہ کر رہے ہیں، لیکن کبھی یہ بھی موازنہ کر کے دیکھ لیں کہ ہم دونوں اکٹھے ہی آزاد ہوئے تھے، وہ کہاں پہنچ گئے اور ہم کہاں پر کھڑے ہیں۔ یہ بھی تو موازنہ کرنے کی چیز ہے۔ ترقی میں وہ کہاں چلا گیا؟ کن کن چیزوں میں وہ پیچھے چلا گیا؟ کن چیزوں میں ہم اُس کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ کن میں نہیں کر سکتے؟ چائنہ جو آپ سے دو سال کے بعد آزاد ہوا، آج آپ کا اُس سے کوئی مقابلہ بنتا ہی نہیں ہے۔ اب آپ اُس سے مانگنے والے ہیں۔ یہ سارے حقائق ہیں گرد و پیش میں، جن کو آپ نے اپنی اپنی فیلڈ میں رہ کر سوچنا ہے۔

یہ بلیم گیم سے نکلنا ہوگا کہ وہ نہیں کرتا، یہ نہیں کرتا، وہ کچھ نہیں کریں گے۔ ان سے آپ کوئی توقع نہ رکھیں۔ نہ اُن لوگوں سے جو سیاست میں ہیں، نہ اُن لوگوں سے جو مذہب کے نام سے کام کر رہے ہیں، جو فرقہ پرستی کے نام سے کام کر رہے ہیں، جو نسل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پرستی کے نام سے کام کر رہے ہیں، جو زبانوں کے حوالے سے جھگڑے پیدا کر رہے ہیں۔ یہ سب کے سب ایک ہی گروپ ہیں۔ اس کے بہت سارے چہرے ہیں۔ اس لیے ان چہروں کو پہچاننا ہے۔ یہ پہچان جب نوجوان میں پیدا ہو جائے گی تو وہ اپنی صلاحیتوں کو خود تلاش کرے گا۔

ادارہ رحیمیہ کا بنیادی پیغام ہی یہ ہے کہ آپ اپنی صلاحیتوں کو تلاش کریں۔ آپ میں صلاحیتیں ہیں۔ ہم کیوں ان لوگوں کے پیچھے جاتے ہیں، جن کے اندر کوئی صلاحیت نہیں ہے۔ آپ اپنے وزرا کا ہی جائزہ لیں، جو اس وقت منظرِ عام پر ہیں۔ نہ ان میں بات کرنے کی صلاحیت ہے، نہ ان کو اپنے شعبے کا کچھ پتہ ہے۔ یعنی کوئی کمال ان کے اندر ہمیں نظر نہیں آتا کہ کس وجہ سے لوگوں نے ان کو منتخب کیا ہے۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے۔ اس کا حل یہی ہے کہ ہم بجائے توقعات باندھنے کے، بجائے مرثیہ پڑھنے کے، بجائے نوحہ پڑھنے کے، یا دُم دبا کر ملک سے بھاگنے کے، یہاں رہ کر حل تلاش کریں۔ ہم نے یہیں رہنا ہے۔ یہ ہماری دھرتی ہے، یہیں پر ہمارے بڑے مدفون ہیں، ہم نے بھی یہیں رہنا ہے۔ اگلی نسلوں نے بھی یہیں رہنا ہے۔ اس وجہ سے ہمیں اپنے مسائل کو سمجھنا ہے، ادراک حاصل کرنا ہے، حق کو تلاش کرنا ہے اور اس سفر کو ہم نے مزید آگے بڑھانا ہے۔ یہ علم کا سفر ہے، یہ شعور کا سفر ہے، یہ ادراک کا سفر ہے، اس سفر کو ہم نے مزید آگے لے کر چلنا ہے۔ تو یقیناً ہمارا یہ سوچنے کا عمل آگے بڑھے گا۔

پھر ایک بات ذہن میں رکھیں کہ یہ جتنی بھی ہم گفتگو کر رہے ہیں، ہماری نہ کسی پارٹی سے کوئی لڑائی ہے، نہ ہماری کسی حکومت سے لڑائی ہے، ہماری اصل ضرورت سسٹم کو سمجھنے کی ہے۔ یہ پارٹیاں تو اُس کے لیے کام کرتی ہیں، کبھی ایک پارٹی تو کبھی دوسری پارٹی۔ کبھی ایک اپوزیشن میں جاتی ہے، کبھی دوسری اپوزیشن میں آجاتی ہے۔ پارٹیوں سے ہمارا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ پارٹیوں کے اندر موجود نوجوان بھی ہمارے ہی نوجوان ہیں۔ ہمیں ان سے بہت ہمدردی ہے کہ وہ کس طرح کے نااہل اور ناکارہ لوگوں کے پیچھے لگے ہیں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کس طرح انھیں استعمال کیا جا رہا ہے، لیکن موجودہ سسٹم کسی بھی صورت میں اس قابل نہیں ہے کہ اس کو مزید قبول کیا جائے۔ اسی سسٹم نے آپ کے پاکستان کے دو حصے کیے ہیں۔ اسی سسٹم نے آج صوبوں کو آپس میں لڑا رکھا ہے۔ ایک صوبے کے اندر لڑائیاں پیدا کی ہوئی ہیں، لیکن یہ خود سسٹم چلانے والے اور بیوروکریٹ ہی کو دیکھیں۔ بیوروکریسی کے اندر پنجابی بھی بیٹھا ہوا ہے، پختون بھی بیٹھا ہوا ہے، سندھی بھی بیٹھا ہوا ہے، کوئی ایک آدھ بلوچ بھی بیٹھا ہوگا، یہ سب پوری ایک باڈی ہے۔ یہ ایک جماعت ہے۔ اُن کی آپس میں کبھی لڑائی نہیں ہوتی۔ اس میں شیعہ بھی بیٹھا ہوا ہے، سنی بھی بیٹھا ہوا ہے، لیکن تفریق نیچے ہے۔ وہ نیچے کے لوگوں کو لڑاتا ہے۔ ''ڈیوائڈ اینڈ رُول'' کی پالیسی چلتی ہے۔ ہمیں اس کو سمجھنا ہے۔ ہمیں آپس میں اُلجھنے کے بجائے، آپس میں لڑنے کے بجائے، ایک دوسرے پر الزامات دھرنے کے بجائے ہمیں اپنے علم کو بڑھانا ہے۔ اپنے شعور میں اضافہ کرنا ہے۔

اس طرح کی یہ علمی نشستیں انشاء اللہ جاری رہیں گی۔ اور مستقبل میں بھی ہم حضرت رائے پوری سے درخواست کریں گے کہ وہ ملتان کے لیے خصوصی وقت دیں، تاکہ آپ حضرات کے ساتھ زیادہ تفصیل کے ساتھ یہ نشستیں ہوسکیں اور اس طرح ہم اپنے علم وشعور میں اضافہ کرسکیں۔ آپ سب کا بہت بہت شکریہ۔

☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

حوالہ جات وحواشی

پہلا خطبہ

1۔ القرآن: 25:57۔
2۔ القرآن: 9:61۔
3۔ صحیح بخاری. باب ما ذکر عن بنی إسرائیل. حدیث 3455، طبع بیروت
4۔ صحیح مسلم، کتاب الإمارۃ، باب 53، حدیث نمبر 4950
5۔ صحیح بخاری. باب ما ذکر عن بنی إسرائیل. حدیث نمبر 3455، طبع بیروت۔
6۔ صحیح مسلم، کتاب الإمارۃ، باب 53، حدیث نمبر 4950
7۔ البدایہ و النہایہ، ابوالفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر قرشی بصری ثم دمشقی، ص 292، ج 2، طبع: دارالفکر، بیروت، لبنان، 1986ء۔
8۔ صحیح بخاری، جلد اوّل، کتاب بدء الوحی، حدیث نمبر 3.
9۔ القرآن: 7:93۔
10۔ القرآن: 1:96۔
11۔ القرآن: 6:96۔
12۔ القرآن: 17:79۔
13۔ القرآن: 4:28۔
14۔ القرآن: 15:73۔
15۔ القرآن: 15:96۔
16۔ القرآن: 16:96۔
17۔ القرآن: 17:96۔
18۔ القرآن: 18:96۔
19۔ القرآن: 9:96۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

20۔ القرآن: 4:61۔

21. السّیرة النّبویّة لابن هشّام، ص 144، جلد دوم، الطبعة الثالثه، مکتبه دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان.

22۔ سنن ترمذی، کتاب الفتن عن رسول اللّٰه ﷺ، باب 2، حدیث 2159۔

23۔ القرآن: 112:16۔

24۔ القرآن: 256:2۔

25۔ جیسا کہ سورت النساء کی آیات نمبر 60 سے 65 تک کے ذیل میں مفسرین نے اس واقعے کا تذکرہ کیا ہے۔

26۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت یہ ہے:

"یجب بذل الجهد علیٰ أهل الاراء الکلیة فی إشاعة الحقّ، و تمشیتهٖ، و إخمال الباطل، و صدّهٖ، فرُبما لم یمکن ذٰلک إلّا بمُخاصمات، أو مُقاتلات، فیُعدّ کلّ ذٰلک من أفضل أعمال البرّ."

(حُجَّةُ اللّٰهِ البالِغه، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، مبحث الارتفاقات، باب الرسوم السائرة فی النّاس، ج:1، ص:151، طبع دیوبند)

27۔ البُدور البازغه، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، ص:87، طبع شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد، سندھ۔

28۔ ایضاً، ص:94۔

29۔ القرآن 10:44۔

30۔ صحیح بخاری، ص 714، ج 2۔

31۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت یہ ہے: "و قُلتُ: و هٰذا القول ذکرتُهٗ علیٰ سبیل الإمکان و الاحتمال، و إلّا فقُدرة اللّٰه تعالیٰ تسع الکُلّ." تاویل الأحادیث، ص 104، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد، سندھ۔

32۔ "الجاحد للوُجود المثالی لیس من أهل السّنّة حقّاً، بل فیه شوب من الاعتزال لما أنّهٗ یضطرّ إلیٰ ألف نصّ بل اکثر تاویلاً بعیداً." عبقات، خاتمة الکتاب فی تحقیق عالم المثال، عبقه نمبر 7، طبع: مجلس علمی، کراچی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسرا خطبہ

33۔ القرآن 25:57۔

34۔ صحیح بخاری. باب ما ذکر عن بنی إسرائیل. حدیث 3455، طبع بیروت۔

35۔ صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب 53، حدیث نمبر 4950۔

36۔ سنن ابو داؤد، کتاب الملاحم، حدیث نمبر: 4291۔

37۔ صحیح بخاری. باب ما ذکر عن بنی إسرائیل. حدیث 3455۔

38۔ سنن ابو داؤد، کتاب الملاحم، حدیث نمبر: 4291۔

39۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

”من مناصب دورة الإیمان منصب المجدّدية ... والمجدّد رجل رزقه اللّٰه سبحانهٗ حظّاً من علم القرآن و الحديث، ثمّ ألبس لباس السّكينة، فجعل يضع التّحريم، و الوُجوب، و الكراهية، و الاستحباب، و الإباحة موضعها. و يُنقّح الشّريعة عن الأحاديث الموضوعة، و اقيسة القائسين، و عن كُلِّ إفراطٍ و تفريط، ثمّ أظمأ اللّٰه أكباداً إليه، فاخذوا عنه العلم. ... و عندنا انّ ”المائة“ تخمينٌ، لا تعيينٌ، و يعتبر من وفاته ﷺ.“

(التفهيمات الإلٰهيه، تفہیم نمبر 15، ص 54، ج 1، طبع حیدر آباد)

40۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت یہ ہے:

”و لمّا تمّت بی دورة الحكمة، ألبسنی اللّٰه سبحانه خلعة المجدّدية، فعلمتُ علم الجمع بين المختلفات، و علمتُ أنّ الرّأی فی الشّريعة تحريف و فی القضاء مكرمة.“ (حوالہ بالا)

41۔ اصل حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ”العلماء ورثة الأنبياء.“ (رواه ابوداؤد فی سننه، كتاب العلم، حديث نمبر 3641. و رواه البخاری فی ترجمة باب العلم قبل القول و العمل)

42۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

”دراَخبارآمدہ ”العلماء ورثة الأنبياء“ علمے کہ از انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات باقی ماندہ است دونوع است: علمِ اَحکام وعلمِ اَسرار“ (احادیث میں آیا ہے کہ: ”علما انبیاؑ کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وارث ہوتے ہیں۔'' انبیا علیہم السلام کا جو علم اُمت کے لیے اب بھی باقی ہے، اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) علمِ احکام (شریعت) (۲) علمِ اَسرارِ (دین)

(مکتوباتِ امام ربانی حضرت مجدد الفِ ثانیؒ، دفترِ اوّل، مکتوب نمبر 268، ص:96-495۔ طبع: مطبع ایجوکیشنل، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

43۔ اس حوالے سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

''عالمِ وارثِ (پیغمبر) کسے است کہ اُو را اَز ہر دو نوعِ علم سہم بود، نہ آں کہ اُو را از یک نوع نصیب بود از انواعِ دیگر کہ آں منافئ وراثت است۔ چہ وارث را از جمیعِ انواعِ ترکۂ مورِث نصیب است، نہ از بعض دون بعض۔ و آں کہ اُو را از بعضِ معیّن نصیب است داخل غرماء است کہ نصیبِ اُو بہ جنسِ حقِ اُو تعلق گرفتہ است۔ و ہم چنیں فرمودہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت و السلام: ''علماء اُمّتی کأنبیاء بنی إسرائیل.'' مراد از علماء علمائے وارث اند، نہ غرماء کہ نصیبے از بعضِ ترکہ فرا گرفتہ اند۔ چہ وارث را بہ واسطۂ قرب و جنسیت ہم چوں مورث مے تواں گفت۔ بہ خلاف غریم کہ ازیں علاقہ خالی است۔ پس ہر کہ وارث نہ بود، عالم نہ باشد مگر آں کہ علم اُو را مقید بہ یک نوع سازیم و گویم کہ عالمِ علم احکام مثلاً۔ و عالمِ مطلق آں بود کہ وارث باشد واز ہر دو نوع علم اُو را نصیبِ وافر بود۔''

(پیغمبر کا وارث عالم وہ شخص ہے کہ جس کو ان دونوں علوم میں سے حصہ حاصل ہو۔ ایسا شخص نبی کا وارث نہیں ہے، جس کو ان علوم میں سے کسی ایک قسم کا علم حاصل ہو اور دوسری قسم کے علم سے بالکل ناواقف ہو۔ اس لیے کہ یہ وراثت کے خلاف بات ہے۔ وہ آدمی کیسا وارث ہے کہ اپنے مورِث کے ترکے کی تمام چیزوں میں سے اُسے کچھ حصہ حاصل ہو اور کچھ چیزوں کا حصہ باقی ہو۔ ایسا شخص نبی کا وارث عالم نہیں ہے، بلکہ علم کے قرض داروں میں داخل ہے کہ ابھی تو اُسے علمِ نبوت سے متعلق باقی حصے کا قرض چکانا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''میری اُمت کے علما بنی اسرائیل کے انبیاؑ کی طرح ہیں۔'' (رواہ ابن العربی فی الفتوحات و ابونُعیم عن ابن عباس رفعه)

اس حدیث میں بھی علما سے مراد وہ علما ہیں، جو وارث ہوتے ہیں، نہ کہ علم کے مقروض کہ انھوں نے حضورؐ کے علمی ترکے کے کچھ حصے کو چھوڑ دیا ہو۔ اس لیے کہ وارث اپنے مورِث سے قرب اور تعلق کے حوالے سے مورِث کی طرح ہوتا ہے۔ بہ خلاف قرض دار کے، کہ وہ مورِث کا مقروض ہے، نہ کہ اُس کا وارث۔ پس جو وارث نہیں ہیں، وہ علم نبوت کے عالم بھی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہیں۔ ہاں مگر! اُس کا علم صرف ایک قسم میں بند ہے اور ہم اُسے مثلاً علمِ اَحکام کا عالم کہیں گے۔ مطلق عالم وہ ہوتا ہے کہ جو وارث ہو اور (حضوؐر کے) دونوں علوم سے اُسے وافر حصہ حاصل ہو۔)

پھر حضرت مجدد الفِ ثانیؒ علم اَسرار کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ولایتِ صوفیا کے اَسرار و رموز کے مقابلے پر انبیا علیہم السلام کے علم الاسرار کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''صوفیا کے اَسرار و معارف کی بنیاد وجد کی مستی اور غلبۂ حال کی وجہ سے ہوتی ہے، جب کہ انبیا علیہم الصلوٰت و التسلیمات کے تمام علوم، خواہ علمِ اَحکام ہوں یا علمِ اَسرار، سب کے سب عقل وشعور اور ہوش مندی کی حالت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اُن میں بے ہوشی اور بے شعوری کی کوئی حالت نہیں ہوتی۔'' (حوالہ بالا)

حضرت مجدد الفِ ثانیؒ نے اپنے اس مکتوب میں ایک عالمِ ربانی کے لیے علومِ نبوت میں علمِ احکامِ شریعت اور علمِ اسرارِ دین دونوں کی اہمیت واضح کی ہے۔ صرف شریعت کے احکامات کا عالم اور علومِ نبوت کی اساس پر علم اسرارِ دین سے ناواقف کو انبیاؑ کا وارث قرار نہیں دیا۔ ان دونوں علوم کے بغیر دینِ اسلام کے غلبے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔

44۔ القول الجلی فی مناقب الولی، از حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی، ص 11، اردو ترجمہ مولانا تقی انور علوی، طبع: خانقاہ کاکوری، ضلع لکھنؤ۔

45۔ ایضاً، ص 343۔

46۔ شاہ صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں: ''بالجملہ از فنونِ متعارفہ بہ حسبِ رسمِ ایں دیار پانزدہم فراغ حاصل شد۔ ... واز جملۂ منِنِ عظمٰی بریں ضعیف آں بود کہ چند بار در مدارسۂ قرآن عظیم با تدبرِ معانی و شانِ نزول و رجوع بہ تفاسیر بہ خدمتِ ایشاں (والدِ گرامی) حاضر شدم و ایں معنی سببِ فتحِ عظیم اُفتاد، والحمد للہ۔'' (انفاس العارفین (فارسی متن)، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، ص 198، طبع: اسلامی کتب خانہ، کچہری روڈ، ملتان)

47۔ ایضاً، ص 82۔

48۔ ایضاً، ص 200۔

49۔ ایضاً، ص 199۔

50۔ ایضاً، ص 198۔

51۔ شاہ صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں: ''سال ہفت دہم از عمرِ فقیر حضرتِ ایشاں (والدِ گرامی) مریض

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

شدند، و در ہماں مرض بہ رحمتِ حق پیوستند، و در مرضِ موت اجازتِ بیعت و ارشاد دادند، وکلمۂ "یدہٗ کیدی" مکرر فرمودند۔" (ایضاً،ص 199)

52۔ ایضاً،ص 199۔

53۔ القول الجلی فی مناقب الولی، ص 343۔

54۔ القرآن 112:16

55۔ دیکھئے! القرآن 90:16

56۔ الطاف القدس فی معرفة لطائف النّفس، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ،ص:142،طبع: گوجرانوالا۔

57۔ شاہ صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں:

"إنّ هؤلآء المتصوّفة الضّالّة المُضلّة فی زماننا هٰذا أشهد لِلّٰه باللّٰه و علیهم أنّهم فرقة نابتة فی الإسلام لیست من أصل الإسلام."

(التّفهیمات الإلٰهیه، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ،تفہیم نمبر 69، ج:1،ص:271)

58۔ شاہ صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں:

"أیُّها السُّفهاء المسمّون أنفسکم بالعلماء، اشتغلتم بعلوم الیونانیّین، و بالصّرف، و النّحو، و المعانی، و ظننتم أنّ هٰذا هوا العلم. إنّما العلم آیة محکمة من کتاب اللّٰه أن تتعلّموها .. أو سنّة قائمة من رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه و سلّم .. أو فریضة عادلة أن تتعلّموها." (حوالہ بالا،ص:282)

59۔ شاہ صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں:"أما ترون البلاد العظام تخلوا عن العلماء، و إن کانوا فهم دون ظهور الشّعائر." (ایضاً،ص:283)

60۔ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات،مکتوب نمبر 20،ص 40،مرتبہ خلیق نظامی،مطبوعہ لاہور۔

61۔ ایضاً مکتوب نمبر دوم،ص 11۔

62۔ ایضاً،ص 12۔

63۔ شاہ صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں: "محصولاتِ ہندوستان کم ازہفت ہشت کروڑ نیست، لیکن بہ شرطِ غلبہ وشوکت۔ و الّا درہمے بہ دست نے آید۔ چناں چہ الحال دیدہ مے شود۔"

(ایضاً،مکتوب نمبر2،ص:10)

64۔ شاہ صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”و ما تراه من ملوک بلادک یغنیک عن حکایاتهم، فدخل کلّ ذٰلک فی أصول معاشهم، و صار لا یخرج من قلوبهم إلّا أن تمزّع و تولّد من ذٰلک داء عضال، دخل فی جمیع أعضاء المدینة.“

(حُجَّةُ اللّٰہِ البالِغہ، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، باب اقامة الارتفاقات و اصلاح الرسوم، ص221، طبع: مکتبہ حجاز، دیوبند، انڈیا)

65۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت یہ ہے:

”و غالب سبب خراب البُلدان فی هذا الزّمان شیئان: أحدهما تضییقهم علیٰ بیت المال، بأن یعتادوا التّکسّب بالأخذ منهم علیٰ أنّهم من الغُزاة، أو من العلماء الّذین لهم حقّ فیه، أو من الّذین جرت عادت الملوک بصلتهم، کالزّهّاد و الشّعراء، أو بوجه من وجوه التّکدّی، و یکون العمدة عندهم هو التّکسّب، دون القیام بالمصلحة، فیدخل قوم علیٰ قوم فینغصون علیهم و یصیرون کلّاً علیٰ المدینة“. (ایضاً، باب سیاست المدینہ، ص94، جلد اول، طبع قاہرہ)

66۔ شاہ صاحب کی اصل عبارت یہ ہے:

”أنّ تلک الأشیاء لم تکن لتحصل إلّا ببذل أموال خطیرة، و لا تحصل تلک الأموال إلّا بتضعیف الضّرائب علیٰ الفلّاحین، و التُّجّار و أشباههم، و التّضییق علیهم. فإن امتنعوا قاتلوهم، و عذّبوهم، و إن أطاعوا جعلوهم بمنزلة الحمیر و البقر یُستعمل فی النّضح، و الدِّیاس، و الحصاد، و لا تقتنیٰ إلّا لِیُستعان بها فی الحاجات. (حوالہ بالا)

67۔ ایضاً، ص 22-221۔

68۔ ایضاً، ص 220۔

69۔ ایضاً، ص 221۔

70۔ ایضا، ص 221۔

71۔ مکتوبات امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، مشمولہ کلماتِ طیبات، ص 158، مطبع مجتبائی، دہلی

72۔ شاہ صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں: ”در عہدِ محمد شاہ ہر سال از بنگالہ یک کروڑ مقرر بود، و ہمیشہ صوبہ دار آں جا بلاتوقف مے فرستاد، با وصف ادائے ایں مبلغ، مال دار ترین امرائے ہندوستان صوبہ دار بنگالہ بود۔ چناں چہ باوجود بے نسقے دریں ایام ہم سفیہے کار نادیدہ نوجوانے (سراج الدولہ) کہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مسلط است بر بنگالہ۔ وآں نبیرۂ ناظمِ قدیم (نواب علی وردی خاں) آں جا است۔ صاحبِ خزائن بے شمار است۔'' (شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، مکتوب نمبر دوم، مرتبہ خلیق احمد نظامی، ص:10، طبع: ادارہ اسلامیات لاہور)

73۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت یہ ہے:

"إعلموا إخوانی ___ رحمكم اللّٰه! ___ أنّ لكلّ زمانٍ قرناً، و لكلّ قرنٍ علماً، أصابهم فی تقاسيم رحمة اللّٰه عزّ و جلّ. و إن تأمّلتم حال أوائل هٰذه الاُمّة المرحومة، حين لم تدوّن علوم الشّرع و لا فنون الأدب، و لا وقع عنها كثير بحثٍ، و أنّهٗ لم يزل إلهام الحقّ يبرز فی صدورهم علماً بعد علمٍ، علٰى حسب حكمتهٖ فی كلّ دورةٍ لم يخف عليكم هٰذا المعنٰى.

و أنّ نصيبنا فی هٰذه الدّورة من تقاسيم رحمة اللّٰه أن يجتمع فی صدورنا علوم علماء هٰذهٖ الأمّة؛ معقولُها، و منقولُها، و مكشوفُها، و ينطبق بعضها علٰى بعض، و يضمحلّ الخلاف بينها، و يستقرّ كلّ قولٍ فی مقرّهٖ. فهٰذا الأصل منسحب علٰى فنون العلم من الفقه، و الكلام، و التّصوّف، و غيرها بحمد اللّٰه و توفيقهٖ".

(التّفهيمات الإلٰهيه، تفہیم 243 (مکتوبِ مدنی)، ج:2، ص 261)

74۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت یہ ہے:

"للشّريعة المطهّرة ظاهرٌ و شاذٌّ. و ظاهر الشّريعة المصطفوية لهٗ مراتب:

(۱) فأقواها: ما وُجد فی نصّ القرآن العظيم منطوقاً بهٖ بحيث لايخفىٰ المراد منهٗ علىٰ العارف باللّسان.

(۲) "و يتلوهٗ: ما نطق بهٖ الأحاديث المستفيضة الصّحيحة...

(۳) و يتلوهٗ ما حكاهٗ مالكؒ فی المؤطّا: "أنّهٗ مذهب كبار الصّحابةؓ و التّابعينؒ و الّذی جرىٰ عليه عمل أهل المدينة من لّدن زمان النبوة إلىٰ زمانهٖ"...و فی حكم ما حكاهٗ مالكؒ كذلك ممّا كان مثلهٗ ممّا يرويهٖ سفيان الثّوریؒ مثلاً.

(۴) و يتلوهٗ: ما صحّ فيهٖ حديثٌ صحيحٌ أو حسن فی الكتب المشهورة و قام بمثلهٖ الحجّة، و أخذ بهٖ جماعة من الفقهاء. أو كان استنباطاً صحيحاً قوياً شهد لهٗ الجماعة بالصّحّية. و اللّٰه أعلم.

فهٰذا كلّهٗ ظاهر شريعة النّبیّ ﷺ و الجادّة القويمة من سننهٖ البيّن رُشدُها و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الباهرُ قدرُها." (ایضاً، تفہیم نمبر 66، ج1، ص: 208 تا 213)

75۔ ایضاً۔

76۔ شاہ صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں: ''از علومِ وہبیہ در علم تفسیر:......
[۱] تاویل قصص انبیاء...... [۲] دیگر علومِ خمسہ کہ منطوقِ قرآن عظیم ہماں است ......
[۳] دیگر ترجمہ بزبانِ فارسی بوجہے کہ مشابہ عربی باشد...... [۴] دیگر علومِ خواص قرآن است
...... [۵] یکے از علوم کہ بریں وہم ضعیف نزول فرمودہ حل معنی مقطّعات قرآن است''۔
(الفوز الكبير فی اصول التّفسير، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، الباب الرّابع)

77۔ حُجّةُ اللّٰه البالِغه، باب بيان أنّ أصل الدّين واحد، ج: 1، ص: 251۔

78۔ ایضاً، باب انشاق التكليف من التقدير، ص 88-87۔

79۔ القرآن 72:33۔

80۔ القرآن 41:2۔

81۔ براهینِ قاسمیه، از حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، ص 123، بہ حوالہ ''العون الكبير فی حل الفوز الكبير''، ص 319، طبع: دیوبند۔

82۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

''إعلم! أنّهُ لا سبيل لنا إلٰى معرفة الشّرائع و الأحكام، إلّا خبر النّبى ﷺ بخلاف المصالح، فإنّها قد تُدرك بالتّجربة، و النّظر الصّادق، و الحدس، و نحو ذٰلک. و لا سبيل لنا إلىٰ معرفة أخبارهِ ﷺ إلّا تلقّى الرّوايات المنتهية إليه ... و تلقّى تلک الروايات لا سبيل إليه فى يومنا هٰذا إلّا تتبّع الكتب المدوّنة فى علم الحديث. فإنّهُ لا يوجد اليوم رواية يُعتمد عليها غير مدوّنة. و كتب الحديث علىٰ طبقات مختلفة و منازل متباينة، فوجب الاعتناء بمعرفة طبقات كتب الحديث، فنقول هى باعتبار الصّحّة و الشّهرة علىٰ أربع طبقات ...: فالطّبقة الأولىٰ: منحصرة بالاستقراء فى ثلاثة كتب:
(۱) المؤطّا، (۲) و صحيح البخارى، (۳) و صحيح المسلم.
و الطّبقة الثّانية: كتب لم تبلغ مبلغ المؤطّا و الصّحيحين و لكنّها تتلوها. ...
كـ (۱) سنن ابى داؤد، (۲) و جامع التّرمذى، (۳) و مجتبىٰ النّسائى ...
و كاد مسند أحمد يكون من جملة هٰذه الطّبقة.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و الطّبقة الثّالثة: مسانيد و جوامع و مصنّفات ...

كـ: مسند ابى يعلىٰ، و مصنّف عبدالرّزّاق، و كتب البيهقى، و الطّحاوى.

و الطّبقة الرّابعة: كتب قصد مصنّفها بعد قرون متطاولة، جمع ما لم يوجد فى الطّبقتين الأوليَين، كانت فى المجاميع و المسانيد المختفية ... و مظنّة هٰذه الأحاديث كتاب الضّعفاء لابن حبّان، و كامل ابن عدىّ ... و أصلح هٰذه الطّبقة ما كان ضعيفاً محتملاً و أسوؤها ما كان موضوعاً أو مقلوباً شديدة النّكارة و هٰذهِ الطّبقة مادّة كتاب الموضوعات لابن الجوزىّ.“

(حُجّةُ اللّٰه البالغه، باب طبقات كتب الحديث، ج:1،ص: 375)

83۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

”و يتلوهٗ: ما نطق بهٖ الأحاديث المستفيضة الصّحيحة المروية فى صحيحى الشّيخين: ابى عبداللّٰه البخارىّؒ و مسلم النّيسابورىّؒ و مؤطّا الإمام مالكؒ من غير تعارض الأخبار، و الاختلاف الفاحش فى ألفاظ الرّوايات. أعنى: بذٰلك ما تجتمع فيه أربعة شُروطٍ:

(١) يكون صريحاً فى معناهٗ لايخفىٰ المراد منهٗ علىٰ العارف باللِّسان.

(٢) ويكون مستفيضاً، قد رواهٗ من الصّحابة ثلاثة فأكثر، ثمّ لم يزل يتزايد الرّواة فى كلّ طبقةٍ حتّىٰ جاء ت طبقة حفّاظ الحديث و جهابذة الفقهاء فارتضوهٗ و قالوا بهٖ.

(٣) ويكون مرويّاً فى هٰذهِ الكتب الثّلاثة:

(الف) فإنّ لها شاناً فى الإسلام ليس لغيرها.

(ب) و أنّ لها قبولاً عند العلماء بالحديث و الفقه، ليس لغيرهما.

(ج) و أنّ لها صحةً لم يشهدوا بمثلها فى غيرها.

(د) و أنّ لها اشتهاراً فى علماء الحديث و الفقه،مشارقتها و مغاربتها الحجازيّين منهم، و الشّاميّين، و العراقيّين، ليس مثلهٗ لغيرها.

(هـ) و أنّ للقوم اشتغالاً بشرح غريبها و ضبط مشكلها و تخريج فِقهِها و ذكر رُوَاتها، ليس لهم مثل ذلك الاشتغال بغير هٰذهِ الكتب، و هٰذا الأمر لا يكاد يخفىٰ إلّا علىٰ أجنبى عن مدارك القوم.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

(۴) و لا یکون هناک تعارض الأخبار عن النّبیّ ﷺ، لا سیّما فی مثل هٰذهٖ الکتب." (التّفهیمات الإلٰهیه، تفہیم نمبر: 66، ج: 1، ص: 208 تا 213)

84۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"و یتلوهٗ ما حکاهُ مالکؒ فی المؤطّا: "أنّهٗ مذهب کبار الصّحابةؓ و التّابعینؒ و الّذی جریٰ علیه عمل أهل المدینة من لّدن زمان النبوة إلیٰ زمانهٖ (ﷺ)". ثمّ لم یتعقّبهُ الشّافعیؒ و أحمدؒ و البخاریؒ و أمثالهم من الجامعین بین الفقه و الحدیث فیما قد رَوَوْهُ بل ارتضوهُ و قالوا بهٖ و شدّوهُ:

(۱) بصریح أخبارٍ جاء ت من النّبیّ ﷺ صحیحةً أو حسنةً، و لو کانت من باب أخبار الأحاد.

(۲) أو بدلالتها و إشارتها.

(۳) أو بآثار جمّ غفیرٍ من الصّحابةؓ و التّابعینؒ.

(۴) أو بقیاسٍ واضحٍ و استنباط قویٍّ.

و فی حکم ما حکاهُ مالکؒ کذلک ممّا کان مثلهٗ ممّا یرویهٖ سفیان الثّوریؒ مثلاً. و لٰکن فی حکایة مالک أکثر و أوثق، و فی روایة غیرهٖ لاتجد ذٰلک إلّا أقلّ قلیل". (حوالہ بالا)

85۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"و أکابر هٰذا الوجه من الصّحابة: عمر، و علی، و ابنِ مسعود، و ابن عباس رضی اللّه عنهم، لٰکن کان من سیرة عمر رضی اللّٰه عنهٗ انهٗ کان یشاور الصّحابةؓ و یناظرهم، حتّٰی تنکشف الغمّة و یأتیه الثّلج، فصار غالب قضایاه و فتاواه متّبعة فی مشارق الأرض و مغاربها: و کان علی رضی اللّٰه عنهٗ لا یشاور غالباً، و کان أغلب قضایاه بالکوفة، و لم یحملها عنهٗ إلّا ناسٌ. و کان ابن مسعود رضی اللّٰه عنهٗ بالکوفة، فلم یحمل عنهٗ غالباً إلّا أهل تلک الناحیة. و کان ابن عباس رضی اللّٰه عنهما اجتهد بعد عصر الأوّلین."

(حُجّة اللّٰه البالغه، باب کیفیة تلقی الامة الشرعة من النبی ﷺ، ص: 73-372)

86۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"و یتلوهٗ: ما صحّ فیهٖ حدیثٌ صحیحٌ أو حسن فی الکتب المشهورة و قام بمثلهٖ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الحجّة، و أخذ بہٖ جماعة من الفقهاء. أو كان استنباطاً صحيحاً قوياً شهد لهٗ الجماعة بالصّحية. و اللّٰه أعلم.

فهٰذا كلّهٗ ظاهر شريعة النّبىّ صلّى اللّٰه عليه و سلّم و الجادّة القويمة من سننہٖ البيّن رُشدُها و الباهرُ قدرُها."

(التّفهيمات الإلٰهيه، تفہیم نمبر: 66، ج:1، ص: 208 تا 213)

87۔ ازالة الخفاء، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، ج 4، ص 176، طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

88۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"ليس المراد بالتّطبيق نفى دعوىٰ مخالفة أحد الخصمين للآخر، و لا حمل كلام احدهما علىٰ مراد الآخر، و لا دعوىٰ مطابقة اُصول مذهب كُلّ و فروعہٖ على الواقع، بل هو: "عبارة عن معرفة قدر انطباق كل مذهب مع الواقع، و قدر انحرافہٖ عنهٗ، و معرفة سبب الانحراف، بحيث يتفطّن لهٗ من كلامہٖ و اصولہٖ و فروعہٖ، حتىٰ يطمئنّ القلب و يزول الرّيب."

(تكميل الأذهان، از شاہ رفیع الدّین دہلویؒ، الباب الرّابع فى تطبيق الآراء، ص 118، طبع: نصرة العلوم، گوجرانوالا)

89۔ خطبۂ صدارت حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن، تاسیسی اجلاس جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی منعقدہ ۱۶/صفر ۱۳۳۹ھ/ 29/اکتوبر 1920ء علی گڑھ

تیسرا خطبہ

90۔ القرآن 269:2

91۔ صحيح بخارى، ج 1، كتاب العلم، حدیث نمبر 71۔

92۔ تكميل الأذهان، الباب الرّابع فى بيان تطبيق الآراء، ص 123۔

93۔ عبقات، از شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ، عبقہ نمبر 2، ص 5، طبع: مجلس علمی، کراچی، ۱۳۸۰ھ/ 1960ء۔

94۔ سطعات، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، سطعہ نمبر 16، ص 28-26، طبع: شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد، سندھ، 1964ء۔

95۔ شاہ رفیع الدین دہلویؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"المشّاؤن متجرّدون للعقل، و المحدّثون للنّقل، و متأخّرون الصّوفية

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

للکشف، و أمّا المتکلّمون فکلامھم خلط بین نقل و عقل، و الإشراقیة بین عقل و کشف، و الجامعون بینھما علیٰ اعتدال نُدر."

(تکمیل الأذھان، الباب الرّابع، ص126-27)

96۔ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ "عبقات" میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نام تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"و قد قادنی ھادی التّوفیق فی طرق تحصیل الیقین و التحقیق حتّی فُزت بمطالعة کتابی "اللّمحات و السّطعات" و ما ضاھاھما من المختصرات من مصنّفات أفضل المحقّیقن، و فخر المدقّقین، اعتصام الحکماء، و إمام العرفاء، و أعلمھم باللّٰہ، الشّیخ ولی اللّٰہ أفاض اللّٰہ علینا من برکاتہٖ." (عبقات، مقدمہ، ص2-3)

(جب مجھے توفیق کی ہدایت دینے والے (اللہ تبارک و تعالیٰ) نے مجھے یقین اور تحقیق کے حصول کے طریقوں کی طرف کھینچا، یہاں تک کہ میں "لمحات اور سطعات" جیسی دو کتابوں کے مطالعے میں کامیاب ہوا۔ نیز اسی طرح کی ایسی مختصر کتابیں جو مسائل اور احکام کے تحقیقی دلائل دینے والوں میں سب سے افضل، اور اُن دلائل کے بھی دلائل دینے میں بلند تر مقام رکھنے والے، حکما اور فلاسفہ کا مرکز ومحور، عرفا اور صوفیا کے امام اور اُن میں سب سے زیادہ اللہ کی معرفت اور علم رکھنے والے، شیخ ولی اللہ — اللہ تعالیٰ اُن پر اپنی برکات نازل فرمائے — نے لکھی ہیں۔)

97۔ حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"و کلّ منھا (أی عقل، نقل و کشف) إذا استجمع شروط صحتہٖ کان مطابق الواقع، فامتنع أن یکون متناقضة بالحقیقیة لئلّا یلزم اجتماع النقیضین."

(تکمیل الأذھان، الباب الرّابع فی بیان تطبیق الآراء، ص123)

98۔ القرآن 11:93

99۔ شاہ صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں: "وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿١١﴾ (98) ونعمتِ عظمٰی بریں ضعیف آں است کہ اُو را خلعتِ فاتحیت دادند، و فتحِ دورۂ بازپسیں بر دستِ وے کردند، و ارشاد فرمودند کہ مرضی درفقہ چیست آں را جمع کردہ فقہِ حدیث از سرِ بنیاد کرد، واَسرارِ حدیث و مصالحِ احکام، وترغیبات، وسائرآں چہ حضرت پیغامبر ﷺ از خدائے تعالیٰ آوردہ اند وتعلیم فرمودہ اند۔ وآں فنّے است کہ پیش ازیں فقیر، مضبوط تر ازسخنِ ایں فقیر کسے آں را نہ کردہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

است، با وجود جلالت آں فن۔ اگر کسے را دریں حرف شبہ باشد، گو کتاب "قواعدِ کُبریٰ" بہ بیں کہ شیخ عزالدینؒ آں جا چہ جہد ہا کردہ بہ عشرِ عشیر ایں فن فائز نہ شدہ۔"
(أنفاس العارفين، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، الجزء اللّطيف فی ترجمة العبد الضّعيف (فارسی)، ص 200، طبع ملتان)

100۔ التّفهيمات الإلٰهيه، تفہیم 243 (مکتوبِ مدنی)، ج: 2، ص 261۔ طبع حیدر آباد، سندھ۔

101۔ ایضاً، تفہیم نمبر 208، جلد 2، ص 211۔

102۔ حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، مقدّمہ، ص 30۔

103۔ ایضاً۔

104۔ القرآن 14:47۔

105۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:
"ثمّ إنّی جعلتُ الكتابَ علٰی قِسمَين: أحدهما قسم القواعد الكُلّية الّتی تنتظم بها المصالح المرعية فی الشّرائع... و القسم الثّانی فی شرح أسرار الأحاديث من أبواب الإيمان ..... ثمّ من أبواب آداب المعيشة، ثمّ من أبواب شتّی". (حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه، ج: 1، ص: 55-56)

106۔ ایضاً، ص 55۔

107۔ "و أكثرها كانت مسلّمةً بين المِلل الموجودة فی عهد النّبیّ ﷺ و لم يكن فيها اختلاف بينهم، و كان الحاضرون مستغنين عن سوالها، فنبّه النّبیّ ﷺ عليها كما يُنبّه علٰی الأصول المفروغ عنها، عند إفادة الفروع، فتمكّن السّامعون من إرجاع الفروع إليها لما مارسوا من نظائرها فی العرب المنتسبين إلٰی الملّة الإسماعيلية، و اليهود، و النّصارىٰ، و المجوس."
(حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه، ج: 1، ص: 57)

108۔ القرآن 117:2۔

109۔ رواه البخاری، حدیث نمبر 3191۔

110۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:
"أحدها: الإبداع و هو إيجاد شیء لا من شیء؛ فيخرج الشّیء من كتم العدم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بغیر مادّة. و سُئل رسول اللّٰه ﷺ عن أوّل هٰذا الأمر، فقال: ''كان اللّٰه و لم يكن شيء قبلهُ.'' (حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه، ج:1،ص 57)

111۔ القرآن 7:11

112۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

''سألتموني عن الإبداع ما هو؟ فأقول: هو إيجاد شيء من غير مادةٍ، و أوّل المبدعات: (١) القلم (٢) ثمّ اللّوح (٣) ثمّ العرش (۴) و الماء المشار إليه بقولهٖ تعالٰى: '' وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ '' (القرآن 7:11)ثمّ خلق اللّٰه تعالٰى من الماء ما خلق و من هنالك بدء الخلق.''

(التّفهيمات الإلٰهيه، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، ج1،تفہیم نمبر18،ص 75)

113۔ القرآن 15:55۔

114۔ حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه، ج:1،ص 57۔

115۔ القرآن 30:21

116۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت یوں ہے:

''و الثّالثة: تدبير عالَم المواليد؛ و مرجعهُ إلٰى تصيير حوادثها موافقةً للنّظام الّذي ترتضيه حكمتهُ، مفضيةً إلٰى المصلحة الّتي اقتضاها جُوده.''

(حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه، ج:1،ص 59)

117۔ القرآن 5:32-4۔

118۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

''و تفصيل ذٰلك: أنّ القوى المودعة في المواليد، الّتي لا تنفكّ عنها، لمّا تزاحمت و تصادمت، أوجبت حكمة اللّٰه حدوث أطوار مختلفة، بعضها جواهر و بعضها أعراض، و الأعراض إمّا أفعال، أو إرادات من ذوات الأنفس، أو غيرهما.'' (حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه، ج:1،ص:59)

119۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

''اقتضت رحمة اللّٰه بعبادهٖ و لُطفهٖ بهم، و عموم قدرتهٖ علٰى الكلّ، و شمول علمهٖ أن يتصرّف في تلك القوىٰ، و الأمور الحاملة لها، بالقبض، و البسط، و الإحالة، و الإلهام، حتّٰى تفضي تلك الجملة إلٰى الأمر المطلوب.'' (ایضاً،ص 60)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

120۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

”إعلم! أنه دلّت أحاديث كثيرة علىٰ أنّ فى الوجود عالَماً غير عنصرىّ، تتمثّل فيه المعانى بأجسام مناسبة لها فى الصّفة، و تحقّق هنالك الأشياء قبل وجودها فى الأرض نحواً من التّحقق، فإذا وُجدت كانت هى هى، بمعنى من معانى هو هو؛ و أنّ كثيراً من الأشياء ممّا لا جسم لها عند العامّة، تنتقل و تنزل و لا يراها جميع النّاس.“ (حوالہ بالا، باب ذكر عالم المثال، ص 61-60)

121۔ القرآن 6:66۔

122۔ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

”الجاحد للوُجود المثالى ليس من أهل السّنّة حقّاً، بل فيه شوب من الاعتزال لما أنّهٗ يضطرّ إلىٰ ألف نصّ بل أكثر تاويلاً بعيداً.“

(عبقات، خاتمة الكتاب فى تحقيق عالم المثال، عبقه نمبر 7)

123۔ سنن ترمذى، كتاب تفسير القرآن عن رسول الله ﷺ، باب و من سورت الاعراف، حدیث نمبر 3075۔

124۔ صحيح بخارى، كتاب الصلوٰة، حدیث نمبر 349۔

125۔ القرآن 69:38۔

126۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

”أفعال الحقّ تبارك و تعالىٰ و إن كانت كثيرة جدّا، فإنّها لا تخرج عن أربعة أجناس: [١] إبداع [٢] و خلق [٣] و تدبير [٤] و تدلّى.

[١] فالإبداع: إفاضة الشّىء من العدم البحت إلىٰ التّحقّق....

[٢] و الخَلق: جعل الشّىء شيئاً... و الأثر المرتّب عليه: ظهور الأفلاك، و العناصر، و سائر الأنواع بخواصها و آثارها....

[٣] و أمّا التّدبير: فالتّصريف فى العالَم، ليصير الحوادث فيه موافقةً للمصلحة الكلّية....

والمحوّج إليه: امتزاج القوىٰ بالقوىٰ، لو لم يكن التّدبير أفضى إلىٰ الشّرّ الواجب فى حكمة اللّٰه تعالىٰ نفيه. و مرجعه: إلىٰ إلهام ذات الإرادة من

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

الـمـلائـكـة، و الـنّـاس، و البهائم، و إلىٰ إحالة طبائع المواليد، و إلىٰ تقريبات مركّبة من القبيلتين. ...

[٤] و أمّـا التدلّى: فأصله ظهور الحقّ فى العالَم، مدبّراً له بمنزلة تدبير النّفس الـنّـاطـقـة لـجسـدهٖ. و يتـفـرّع عـليـه ظهور عكس هٰذا التّجلّى فى الرّؤيا، أو اليقظة، أو فى المعاد. ... و الأثر المرتّب عليه: ظهور علمٍ و رُشدٍ، أو تكميل النّفوس. ... و لا يتمّ يومئذ إلّا بالتدلّى. "

(لمحات، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، لمحہ نمبر: 34)

127۔ أنـفـاس الـعـارفين، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، الـجـزء الـلّـطيف فـى ترجمة العبد الضّعيف (فارسی)، ص 200، طبع ملتان۔

128۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"اعـلـم ! انّ بـعـض افـعال الله يترتّبُ علىٰ القُوى المُودعة فى العالم بوجهٍ من وُجُوه التّرتُّب شهد بذٰلك النّقل و العقل ... فتلك القُوىٰ:

(١) منها: خواصُّ العناصر و طبائعها.

(٢) و منها: الاحكامُ الّتىٓ اودعها اللهُ فى كُلّ صُورةٍ نوعيّةٍ .

(٣) و مـنـهـا: احوالُ عالم المثال و الوُجُودُ المقضىّ بهٖ هُنالك قبل الوُجُود الارضىّ.

(٤) و منها: ادعيةُ الملا الاعلىٰ بجهد هممهم لمن هذّب نفسهٗ او سعىٰ فىٓ اصلاح النّاس ، و علىٰ من خالف ذٰلك.

(٥) و مـنـهـا: الشّـرائعُ المكتُوبةُ علىٰ بنىٓ آدم و تحقُّقُ الايجاب و التّحريم فانّها سببُ ثواب المُطيع و عقاب العاصى .

(٦) و مـنـهـا: ان يـقـضـى اللهُ تعالىٰ بشىءٍ فيجُرُّ ذٰلك الشّىءُ شيئاً آخر ، لانّهٗ لازمُهٗ فى سُنّة الله و خرمُ نظام اللُّزُوم غيرُ مرضيّ... فكُلُّ ذٰلك نطقت به الاخبارُ ، و أوجبتهُ ضرُورةُ العقل".

(حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه، باب ذكر سنّة اللّٰه، ص: 71-70)

129۔ القرآن 43:35۔

130۔ صحيح بخارى، كتاب الصّلوٰة، حدیث نمبر 349۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

131۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"الرّوح فی الحقیقة: حقیقة فُردانیة، و نقطة نورانیة، یجلّ طورها عن طور هٰذهِ الأطوار المتغیّرة المتغایرة، الّتی بعضها جواهر و بعضها أعراض، و هی مع الصّغیر کما هی مع الکبیر، و مع الأسود کما هی مع الأبیض، إلٰی غیر ذٰلک من المتقابلات. و لها تعلّق خاصّ بالرّوح الهوائی أوّلاً، و بالبدن ثانیاً، من حیث أنّ البدن مطیّة النّسمة. وهی کُوّة من عالَم القدس ینزل منها علٰی النّسمة کلّما استعدّت لهٔ." (حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه، ص: 76-75)

132۔ القرآن 72:33۔

133۔ القرآن 66:6۔

134۔ القرآن 4:95۔

135۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"تشریع تتمہ تقدیر است؛ اما تقدیر: عبارت ازاں است کہ برائے ہر نوعے خِلقت، و اَخلاق، وافعالِ اومعیّن کنند۔ انسان؛ ناطق، فاهمِ خطاب است، بادی البِشره، مُستوی القامه، ماشی علٰی رِجلین۔...

وتشریع: عبارت ازاں است کہ انسان چوں مرکب است از دوقوت: (۱) مَلَکیه، (۲) و بهیمیه۔ اعتدالِ نوعے اُوتقاضا ے کند کہ آں حرکات را کہ بہ سببِ آں ہر دوقوت بجائے خود بہ ماند۔ و در معاد سعادت نصیب اُوشود، و در ارتفاقاتِ ضروریہ؛ از آدابِ معیشت، و نکاح، و ابتغائے معیشت، و سیاستِ مدن از جادۂ قویمہ بیرون نہ رود۔ و ایں ہمہ احوال و افعال را برائے نوعِ انسان معیّن کردن تشریع است۔"

(سطعات، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، سطعہ نمبر: 15، ص 25-24)

136۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب ما یذکر فی الطّاعون، حدیث نمبر 5729۔

137۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"الاُمور الّتی یمتاز بها الإنسان من سائر أفراد الحیوان کثیرةٌ جدًّ، لٰکن جماع الأمر و مِلاکه خصلتان: أحدهما زیادة القوّة العقلیة؛ و لها شعبتان:

(۱) شعبة غائصة فی الارتفاقات لمصلحة نظام البشر، و استنباط دقائقها.

(۲) و شعبة مستعدّة للعُلوم الغیبیة الفائضة بطریق الوهب.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و ثانيهما: براعة القوة العملية؛ و لها أيضاً شعبتان: (١) شعبة هي ابتلاعها للأعمال من طريق بلعوم اختيارها و إرادتها ... (٢) و شعبة هي أحوال و مقامات سنيّة كمحبّة اللّٰه و التوكّل عليه ممّا ليس في بهائم جنسها."

(حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه، باب انشقاق التكليف من التقدير، ص 86-85)

138۔ ایضاً، ص 88-87

139۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"إعلم! أنّ الإنسان مجزيون بأعمالهم، إن خيراً فخيرٌ، و إن شرّاً فشرٌّ، من أربعة وجوه:

(١) أحدها: مقتضى الصّورة النّوعية ...

(٢) و ثانيها: جهة الملاء الأعلٰى ...

(٣) و ثالثها: مقتضى الشّريعة المكتوبة عليهم ...

(٤) و رابعها: أنّ النّبيّ إذا بُعث في النّاس".

(ایضاً، باب اقتضاء التكليف المجازات، ص 92)

140۔ أنفاس العارفين، الجزء اللّطيف في ترجمة العبد الضّعيف (فارسی)، ص 200۔

141۔ رواه احمد، ج6، ص 443۔ و مشكوٰة المصابيح، باب الإيمان بالقدر، حديث نمبر 123۔

142۔ آپؐ نے فرمایا: "أُعطيتُ قوّة أربعين في البطش و النّكاح." (المعجم الأوسط، حدیث نمبر 567) (مجھے نکاح اور گرفت کے سلسلے میں چالیس (جنتی) مردوں کی قوت دی گئی ہے۔)

143۔ القرآن 53:9-8۔

144۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"إعلم! أنّ الخواطر: الّتي يجدها الإنسان في نفسه، و تبعثهٗ على العمل بموجبها، لا جرم أنّ لها أسباباً، كسنّة اللّٰه في سائر الحوادث. و النّظر و التّجربة يظهران أنّ منها ___ و هو أعظمها ___ جبلّة الإنسان الّتي خُلق عليها كما نبّه النّبيّ ﷺ في الحديث الّذي رويناهٗ من قبل."

(حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه، باب في أسباب الخواطر الباعثة على الأعمال، ص 98)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

145۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"إعلم! أنّ الأعمال الّتی یقصدها الإنسان قصداً مؤکّداً، و الأخلاق الّتی هی راسخة فیه تنبعث من أصل النّفس النّاطقة، ثمّ تعود إلیها، ثمّ تتشبّث بذیلها، و تحصٰی علیها". (ایضاً، باب لصوق الأعمال بالنّفس و إحصائها علیها، ص: 99)

146۔ القرآن 49:18۔

147۔ رواه مسلم، 16:133۔ مشکوٰة المصابیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار، حدیث نمبر 2326۔

148۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"أمّا الإحصاء علیها فسرّهٗ — علٰی ما وجدّتهٗ بالذّوق — أنّ فی الحیّز الشّاهق تظهر صورة لکلّ إنسان بما یعطیه النّظام الفوقانی، و الّتی ظهرت فی قصّة المیثاق شعبة منها، فإذا وُجدت هٰذا الشّخص انطبقت الصّورة علیه، و اتّحدت معهٗ؛ فإذا عمل عملاً انشرحت هٰذه الصّورة بذٰلک العمل انشراحاً طبیعیاً بلا اختیار منهٗ." (حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه، باب لصوق الأعمال بالنّفس و إحصائها علیها، ص: 02-101)

149۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"انّی فهّمنی اللّٰهُ تعالٰی بفضلهٖ انّ مرجعها الٰی خصالٍ اربعٍ، تتلبّسُ بها البهیمیّةُ متٰی غطّتها النّفسُ النُّطقیّةُ، و قسرتها علٰی ما یُناسبُها، و هی اشبهُ حالات الانسان بصفة الملأ الاعلٰی، مُعدّةٌ للُحُوقهٖ بهم، و ان خراطهٖ فی سلکهم، و فهّمنی انّهٗ انّما بُعث الانبیاءُ للدّعوة الیها، و الحثّ علیها، و انّ الشّرائع تفصیلٌ لها، و راجعةٌ الیها." (ایضاً، مبحث السّعادة، باب 4، ص 160)

150۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"و الطّهارة أشبه الصّفات النّسمیة بحالات الملاء الاعلٰی فی تجرّدها عن الألواث البهیمیة و ابتهاجها عندها من النّور و لذٰلک کانت معدّة لتلبّس النّفس بکمالها بحسب القوّة العملیة." (ایضاً، ص: 161)

151۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"و هٰذه الحالةُ اقربُ الحالات النّسمیّة، و أشبهُها بحال الملأ الاعلٰی فی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

توجُّهها الٰى بارئها ، و هيمانها فى جلالهٖ ، و استغراقها فى تقديسهٖ ، و لذٰلک كانت مُعدّةً لخُرُوج النّفس الٰى كمالها العلميّ ، اعنى انتقاش المعرفة الالٰهيّة فى لوح ذهنها ، و اللُّحُوق بتلك الحضرة بوجهٍ من الوُجُوه و ان كانت العبارةُ تقصُرُ عنهُ." (ایضاً،ص 162)

152۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"و السّماحة هيئة تمنع الإنسان من أن يتمكّن منهُ ضدّ الكمال المطلوب علماً و عملاً." (ایضاً،ص 163)

153۔ "العدالة، وهى مَلَكة فى النّفس، تصدر عنها الأفعال الّتى يقام بها نظام المدينة و الحىّ بسهولة، و تكون النّفس كالمجبول علىٰ تلك الأفاعيل." (ایضاً)

154۔ ایضاً، باب الحجب المانعة عن ظهور الفطرة، ص 167۔

155۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"و قد ذكرنا لِمّيّة المجازات و إنّيّتها، ثمّ ذكرنا الارتفاقات الّتى جُبل عليها البشر، فهى مستمرّة فيهم لا تنفكّ عنهم، ثمّ ذكرنا السّعادة و طريق اكتسابها: حان أن نشتغل بتحقيق معنىٰ البرّ و الإثم، فالبِرّ:

(١) كُلّ عمل يفعلهُ الإنسان قضيّةً لانقيادهٖ للملاءِ الأعلىٰ، و إضمحلالهٖ فى تلقّى الإلهام من اللّٰه، و صيرورته فانياً فى مراد الحقّ.

(٢) و كلّ عمل يجازىٰ عليه خيراً فى الدّنيا أو الآخرة.

(٣) و كلّ عمل يصلح الارتفاقات الّتى بُنى عليها نظام الإنسان.

(٤) و كلّ عمل يفيد حالة الانقياد و يدفع الحُجُب."

(ایضاً، مبحث البرّ و الإثم، مقدمه فى بيان حقيقة البّر و الإثم، ص 173)

156۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"و الإثمُ:

(١) كُلّ عمل يفعلهُ الإنسان قضيّة لانقيادهٖ للشّيطان، و صيرورتهٖ فانياً فى مُرادهٖ.

(٢) و كُلّ عمل يُجازىٰ عليه شرّاً فى الدّنيا أو الآخرة.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(٣) و كُلّ عمل يفسد الارتفاقات.

(٤) و كُلّ عمل يُفيد هيئة مضادّةً للانقياد و يؤكّد الحُجُب." (حوالہ بالا)

157۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"ليس المقصود بالذّات فى العناية التّشريعية حال فردٍ بل حال جماعة، كأنّها كُلّ النّاس و للّٰه الحُجّة البالغة، و معظّم شعائر اللّٰه أربعة: القرآن، و الكعبة، و النّبى، و الصّلوٰة." (ايضاً، باب تعظيم شعائر اللّٰه تعالىٰ، ص 209)

158۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"هل تستطيع أن تعلم أنّ الارتفاقات الّتى بُنى عليها نظام البشر، و أعطتها عناية الرّحمٰن بنوع الإنسان، و لا سيّما الارتفاق الثّانى و الثّالث، و الاقترابات الّتى أودعت فى طبائع البشر، و أبرزتها عناية الرّحمٰن بنوع الإنسان، و لا سيّما الإحسان و التّعبُّد و الاجتناب عن الشّرور، كُلّها امور كلّية تتأتّٰى بصورٍ كثيرةٍ .... فالصّورة المعيّنة و الوضع الخاص من تلك الصّور و الأوضاع من حيث يتأتّٰى به الارتفاقات و الاقترابات يُسمّٰى بالمِلّة."

(البُدُور البازغه، المقالة الثّالثة فى بيان الملل و الشّرائع، فصل:1، ص:41-240)

159۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"و لا تغترّ بما سقنا إليک من تصويرها و تمهيدها علىٰ الملّة الحنيفية، فإنّها علىٰ طريقة التّمثيل لا غير، فلا تظنن الواجب الأصلى محصوراً فيه، بل الحقّ أنّ الواجب الأصلى لا يكاد يذهل عنهٗ ملّة من الملل أصلاً و لا أن ينكرهٗ أحد ممن يسمّٰى بشراً و إن عصاه، و إنّما النّزاع و الخلاف فى التصوير بصورة معيّنة و التّمهيد علىٰ وضع خاصّ." (ايضاً، ص 241)

160۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"و لمّا كان أكثر بنى آدم لا يحصلون علوم الارتفاقات و الاقترابات علىٰ وجهها، و لا يهتدون لأصولها و تمهيدها علىٰ أوضاعها، وجب من لُطف اللّٰه تعالىٰ و عنايته بنوع الإنسان أن تظهر المِلل، و تودع فى جبلّتهم داعية الانقياد لملةٍ مّا مِن الملل، ثم تثار ارتفاقات توجب الانقياد لملّة خاصّة. أمّا ظهور المِلل فيكون علىٰ ضروب شتّٰى:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(الف) منها: أن يتّصف بإقامتها عالم معلّم من اللّٰه، قد أحاط بعلوم الارتفاقات و الاقترابات، فمهّد الملّة تمهيداً مستوياً جامعاً، و هٰذا الضّرب أعلٰها و أسناها.

(ب) و منها:

(١) أن يظهر ملك عادل فيبسط العدل، و ينشرهٗ حسب ما عقل من المصلحة من معاملته مع الجنود و الرّعية، و من تنفيذهٖ للحدود و المزاجر، و من فصلهٖ للخصومات، و قطعهٖ بمادة النّزاع بينهم، و تعيينهٖ للجيش ليوم الحرب، إلٰى غير ذٰلك من أفاعيله سنّة مستحسنة معقولة مطبوعة، فيجيء المُلوك من بعدهٖ فيتّبعونهٗ فيها.

(٢) و يظهر من كلّ قوم حكمائهم و مبرزوهم فيحصل من مجاریٰ عاداتهم و رُسومهم فی آثارهم فی نكاحهم و ضيافاتهم إلٰى غير ذٰلك سنّة معقولة مستحسنة، فيجيء النّاس من بعدهم يتّبعونهم فيها.

(٣) و هٰكذا يظهر فی كلّ أهل صناعة إمام يقتدی بفعالهٖ.

(٤) و يظهر راشد عقل وجهاً من وجوه الاقترابات، فيكمّل به فيحصل من جريانهٖ فی مقتضيات قربهٖ سنّة مطبوعة يتّبعها ناس من قومهٖ.

و بالجملة فتحصل من علوم هٰذه الأئمّة جميعاً ملّةً لازمةً لا تعصٰى. و هٰذا الضّرب لم يخل عنهٗ زمان و لا بلد قطّ." (ایضاً، ص: 43-242)

161۔ القرآن 13:42۔

162۔ القرآن 48:5۔

163۔ صحیح بخاری، کتاب التّیمّم، حدیث 335۔

164۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"إعلم! أنّ الشّارع أفادنا نوعين من العلم متمايزين بأحكامهما، متباينين فی منازلهما: فأحد النّوعين علم المصالح و المفاسد ... و النّوع الثانی علم الشّرائع و الحدود و الفرائض..." (حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه، المبحث السّابع، باب الفرق بين المصالح والشرائع، ص: 363)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

165۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

”کُلّ مصلحة حثّنا الشّرع عليها و كلّ مفسدة ردعنا عنها، فإنّ ذٰلک لا يخلو من الرّجوع إلٰى أحد اصول ثلاثة:

أحدها: تهذيب النّفس بالخصال الأربع النّافعة فى المعاد، أو سائر الخصائل النّافعة فى الدّنيا.

و ثانيها: إعلاء كلمة الحقّ، و تمكين الشّرائع، و السّعى فى إشاعتها.

و ثالثها: انتظام أمر النّاس و إصلاح ارتفاقاتهم و تهذيب رسومهم“.

(ایضاً، ص: 364)

166۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت یوں ہے:

”و مرجع هٰذا النّوع إلٰى قوانين السّياسة المِلّية و ليس كل مظنّة لمصلحة توجب عليهم و لٰكن ما كان منها مضبوطا امراً محسوساً أو وصفاً ظاهراً يعلمهٗ الخاصّة و العامّة.“ (ایضاً، ص: 366)

167۔ شاہ صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں: ”وایں فقیر را حصر استنباطات در دہ قسم، وترتیب آں اقسام بہ خاطر ریختہ اند، وآں مقالہ میزانے است عظیم برائے سنجیدن بسیارے از احکامِ مستنبط“۔ (الفوز الکبیر، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، باب چہارم در بیانِ فنونِ تفسیر، فصل در باقی لطائف ایں باب، ص 153، طبع فرید بک ڈپو، دہلی)

168۔ صحيح بخارى، كتاب التّيمّم، حديث 335۔

169۔ شاہ صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں:

”انسان چوں مرکب است از دوقوت: (۱) مَلَکیہ (۲) وبھیمیہ۔ اعتدالِ نوعِ اُو تقاضا مے کند، آں حرکات را کہ بہ سببِ آں ہر دوقوت بجائے خود بہ ماند۔ و در معاد سعادت نصیب اُو شود۔ و در ارتفاقاتِ ضروریہ؛ از آدابِ معیشت، و نکاح، و ابتغاءِ معیشت، و سیاستِ مدن از جادۂ قویمہ بیرون نہ رود۔ و ایں ہمہ احوال و افعال را برائے نوعِ انسان معین کردن تشریع است۔“ (سطعات، سطعہ نمبر: 15، ص 25)

170۔ علی گڑھ کالج کے بانی سرسیّد مرحوم نے اصولِ تفسیر پر ایک کتاب ”تحریر فی اصول التفسیر“ لکھی ہے۔ اس میں چوتھا اصول بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: ”یہ بھی مسلم ہے کہ قرآن مجید بلفظہٖ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر نازل ہوا ہے یا وحی کیا گیا ہے۔...مگر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ صرف مضمون القا کیا گیا تھا اور الفاظِ قرآن آں حضرتؐ کے ہیں، جن سے آں حضرتؐ نے اپنی زبان میں جو عربی تھی، اس مضمون کو بیان کیا ہے۔ **و العجب ثمّ العجب علیٰ ما قال الإمام حُجَّة الإسلام بل حُجّة اللّٰه فی الأنام الشّاہ ولی اللّٰه الدّھلویؒ فی کتابہٖ "التّفھیمات الإلٰھیہ"** ...مگر یہ قول شاہ صاحب کا عقل اور نفس الامر دونوں کے مخالف ہے۔"

(تحریر فی اصول التفسیر، از سرسیّد احمد خاں، الاصل الرابع، ص 32، طبع: خدا بخش اورنٹیل پبلک لائبریری، پٹنہ، 1995)

یہاں سرسیّد مرحوم نے شاہ صاحبؒ کی طرف جس قول کی نسبت کی ہے، اس کا تعلق دائرۂ "تدلیات" میں قرآن حکیم کے الفاظ اور معانی کی تعیین کی بحث سے ہے۔ نزولِ قرآن سے متعلق شاہ صاحبؒ کی یہ تصریح "سطعات" میں بڑی وضاحت کے ساتھ موجود ہے:

"اگر در نفسِ پیغمبر برکاتِ الٰہی از دو میزاب فرود آید: (۱) میزابِ اوّل اثرِ دریائے تشریع — چناں کہ حقیقت ہفت گانہ او را بیان کردیم — (۲) میزابِ دوم از دریائے سِرّ کلام و تعیینِ وضعی از آں منزّل بر قلبِ پیغمبر قرآن باشد۔" (سطعات، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، سطعہ نمبر 22، ص 34، طبع: شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد، سندھ) سرسیّد مرحوم نے شاہ صاحبؒ کی جو عبارت نقل کی ہے، اس کی سطعات کی عبارت کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح "**تفھیمات**" میں جو "**کلاماً الٰھیاً**" اور "**کلامُ اللّٰه**" کے الفاظ استعمال کیے ہیں، وہ انھی دونوں میزابِ معنوی اور میزابِ لفظی کے تناظر میں ہیں۔ (آزاد)

171۔ القرآن 7:13۔

172۔ القرآن 24:35۔

173۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ لکھتے ہیں کہ: "ہندو دھرم خدا کا بھیجا ہوا ہے، جو ظہورِ اسلام کے بعد منسوخ ہوگیا اور رام چندر جی، کرشن جی وغیرہ کی عزت اور ان کا احترام کرنا چاہیے۔ کیوں کہ ممکن ہے کہ یہ خدا کے بھیجے ہوئے ولی یا پیغمبر ہوں۔" (مکتوبات حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ، ص 85، طبع: مکتبہ برہان، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی)

174۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر 4685۔

175۔ ایضاً، حدیث نمبر 6785۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

176۔ القرآن 65:3۔

177۔ القرآن 12:2۔

178۔ القرآن 148:6۔

179۔ القرآن 2:12۔

چوتھا خطبہ

180۔ القرآن 10:7۔

181۔ عن عائشةؓ، شعب الإيمان للبيهقي. حدیث نمبر: 1233، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

182۔ روى البيهقي فى شعب الإيمان.

183۔ ہمعات، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، ہمعہ نمبر 17، ص 96، طبع: شاہ ولی اللہ اکیڈمی، سندھ۔

184۔ البُدور البازغه، ص:55۔

185۔ القرآن 70:17۔

186۔ القرآن 10:7۔

187۔ شیخ الاسلام علی بن ابوبکر برہان الدین مرغینانیؒ ہدایہ میں لکھتے ہیں:

"أنّ الشّركة للمساوات لغة و قد أمكن إثباته بين الكلّ".

اس پر مولانا ابوالحسنات عبدالحئی لکھنویؒ حاشیے میں لکھتے ہیں:

"أنّ الشّركة تقتضى المساوات لقوله تعالىٰ: و إن كانوا اكثر من ذٰلك فهم شركاء فى الثّلث" فيستوى فى الثّلث الذّكور و الإناث جميعا".

(ہدایہ محشیٰ، کتاب الوصایا، ج:4، ص:666، طبع: مکتبہ شرکتِ علمیہ، ملتان)

188۔ اسلام کا اقتصادی نظام از حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، ص 40-39، ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور۔

189۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"فإنّ المفلس يضطرّ إلىٰ التزام ما لا يقدر علىٰ ايفائه، و ليس رضاهٗ رضاً فى الحقيقة، فليس من العقود المرضيّة، و لا الأسباب الصّالحة، و إنّما هو باطل و سحت بأصل الحكمة المدنية."

(حُجَّةُ اللّٰه البالغه، من ابواب ابتغاء الرّزق، ج:2، ص:74-273)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

190۔ القرآن 3:83-1۔

191۔ دیکھئے! حواشی ''سماجی انصاف اور اجتماعیت'' از مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ، ص 163 تا 168، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور، 2019ء۔

192۔ القرآن 70:17۔

193۔ حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه، باب سیاسة المدینة، ج:1، ص 141۔

194۔ البُدُورُ البازِغه، ص:87۔

195. المعجم الکبیر للطّبرانی، عن کعب بن عجرهؓ، کنز العُمّال، از علامہ علی متقیؒ، حدیث نمبر 9206.

196۔ ادب الدنیا و الدّین للإمام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری الماوردیؒ، ص: 215، طبع: دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔

197. البُدُورُ البازِغه، ص: 88.

198۔ سنن الترمذی، حدیث نمبر 1209.

199۔ قاضی ابو یوسفؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

''و بقیت بقیّة من المال، فقسّمها بین النّاس بالسّویة علٰی الصّغیر و الکبیر، و الحُرّ و المملوک، و الذّکر و الأُنثٰی، فخرج علٰی سبعة دراهم و ثلث لکلّ إنسان. فلمّا کان العام المقبل، جاء مال کثیر هو أکثر من ذٰلک، فقسّمهٗ بین النّاس، فأصاب کُلّ إنسان عشرین درهماً.''

(کتاب الخراج، از امام قاضی ابو یوسفؒ، ص 45، طبع: بیروت)

200۔ اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

''یا خلیفة رسول اللّٰه! إنّک قسّمت هٰذا المال فسوّیت بین النّاس، و من النّاس أُناس لهم فضل و سوابق و قدم، فلو فضّلت أهل السّوابق و القدم و الفضل بفضلهم.'' (حوالہ بالا)

201۔ اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

''أمّا ذکرتم من السّوابق و القدم و الفضل، فما أعرفنی بذٰلک، و إنّما ذٰلک شيء ثوابهٗ علٰی اللّٰه جلّ ثنائهٗ، و هٰذا معاش فالاُسوة فیه خیر من الاُثرة.'' (ایضاً)

202۔ قاضی ابو یوسفؒ کی اصل عبارت یہ ہے:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

”و لـمّا رأى المال قد كثر، قال: ”لئن عشت إلٰى هٰذه اللّيلة من قابل، لأُلحقن أُخرى النّاس بأولٰهم حتّٰى يكونوا فى العطاء سواء.“ (ایضاً،ص:50)

203۔ القرآن 67:25

204۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

”و غالب سبب خراب البُلدان فى هذا الزّمان شيئان:

أحـدهـما: تضييقهم علىٰ بيت المال، بأن يعتادوا التّكسّب بالأخذ منهم علىٰ أنّهـم مـن الـغُزاة، أو من العُلماء الّذين لهم حقّ فيه، أو من الّذين جرت عادت الـمـلوک بصلتهم، كالزّهّاد والشّعراء، أو بوجه من وجوه التّكدّى، و يكون الـعـمـدة عـندهم هو التّكسّب، دون القيام بالمصلحة، فيدخل قوم علىٰ قوم فينغصون عليهم، و يصيرون كَلًّا علىٰ المدينة.

و الثّـانـى: ضـرب الـضّـرائـب الثّقيلة علىٰ الزُّرّاع، و التُّجّار، و المتحرّفة، و التّشـديـد عـليهم، حتّٰى يفضى إلىٰ إجحاف المطاوعين و استئصا لهم، و إلىٰ تمنّع أولى باس شديد و بغيهم.“

(حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه، باب سياسة المدينة، ج:1،ص: 41-140)

205۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

”و مـا تـراه من ملوک بلادک يغنيک عن حكاياتهم، فدخل كلّ ذٰلک فى أصـول مـعـاشـهـم، و صار لا يخرج من قلوبهم إلّا أن تمزّع و تولّد من ذٰلک داء عضال، دخل فى جميع أعضاء المدينة.“

(حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه، باب اقامة الارتفاقات و اصلاح الرسوم، ج:1،ص:302)

206۔ ایضاً۔

207۔ ایضاً، باب سياسة المدينة، ج:1،ص 141۔

208۔ القرآن 45:6۔

209۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

”أنّ الـقـضية لا مـحـالة إمّـا ربـط منزلىّ، أو مبادلة، أو معاونة، فإذا فسد باب التّـفتيش و التّحقيق فالحكم فکُّ الرّبط، و بقاء كل رجل علىٰ ما كان عليه. فـإن كان هناک عدوان لأحد علىٰ الآخر فقدر العدوان قدر عدل لا وكس و

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

لا رفع." (البُدُورُ البازِغه، ص: 101)

210۔ القرآن 124:20۔

پانچواں خطبہ

211۔ القرآن 158:7

212۔ صحیح بُخاری. باب ما ذکر عن بنی إسرائیل. حدیث 3455، طبع بیروت۔

213۔ صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب 53، حدیث نمبر 4950۔

214۔ القرآن 158:7۔

215۔ القرآن 29:18۔

216۔ القرآن 31:18۔

217۔ حُجّةُ اللّٰهِ البالِغة، باب انشقاق التّکلیف من التّقدیر، ج: 1، ص: 85۔

218۔ القرآن 31:2۔

219۔ تفسیر جلالین، امام جلال الدین سیوطیؒ، تفسیر سورۃ البقرہ، ج: 1، ص: 8، طبع: قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

220۔ حُجّةُ اللّٰهِ البالِغة، مبحث الارتفاقات، باب الارتفاق الأوّل، ص: 29-128۔

221۔ تفسیر البحر المحیط، سورۃ البقرۃ، تحت آیت 251۔

222۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"الحکمة المنزلیة أن تراعی الأخلاق الفاضلة، و العلوم التّجربیة، و الرّأی الکلّی فی معاملتک مع أهل منزلک و أصحابک، لتکون صحبتک علٰی أحسن وجه، و أکرم ارتباط." (البُدُورُ البازِغه، ص: 77)

223۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

"الحکمة الاکتسابیة أن تراعی الرّفاهیة، و الظّرافة فی معاشک، فتقبل علٰی سعی تتوصّل بها بواسطة المعاملات الاُخر إلٰی جمیع ما یحتاج إلیه علٰی أحسن وجه و أرفع وضع". (حوالہ بالا، ص: 85)

224۔ حُجّةُ اللّٰهِ البالِغة، ج: 1، ص 138۔

225۔ القرآن 100:12۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

226۔ البُدورُ البازِغه، ص:92۔

227۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

”أنّ القضية لا محالة إمّا ربط منزليّ أو مبادلة أو معاونة، فإذا فسد باب التفتيش و التّحقيق فالحكم فكّ الرّبط و بقاء كلّ رجل علىٰ ما كان عليه. فإن كان هُناك عدوان لأحد علىٰ الآخر فقدر العُدوان قدر عدل لا وكس و لا رفع.“ (حوالہ بالا،ص 101)

228۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

”إنّ اجتماع النّاس لا يخلو عن التجاوز، و التحاسد، و الشّحناء، و كثيراً ما يصحبهم الجرأة علىٰ القتل و النّهب و الاجتماع، فيبغون إفساد هٰذا النّظام المنزلى، إمّا بجلب الأموال و الأراضى و الجاه، و إمّا لأحقاد دنيوية، و رفع مظالم أو حقد بسبب الدّين، فلا بُدّ من اجتماع أبطال يقاومونهم و يحفظون المدينة عن بأسهم.... هٰذا الارتفاق هو الجهاد.“ (ایضاً،ص:93)

229۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

”نقيب كلّ قوم يجب أن يكون رجلاً منهم، عدلاً قيّما، عارفاً بمصالحهم و مفاسدهم، متيقّظاً لأخبارهم، و متفحّصاً عمّا يقع فيهم.“ (ایضاً،ص:109)

230۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

”و من تلك الأشياء سدّ الثّغور، و إقامة الحصون، و الأسوار، و الأسواق، و بناء القناطير، و كرى الأنهار، و تزويج اليتامىٰ و حفظ أموالهم، و قسمة الصّدقات علىٰ ذوى الحاجات، و قسمة التّركات فى الورثة، و كذٰلك معرفة الرّعية، و التّقدم بجواب ما يلقىٰ إلىٰ القوم جميعا، و الجمع، و الخراج، و أمثال ذٰلك، و يسمّى بالتّولّى و بالنّقابة، و صاحبها بالمتولّى و النّقيب.“ (ایضاً،ص:94-93)

231۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

”معلّم النّاس الخير، تعليمه علىٰ وجهين: أحدهما: تعليم ما يستقيم بهٖ أخلاقهم، و ينتظم بهٖ الارتفاق الثّانى و الثّالث علىٰ تحرى الصّواب و إقامتهٖ. و ثانيهما: تعليم ما يستقيم به تقرّبهم إلىٰ اللّٰه تعالىٰ و ما ينتظم بهٖ حالهم فى

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

الدّار الآخرة.“ (ایضاً،ص:07-106)

232۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

”و المدينة صارت بذٰلک الرّبط شيئاً واحداً، کلّ جماعة و أهل بيت منه يضاهی عضواً من أعضاء الواحد، و لها وحدة البتّة، فلا بُدّ من حفظ هٰذه الوحدة علٰی صحّتها، ثمّ تکميل منافعها، و التّدبير الّذی به توجد الصحّة، و تکمّل، و الإمام فی الحقيقة. و ليس الإمام عندنا هو الشّخص الواحد الإنسانی البتّة. نعم! إذا تولّاهُ مستعدّ لها مستبدّ بنفسه صلح الأمر کلّ الصّلاح، و يکون إماماً فی ظاهر القول.“ (ایضاً،ص:91)

233۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

”و الرّجل الواحد المتکفّل بها جميعاً هو الإمام الحقّ، و قلّما يوجد ذٰلک“. (ایضاً،ص:94)

234۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت درجِ ذیل ہے:

”و الأکثر وقوعاً هو أن يکون القائم بأمرين أو ثلاثة رجلاً واحداً و بالباقی رجلاً آخر. و المُدن النّاقصة قد توجد هناک بحسب کلّ حاجة سنّة مصطلحة عليها، أو رئيس فی کلّ أهل صناعة يصدرون برأيه، أو اجتماع من عقلاء القوم و مبرزيهم. و قد يکون سبب انعقاد السّنّة الإرشاد إليها من رجل مؤيّد من الغيب ثبت عندهم حقّانيته.“ (ایضاً،ص:95-94)

235۔ ایضاً،ص:83۔

236۔ القرآن 247:2۔

237۔ البُدورُ البازِغه، ص:96۔

238۔ القرآن 30:2۔

239۔ حُجّةُ اللّٰهِ البالِغة، باب الرّسوم السّائرة فی النّاس، ج:1، ص:149۔

240۔ ایضاً۔

241۔ ایضاً۔

242۔ صحیح مسلم،حدیث نمبر 2577۔

243۔ حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه، باب اقامة الارتفاقات و اصلاح الرسوم، ج:1،ص 302۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

244۔ ایضاً، باب الرّسوم السّائرۃ فی النّاس، ص 151۔

245۔ القرآن 88:11۔

246۔ القرآن 2:247۔

247۔ (i) The Protection of Women From Domestic Violence Act, 2005 (India)

(ii) The Punjab Protection of Women against Violence Act, 2016

چھٹا خطبہ

248۔ القرآن 33:66۔

249۔ القرآن 33:67۔

250۔ القرآن 33:21۔

251۔ الانبیاء: 107۔

252. سلسلة الاحاديث الصّحيحة للألبانى، حديث: 3399. و فى مؤطّا إمام مالک و لفظه: "بعثتُ لأتمّم حُسن الأخلاق". (حديث: 2633)

253. مشکوٰة المصابيح، حديث: 257.

254۔ صحیح بخاری۔ باب ما ذکرعن بنی إسرائیل۔ حدیث 3455، طبع بیروت۔

255۔ القرآن 12:47۔

256۔ تفصیلات کے لیے سورت یوسف کا مطالعہ کیجیے۔

257۔ القرآن 28:4۔

258۔ القرآن 28:5۔

259۔ القرآن 20:44۔

260۔ القرآن 26:17۔

261. صحيح بخارى، حديث: 6008.

262. رواه البيهقى فى السّنن الكبرىٰ، باب الإيضاع فى وادى محسّر، حديث: 9524. و فى رواية مسلم عن جابر رضى الله عنه: "رأيت النّبىّ يرمى علىٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

راحلته یوم النّحر، و یقول: "لتأخذوا مناسککم". (باب استحباب رمی جمرة العقبة یوم النّحر راکبا الخ، حدیث: 1297).

263۔ القرآن 183:2۔

264۔ القرآن 51:42۔

265۔ القرآن 8:5۔

266. السّیرة النّبویّة لابن کثیرؒ، جزء أوّل، ص: 259، طبع: مکتبة دارالمعرفة للطّباعة و النّشر و التّوزیع، بیروت.

267۔ دیکھئے صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، حدیث: 3۔

268۔ القرآن 7:93۔

269۔ القرآن 1:96۔

270۔ القرآن 5:96۔

271. مشکوٰة المصابیح، حدیث: 257.

272۔ القرآن 9:39۔

273۔ القرآن 6:96۔

274۔ القرآن 24:20۔

275۔ القرآن 28:18۔

276۔ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، حدیث: 7۔

277۔ القرآن 15:96۔

278. دیکھئے! البدایه و النهایه، ج: 3، ص: 289، طبع: دارالکتب العلمیه، بیروت. قال البکری: فلمّا اتیٰ رسول الله ﷺ عبدالله برأس ابی جهل و أخبره بما قاله ابوجهل قال ﷺ: "کما إنّی أکرم النّبیّین علیٰ الله و أمّته أکرم الأمم عند الله کذٰلک فرعون هٰذه الأمة أشد و أغلظ من فراعنة سائر الأمم إذ فرعون موسیٰ حین غرق قال: أمنت انه لا إلٰه إلا الذی آمنت به بنو إسرائیل. فرعون هٰذه الأمّة إزداد عداوة و کفرا"

(کتاب تاریخ الخمیس فی احوال أنفس النفیس ﷺ، للدّیار البکری المتوفی ۹۶۶ھ، ج: 1، ص: 385، طبع: دار صادر، بیروت)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

279۔ القرآن 16:96۔

280۔ القرآن 17:96۔

281۔ القرآن 18:96۔

282۔ القرآن 19:96۔

283. مسند احمد، حدیث: 25108، 23460.

284۔ حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں:

فلمّا قضیٰ رسول اللّٰہ ﷺ الصّلوٰۃ، قال: "اللّٰھمّ علیک بقریش، اللّٰھمّ علیک بقریش". "اللّٰھمّ علیک بعَمرو ابن ھشّام (ابوجھل)، و عتبۃ ابن ربیعۃ، و شیبۃ بن ربیعۃ، و الولید بن عتبۃ، اُمیۃ ابن خلف، و عقبۃ ابن ابی معیط، و عمارۃ بن الولید". قال عبد اللّٰہ: فو اللّٰہ لقد رأیتھم صرعیٰ یوم بدر، ثمّ صُحبوا إلی القلیب قلیب بدر. ثمّ قال رسول اللّٰہ ﷺ: "و اُتبع أصحابُ القلیب لعنۃ".
(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، حدیث:520)

285۔ القرآن 39:22۔

286۔ القرآن 4:61۔

287. السّیرۃ النّبویّۃ لابن ھشّام، ج: 2، ص: 144.

288. رواہ البخاری، فی ترجمۃ الباب، باب: 20، "باب افشاء السلام من الاسلام" تعلیقاً عن عمار ابن یاسر و رواہ احمد فی مسندہ مرفوعاً.

ساتواں خطبہ

289۔ القرآن 5-6:2۔

290۔ القرآن 21:33۔

291۔ القرآن 107:21۔

292۔ صحیح بخاری. باب ما ذکر عن بنی إسرائیل. حدیث 3455، طبع بیروت

293۔ صحیح مسلم، کتاب الإمارۃ، باب 53، حدیث نمبر 4950

294۔ السّیرۃ النّبویّۃ لابن کثیرؒ، جزء أوّل، ص: 259، طبع: مکتبۃ دارالمعرفۃ للطّباعۃ و النّشر و التّوزیع، بیروت.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

295۔ القرآن 1:96۔

296۔ صحیح بخاری، حدیث: 3۔

297۔ القرآن 5:96۔

298۔ ایضاً۔

299۔ القرآن 6:96۔

300۔ القرآن 4:28۔

301۔ ایضاً۔

302۔ القرآن 205:2۔

303۔ القرآن 17:79۔

304۔ القرآن 15:96۔

305۔ القرآن 16:96۔

306۔ القرآن 17:96۔

307۔ القرآن 18:96۔

308۔ القرآن 19:96۔

309۔ قال رسول اللّٰه ﷺ: ”یا عمّ! و اللّٰه! لو وضعوا الشّمس فی یمینی، و القمر فی یساری علیٰ أن أترک ھٰذا الأمر، حتّی یظھرہ اللّٰه أو أھلک فیه ما ترکته“. (اے چچا جان! اللہ کی قسم! اگر یہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں اس شرط پر کہ میں اس دین کو چھوڑ دوں، ایسا نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ اللہ اسے غالب کردے یا میں اس میں ہلاک ہوجاؤں، میں اسے بالکل نہیں چھوڑوں گا۔) (السّیرۃ النّبویّۃ لابن ھشّام، مباداۃ رسول اللّٰه قومه و ما کان منھم، الجزء الأوّل، ص: 299)

310۔ القرآن 39:22۔

311۔ السّیرۃ النّبویّۃ لابن کثیرؒ، الجزء ثانی، ص: 322.

312۔ القرآن، 4:60 تا 70۔

313۔ صحیح بخاری، حدیث: 1739۔

314۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ”رأیت عمرو بن لُحیی بن قمعة ابن خندف یجرّ قصبه فی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

النّار ..... انّہ اول من کان غیّر دین اسماعیل فنصب الاوثان، و بحر البحیرۃ، و سیّب السّائبۃ، و وصل الوصیلۃ، و حمیٰ الحامی". (السّیرۃ النّبویّۃ لابن ھشّام، ج: 2، ص: 94، طبع: دارالکتاب العربی، بیروت)

315۔ تفصیلات کے لیے دیکھئے پینڈرل مون کی کتاب "Strangers In India"، اردو ترجمہ: "ہند میں انگریز ریاست"، تیسرا باب: کسان اور قانون، ص: 37 تا 51، طبع: تخلیقات، لاہور

316۔ پھر اس مقدمے کا فیصلہ جنوری 2018ء میں سو سال کے بعد ہوا۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے بی بی سی کی رپورٹ مؤرخہ 30/جنوری 2018ء۔

317۔ تفصیلات کے لیے دیکھئے:

The Corporation that Changed the World How the East India Company Shaped the Modern Multinational by Nick Robins.

318۔ چیف جسٹس پاکستان آصف سعید کھوسہ نے کہا کہ: "اگر مجھے نظر بھی آ رہا ہے کہ اس نے قتل کیا، جب بھی قانون سے ثابت ہونا ضروری ہے۔ ہمارا کام انصاف کرنا نہیں، بلکہ قانون کے مطابق انصاف کرنا ہے"۔ (شہ سُرخی، روزنامہ جنگ، 24/نومبر 2019ء)

319۔ روزنامہ ایکسپریس لاہور، 4/نومبر 2015ء، ص: 1۔

320۔ صحیح بخاری، حدیث: 2298۔

321۔ القرآن 33:9۔

322۔ صحیح بخاری، حدیث: 6229۔

323۔ ایضاً۔

324۔ القرآن 77:4۔

325۔ القرآن 39:22۔

326۔ تفصیلات کے لیے دیکھیں "نقش حیات"، از مولانا سیّد حسین احمد مدنی، ج: 2، ص: 11 تا 38، طبع: مکتبہ دینیہ، دیوبند

327۔ القرآن 60:8۔

☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہارسِ علمیہ

آیاتِ قرآنیہ	519
احادیثِ نبویہؐ	523
اصطلاحات	525
شخصیات	539
کتابیات	549

آیاتِ قرآنیہ

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ...الآیہ (الفاتحہ: 6-5)	421
وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ (البقرہ: 12)	242
جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (البقرہ: 30)	355
عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرہ: 31)	330
لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ (البقرہ: 41)	112
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ...الآیہ (البقرہ: 183)	395
بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (البقرہ: 117)	168
وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا...الآیہ (البقرہ: 205)	336
زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (البقرہ: 247)	352، 371

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ:256)	42
مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا ...الآیہ(البقرہ:269)	147
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (آلِ عمران:65)	242
كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ (النساء:77)	465
اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (المائدہ:8)	395
لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا (المائدہ:48)	224
فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (الانعام:6)	294
اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ (الانعام:148)	242
وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا ...الآیہ(الاعراف:10)	257، 272
قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ..الآیہ(الاعراف:158)	322، 326
اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (الانفال:60)	471
لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (التوبہ:33)	458
اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ...الآیہ(ہود:88)	369
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (یوسف:2)	245
فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖ (یوسف:47)	389
وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ ...الآیہ(یوسف:100)	343
لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد:7)	239
وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً ...الآیہ(النحل:112)	42، 85
وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ ...الآیہ(بنی اسرائیل:70)	272، 281
حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا (الکہف:31)	327
وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ ...الآیہ(الکہف:28)	403
سَآءَتْ مُرْتَفَقًا (الکہف:29)	327

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا ...الآیہ(الکہف:49)	205
قُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا (طٰہٰ:44)	391
وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (طٰہٰ:124)	310
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:107)	385، 428
اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (الحج:39)	409، 441، 465
وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا ...الآیہ(الفرقان:67)	289
اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (الشعراء:17)	391
اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا ..الآیہ(القصص:4)	36، 390، 396
يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ (القصص:4)	336
اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ...الآیہ(السجدہ:4-5)	172
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:21)	385، 428
يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ ...الآیہ(الاحزاب:66)	381
اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا(الاحزاب:67)	381
اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ ...الآیہ(الاحزاب:77)	111، 185
اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (الفاطر:24)	239
فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَلَنْ تَجِدَ ...الآیہ(الفاطر:43)	181
مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ (ص:69)	177
هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (الزمر:9)	400
شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا ..الآیہ(الشوریٰ:13)	223
اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ (الشوریٰ:15)	395
اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ ..الآیہ(محمد:14)	160
وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (الرحمٰن:15)	169

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ ...الآیہ(الحدید:25)	27، 73
لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحدید:25)	31
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ...الآیہ(الصّف:4)	38
صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (الصّف:4)	409
هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى...الآیہ(الصّف:9)	27
لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (التحریم:6)	175، 188
اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ...الآیہ(المزمل:15)	37
اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (النازعات:17)	36، 336، 401
وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ...الآیہ(المطففین:1-3)	278
وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (الضحیٰ:7)	35
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (التین:4)	188
اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ (العلق:1)	36، 400، 434
عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (العلق:5)	335، 400
كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى (العلق:6)	36، 335، 401
كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ (العلق:15)	37، 404، 438
نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ (العلق:16)	37، 338، 404
فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ (العلق:17)	37، 404، 439
سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ (العلق:18)	37، 405، 439
كَلَّا لَا تُطِعْهُ (العلق:19)	38، 405، 439

☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احادیثِ نبویہ

إذا سمعتم بهٖ بأرضٍ فلا تقدموا عليه ... الحديث	191
إذا سمعتُم بِجَبَلٍ زال عن مكانهٖ فصدّقوهُ ... الحديث	196
اُعطيتُ قوّة أربعين فى البطش و النّكاح	198
إعملوا فكلّ ميسّر لما خُلق لهٗ	239
اُطلبوا الرّزق من خبايا الأرض	257
الاقتصاد فى النّفقة نصف المعيشة	257
اللّٰهمّ عليک بقريش، اللّٰهمّ عليک بقريش	408
ألا! إنّ دمائكم و أموالكم حرام ... الحديث	40، 444
ألا! لا نبىّ بعدى، سيكون بعدى خلفاء فيكثرون	73
إنّ اللّٰه يبعث لهٰذه الاُمّة علىٰ رأس كلّ مائة... الحديث	73
إنّ يهود بنى عوف اُمّةً مع المؤمنين	40
إن اللّٰه خلق آدم، ثم مسح ظهرهٗ بيمينهٖ ... الحديث	176
إنّما هى أعمالكم اُحصيها عليكم ... الحديث	147
أنّ يهود بنى عوف اُمّةً مع المؤمنين	411
إيّاكم و الجُلوسَ بالطُّرُقات	463
باللّٰه! لنكونَنّ يداً واحداً مع المظلوم علىٰ الظّالم	34، 396، 431
بعثتُ لاُتمّم مكارم الأخلاق	385
بعثتُ لأتمّم حُسن الأخلاق	385

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بعثتُ معلّماً 385

التّاجر الصّدوق الأمین مع النّبیّین و ... الحدیث 285

ثلاث مَن جَمعَهُنّ فقد جمع الإیمان 413

خذوا عنّی مناسککم ... الحدیث 395

رأیت عمرو بن لُحیی بن قمعة ... الحدیث 446

صلّوا علیٰ صاحبِکم 453

صلّوا کما رأیتمونی اُصلّی 394

العلماء ورثة الأنبیاء 78

فإذا أبیتم إلّا المجلس فأعطوا الطّریق حقّه 464

فأشراف النّاس یتّبعونه أم ضعفائهم؟ 403

فمن کان یکفیه علف ناقتهٖ و صنع طعامهٖ ... الحدیث 285

کانت بنواسرائیل تسوسهم الأنبیاء ... الحدیث 27، 32، 73، 322، 385، 387، 428

لا تزال طائفة من امّتی قائمین علی الحقّ ... الحدیث 27، 32، 73، 322، 428

لقد خشیتُ علیٰ نفسی 398

من یّرد اللّٰه بهٖ خیراً یُّفقّهه فی الدّین 147

نعم! نُفِرُّ من قدر اللّٰه إلٰی قدر اللّٰه 190

و کان النّبیّ یبعث إلٰی قومهٖ خاصّة و بعثت ... الحدیث 224

واللّٰهِ! ما یخزیک اللّٰه أبداً 35

هٰذا آدم، و هٰذهٖ الأسودة عن یمینهٖ و شِمالهٖ نسمُ بنیه 176

یا عمّ! و اللّٰه! لو وضعوا الشّمس فی ... الحدیث 404

☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصطلاحات

اصطلاحات	صفحہ نمبر
اِبداع	169، 177، 179
اجتماع عقلاء القوم و مبرزیھم	350
احادیثِ مستفیضہ صحیحہ	104، 106، 117، 119، 120، 133، 136
اِحالہ	173، 174، 178
اِحتیاجات وضروریات (Necessities)	263، 265، 266، 267، 268، 269، 270، 271، 272، 282، 285، 305
اَحسنِ تقویم	437
اِخبات	208، 209، 210، 215، 225
اَخلاقِ اربعہ	103، 207، 212، 215، 227، 261
اَخلاقِ فاضلہ	269، 271، 274، 278، 303
اِرتفاق	327
اِرتفاقاتِ اربعہ	33، 44، 64، 103، 110، 165، 166، 189، 190، 192، 193، 207، 213، 214، 215، 217، 218، 219، 227، 232، 233، 263، 271، 313، 321، 322، 323، 327، 328، 329، 330، 346، 355، 356، 357، 358، 359، 360، 362، 374

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اِرتفاقاتِ عقلیہ 328

ارتفاقاتِ معاشیہ 328

استخراجی فقہ 89، 90

اِسراف اورتبذیر 289

اسلامی جمہوریہ پاکستان 472

اشتراکیت/سوشلزم (Socialism) 28، 29، 46، 59، 167، 232، 244، 256،
261، 266، 278، 279، 280، 300، 305،
306، 307، 311، 325، 366، 393، 396،
472

اِشراقیّین 87، 149، 150، 152، 167، 168

اُصول المکاسب 283

اِفادۂ حفاظت 286
(Utility of Possession)

اِفادۂ شکل (Utility of Form) 286

اِفادۂ مقام (Utility of Place) 286

اِفادۂ وقت (Utility of Time) 286

اِفادیت (Utility) 263، 286

اِقترابات 64، 65، 189، 217، 218، 219، 220

اِمامُ الحق 348، 349

اَمانت 186

آمریت 371

اُمورِ عامہ 282

انقلابِ فرانس 323، 349

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اِیجاد و تقلید	329
اینٹی تھیسز (Antithesis)	280، 304
بائع (بیچنے والا)	287
برِّ عظیم	254
بِرّ و اِثم	161، 162، 165، 215
بَسط	173، 178
بہیمیت	182، 185، 186، 188، 189، 193، 196، 197، 198، 203، 233
بیعُ العِینہ	300
پرولتاریہ (Proletariat)	267
پیدائش دولت (Production of Wealth)	260، 263، 264، 265، 268، 277، 283، 284، 285، 286، 290، 296، 299
تاویل، تطبیق، نسخ، ترجیح	230
تبادلہ دولت (Exchange of Wealth)	260، 263، 264، 277، 287، 290، 299
تجاذُب	197
تجارتی چکر	297
تجلّی	128، 117، 178، 199
تدبیرُ المنزِل	336
تدبیر	171، 172، 173، 174، 177، 178، 179، 181
تدلّی	177، 178، 179

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح	187، 189، 190، 191، 195
تصالُح	197
تطفیف	277
تعاونِ باہمی	284، 287، 295
تعلیمی دہشت گردی	448
تقتیر اور بخل	289
تقدیر	186، 187، 188، 189، 190، 191، 195
تقسیمِ دولت	260، 263، 264، 265، 276، 277، 287،
(Distribution of Wealth)	290، 299
تنظیم (Organization)	275، 276
تھیسز (Thesis)	280، 281، 303
ثمن	287
جادۂ قویمہ	102، 103، 104، 105، 106، 117، 120،
(الجادّة القويمة المحمّدية)	123، 127، 133، 135، 136، 148
جاگیردار (Land Lord)	325
جبر فی التّبرّع	301
جماهيرُ النّاس	368
جمہوریت	50، 57، 127، 134، 256، 325، 350،
	367، 372
جنگِ عظیم اوّل	47، 365، 366
جنگِ عظیم دوم	56، 366
جہاد	346

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جُھُول 186

حُبّ جمال 330

حجابات 212، 213، 215

حُرّیت پسند (Freedom fighter) 305، 427

حظیرة القدس 198

حكمة البِرّ و الإثم 215، 217، 226

حکمتِ اکتسابیہ 339، 363

(Science of Professions)

حکمتِ الٰہیہ 180

حکمتِ تعاملیہ 364

حکمتِ تعاملیہ 340

(Science of Trade)

حکمتِ تعاونیہ 340

(Science of Co-operation)

حکمتِ تعاونیہ 364

حکمتِ عملیہ 154، 155

حکمتِ معاشیہ 337

(Science of Livelihood)

حکمتِ منزلیہ 337، 364

(Science of Home)

حکمران طبقہ (Ruling Class) 325

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حِلف الفُضول	396، 397، 399، 404، 410، 432، 438، 442
حواریّین	391
خلافتِ خاصہ/ خلافتِ راشدہ علیٰ منہاج النبوہ	126
خلافت	54، 57، 124، 126، 287، 288، 355، 365، 366، 371، 372، 389
خلافت بمقابلہ جمہوریت	127، 134، 367
خلافتِ بنواُمیہ	53، 126، 259
خلافتِ بنوعباس	53، 126، 259
خلافتِ بنوعثمان	53، 126، 259، 365، 366، 367
خلافتِ راشدہ	53، 64، 66، 106، 259
خلافتِ عامہ	126
خلافتِ عثمانیہ	47، 259
خلافتِ کبریٰ	64،
خَلق	177، 178، 179
دارالندوہ	439
دین	458
ڈیوائڈ اینڈ رُول	481
ذو رأی راشد	221
ذو رأی فاسد	221
الرّأی الجزئی	44، 271، 294، 329، 385، 360

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

الرّأی الکُلّی	44، 221، 271، 281، 329، 364، 367، 370
روحُ الکُلّ	280، 282، 298
روحِ جزئی	282
ریاستِ مدینہ	472
ریاستِ مکہ	472
زمین (Land)	270، 275، 276
سائنس	351
سرمایہ (Capital)	262، 264، 266، 273، 274، 275، 276، 278، 299
سرمایہ دار (Capitalist)	267، 274، 275، 276، 277، 278، 281، 299، 325، 344، 351
سرمایہ داری نظام/کیپٹلزم (Capitalism)	28، 29، 46، 59، 130، 167، 232، 244، 256، 258، 259، 261، 262، 264، 266، 273، 274، 275، 277، 278، 279، 281، 294، 296، 297، 298، 299، 300، 303، 305، 306، 325، 366، 383، 384، 393، 447
سماج	386
سماجی حیوان (Social Animal)	324
سماحت	208، 210، 211، 215، 216
سن تھیسز (Synthesis)	280، 281، 304

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

سنتِ عادلہ 344

سوشل سائنسز 251

سوفٹ ویئر (Software) 372

سونے کی چڑیا 260، 266

(Golden Sparrow)

السّیاسات الملّیہ 161، 163، 166

شخصِ اصغر 282

شخصِ اکبر 282، 298

شریعتِ محمدیہ 357

شعائرِ اربعہ 15

شہریاریت 345

صَرفِ دولت 260، 263، 264، 265، 278، 289، 290،

(Consumption of Wealth) 296، 299

صفقۃ فی صفقۃ 300

صورتِ جسمیہ 149

طبیعتُ الکُلّ 282، 298

طبیعیّین (مادہ پرست) 360

طہارت 208، 209، 215، 216، 225

ظاھرُ الرّوایہ 105، 106

ظُلُوم 186

عاقدین 277

عالمِ ارضی 174، 176

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عالَمِ ارواح 174، 175، 176، 177، 182

عالَمِ مثال 54، 174، 175، 176، 177، 180، 202، 206، 238، 239

عاملینِ پیدائشِ دولت (Factors of Production of Wealth) 275، 276، 277، 296

عدالت 208، 211، 212، 215

عقلِ اوّل 181

عقلِ ثانی 181

عقلِ عاشر 181

عقولِ عشرہ 149

علمِ استعدادِ انسانیت 195

علمِ اصولِ فقہ 159

علم الاحکام 78، 79، 109، 110، 111، 112، 113

علم الارتفاقات 110، 193

علم الاعداد 115

علم التّذکیرات 109، 112، 113، 193

علم التّشریع 353

علم التّوحید و الصّفات 110، 193

علمُ الجمع بین المختلفات (علم تطبیق الآراء) 76، 77، 101، 102، 129، 148، 155

علم الحقائق 127، 129،

علمُ السّیاست و الخلافت 106، 124

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علمُ الشّرائع و الحُدود	228
علمُ العبادات	110، 193
علمُ الکلام	101، 102، 149
علمُ المخاصمه	109، 111، 112، 193
علمُ المصالِح و المفاسِد	227
علمِ تاویل قصص الانبیاء	108
علمِ تصوف	54
علمِ حقائقِ کائنات	106
علمِ خواص القرآن	108، 114، 115
علمِ سلوک واحسان	106
علمِ عروض	158
علمِ کمالاتِ اربعہ	167، 168
علمِ معاشیات	263، 268، 271، 272
علمِ منطق	158
علمِ نحو	159
علومِ تجربیہ	269، 270، 271، 274
عناصرِ اربعہ	170، 178، 179، 195
فَکُّ کُلِّ نِظَام	294
فلاسفۂ یونان	149

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

علمِ اسرارالدین (فلسفۃُ التّشریع الاسلامی) 78، 53، 79، 102، 103، 106، 127، 139، 145، 147، 148، 153، 155، 156، 157، 158، 159، 160، 161، 164، 166، 167، 181، 187، 193، 199، 217، 231، 233، 234، 235، 236، 237، 353، 358

فلسفۂ تصوف 150

فیوڈلزم (Feudalism) 45، 270

قبض 173، 174، 178

قدرِ زائد (Surplus Value) 262، 267، 276

قوتِ عقلیہ 191

قوتِ عملیہ 191، 192، 209

قوتِ مدبرۂ بدن، روحِ ہوائی، نسمہ (Vital Force) 182، 183، 184

قومیت 367

کمیونزم (Communism) 29، 46، 59، 258، 267، 278، 279، 281، 306، 308، 309، 393

کمیونسٹ ریولیشن 306

گیٹ معاہدہ (GATT) 367

لبرلزم 309

مادی جدلیت (Dialectical Materialism) 281

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مارٹ گیج سسٹم 297
(Mortgage System)
مبیع 287
متأخرینِ صوفیا 150
مجتہدِ مطلق 124
مجتہدِ منتسب 125
محنت (Labour) 275، 276، 278، 279، 286، 309
مدنی الطبع 284
المدینۃُ التّامّہ 349
المدینۃُ النّاقصہ 349
مدینۃُ النّبی 441
مدینہ (ریاست اور مملکت) 343، 412
مڈل مین (middle man) 277
مرکنٹائلزم (Mercantilism) 45، 46، 262، 264، 270، 324
مشّائین 87، 149، 168، 359
مشتری (خریدنے والا) 287
مصریت (Civilization) 343
معاہدۂ عمرانی (Social Contract) 322، 323، 324، 325، 327، 341، 342،
344، 349، 354، 386
مُفھِّمین اور ان کی آٹھ قسمیں 221
مقطّعاتِ قرآنیہ 108، 115، 116

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ملاءِ اعلیٰ 117، 180، 194، 196، 198، 200، 201، 202، 208، 209، 210، 214، 222، 223

ملاءِ سافل 177، 180، 196، 201، 202

ملّتِ ابراھیمیہ حنیفیہ 109، 218، 230، 360

ملتِ مجوس 360

مَلُکہ (Capability) 159، 206، 207، 211، 212، 240،

ملکی سیاست، سیاستِ ملیہ 342، 343، 358

مَلَکِیّت 182، 185، 186، 188، 189، 190، 193، 196، 197، 198، 202، 203، 221، 232، 233

میثاقِ الست 205

میثاقِ مدینہ 410، 411، 442

میثاقِ مکہ 438

نادرالرّ وایہ 105، 106

نجّامین (ستارہ پرست) 360

نظریۂ اجتماع 279، 280، 326

نظریۂ ارتقا 279، 280، 324

نظریۂ جدلیت (Dialectic Idealism) 279، 280، 298، 304، 325

نظریۂ مادیت 279، 324

نفسِ شجری 188

نفسِ ناطقہ 178، 202، 203، 208

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

نُقَباء 346

نوامیسِ الٰہیہ 358

نیچرل سائنسز 251

ہارڈ ویئر (hardware) 372

الہام 173، 178، 214

ہیولیٰ 149

ہیئتِ نفسانیہ 206

واجب الوجود 180، 181

وحدت الشّہود 88، 139

وحدت الوجود 88، 139، 282

وحدتِ کلی 298

وسائل (Resources) 263، 267، 268، 269، 270، 271، 273، 283، 291، 292، 302، 303، 304، 305

Might is Right 324

☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شخصیات

نام	صفحہ نمبر
آدم علیہ السلام (نبی)	108، 109، 169، 176، 223، 272، 281، 330، 422
ابراہیم علیہ السلام (نبی)	113، 223، 382، 388
ابراہیم نخعیؒ (امام)	123، 125
ابن جوزیؒ (علامہ)	119
ابن حبانؒ (محمد تمیمی)	118
ابن ماجشونؒ (علامہ)	53
ابوالکلام آزادؒ (مولانا)	305
ابوبکر صدیق (صحابیٔ رسول، رضی اللہ عنہ)	124، 236، 287، 288، 289، 380، 405، 445
ابوجہل (عمرو ابن ہشام)	35، 37، 382، 397، 402، 404، 407، 409، 432، 438، 440، 445، 469
ابوحنیفہؒ (نعمان بن ثابت، امام)	117، 123، 125
ابورضا محمد دہلویؒ (شیخ)	70
ابوسفیان (صحابیٔ رسول، رضی اللہ عنہ)	403، 468، 469

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابوطالب مکیؒ (شیخ) 125

ابوطاہر کردی مدنیؒ (شیخ) 81، 83

ابوعبیدہ بن جراح (صحابیٔ رسول، رضی اللہ عنہٗ) 190

ابولہب 382، 407

ابوہریرہ (صحابیٔ رسول، رضی اللہ عنہٗ) 31

ابویوسفؒ (قاضی، امام) 54، 288، 289

اجمل خانؒ (حکیم) 308

احمدؒ (بن حنبل، امام) 121، 125

احمد شاہ ابدالی 60، 61، 62، 63

احسن اللہ خان (حکیم) 468

اسماعیل علیہ السلام (نبی) 388

اشوکِ اعظم 58

افلاطون 239

اکبر اعظم 90، 266، 452

الطاف حسین لنگڑیال (پروفیسر ڈاکٹر) 22، 64

الفرڈ مارشل (Alfred Marshall) 266

الیگزینڈر دی گریٹ (سکندرِ اعظم) 416

اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا 398

اُمیہ بن خلف 407، 408

انس بن مالک (صحابیٔ رسول، رضی اللہ عنہٗ) 126

انگس میڈیسن (Angus Maddison) 260

اورنگزیب 58، 61، 79، 90

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایڈم سمتھ	29، 46، 59، 253، 262، 263، 264، 265، 266، 281، 295، 324، 359، 368
آئن سٹائن	209
اینگلز	46، 262
بخاریؒ (ابوعبداللہ، امام)	31، 54، 118، 119، 121، 236، 387
بشیراحمد چوہدری (پروفیسر ڈاکٹر)	314، 319، 375
بلال حبشی (صحابیٔ رسول، رضی اللہ عنہ)	37، 402، 404، 438، 439، 440
بہاء الدین زکریا ملتانیؒ	10
پنڈت چوتھ رام	306
تقی عثمانی (مولانا)	299، 300
تراب علی (مولوی)	468
ٹائن بی	253
جلال الدین سیوطیؒ (امام)	330
جمیل احمد ننتکانی (پروفیسر ڈاکٹر)	146
جنید بغدادیؒ	125، 126
جہانگیر (بادشاہ)	90
چنگیز خان	417
حسن بصریؒ	126
فاطمہ رضی اللہ عنہا	408

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

خدیجہ رضی اللہ عنہا	35، 398، 399، 408، 434
خطابیؒ (ابوسلیمان، علامہ)	237، 247
داؤد علیہ السلام (نبی)	113، 389
ڈارون (Charles Darwin)	279
رازیؒ (ابوعبداللہ محمد، امام)	253
رافعیؒ (ابوقاسم، امام)	105
رام چندر جی	239
رفیع الدین دہلویؒ (شاہ)	128، 149، 150، 152، 153، 255
روسو	253، 279، 323، 349، 359، 368
زاہد الکوثریؒ (علامہ)	52، 53، 54
زبیر بن عبدالمطلب (صحابیٔ رسول، رضی اللہ عنہ)	380، 396، 431
سراج الحق	466
سراج الدولہ	46، 63، 99، 446
سرسیّد (احمد خان)	137
سعید احمد رائے پوریؒ (مولانا، شاہ)	138، 319، 369، 382، 426، 474
سعید الرحمٰن (پروفیسر، ڈاکٹر، مفتی)	10، 11، 20، 22، 23، 68، 69، 74، 140، 143، 245، 246، 250، 251، 314، 315، 364، 369، 375، 420، 421، 477

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سفیان ثوریؒ (امام) 105، 121، 123

سلیمان علیہ السلام (نبی) 389

سیّد احمد شہیدؒ 77، 467

سیّد حسین احمد مدنی (مولانا) 137، 305

سیّد محبوب رضوی 138

شافعیؒ (محمد بن ادریس، امام) 105، 117، 121، 123، 125

شاہ جہان 90، 266

شاہ رُخ خان 461، 462

شاہ عالم 133

شدّاد 113

شیبہ بن ربیعہ 382، 407، 408

صُہیب رومی (صحابیٔ رسول، رضی اللہ عنہ) 37، 402، 404، 438، 440

ضیاء الحق (سابق صدر پاکستان) 299

طارق محمود انصاری (پروفیسر ڈاکٹر) 10

طلحہ (صحابیٔ رسول، رضی اللہ عنہ) 380

ظفر حسن ایبک 306

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا 398، 405، 406

عبدالحق محدث دہلویؒ (شیخ) 70

عبدالخالق آزاد رائے پوریؒ 9، 12، 64، 65، 66، 69، 71، 72، 140، 245، 246، 256، 312، 318، 375، 379، 421، 477

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالرحمٰن بن عوف (صحابیٔ رسول، رضی اللہ عنہٗ) 191
عبدالرحیم دہلویؒ (شاہ) 70، 80، 81، 82، 421
عبدالرحیم رائے پوریؒ (شاہ) 382
عبدالرحیم (پروفیسر، ڈاکٹر، حافظ) 146، 245
عبدالعزیز دہلویؒ (شاہ) 77، 133، 255، 382
عبدالقدوس صہیب (پروفیسر ڈاکٹر) 22، 65، 68، 69، 64، 140، 248، 312، 369، 375
عبداللہ ابن جدعان 396
عبداللہ بن عباس (صحابیٔ رسول، رضی اللہ عنہٗ) 122
عبداللہ بن عمر (صحابیٔ رسول، رضی اللہ عنہٗ) 122، 406
عبداللہ بن مسعود (صحابیٔ رسول، رضی اللہ عنہٗ) 54، 121، 122، 125، 407، 408
عبدالمتین نعمانی (حضرت مولانا، مفتی) 378، 379
عبدالواحد ہالی پوتہ (ڈاکٹر) 246
عبیداللہ سندھیؒ (امامِ انقلاب، مولانا) 89، 110، 134، 216، 254، 305، 308، 309، 317، 319، 365، 369
عتبہ بن ربیعہ 382، 407، 408
عثمان غنی (صحابیٔ رسول، رضی اللہ عنہٗ) 124، 125، 349، 380، 405
عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام دمشقی 153، 154، 247
عزیر (ڈاکٹر، شعبہ فارسی) 319
عقبہ بن ابی معیط 407، 408

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

علقمہ بن قیسؒ 125

علی المرتضیٰ (صحابیٔ رسول، رضی اللہ عنہٗ) 122، 123، 124، 125، 380

عمار (صحابیٔ رسول، رضی اللہ عنہٗ) 402، 404، 438، 440

عمارہ بن الولید 407، 408

عمر فاروق (صحابیٔ رسول، رضی اللہ عنہٗ) 121، 122، 124، 125، 190، 289، 380، 405، 416، 460

عمران خان (چیئرمین PTI، وزیراعظم پاکستان) 303، 474

عمرو بن لُحیّ 446، 449

عیسیٰ علیہ السلام (نبی) 113، 223، 238، 391

غزالیؒ (ابوحامد محمد، امام) 237، 253

غلام اسحاق خان (سابق صدر پاکستان) 299

غلام محمد (ملک) 452

غلام مصطفیٰ قاسمی (مولانا) 319، 369

فاروق احمد 378

فرعون 36، 37، 113، 381، 390، 391، 401، 404، 435، 436، 440

فریدہ یوسف (پروفیسر ڈاکٹر) 68

فضل الرحمٰن (مولانا) 466

فضیل بن عیاضؒ 125

فیورباخ (Ludwig Feuerbach) 279، 280، 259

قارون 113

قاضی (حسین احمد) 466

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

قیصر و کسریٰ 92، 95، 292، 294، 362، 380، 460

کارل مارکس 29، 46، 59، 253، 262، 264، 266، 295، 359

کرشن جی مہاراج 239

کعب بن اشرف 43

کفایت اللہ دہلویؒ (مفتیٔ اعظم ہند) 137

لارڈ میکالے 133، 137، 447

مالکؒ (بن انس، امام) 104، 105، 117، 121، 122، 123، 125، 126

مائیکل ہارٹ 416

مجدد الف ثانی (شیخ احمد سرہندیؒ) 78، 79، 421، 423

محمد (بن حسن شیبانی، امام) 105

محمد بن قاسم 58

محمد شاہ 99

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (امام الانبیا) 28، 33، 37، 166، 198، 210، 221، 223، 226، 326، 359، 360، 380، 385، 392، 397، 402، 403، 406، 415، 416، 417، 429، 430، 431، 432، 450

محمد ادریس لودھی (پروفیسر ڈاکٹر) 413

محمد اسحاق دہلویؒ (شاہ) 77

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

محمد اسماعیل شہیدؒ (شاہ) 54، 77، 128، 150، 175
محمد اکرم رانا (پروفیسر ڈاکٹر) 250، 310
محمد حسن بُچہ (پروفیسر ڈاکٹر) 378، 415
محمد صدیق (مولانا) 247
محمد طیب قاسمیؒ (حضرت، قاری) 138
محمد قاسم (حکیم) 308، 309
محمد قاسم نانوتویؒ (مولانا) 12، 116، 134، 255
محمد مختار حسن (حضرت مولانا مفتی) 420، 421
محمود حسن (شیخ الہند، مولانا) 12، 37، 134، 137، 255، 307، 365، 382، 405، 439
محمود سلطان کھوکھر (پروفیسر ڈاکٹر) 250
مسعود عالم (ڈاکٹر) 420
مسلمؒ (نیشاپوری، امام) 118، 119
مظہر جانِ جاناں (مرزا) 239
مہاراجہ بنارس 468
موسیٰ پاک شہید 69، 70
موسیٰ علیہ السلام (نبی) 36، 37، 113، 223، 238، 381، 390، 391، 401، 404، 435، 436، 440
نادر شاہ 84، 91
نجیب الدولہ 62
نظام الدین سہالوی (مُلّا) 88، 133

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

نمرود	113، 381، 388
نواب علی وردی خاں	99
نواز شریف (سابق وزیر اعظم پاکستان)	474
نوح علیہ السلام (نبی)	113، 223
نورانی میاں (شاہ احمد)	466
نوویؒ (یحییٰ بن شرف، امام)	105
نیوٹن	210
ہامان	113
ہیگل	279، 280، 298، 304، 359
ولید بن عتبہ	407، 408
یاسر (صحابیٔ رسول، رضی اللہ عنہٗ)	37، 402، 404، 438، 440
یزید بن اسود نخعیؒ	125
یوسف علیہ السلام (نبی)	343، 388، 389
یوسف رضا گیلانی (سابق وزیر اعظم پاکستان)	70

☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

القرآن الحکیم و تفاسیر

- تفسیر البحر المحیط، امام ابوحیان اثیرالدین محمد بن یوسفؒ
- تفسیر جلالین، امام جلال الدین سیوطیؒ، طبع: قدیمی کتب خانہ، کراچی

کتبِ احادیث

- سلسلۃ الاحادیث الصّحیحۃ، از محمد ناصرالدین البانیؒ
- السّنن الکبریٰ، از امام ابوبکر بیہقیؒ
- سنن ابوداؤد، از امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانیؒ، طبع بیروت
- سنن ترمذی، از امام ابوعیسیٰ محمد ترمذیؒ، طبع بیروت
- شعب الإیمان للبیھقی، از امام ابوبکر بیہقیؒ، طبع: بیروت
- صحیح بخاری، از امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ، طبع بیروت
- صحیح مسلم، از امام مسلم بن حجاج نیشاپوری، طبع بیروت
- کنز العُمّال، از علامہ علی متقیؒ
- مسند احمد، از امام احمد بن حنبل شیبانیؒ، طبع بیروت
- مشکوٰۃ المصابیح، از امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب تبریزیؒ، طبع بیروت
- المعجم الأوسط، از امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانیؒ
- المعجم الکبیر، از امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانیؒ
- مؤطّا إمام مالک، از امام مالک بن انس اصبحیؒ، طبع بیروت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

دیگر کتب

- ادب الدنیا و الدّین للإمام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری الماوردیؒ، طبع: دارالکتب العلمیہ ، بیروت، لبنان
- ازالة الخفاء، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ،طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی
- اسلام کا اقتصادی نظام از حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور
- الطاف القدس فی معرفة لطائف النفّس، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، طبع: گوجرانوالا
- انفاس العارفین (فارسی متن)، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، طبع: اسلامی کتب خانہ، کچہری روڈ، ملتان
- البدایہ و النہایہ، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر قرشی بصری ثم دمشقی، طبع: دارالفکر، بیروت، لبنان، 1986ء
- البُدور البازغہ، امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، طبع شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد، سندھ
- براھینِ قاسمیہ، از حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
- تاویل الأحادیث، تالیف: امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد، سندھ
- التّحریر فی اصول التفسیر، از سرسیّد احمد خاں، طبع: خدا بخش اورنٹیل پبلک لائبریری، پٹنہ، 1995
- التفہیمات الإلٰھیہ، تالیف: امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، طبع شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد، سندھ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

- تکمیل الأذھان، از شاہ رفیع الدّین دہلویؒ، طبع: نصرۃ العلوم، گوجرانوالا
- حُجَّةُ اللّٰهِ البالِغه، امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، طبع: مکتبہ حجاز، دیوبند، وطبع قاہرہ
- خطبۂ صدارت حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن، تاسیسی اجلاس جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی منعقدہ ۱۶/صفر ۱۳۳۹ھ/ 29/اکتوبر 1920ء علی گڑھ
- سطعات، امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، طبع: شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد، سندھ، 1964ء
- سماجی انصاف اور اجتماعیت، از مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور، 2019ء
- السّیرۃ النّبویّۃ لابن ھشّام، مکتبہ دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان.
- السّیرۃ النّبویّۃ لابن کثیرؒ، طبع: مکتبۃ دارالمعرفۃ للطّباعۃ و النّشر و التّوزیع، بیروت
- شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، مرتبہ خلیق نظامی، مطبوعہ لاہور
- العون الکبیر فی حل الفوز الکبیر"، طبع: دیوبند
- عبقات، از شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ، طبع: مجلس علمی، کراچی، ۱۳۸۰ھ/ 1960ء
- الفوز الکبیر، از امام شاہ ولی اللہ دھلویؒ، طبع فرید بک ڈپو، دھلی
- القول الجلی فی مناقب الولی، از حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی، اردو ترجمہ مولانا تقی انور علوی، طبع: خانقاہ کاکوری، ضلع لکھنؤ
- کتاب الخراج، از امام قاضی ابویوسفؒ، ص طبع: بیروت
- کتاب تاریخ الخمیس فی احوال أنفس النفیس ﷺ، للدّیار البکری المتوفی ۹۶۶ھ، طبع: دار صادر، بیروت
- اللّمحات، از امام شاہ ولی اللہ دھلویؒ
- مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الفِ ثانیؒ، طبع: مطبع ایجوکیشنل، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- مکتوبات امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، مشمولہ کلماتِ طیبات، مطبع مجتبائی، دہلی
- مکتوبات حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ، طبع: مکتبہ برہان، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی
- نقش حیات، از مولانا سیّد حسین احمد مدنی، طبع: مکتبہ دینیہ، دیوبند
- هدایه محشیٰ، کتاب الوصایا، طبع: مکتبه شرکتِ علمیه، ملتان
- ہمعات، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، طبع: شاہ ولی اللہ اکیڈمی، سندھ
- "Strangers In India"، پینڈرل مون، اردو ترجمہ: ''ہند میں انگریز ریاست''، طبع: تخلیقات، لاہور
- The Corporation that Changed the World How the East India Company Shaped the Modern Multinational by Nick Robins.
- The Protection of Women From Domestic Violence Act, 2005 (India)
- The Punjab Protection of Women against Violence Act, 2016

الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا

- بی بی سی اُردو
- روزنامہ ''جنگ'' لاہور
- روزنامہ ''ایکسپریس'' لاہور

☆ ...... ☆ ...... ☆

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

ہماری مطبوعات

نام کتاب	نام مصنف	محقق/مترجم
قرآنی شعورِ انقلاب (دو جلد)	امام عبیداللہ سندھیؒ	مرتب: حضرت مولانا بشیر احمد لدھیانویؒ
(امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی منتخب سورتوں کی انقلابی تفسیر پر مبنی کتاب)		تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
شعور و آگہی	امام عبیداللہ سندھیؒ	مرتب: سید مطلوب علی زیدی
(عادلانہ نظام کی شعوری تشکیل کے تقاضوں کی آگہی مہیا کرتے فکرانگیز مقالات پر مبنی کتاب)		تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
القول الجمیل فی بیان سواء السبیل	امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ	پروفیسر محمد سرور جامعیؒ
(تصوف کے آداب و اشغال پر ایک مستند کتاب)		تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
ارشاداتِ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ	انتخاب: مولانا عبداللہ بھکر	جمع کردہ: مولانا حبیب الرحمن رائے پوری
(شریعت، طریقت اور سیاست کے حوالے سے روح پرور مجالس کی تلخیص)		تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
تاویل الأحادیث	امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ	
التعلیق الأثیث علی تاویل الأحادیث		مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ	تسہیل: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
معاشی انصاف اور اجتماعیت	مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ	تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
برصغیر میں تجدیدِ دین کی تاریخ	مولانا عبیداللہ سندھیؒ	مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
الموقف فی الفقه الإسلامی	مولانا عبیداللہ سندھیؒ	تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
قرآنی ترجمہ نگاری کی اہمیت اور اصول و قواعد	امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ	مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
سرگزشتِ حیات مولانا عبیداللہ سندھیؒ	مولانا عبیداللہ سندھیؒ	مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
خطبات و مقالات	مولانا عبیداللہ سندھیؒ	تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
سوانح حیات شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ	مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری	حرفِ تعارف: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمن
امداد السلوک	مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	مقدمہ: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
روداد برصغیر	شمس القمر قاسمیؒ	مقدمہ: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
اسلام کا نظامِ وراثت	مفتی محمد اشرف عاطف	کلماتِ تبرک: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

رحیمیہ مطبوعات

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور

00-92-42-36307714, 36369089 www.rahimia.org

info@rahimia.org /rahimiainstitute